فتاویٰ رحیمیہ

افادات

حضرت مولانا مفتی الحاج سید عبدالرحیم صاحب لاجپوری

دارالاشاعت

ادارہ اسلامیات کے جملہ حقوق پاکستان میں بحق ادارہ مذکور محفوظ ہیں
نیز ترجمہ، تلخیص، تجسیم اور کمپوزنگ سمیت کسی بھی طرح حقوق طباعت بحق ادارہ مذکور محفوظ ہیں
کاپی رائٹ ۔ انٹرنیشنل

نام کتاب: خلیل اور خلیلی
طباعت: مارچ [illegible] طبع اول
ضخامت: 291 صفحات

قانونی انتباہ
[illegible]

ملنے کے پتے
[illegible]
[illegible]
[illegible]

فہرست مضامین فتاویٰ رحیمیہ جلد ششم

متفرقات صلوٰۃ

قنوت نازلہ کس کس نماز میں پڑھے ۱۹

بوقت ولادت نماز کا فرض ہونا ۱۹

نماز میں ٹیلیفون کے آلہ (مکبر الصوت (لاؤڈ اسپیکر) کا استعمال ۲۰

قنوت نازلہ کے متعلق تفصیل ۲۱

طریقہ ۲۱

سواری پر سے بھاگے ہوئے گھوڑے میں نماز ادا ہوئی یا نہیں؟ ۲۲

آلہ مکبر الصوت میں نماز پڑھنا کیسا ہے؟ ۲۳

(۱) بانیٔ جامعت مفتی اعظم حضرت مولانا کفایت اللہ صاحب کا فتویٰ ۲۳

(۲) حضرت مولانا مفتی سید مہدی حسن صاحب مدظلہ

صدر مفتی دارالعلوم دیوبند کا فتویٰ ۲۵

(۳) حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب رحمہ اللہ

مفتی اعظم مظاہر علوم سہارنپور کا فتویٰ ۲۵

(۴) حضرت مولانا مفتی محمود حسن فتحپوری صاحب مدظلہ دامت برکاتہم

صدر مفتی دارالعلوم دیوبند کا فتویٰ ۲۵

(۵) حضرت مولانا مفتی سید محمد میاں صاحب مدظلہ

شیخ الحدیث وصدر مفتی جامعہ امینیہ دہلی کا فتویٰ ۲۵

(۶) حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب مدظلہ مفتی مظاہر علوم سہارنپور کا فتویٰ ۲۶

(۷) حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مدظلہ مفتی اعظم پاکستان کا فتویٰ ۲۶

نماز میں (لاؤڈ اسپیکر) کے استعمال کے متعلق سہارنپور کا آپریٹر کا فتویٰ ۲۶

قنوت نازلہ کب پڑھی جائے؟ ۲۷

نماز میں لاؤڈ اسپیکر کا استعمال ۲۸

صفحہ نمبر	مضمون
۲۸	[illegible]
۲۹	[illegible]
۳۱	[illegible]
۳۲	[illegible]
۳۳	[illegible]
۳۵	[illegible]
۳۰	[illegible]
۳۶	[illegible]
۳۷	[illegible]
۳۷	[illegible]
۳۸	[illegible]
۳۹	[illegible]
۴۰	[illegible]
۴۲	[illegible]
۴۳	[illegible]
۴۷	[illegible]
۴۸	[illegible]
۴۸	[illegible]
۵۰	[illegible]
۵۲	[illegible]
۵۳	[illegible]
۵۵	[illegible]
۵۵	[illegible]
۵۵	[illegible]
۵۶	[illegible]

مضمون	صفحہ
فجر اور عصر میں امام دعا کے لئے کس طرف مڑے؟	۵۷
نماز پنجگانہ کے بعد اردو میں دعا مانگنا	۵۷
دعا ماثورہ میں اضافہ	۵۸
فرض نمازوں کے بعد متصل ہی قبل سے فارغ ہو کر فاتحہ پڑھنا (دعا ہوتی)	۵۸
ایک بنیادی نکتہ ہو جس کو ذہن نشین کرنا چاہئے	۶۵
نماز کے بعد اجتماعی صورت پر ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا	۶۲
استغفار	۶۶
عیدین نماز کے بعد دعا کرنا	۶۸
فرض نماز کے بعد امام جہراً دعا مانگے یا سراً	۷۰
فتاویٰ رحیمیہ کے ایک فتوے پر اشکال اور اس کا جواب	۷۵
دعا نماز کے بعد کرے یا خطبہ کے بعد؟ بینوا توجروا	۷۶
دعا ہوتی (فاتحہ) کرنا کیسا ہے؟	۷۹
دعا کرنے کا بہتر طریقہ کیا ہے؟	۸۰
فرض نماز کے بعد دعا کی مقدار	۸۰
فجر و عصر کی نماز کے بعد قبل دعا کے امام چلے جائے	۸۱
بعد نماز جمعہ دعا	۸۱
نماز پنجگانہ کے بعد اردو میں دعا مانگنا	۸۱
کچھ لوگ جمعہ کی نماز ادا کرنے اذان کے لئے کیا حکم ہے؟	۸۲
اذان جمعہ کے بعد غیر مسلم ملازم کو دکان پر بھیج کر دکان کھلی رکھنا	۸۲
پہلی اذان جمعہ کے بعد امام کہاں بیٹھے؟	۸۲
جمعہ کی پہلی اذان کو بدعت کہنا کیسا ہے	۸۳
صحت جمعہ کے لئے اذان عام والے مسئلہ پر ایک مفتی صاحب کا اشکال اور اس کا مفصل جواب!	۸۴
مسافر اور نماز جمعہ	۸۹
بلڈنگ میں رہنے والے وہاں جمعہ صحیح ہے یا نہیں؟	۸۹

مضمون	صفحہ
مسافر جمعہ کی نماز پڑھا سکتا ہے یا نہیں؟	۹۰
نمبردار ان اہل کے بعد کاروبار کرنا نمبرداری ادا کرنے سے پہلے دنیوی کام کرنا	۹۰
ایران میدگاہ کو آباد کرنا اور بوقت تسبیح خواب، منبر توڑ کر وسط میں رکھنا	۹۱
چھوٹی مسجد میں جمعہ قائم کرنا	۹۱
نماز جمعہ کی فضیلت اور کاروبار بند کرنا	۹۲
چھوٹے گاؤں میں جمعہ کی نماز کیوں صحیح نہیں؟	۹۳
نماز جمعہ کی جماعت دوبارہ کرنا	۹۳
جمعہ کے دن زوال کے وقت ظل پڑھنا	۹۴
گاؤں میں مسجد نہیں ہے تو نماز جمعہ صحیح ہے یا نہیں	۹۴
نماز جمعہ جہاں صحیح نہ ہو وہاں سے دوسری جگہ جانا کیسا ہے؟	۹۴
نماز جمعہ کے قعدہ میں شرکت	۹۵
ظہر، جمعہ کی سنت میں جماعت، خطبہ شروع ہو جائے	۹۵
نماز جمعہ کے قعدہ میں شرکت	۹۵
جمعہ وعیدین میں آلہ مکبر وصوت کا استعمال	۹۶
نماز جمعہ کی مسنون قرأت	۹۶
نماز جمعہ اور جمعہ کی فجر میں کونسی سورۃ پڑھنا مسنون ہے؟	۹۷
کیا مسجد کی کوٹھری میں کھڑے ہوئے جمعہ میں جمعہ کی نماز پڑھی جا سکتی ہے؟	۹۷
جمعہ کے دن بوقت استواء نماز کا حکم	۹۸
فنائے مصر سے باہر رہنے والوں پر جمعہ واجب ہے یا نہیں؟	۱۰۰
چھوٹے گاؤں میں جمعہ کا حکم	۱۰۰
گاؤں قصبہ بن جانے تو نماز جمعہ وعیدین کا حکم	۱۰۱
نماز جمعہ کے لئے مسجد شرط نہیں	۱۰۱
صحت جمعہ کے لئے کس قدر آبادی شرط ہے؟	۱۰۳
دیوبند میں نماز جمعہ وعیدین صحیح ہے یا نہیں؟	۱۰۴

مضمون	صفحہ
ملازمت کی وجہ سے جمعہ معاف اور ساقط نہیں ہوتا	۱۰۳
شہر میں زیادہ مسجدیں ہوں تو جمعہ کہاں ادا کیا جائے؟	۱۰۴
شب جمعہ میں سماع کی فضیلت	۱۰۵
جمعہ کے روز فجر کی نماز میں سورۂ الم سجدہ اور سورۂ دہر کی قرأت	۱۰۶
صفوں کی درستگی کے انتظار میں نماز شروع کرنے میں تاخیر کرنا	۱۰۶
جمعہ کے دن زوال کے بعد کب اذان دی جائے	۱۰۸
جمعہ کے دن اذان ثانی خطیب کے سامنے دینا کیسا ہے؟	۱۰۸
جمعہ کے بعد چار رکعتیں سنت مؤکدہ ہیں یا چھ رکعتیں؟	۱۱
جمعہ کی نماز زوال سے پہلے صحیح نہیں ہے	۱۱۲
کیا جمعہ کی اذان اول کے بعد غسل کرنے کی گنجائش ہے	۱۱۳
ایک مسجد میں جمعہ کی دو جماعتیں کرنا	۱۱۷
ایک بلد میں تکرار جمعہ	۱۱۹
چھوٹے گاؤں میں جمعہ پڑھانے کے لئے مجبور کیا جائے تو امام صاحب کیا کریں؟	۱۹
سوال میں درج شدہ بستی میں جمعہ صحیح ہے یا نہیں؟	۱۹
جمعہ کی نماز ایک سے زیادہ مسجدوں میں ادا کرنا	۱۲۰
گاؤں میں متعدد جمعہ پڑھنے کی ممانعت	۱۲۱
شافعی مساجد میں نماز جمعہ	۱۲۳
نماز جمعہ نئی مسجد میں پڑھیں یا پرانی میں	۱۲۳
کارخانہ میں نماز جمعہ	۱۲۴
چاندنی گاہ میں جمعہ کی نماز	۱۲۵
چاندنی خانہ میں دوبارہ جمعہ پڑھنا	۱۲۵
فیکٹری میں نماز جمعہ کی اجازت نہ ملے تو	۱۲۶
جمعہ کے لئے دکان کب بند کرے؟	۱۲۶
ہمیشہ بیٹھ کر خطبہ پڑھنا خلاف سنت ہے	۱۲۷
بیان و خطبہ کے وقت چندہ کرنا	۱۲۷

مضمون	صفحہ
خطبہ کے درمیان بچوں کو اٹھا کر لانے والے کو ڈانٹنا	۱۲۸
خطبہ کے وقت پنکھا جھلنا کیسا ہے؟	۱۲۸
دو خطبوں کے درمیان ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا	۱۲۸
خطبہ اور اقامت کے درمیان فصل کرنا	۱۲۹
خطبہ کے شروع میں دو مرتبہ الحمد سے پڑھنا	۱۲۹
خطبہ کے وقت دوسری اذان مسجد میں دینا	۱۳۰
عیدین کے موقعہ پر خطبہ کا حکم	۱۳۰
کیا ہر جمعہ میں خطبہ پڑھنا ضروری ہے؟	۱۳۰
عیدین کے خطبہ میں حاضرین کو بٹھانا	۱۳۱
خطبہ دوسری سنت کی طرح ہے (خطبہ شروع ہونے سے	۱۳
خطبہ ثانیہ میں خلفائے راشدین کا ذکر خیر	۱۳۲
خطبہ میں عمداً لحن کرنا کیسا ہے؟	۱۳۲
خطبہ کے وقت درود شریف پڑھنا	۱۳۳
جمعہ کے خطبہ کے وقت پاؤں پر پاؤں رکھ کر بیٹھنا کیسا ہے؟	۱۳۳
خطبہ پڑھنے کے وقت وضو کی حالت ہو تو خطبہ کا اعادہ ہوگا یا نہیں؟	۱۳۳
خطبہ و نماز کے لئے لوگوں کا انتظار کرنا	۱۳۴
جمعہ کے دن عید آئے تو خطبہ کا حکم	۱۳۴
کیا خطبہ کے بعد ضائع کرنے سے قضا دوبارہ پڑھا جائے؟	۱۳۵
خطبہ عید نماز سے پہلے پڑھنا	۱۳۵
خطبہ میں آیت کریمہ ان اللہ الخ پڑھنے پر حاضرین کا درود پڑھنا	۱۳۵
کیا خطیب کے لئے بھی ایسا امر ہے؟	۱۳۶
خطبوں کے درمیان کا جلسہ	۱۳۶
خطیب عصا کس ہاتھ میں پکڑے؟	۱۳۶
خطبہ کو زبان میں پڑھ جانے	۱۳۷
خطبہ پڑھنے کا طریقہ	۱۳۸

مضمون	صفحہ
خطبہ سے پہلے احکام عیدین کا بیان اور دلائل	۱۳۰
خطبہ کی بابت چند ضروری باتیں	۱۳۲
رفع اشتباہ	۱۳۳
خطبہ میں بعض کے اجتناب	۱۳۵
عید گاہ جانے کا طریقہ	۱۳۶
امام کے وقت تقریر خاموش رہنا افضل ہے یا جواب قرآن	۱۳۷
اذان خطبہ کے جواب دینے کا حکم	۱۳۷
بوقت خطبہ عصا لینا	۱۳۷
عید گاہ کے خطبہ کا بیان میں یا اردو میں ہونا	۱۳۹
خطبہ جمعہ میں پڑھی جانے والی حدیث میں صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے نام لینے کا حکم	۳۹
خطبہ عید سے پہلے نام کا مہر بند چٹھی کا لانا	۴۵
عیدگاہ میں نماز سے پہلے پڑھنا	۵۰
عیدین کی نماز کا مسجد میں پڑھنا افضل ہے یا جائز؟	۵۰
عورتوں پر عیدین نماز ہے یا نہیں؟ اور وہ عیدگاہ جائیں یا نہیں؟	۱۵۱
تفصیلی جواب	۱۵۱
اور عیدین دوسری رکعت میں تکبیر زائد بھول جانے کا کیا حکم ہے؟	۱۵۲
ایک ہی مکبر تکبیر کی عید سے عیدگاہ جانا اور وہاں جا کر پڑھنا اور امام کے لئے چندہ کرنا	۱۵۳
عید کے دن فجر کی نماز کب پڑھی؟	۱۵۳
عیدگاہ نماز سے پہلے حاضرین کا آواز بلند سے تکبیر وغیرہ پڑھنا	۱۵۳
تکبیر تشریق اور خطبہ عیدین	۱۵۵
عیدین کا وقت	۱۵۵
محلہ کی مسجد میں مذکر لی جانے سے عیدگاہ نماز پڑھنا	۱۵۶
عورتوں کا مسجد وعیدگاہ میں جانا کیسا ہے؟	۱۵۲
قبرستان کی خالی جگہ میں عیدین نماز پڑھنا اور اس جگہ کو مستقل عیدگاہ بنانا	۱۶۵

مضمون	صفحہ
ہر شہر کی عید گاہ الگ ہونی چاہیے	۱۶۶
بیمار اور ضعیفوں کے لئے جامع مسجد میں عید کی نماز کا انتظام کرنا:	۱۶۶
عید کی نماز میں شافعی امام کی اقتدا کرنا:	۱۶۷
عید الاضحیٰ کی نماز سے پہلے نہ کھانا مستحب ہے۔	۱۶۷
امام نے دوسری رکعت میں چھٹی زائد تکبیر کہی، اس وقت مقتدیوں نے رکوع کر لیا تو؟:	۱۶۷
عید کے روز نماز عید سے پہلے نفل کا حکم	۱۶۸
حنفی کا اقتداء کرنا شافعی کے پیچھے:	۱۶۸
نماز عید کی دوسری رکعت میں قرأت سے پہلے تکبیرات کہے تو کیا حکم ہے:	۱۶۸
نماز عید کی پہلی رکعت میں تکبیرات زائد بھول جائے:	۱۶۹
عید گاہ میں دوبارہ جماعت کرنا:	۱۶۹
نماز عید کے لئے حجرہ کرایہ پر لینا:	۱۶۹
تکبیرات عید بھول جانے تو کیا حکم ہے	۱۷۱
نماز عید کی ترکیب:	۱۷۱
عورتوں کے لئے احکام عید۔	۱۷۲
نماز عید کے بارے میں ایک اور مسئلہ	۱۷۲
نماز عید کے بارے میں ایک اور مسئلہ	۱۷۲
عید گاہ جانے سے قبل مسنون کیا ہے؟:	۱۷۰
عید گاہ بننے تک کسی میدان میں نماز پڑھیں:	۱۷۳
عید گاہ میں نماز کے لئے لوگوں کا انتظار کرنا:	۱۷۳
نماز عید میں بعد میں شریک ہونے والا زوائد تکبیر کب کہے؟	۱۷۴
نماز عیدین کھا پی کر:	۱۷۵
نماز عید کے لئے مالک زمین سے اجازت لے لینی چاہئے:	۱۷۵
نماز عید دوبارہ پڑھنا۔	۱۷۵
عید تشریق ایک بار کہے یا تین بار؟:	۱۷۵
ایام تشریق میں تکبیرات پڑھنے کا حکم:	۱۷۵

مضمون	صفحہ
نماز عید الاضحیٰ کے بعد تکبیر تشریق پڑھتے یا نہیں؟	۷۶
عید الاضحیٰ کی نماز سے پہلے کھانا	۷۹
"تکبیر تشریق" کے متعلق	۱۷۶
بڑے شہر میں متعدد جگہ عیدگاہ میں نماز عید کا قائم کرنا	۱۷۷
عیدگاہ اور عید کی نماز سے متعلق چند اہم مسائل	۱۷۸
مشرقی سمت عیدگاہ بنانا	۱۸۰
کیا عام شوافع کو عید کی نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟	۱۸۰
عید الاضحیٰ کی نماز کے بعد تکبیر تشریق کہنا واجب ہے	۱۸۰
نماز عید محلہ میں	۸۱
کیا عاجز پر تکبیر تشریق واجب ہے	۱۸۲
نماز عید میں سے پہلے تکبیر تشریق پڑھنا	۱۸۲
عیدگاہ کے قریب دکانیں ہوں تو نماز کا کیا حکم ہے؟	۱۸۲
نماز عید میں مکبر (بلند آواز سے تکبیر کہنے والا) کا مقرر کرنا	۱۸۳
شہر کے بالکل قریب واقع زمین کو عیدگاہ کے لئے وقف کرنا کیسا ہے؟	۱۸۳
عید کی نماز کے لئے جانے والے راستہ کو کم کرنا سے روکنا کیسا ہے؟	۱۸۴
عید کی نماز سے پہلے عیدگاہ میں تقریر اور بیان کرنا کیسا ہے یا	۱۸۴
تکبیر تشریق پڑھنا چاہئے	۱۸۵
کیا ہر جگہ تکبیر تشریق جہراً کہنی چاہئے	۱۸۵
نماز عیدگاہ میں عید گاہ کو دونوں اور میں کے تارک کا حکم	

مسائل تراویح

تراویح میں دو رکعت پر قعدہ نہیں کیا	۱۸۷
تراویح پڑھی اور روزہ نہ رکھے تو کیا حکم ہے؟	۱۸۷
تراویح پڑھانے والا پابند شرع نہ ہو تو کیا حکم	۱۸۷
تراویح پڑھنے والے کا فقہ کون سا ہے؟	۱۸۸

مضمون	صفحہ
بیس ۲۰ رکعت تراویح سنت مؤکدہ	۱۸۸
سلف وخلف مذاہب کے اختلافات اور مفصل جوابات	۱۸۸
(۱) طحطاوی	۱۹۱
(۲) مراقی الفلاح	۱۹۲
(۳) امداد وظہیر	۱۹۲
(۴) الحاف قاسمی	۱۹۲
(۵) حضرت علامہ انور کشمیری	۱۹۲
(۶) علامہ ابن ہمام	۱۹۳
(۷) عینی شرح بخاری	۱۹۳
(۸) امداد صبری	۱۹۳
(۹) علامہ ملا علی قاری	۱۹۳
(۱۰) طحاوی شریف	۱۹۴
احادیث اور حضرات محدثین وائمہ مجتہدین کے اقوال وارشادات	۱۹۴
تقسیمی جائزہ	
جدید تحقیقات ۔ خصوصات فیصلے کے لئے علماء ومشائخ اور ان کے تقاضے	۲۰۱
صحابہ کرام اور بدعت سے نفرت	۲۰۳
(۱) باقی بدعت سے سلام بند	۲۰۳
(۲) اذان کے بعد مکبر پر اظہار نفرت	۲۰۳
(۳) خلاف سنت تقریب سے تلاعد	۲۰۵
(۴) تکبیر کے آپ الفاظ کے اضافے سے ناراضگی	۲۰۵
(۵) بے وقت اذان پر تنبیہ	۲۰۵
(۶) مسنون وقت سے پہلے خطبہ پر حاکم وقت کو تنبیہ	۲۰۶
(۷) بدعت مسنون کے خلاف خطبہ پڑھنے پر عتاب اور برائی	۲۰۶
(۸) نماز فجر سے پہ حاکم اور قاضی (جج) کو تنبیہ	۲۰۶
(۹) نماز جنازہ میں خلاف سنت ہاتھ اٹھانے پر تنبیہ	۲۰۶

مضمون	صفحہ
(۱۲) خلاف سنت تسبیح تہلیل و ذکر جلد پر نا راضگی	۲۰۷
اتباع سنت کا شوق	۲۰۸
تراویح اور حفاظت قرآن	۲۱۲
ان علیٰ جمعہ وقرانہ	۲۱۲
وضاحت	۲۱۲
جماعت صحابہ معیار حق ہے	
کتاب اللہ اور احادیث صحیحہ کی روشنی میں	۲۲۱
بیس ۲۰ رکعت کے خلاف غیر مقلدوں کے کلمہ دلائل اور ان کے جوابات	۲۲۱
دلیل اول	۲۲۱
دلیل ثانی	۲۲۵
بیس رکعت تراویح کے متعلق سرور فی صاحب کا ایک مکتوب اور اس کی تردید	۲۲۹
تراویح اور وتر کے متعلق متفرق مسائل	۲۳۰
وتر پڑھنے والے کے پیچھے تراویح پڑھنے والا	۲۳۲
تراویح کی نیت سے وتر کی اقتدائی تو شرعاً کیا حکم ہے؟	۲۳۲
عورتوں کو تراویح میں جماعت کرنا کیسا ہے؟	۲۳۳
تراویح میں چار رکعات کے بعد وقفہ کرنا کیسا ہے؟	۲۳۳
وتر رمضان میں ترویح کی نیت کرنا شرعاً کیسا ہے؟	۲۳۳
نابالغ بچہ تراویح پڑھا سکتا ہے؟	۲۳۳
نابالغ بچہ تراویح میں قعدہ سے تو کیا حکم ہے؟	۲۳۳
تراویح میں سجدۂ تلاوت کے بعد سورۂ فاتحہ دوبارہ پڑھے تو کیا حکم ہے؟	۲۳۴
امام عشا باجماعت پڑھنے والا تراویح گھر پر پڑھے تو کیا حکم ہے؟	۲۳۴
تراویح پڑھانے پر معاوضہ	۲۳۵
امام تراویح وغیرہ میں قرأت کیسی آواز سے پڑھے۔	۲۳۵
تراویح کی دوسری رکعت میں قعدہ کرنے کے بجائے قیام کرے تو کیا حکم ہے؟	۲۳۶
فوت شدہ رکعت ولی اداکنی کے وقت سجدۂ سہو سے تو کیا حکم ہے؟	۲۳۶

مضمون	صفحہ
تراویح میں ہر چار رکعت پر وقفہ کرنا صحیح ہے یا نہیں	۲۳۶
تراویح با جماعت سنت ہے یا نہیں؟	۲۳۷
داڑھی منڈھے کا تراویح پڑھانا	۲۳۷
نابالغ کو امام بنانا	۲۳۷
تراویح سمجھ کر وتر میں اقتدا کرنا	۲۳۸
تراویح میں قرأت قرآن کے وقت بیٹھے رہنا	۲۳۸
مقتدی تراویح میں قعدۂ اخیرہ میں سو جائے	۲۳۸
یکبارگی تراویح میں بیس رکعت کی نیت کرنا	۲۳۸
تراویح کے وقت نیند کا غلبہ ہو تو کیا حکم ہے	۲۳۹
رکعات تراویح میں اختلاف واقع ہو جائے	۲۳۹
نماز عشاء تنہا پڑھنے والا تراویح اور وتر با جماعت پڑھ سکتا ہے	۲۳۹
تراویح میں درمیان سورہ ہم الفد جہر پڑھی جائے یا سر	۲۴۰
بیس رکعت کے بعد اجتماعی دعا کرنا کیسا ہے؟	۱۴۱
تراویح میں ختم قرآن کے وقت آخری رکعت میں الم سے مفلحون تک پڑھنا	۲۴۱
کیا قرآن کی تراویح پڑھانا امامی کی ذمہ داریوں میں سے ہے؟	۲۴۱
ادا تجلی سفن کے بغیر تراویح میں شامل ہو سکتا ہے؟	۲۴۲
جس نے عشاء کی نماز نہ پڑھی اس کے پیچھے تراویح پڑھی گئی تو	۲۴۲
تراویح کا اعادہ وقت کے اندر ضروری ہے	۲۴۲
جس نے عشاء کی نماز تنہا پڑھی ہو وہ تراویح اور تر با جماعت ادا کر سکتا ہے یہی صحیح ہے	۲۴۳
تراویح پڑھانے والے کو خوشی سے ہدیہ پیش کیا جائے تو وہ قبول کر سکتا ہے یا نہیں؟	۲۴۳
تراویح میں سجدہ سہو نہ کیا تو دو رکعتیں قابل اعادہ ہیں	۲۴۳
تراویح میں ختم قرآن کے بعد شیرینی تقسیم کرنا	۲۴۳
چند حفاظ مل کر تراویح پڑھائیں تو درست ہے یا نہیں؟	۲۴۴
تراویح میں سوال میں مندرج کلمات پڑھنا کیسا ہے؟	۲۴۴
تراویح پر اجرت لینا	۲۴۵

مضمون	صفحہ
تراویح میں ہر مہینے ایک قرآن ختم کرنا	۲۴۱
تراویح سے پہلے یا بعد میں وتر پڑھنا اور قرآن کا ختم ہونا	۲۴۲
ایک مرتبہ تراویح میں قرآن ختم کرنے کی نذر مانی ہے تو کیا حکم ہے؟	۲۴۲
ایک شخص فرض نماز پڑھ رہا ہے اور جماعت سے تراویح پڑھ رہے تو کیا حکم ہے؟	۲۴۴
تراویح میں تین مرتبہ قرآن ختم کرنا	۲۴۵
تین رکعت تراویح سنت سے ثابت ہے	۲۴۸
تراویح میں ایک مرتبہ ختم قرآن بھی سنت سے ثابت ہے	۲۴۹
ایک حافظ نے تراویح میں پورا قرآن اس طرح سنایا کہ بیچ بیچ میں سورتیں اور رکعتیں چھوڑتا گیا	۲۵۳
تراویح میں ایک مرتبہ قرآن ختم کرنا	۲۵۴
تراویح کی رکعتیں کتنی ہیں	۲۵۵
گاؤں کی عورتیں جو شوق سے تراویح پڑھتی ہیں ان کو تراویح پڑھنا کیسا ہے؟	۲۵۵
تراویح کی تین رکعتیں پڑھنا کیسا ہے؟	۲۵۶
تراویح میں دو رکعت پر قعدہ نہ کرنا یعنی ایک ہی مرتبہ چار رکعت پڑھنا کیسا ہے؟	۲۵۶
تراویح پڑھانے پر تنخواہ لینا کیسا ہے؟	۲۵۷
تراویح کے لئے کسی حافظ کو اصل تنخواہ کے علاوہ کچھ دینا کیسا ہے؟	۲۵۷
کوئی حافظ پہلے دن سے تراویح پڑھتا ہے تو دوسرا حافظ کب تراویح پڑھ سکتا ہے	۲۵۸
مقررہ امام کا تراویح پڑھنے کا حق	۲۵۸
گھر میں حافظ بالغ لڑکے کی اقتداء میں نماز پڑھنا کیسا ہے؟	۲۵۸
ختم قرآن کی شب حفاظ کو چھوارے بانٹنا	۲۵۹
[illegible]	۲۵۹
تقسیم [illegible]	۲۷۰
تراویح سے متعلق ایک ضروری سوال	۲۷۳
گھر میں عورتوں کو تراویح پڑھانا کیسا ہے؟	۲۷۳
فرض نماز کی چار رکعت نماز پڑھنے کے بعد جماعت میں شامل ہوا تو امام کی سلام والی چار رکعت تراویح میں شمار کی جائیں گی یا	۲۷۳

مضمون	صفحہ
کیا جماعت والی نماز انفرادی ہو سکتی ہے؟	۲۶۳
مجمع سے اوپر پیچھے نماز ادا کرنے کی ممانعت	۲۶۳
مسبوق کا منفرد امام کے سلام پھیرنے کے بعد کھڑے ہونے سے قبل سلام پھیرنا کیسا ہے؟	۲۶۴
نماز میں سورۂ فاتحہ کو قرآن شریف دیکھ کر پڑھنے سے نماز کا حکم	۲۶۶
نماز میں پڑھے جانے والے کلمات میں سے چند کلمات کا ترجمہ	۲۶۷
جس کو کسی وجہ سے کھڑے ہونے کی طاقت نہ ہو وہ نماز کس طرح پڑھے	۲۶۹
کیا بیٹھ کر نماز پڑھنے والے کا ثواب کھڑے ہو کر نماز پڑھنے والے کے برابر ہے؟	۲۷۰
نماز کے وقت کے بارے میں	۲۷۰
نماز کے وقت کی تعداد	۲۷۱
فجر کا وقت اور رکعت کی قرأت کا بیان	۲۷۱
نماز میں سلام کے ذریعہ سے حالت نماز کا ختم ہونا	۲۷۱
کیا مقتدی امام کے سلام پھیرنے کے بعد اپنی نماز کی نیت توڑ دیتا ہے یا اس کے ذمہ کچھ باقی رہتا ہے	
نماز کے اندر اور باہر کے فرائض اور واجبات میں سے کچھ کی ادائیگی کے بارے میں	۲۷۲
نماز کے خلاف کچھ مسئلوں کے بارے میں اور ان کے جواب	۲۸۳
سجدۂ سہو	۲۸۵
سجدۂ تلاوت	۲۸۷

باب صلوٰۃ التطوع

نماز تہجد کا بیان	۲۸۹
نماز چاشت کے بارے میں	۲۹۰

متفرقات صلوٰۃ

قنوت نازلہ کس کس نماز میں پڑھے

(سوال ۱) قنوت نازلہ صرف فجر کی نماز میں پڑھتے یا مغرب وعشا میں بھی پڑھ سکتے ہیں۔ نماز جمعہ میں پڑھے یا نہیں؟

(الجواب) الدر المختار میں قنوت نازلہ کو قنوت وتر کے ساتھ محسوس مانا ہے جس سے ظاہر ہوا کہ قنوت نازلہ صرف وتر کے ساتھ خاص ہے۔ اس کی دوسری نماز میں نہیں۔ وتر نماز عشا یا بعد عشا ہی پڑھی جاتی ہے لہذا قنوت نازلہ بھی انہی نمازوں میں ہوگی فجر ومغرب اور جمعہ وغیرہ میں پڑھنے کے بھی قائل نہیں لہذا اسے سال بھر پڑھ سکتے ہیں صبح کیا منحصر۔

بوقت ولادت نماز فرض ہونا

(سوال ۲) ایک مولوی صاحب نے تقریر میں مسئلہ بیان کیا کہ جب بچہ پیدا ہو جائے سر نکل آئے تو اس کی آواز سن لینا ضروری ہے کہ زندہ تھا اور اس میں اگر کوئی نماز پڑھتے کیا اس صورت میں نماز ہو گئی ہو تو ہے؟ کیا مولوی صاحب کا بیان کردہ مسئلہ صحیح ہے؟

(الجواب) مولوی صاحب نے غلط بیان کیا ہے۔ صحیح یہ ہے کہ جب بچہ کا سر نکل آئے تو عورت پر نماز فرض ہو جاتی ہے اگر پڑھ لے تو ادا ہو گئی ورنہ قضا لازم ہو گئی اگر چہ وہ بچہ مردہ ہی نکلے۔ اور اگر بچہ کا سر نکلنے سے پہلے عورت کو غشی آگئی اور اسی غشی میں بچہ پیدا ہو گیا تو نماز فرض نہیں ہوئی۔ یونہی جس نے غشی (دورہ) کی حالت میں بچہ کی آواز سنی اس پر نماز فرض نہیں ہوئی۔ اور پاگل نے ہوش میں عورتوں کو غشی میں بچہ جنتے دیکھا تو اس کے لئے نماز معاف نہیں ہوئی جب تک پاگل رہے نماز معاف ہے۔ ہوش میں آنے کے بعد نماز نہ پڑھنے کا حکم نہیں۔ ہاں ہوش میں آنے کے بعد اتنا وقت گزرا جس میں نماز پڑھ سکتا تھا اور نہ پڑھی تو اب قضا کرے۔ اسی طرح جو نماز والے نماز پڑھتے پڑھتے سو گئے اور خواب میں بچہ پیدا ہوتے دیکھا تو ان پر نماز فرض نہیں ہوئی۔ ہاں سو کر اٹھے تو اتنا وقت گزرا جس میں نماز پڑھ سکتے تھے تو قضا پڑھیں۔ اسی طرح جس عورت کے دردِ زہ شروع ہوئے اس نے وضو کر کے نماز پڑھنی شروع کی تھی اس حال میں بچہ پیدا ہوا اور وہ نماز پڑھتی رہی تو نماز ہو گئی۔ اس کو نماز توڑ دینے کا حکم نہیں دیا جائے گا۔ اس کی تفصیل ہم نے فتاوی میں بیان کی ہے۔ مولوی صاحب نے تقریر میں اس کا خلاف بیان کیا ہے۔ اگر یہ بیچ میں ہو اور وہ نماز توڑ دے تو اس کا اعادہ واجب ہے۔ اور اگر نماز پوری کر لی تو اعادہ مستحب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ولو لم تصل لكن عاصية لو بلغ (اگر نماز نہ پڑھے تو اپنے رب کی نافرمان ہوگی جس سے توبہ واجب ہے۔ الدر المختار ص ۱۳۱ ج ۱) اس کا مطلب یہ ہے کہ بلوغ کے وقت یہ جانتی تھی کہ اس کے بعد نماز فرض ہو جائے گی اور نہ پڑھی تو گناہ گار ہوئی۔ ورنہ

[illegible]

نماز میں نظم کے لئے امام کی آواز (صوت) (لاؤڈ اسپیکر) کا استعمال:

(سوال ۳) آج کل بہت سی جگہوں میں امام کی آواز مکبرین تک پہنچانے کے لئے لاؤڈ اسپیکر کا استعمال کیا جاتا ہے اور اس کے بغیر نماز میں نظم قائم نہیں رہتا اور بعض جگہ تو اس کے بغیر نماز ہی نہیں ہوتی اس لئے اس کا استعمال کیسا ہے؟ آواز پہنچانے کا یہ طریقہ کیا ہے؟ اس کے بارے میں علماء کا کیا قول یا رجحان ہے؟

(الجواب) (الف) اس مسئلہ کے بارے میں علماء کے دو قول ہیں بعض علماء اس کے جواز کے قائل ہیں اور بعض علماء اس کے عدم جواز کے قائل ہیں اور یہ اختلاف اس بنا پر ہے کہ آیا امام کی آواز مکبرین تک پہنچانا نماز کے لئے شرط ہے یا نہیں؟ اگر شرط ہے تو پھر اس کے بغیر نماز نہیں ہوگی اور اگر شرط نہیں ہے تو پھر اس کے بغیر نماز ہو جائے گی۔ [illegible]

(ب) [illegible] اس کے بعد [illegible] اس کے بعد [illegible] اس کے بعد [illegible]

(ج) [illegible] اس کے بعد [illegible] اس کے بعد [illegible] اس کے بعد [illegible]

(د) [illegible] اس کے بعد [illegible] اس کے بعد [illegible] اس کے بعد [illegible]

[illegible]

(۱) شریعت کی اصول ہے کہ فساد کو اصلاح کرنے کی نسبت ترجیح دی گئی ہے۔ اگر فساد کو اصلاح سے زیادہ اہم قرار دیا جائے تو شریعت کا نظام درہم برہم ہو جائے گا۔ لا شباہ والنظائر میں ہے: وهي قوله الضرر الأشد يزال بالأخف ومنها ارتكاب أخف المفسدتين لاتقاء أشدهما ومنها اختيار أهون الشرين وارتكاب أخف المفسدتين لاتقاء أشدهما ومنها الضرر الأشد يزال بالأخف ومنها يخت

ناجائز قنوت پڑھتے ہیں اور جو قنوت پڑھتے ہیں وہ بھی موقع بموقع آہستہ آہستہ پڑھتے ہیں اور جہاں سے قنوت پڑھنا ثابت ہے وہاں قنوت نہ پڑھنا اختیار کرتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اپنے مواقع پر قنوت نہ پڑھنے کو اختیار فرمایا ہے۔ جس کی احادیث سے ثابت ہے۔ قنوت کی صحیح حدیثوں میں اس کی تعمیل موجود ہے لہٰذا ترک قنوت پر مداومت اختیار کرنا ہی صحیح ہے۔[۱]

اس کی اقتداء پر معمولات اقتدیٰ ہوئی۔ جس کی تفصیل یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ہر زمانہ میں ہر ملک میں اپنے کرام کو اپنی جانب تبلیغ و تعلیم کے لئے بھیجا تھا۔ یہ منتخب حضرات تھے۔ قرآن پڑھنے والے تھے اس لئے ان کو قراء کہا جاتا تھا۔ اوقات شب میں تلاوت کیا کرتے تھے۔ ان کو گلیاں یاد تھیں۔ راستے معلوم تھے۔ راستہ میں پڑاؤ ڈالتے ہیں ۱۰۰ مقام پر خیمہ لگایا اور سب وشیرہ کر دیا صرف ایک مقام پر ہوا جس کا ان حضرات کو علم نہ تھا۔ ان کو خوش آئند ہوئے تھے۔ اسوا نے آکر آنحضرت ﷺ کو اس حادثہ کی اطلاع دی تو آنحضرت ﷺ کو اس حادثہ کا قلق ہوا۔ اس کی تلافی کے لئے آپ نے ۳۰ دن تک نماز فجر میں رکوع کے بعد قنوت نازلہ پڑھتے رہے۔ رعل وذکوان وعصیہ وغیرہ قبائل میں جہاں جہاں یہ حادثہ پیش آیا تھا (بخاری شریف ص ۵۸۶ ج ۲ کتاب المغازی باب غزوۃ الرجیع ودعل وذکوان وبیر معونۃ ج) حضرت انس فرماتے ہیں کہ ما قنت بعد ما قنت شہرا متتابعا فی صلوٰۃ الصبح ما قنت قبل ولا بعد ما قنت بعد ذلک فی جمیع صلاتہ الا فی صلوٰۃ الصبح۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ اور آپ ﷺ کے خلفاء پر جب کوئی حادثہ پیش آتا تھا تو آپ نے بعد رکوع قنوت پڑھی ہے۔ صحابہ نے بھی اپنے اپنے زمانہ میں اور غلبہ کے وقت میں ایسا ہی کیا کرتے تھے۔ اس کو کبھی کبھی چھوڑ دیتے تھے جب کوئی سخت مصیبت پیش آتی تھی تو قنوت نازلہ پڑھتے تھے۔ وکان النبی صلی اللہ علیہ وسلم وخلفاءہ اذا نابھم امر دعوا للمسلمین وعلی الکافرین بعد الرکوع او قبلہ ولم یتوکوہ بمعنی عدم الفعل عند ھا (حجۃ اللہ البالغہ ج ۲ ص ۵ ۳ باب کیفیۃ الصلاۃ وھیئاتھا المسنونۃ الیھا قنوت الصبح)

علامہ ابن قیم فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام کے زمانہ میں جب جنگ ہوتی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نماز میں دعا سے قنوت پڑھی۔ حضرت عمر نے اس کتاب سے مقابلہ کے وقت دعا سے قنوت پڑھی حضرت علی اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کے وقت دونوں نے دعا سے قنوت پڑھی۔ واما المروی عن الصحابۃ فلم یقنت احدھما قنوت عند البزار کقنوت الصدیق رضی اللہ عنہ فی محاربۃ الصحابۃ لمسیلمۃ وعند محاربہ اھل الکتاب وکذالک قنوت عمر وقنوت علی عند محاربتہ لمعاویۃ واھل الشام (زاد المعاد ج ص شمہ قبیل فصل فی ھدیہ صلی اللہ علیہ وسلم فی مسجودہ نمبر)

---

(۱) قولہ لعصمۃ الامام فی الجہریۃ بالقہقہۃ فی البحر والنہر نقلا عن شرح منلا علی المنیۃ وبن بزل بالصلاۃ بل بزلہ عدم الامام فی صلاۃ الجہر راجع الی الفتوی والحمد وکذا فی شرح الشیخ اسمعیل عن المنیۃ بہ اذ یفسد فی ترکۃ فی الامام فی الصلاۃ الجہریۃ لکن فی الامداد عن الغایۃ فی صلاۃ الصبح ویؤیدہ ما فی شرح المنیۃ حیث قال لعدم کما لا فیکون شرعا علی شرعیۃ القنوت فی الفرائض وھو مختار فقنوت من قنت من الصحابۃ بعد رفعہ عند الصلاۃ ولا یکرہ عندھما وعلیہ الجمہور فی القنوت قبل الرکوع ام بعدہ لم اره والذی یظہر لی ان الخلاف فی الافضل ینبغی ان یعتبر الجہر فرض واحد بقنت بعد الرکوع لا لمنہ نماز ہے قانہ والا فلا مفسد فی قنوت طارئۃ ج ۱ ص ۱۲۸

قنوت نازلہ کا حکم ہے ہر امت کے امام کو اپنے مقتدیوں کو اس کی اطلاع دینی چاہیے اور ان کی تسلی کرنی چاہیے مگر مقتدیوں کے لئے جماعت کی قنوت میں شرکت ضروری ہے اس کے لئے کوئی دلیل نہیں ہے لہٰذا مقتدی کو اختیار ہے خواہ قنوت پڑھے یا نہ پڑھے اور عورتیں اپنی نماز میں دعائے قنوت پڑھ لیں یا نہ پڑھیں مگر عورتیں بہرحال قنوت پڑھتی ہیں۔

فجر کی نماز کے علاوہ دوسری پنجوقتہ نمازوں (مغرب وعشاء) میں قنوت پڑھنے کے متعلق فقہاء نے اختلاف کیا ہے بعض نے پڑھنے یا نہ پڑھنے کی گنجائش دی ہے (ملک العلماء کاسانی حنفی نے اصح قول قنوت وتر کا بتایا ہے بدائع الصنائع ج ۱ ص ۲۷۰ و ۲۷۹ باب القنوت) (طحطاوی علی الدر المختار باب الوتر والنوافل قنوت للنازلہ ج ۱ ص ۴۴۴ و شامی ج ۱ ص ۶۲۸ ایضاً)

دعائے قنوت کے متعلق مختلف اوقات کے مطابق احادیث میں مختلف دعائیں منقول ہیں ان میں سے مناسب دعائیں یہ ہیں۔

اَللّٰھُمَّ انْصُرِ الْاِسْلَامَ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَاَخْزِ عَدُوَّکَ وَکَانَ حَقًّا عَلَیْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ اَللّٰھُمَّ اَلِّفْ بَیْنَ قُلُوْبِھِمْ اَصْلِحْ ذَاتَ بَیْنِھِمْ وَانْصُرْھُمْ عَلٰی عَدُوِّکَ وَعَدُوِّھِمْ اَللّٰھُمَّ عَلَیْکَ بِالْکَفَرَۃِ الَّذِیْنَ یَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِکَ وَیُکَذِّبُوْنَ رُسُلَکَ وَیُقَاتِلُوْنَ اَوْلِیَآءَکَ اَللّٰھُمَّ خَالِفْ بَیْنَ کَلِمَتِھِمْ وَاَلْقِ الرُّعْبَ فِیْ قُلُوْبِھِمْ وَاَلْقِ عَلَیْھِمْ رِجْزَکَ وَعَذَابَکَ اِلٰہَ الْحَقِّ اَللّٰھُمَّ الْعَنْ کَفَرَۃَ اَھْلِ الْکِتٰبِ الَّذِیْنَ یَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِکَ وَیُکَذِّبُوْنَ رُسُلَکَ وَیُقَاتِلُوْنَ اَوْلِیَآءَکَ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ فِیْھِمُ التَّفْرِیْقَ وَالتَّمْزِیْقَ وَاجْعَلْ فِیْھِمُ الْفَشَلَ وَالْخَوَرَ وَالْجُبْنَ وَالْھَلَعَ اَللّٰھُمَّ اَنْزِلْ بِھِمْ بَأْسَکَ الَّذِیْ لَا تَرُدُّہٗ عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِیْنَ۔

نوٹ: اس پر جو عالم نے بآواز بلند آمین کہی اس کا بھی جواب دینا چاہیے۔ منہ۔

سواری کی رقم سے بنائے ہوئے گھر میں نماز ادا ہو گی یا نہیں؟

(سوال ۱۰) ہمارے علاقہ میں اکثر آدمیوں کے پاس اپنی مکانات ہیں اور کچھ لوگ ایسے مکان میں رہتے ہیں جو سواری کے پاس سے سواری کی رقم سے خریدا ہے اب اس میں نماز ادا ہو جائے گی یا نہیں؟

(الجواب) سوال کے مطابق جو مکان سواری کی رقم سے خریدا ہے ان مکانوں میں نماز بلا شک و شبہ ادا ہو جائے گی۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

آیا مکبر الصوت میں نماز پڑھنا کیسا ہے؟

(سوال ۱۱) کچھ فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یہاں پر (ماہین) بعض مسجدوں میں نماز کے اندر مکبر الصوت کا استعمال کیا جاتا ہے بسا اوقات اس کی بھی ادائیگی میں شامل ہوتا ہے اور ضروری حرکات و سکنات کی بھی سنائی دیتی ہے بعض لوگوں میں مختلف دلیل دے کر استعمال فرض کی ضرورت ہے

(۱) [illegible] (۲) [illegible] حرفہ عند عدد الصفاء لی انبیاء [illegible]

(اس کی پیشانی کی مثل) (یعنی جس طرح پیشانی کے بال ہوتے ہیں اسی طرح ہونٹ کے اوپر کے بال ہوتے ہیں) (الحیوان) اس سے معلوم ہوا کہ امام کی آواز مقتدیوں کو پہنچانی ہوتی ہے۔ امام کی بلند آواز سے یہ مراد نہیں ہے کہ لاؤڈ اسپیکر کی طرح ہو۔ اس سے ظاہر ہے کہ جو علماء آواز کو مکبر کے ذریعہ مقتدیوں تک پہنچانے کو جائز فرماتے ہیں وہ نماز کے فساد کے قائل ہیں اور جن کے نزدیک نماز فاسد نہیں ہے وہ نماز کا علم ہونے کے باوجود نماز توڑنے کی اجازت بھی نہیں دیتے۔ بلکہ مخلوق قرار دیتے ہیں اور یہی اصح اور اعدل قول ہے۔ نماز افضل العبادات ہے۔ اس میں بڑے احتیاط کی ضرورت ہے۔ بعد آنے والے علماء کا اقوال نماز کی شان کے مناسب نہیں ہے۔ قاعدہ کی شان یہی ہے۔ فی المبسوط السرخسی الاحتیاط واجب فی العبادات واجب (فتاویٰ رحیمیہ ۲ ص ۱۰۶ ج ۲ باب صفۃ القنوت) آج کل لوگوں کی خشوع خضوع کی طرف توجہ نہیں رہی ہے۔ مسجدوں میں لاؤڈ اسپیکر کی نمائش نہ ہو۔ آواز میں لطف نہیں آتا حقیقت تو یہ ہے کہ کسی پر وہ نہیں خشوع اور خضوع کہاں جاتا ہے لاؤڈ اسپیکر کی وجہ سے حضور قلب میں ضرور خلل آتا ہے ایسا بھی خرابی ہے بہت سی عادات بد پیدا ہو گئی ہیں حالانکہ قرأت اور تکبیر انتقالات کے وقت میں بھی اقتداء کا حکم ہے حاجت سے زائد کو فضول ہے۔ (رحمۃ اللہ علیہ نے مزید فرمایا ہے۔

(قولہ بصوت حاجۃ الاعلام الخ) وان زاد کرہ (درمختار باب صفۃ الصلاۃ مطلب فی التسبیح خلف الامام طحطاوی ص ۳۲۸ ج ۱ و شامی ص ۴۴۳ ج ۱) ویجهر الامام وجوبا بحیث الجماعۃ فان زاد علیہ اساء (درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۴۷۶ فصل فی القرأۃ) ان زاد ما یخ آواز تک پہنچانے پر بھی اس کا استعمال ہوتا رہے گا (امام کا سدھا سکھایا رہنا ہے) حاصل ہے) اور اس صورت میں بلا شبہ بدعت مکروہ ہونا ظاہر ہے۔ فقہاء کرام نے تصریح کی ہے کہ امام کی تکبیر کی آواز مقتدیوں تک پہنچ جائے تو مکبرین کا مقرر کرنا تکبیر سنانے کے لئے وہ کون کو کھڑا کرنا مکروہ اور بدعت ہے۔ جہاں امام کا یہی مسلک ہے۔ (اختیار ہیں ہے۔ والعلم ان التسبیح عند عدم الحاجۃ الیہ بان سمعهم صوت الامام مکروہ وفی المبسوط الحنفیہ اتفق الائمۃ الاربعۃ علی ان التبلیغ خلفہ بدعۃ مکروہۃ ای مکروہۃ تنزیہی ص ۴۴۳ ج ۱ باب صفۃ الصلاۃ مطلب فی تبلیغ خلف الامام) اس سے معلوم ہوا کہ نماز میں لاؤڈ اسپیکر کے استعمال سے قطعی احتراز کریں۔ واللہ اعلم۔

کتبہ الاحقر السید عبدالرحیم ابن الاحقر عفی عنہ الہادی (راقم سورت) الاحقر کی تحقیق بندہ پر ہے کے بمقابل ممتاز ترین مفتیان کرام کی تحقیق کے مقابل ہے۔ میری تباہ تحقیق نہیں ہے۔ یاد رکھنا۔

(۱) فقیہ امت مفتی اعظم حضرت مولانا محمد کفایت اللہ رحمۃ اللہ کا فتویٰ!

"لاؤڈ اسپیکر کو خطبہ جمعہ و عیدین میں استعمال کرنا جائز ہے۔ مگر عام نماز میں قرأت کو بلند کرنے کے لئے اس کا استعمال جائز نہیں ہے۔" (کفایت المفتی ج ۳ مسائل نماز)

(۲) حضرت مولانا مفتی سید مہدی حسن صاحب مدظلہ

سابق صدر مفتی دارالعلوم دیوبند کا فتویٰ

"جہاں تک اختلاف کا تعلق ہے پہلے تو یہ بتانا چاہئے کہ اس طریقے پر نماز ادا کرنے کا رواج کس زمانہ میں ہوا ہے۔ اختلاف بھی ہے۔ ایسے حالات میں اکثر لوگ اختلاف پر بھی عمل کرنا درست کہتے ہیں۔ اس لئے بہتر یہی معلوم ہوتا ہے کہ ترک رفع یدین اور مروجہ طریقے پر نماز ادا کی جائے تاہم مکتب فکر کے علماء کے ساتھ مل کر ایک نماز ادا کرنے کا طریقہ طے کر لیا جائے تو بہتر ہے۔ اگر مکتب فکر کے علماء تیار نہ ہوں تو مقتدیوں کو خاموشی اختیار کرنی چاہئے۔" (۲۳ ذی الحجہ ۱۳۹۶ھ)

(۳) حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب رحمہ اللہ

مفتی و اعظم مظاہر علوم سہارنپور کا فتویٰ

"یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے۔ اگر مقتدی نماز کا طریقہ جانتے ہیں اور خود پڑھتے ہیں تو انہیں اختیار ہے کہ ان میں سے جس طریقہ پر چاہیں نماز ادا کریں۔" (۲۰ ذی الحجہ ۱۳۹۶ھ)

(۴) حضرت مولانا مفتی محمود الحسن گنگوہی صاحب مدظلہ دامت برکاتہم

صدر مفتی دارالعلوم دیوبند کا فتویٰ

"اذان و اقامت کے درمیان جتنی دیر ہوتی ہے اس میں اتنا وقت ہوتا ہے کہ جس کو وضو ہو وہ وضو کر لے اور جس کو وضو نہ ہو وہ تیمم کر لے۔" (۲۹ ذی الحجہ ۱۳۹۶ھ)

(۵) حضرت مولانا مفتی سید محمد میاں صاحب مدظلہ

شیخ الحدیث و صدر مفتی مدرسہ امینیہ دہلی کا فتویٰ

(الجواب) ہم مقلدین ائمہ اربعہ کے اختلاف کو جائز نہیں کہتے۔ ان کی تحقیق کے موافق جس مذہب میں نماز ادا کی جائے نماز ہو جاتی ہے۔ اختلاف کی وجہ سے ہم لوگ ایک دوسرے کے پیچھے نماز پڑھنے سے نہیں روکتے اور نہ ہی ایسی نماز کو ناجائز کہتے ہیں۔ ہاں اپنے مذہب کے موافق ہر ایک کو اپنا طریقہ اختیار کرنا چاہئے۔ اس کو ضروری سمجھنا اور دوسرے کو ناجائز کہنا یہ ایک بیجا جرأت ہے۔ سلف صالح کی سنت سے ناواقفی ضروری ہے اور لازم ہے خارج از مذاہب اربعہ ہونے کا۔ اس لئے ہم نے ہمیشہ اختلاف کو اختلاف ہی سمجھا ہے نہ کہ اس کو مذہب کی بنیاد بنایا ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ۱۹۷۱ء)

(۷) حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب مدظلہ مفتی مظاہر علوم سہارنپور کا فتویٰ

[illegible] ہوتی ہے اگر نہیں ہوتی تو وہ بھی نہیں ہے اور اگر صورت ثانی ہے تو بھی نہیں ہے [illegible] نہیں پایا جاتا کہ ترجمہ [illegible] سے ہے اس لئے ضیاع وقت ہے [illegible] الصلوٰۃ والسلام فرمایا ہے [illegible] کان الحکم بالفساد اولیٰ و ہی کلمات [illegible] و حدہ و لفسادہ و حدہ لان امر حوت کان ناقصا بالنفیر لا بمسقط بالسنک [illegible] لوضع امر بوضوء الا بہ کفی بصلاتہ (۵ صفر ۱۳۹۸ھ)

(۱) الجواب صحیح (حضرت مولانا مفتی) مظفر حسین صاحب مدظلہ

(مفتی مظاہر علوم سہارنپور)

(۲) الجواب صحیح مولانا مفتی عبدالعزیز صاحب

مفتی مظاہر علوم سہارنپور (۷ محرم الحرام ۱۳۸۸ھ)

(۸) حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مدظلہ مفتی اعظم پاکستان کا فتویٰ

[illegible] ہے اس لئے اس کے استعمال پر [illegible] نہیں ہے [illegible] سے بہتر ہو تو اس کو اختیار کرنا چاہئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (محمد شفیع عفی عنہ)

(۹) مائیکروفون کے استعمال کے متعلق سہارنپور کا ایک تازہ فتویٰ

[illegible] ۱۷ ربیع الثانی ۱۳۹۸ھ میں حضرت اقدس مولانا مفتی مظفر حسین صاحب مدظلہ العالی مفتی مظاہر علوم سہارنپور سے مائیکروفون کے استعمال سے متعلق سہارنپور کے کئی ذی علم حضرات نے سوالات کئے تھے جن کا جواب حضرت موصوف نے تحریر فرمایا تھا۔ ان سوالات کا خلاصہ اور جواب درج ذیل ہے:

(۱) کیا مسجد میں نماز کی غرض سے حضرت مولانا کے وقت اس آلے کا استعمال کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟

(۲) اگر کسی شخص کے لئے یہ ضروری ہو کہ وہ مائیکروفون استعمال کرے تو کیا شرعاً ضروری ہے کہ وہ مسجد سے باہر جا کر اذان دے یا مسجد ہی میں اذان دے سکتا ہے؟

(۳) اگر مسجد میں جماعت کی نماز کے وقت اس آلے کی آواز سے کسی نمازی کی نماز میں خلل واقع ہوتا ہو تو کیا اس آلے کا استعمال کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ [illegible]

[illegible] ہے [illegible] ہے [illegible] ہے [

[illegible] میں درست وضاحت کی ہے اس سے بتا دیا ہے۔ [illegible] کے [illegible] سے [illegible] کی [illegible] کے [illegible] کے [illegible] کے

(الجواب) مذکورہ حالت کا تقاضا یہ ہے کہ فجر میں قنوت نازلہ پڑھی جائے دوسری جہری نمازوں میں نہیں کیونکہ یہ عبادت ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

نماز میں ماؤتھ اسپیکر کا استعمال:

(سوال ۹) نماز میں ماؤتھ اسپیکر کا استعمال کیا کہتا ہے؟ توجروا۔

(الجواب) نماز پڑھنا درست ہو باقی ہے اس کا استعمال نماز کے مناسب نہیں ہے اور خلاف احتیاط ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔ فی موسوعۃ فقہ حسن حبنکہ الاحتیاط واجب فی باب العبادات (ص ۱۰۰ ج ۱ من) ہے کہ عبادات میں احتیاط واجب ہے۔ (شامی ص ۶۴ باب صفۃ الصلوٰۃ)

فقہ اور اس کی تحریر اور تقریر سے نقالات کی آواز آخری صف والوں کو پہنچ جاتی ہے تو اس صورت میں امام خروج عن صلوٰۃ کا متحقق ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) اگر امام مجہور کی نے نماز اپنے قول سے مکروہ کر رہا ہے اور فوق ماحول میں امام متکلم نے والوں کے درمیان سے گذرنا جائز ہے تو خود امام کے اور نمازی کے درمیان سے گذرنا کس قدر اولیٰ ہوگا۔ اس سے نماز کی خشوع خضوع میں خلل آتا ہے لہٰذا اس سے آگے سے گذرنے والے کے حدیث میں شیطان کہا گیا ہے۔ اور آپ کا ارشاد ہے۔ عن ابی سعید قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یقطع الصلوٰۃ شیء (ابوداؤد) وما استطعتم فادفعوہ فانما ھو شیطان رواہ ابوداؤد مشکوٰۃ ص ۷۸ وعن ابن جہیم قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لو یعلم المار بین یدی المصلی ماذا علیہ لکان ان یقف خیرا لہ من ان یمر بین یدیہ قال ابو النضر لا ادری قال اربعین یوما او سنۃ متفق علیہ ومشکوٰۃ ص ۷۸ وعن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لو یعلم احدکم ماذا علیہ من ان یمر بین یدی اخیہ معترضا فی الصلوٰۃ کان لان یقیم مائۃ عام خیر لہ من الخطوۃ التی خطاھا رواہ ابن ماجۃ مشکوٰۃ ص ۷۸ باب السترۃ) کہ نمازی کے آگے سے گذرنے والے کو جان لے کہ اس کا کیا وبال کس قدر گناہ اور کتنے سو سال نماز کے آگے سے گذرنے کی بہ نسبت نماز کے آگے سے گذرنا نمازی کو بھی پتہ کہ اس کا کیا وبال ہے اور کتنے سو سال

کان وھجت فقد ان صلاۃ فلا ادری ما بعدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شامی باب الوتر والنوافل مطلب فی الجہر فی الجنازۃ ج ۱ ص ۱۲۸

آ ہے ذکر کرنے سے مذکورہ بالا پوری تم ہو جاتی ہے۔ باقی یہ بات کہ مسجد میں لیکر لگانے سے مسجد کی بے حرمتی ہوتی ہے یا نہیں؟ اس کے متعلق کچھ لوگ تو یہ کہتے ہیں کہ مسجد میں لیکر لگانا جائز ہے اور کچھ لوگ اس کو ناجائز کہتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ مسجد میں لیکر لگانے سے مسجد کی بے حرمتی ہوتی ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ مسجد میں لیکر لگانا جائز ہے اور اس سے مسجد کی بے حرمتی نہیں ہوتی۔ ہم اس کے جواز پر دلیل پیش کرتے ہیں۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ مسجد میں لیکر لگانا جائز ہے اور اس سے مسجد کی بے حرمتی نہیں ہوتی۔ ہم اس کے جواز پر دلیل پیش کرتے ہیں۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ مسجد میں لیکر لگانا جائز ہے اور اس سے مسجد کی بے حرمتی نہیں ہوتی۔

نماز میں روزانہ اسپیکر کا استعمال کرنا کیسا ہے؟

اسی طرح [illegible] میں روزانہ اسپیکر [illegible] کے بارے میں آپ کی کیا تحقیق ہے؟ اس کے ذریعہ جو آواز [illegible] تک پہنچتی ہے وہ اصل آواز ہوتی ہے یا لیکر کی؟ اگر اصل آواز نہیں ہوتی ہے تو پھر نماز میں کوئی حرج تو نہیں ہے؟ اس کے جواب میں مفتی صاحب کہتے ہیں کہ اسپیکر پر نماز صحیح ہونے کا تعلق فتویٰ سے ہے۔ اس کے متعلق مفتی صاحب کا فتویٰ ہے کہ اسپیکر پر نماز صحیح ہوتی ہے۔ اس کے متعلق مفتی صاحب کا فتویٰ ہے کہ اسپیکر پر نماز صحیح ہوتی ہے۔ اس کے متعلق مفتی صاحب کا فتویٰ ہے کہ اسپیکر پر نماز صحیح ہوتی ہے۔

(جواب) اس وقت میں یہ بات نہیں کہنا چاہتا کہ اسپیکر کے ذریعہ امام کی جو آواز [illegible] تک پہنچتی ہے وہ اصل آواز ہوتی ہے یا نہیں۔ اس وقت میں صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اسپیکر کی آواز پر اقتدا کی صحت [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔

(۱) [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔

(۲) [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔

(۳) [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔

(۴) [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔

(۵) [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔

(۶) [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔

(۷) [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔

(۸) [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔

(۹) [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔

(۱۰) [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔

(۱۱) [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔

(۱۲) [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔

(۱۳) [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔

(۱۴) [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔

(۱۵) [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔

(۱۶) [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔

(۱۷) [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔

(۱۸) [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔

(۱۹) [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔

(۲۰) [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔

(۲۱) [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔

(۲۲) [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔

(۲۳) [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔

(۲۴) [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔

(۲۵) [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔

(۲۶) [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔

(۲۷) [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔

(۲۸) [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔

(۲۹) [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔

(۳۰) [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔

(۳۱) [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔

(۳۲) [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔

(۳۳) [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔

(۳۴) [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔

(۳۵) [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔

(۳۶) [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔

(۳۷) [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔

(۳۸) [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔

(۳۹) [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔

(۴۰) [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔

(۴۱) [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔

(۴۲) [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔

(۴۳) [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔

(۴۴) [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔

(۴۵) [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔

(۴۶) [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔

(۴۷) [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔

(۴۸) [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔

(۴۹) [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔

(۵۰) [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔

(۵۱) [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔

(۵۲) [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔

(۵۳) [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔

(۵۴) [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔

(۵۵) [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔

(۵۶) [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔

(۵۷) [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔

(۵۸) [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔

(۵۹) [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔

(۶۰) [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔

(۶۱) [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔

(۶۲) [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔

(۶۳) [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔

(۶۴) [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔

(۶۵) [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔

(۶۶) [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔

(۶۷) [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔

(۶۸) [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔

(۶۹) [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔

(۷۰) [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔

(۷۱) [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔

(۷۲) [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔

(۷۳) [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔

(۷۴) [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔

(۷۵) [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔

(۷۶) [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔

(۷۷) [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔

(۷۸) [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔

(۷۹) [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔

(۸۰) [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔

(۸۱) [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔

(۸۲) [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔

(۸۳) [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔

(۸۴) [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔

(۸۵) [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔

(۸۶) [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔

(۸۷) [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔

(۸۸) [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔

(۸۹) [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔

(۹۰) [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔

(۹۱) [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔

(۹۲) [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔

(۹۳) [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔

(۹۴) [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔

(۹۵) [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔

(۹۶) [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔

(۹۷) [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔

(۹۸) [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔

(۹۹) [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔

(۱۰۰) [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔

(۱۰۱) [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔

(۱۰۲) [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔

(۱۰۳) [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔

(۱۰۴) [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔

(۱۰۵) [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔

(۱۰۶) [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔

(۱۰۷) [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔

(۱۰۸) [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔

(۱۰۹) [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔

(۱۱۰) [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔

(۱۱۱) [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔

(۱۱۲) [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔

(۱۱۳) [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔

(۱۱۴) [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔

(۱۱۵) [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔

(۱۱۶) [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔

(۱۱۷) [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔

(۱۱۸) [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔

(۱۱۹) [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔

(۱۲۰) [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔

(۱۲۱) [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔

(۱۲۲) [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔

(۱۲۳) [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔

(۱۲۴) [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔

(۱۲۵) [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔

(۱۲۶) [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔

(۱۲۷) [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔

(۱۲۸) [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔

(۱۲۹) [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔

(۱۳۰) [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔

(۱۳۱) [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔

(۱۳۲) [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔

(۱۳۳) [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔

(۱۳۴) [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔

(۱۳۵) [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔

(۱۳۶) [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔

(۱۳۷) [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔

(۱۳۸) [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔

(۱۳۹) [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔

(۱۴۰) [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔

(۱۴۱) [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔

(۱۴۲) [illegible] ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں کہ [illegible] ہے۔ اس

۳ ۔ ۔ ب (درمختار ضحطاوی ص ۳۲۸ ج ۱ و قولہ بقدر حاجتہ للاعلام الخ (ردالمحتار شامی ج ۱ ص ۴۴۳ باب صفۃ الصلاۃ مطلب فی السبق خلف الامام یوجھر للامام وحوبا بحسب الجماعۃ فی ردہ علیہ اساء (درمختار مع شامی ج ۱ ص ۴۴۷ فصل فی القراءۃ)

(۳) (۱) اونچی آواز سے نہ پڑھو (۲) نماز کے جب سے خشوع و خضوع ہو حضور قلب میں (جو نماز کی روح ہے) خلل پڑتا ہے۔ ولا تجھر بصلوتک ولا تخافت بھا وابتغ بین ذلک سبیلا (بنی اسرائیل) (اور اپنی نماز میں نہ بہت زور سے پڑھو اور نہ بالکل آہستہ۔ درمیان کی کیفیت سے پڑھنی اختیار کرو) کی تفسیر میں مفسرین کرام تحریر فرماتے ہیں کہ درمیانی آواز سے پڑھنے سے دل پر اثر زیادہ ہوتا ہے اور یہ زیادہ حضور قلب میں داخل ہے۔

(۴) (۱) لاؤڈ اسپیکر کا استعمال سراسر تکلف ہے، حالانکہ عبادات میں تصنع اور بناوٹ سے بالکل اجتناب کرنے اور تکلف سے احتراز کرنے کا خاص اہتمام ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں کہ عبادات میں تکلف اور تصنع سے دین کی تحریفات کے دروازے کھلتے ہیں۔ یہ وہ فساد ہے کہ اسی کی بدولت یہود و نصاریٰ کے ہاتھوں دین کی بربادی ہوئی (ازالۃ الخفاء) (۲) یہ تو نماز اور خطبہ کے لئے آلہ مکبر الصوت کا استعمال بعنوان کے تحت کہا گیا ہے، ورنہ یہ آلہ جائز ہی نہیں (۳) مرتب)

(۵) (۱) لاؤڈ اسپیکر کا رواج عام ہو جانے سے امام کی آواز کافی ہونے کے باوجود اس کا استعمال بلا ضرورت (عوام کی سہولت کے لئے) ممکن ہے۔ اس کا یہ طرز عمل بدعت کیسہ ہونا ظاہر ہے۔ فقہاء تحریر فرماتے ہیں کہ امام کی آواز جس حد تک پہنچ جانی ہو مقتدیوں کا انتظام کرنا چاہئے۔ ان کے نزدیک مکروہ اور بدعت ہے۔ وتعتبر ان القدر عند عدم الحاجۃ الیہ بان یبلغھم صوت الامام مکروہ وفی السیرۃ الحلبیۃ اتفق الائمۃ الاربعۃ علی ان التبلیغ خلف بدعۃ منکرۃ (شامی ج ۱ ص ۴۴۴ باب صفۃ الصلوٰۃ مطلب فی التبلیغ خلف الامام) اس طرح بھی تحریر فرماتے ہیں۔

یہ فتویٰ بیت العلم اہل حدیث کراچی نے اگست ۱۹۵۲ء میں شائع ہو چکا تھا۔ اس کے بعد اکتوبر ۱۹۵۳ء میں مرکزی (پاکستان) نے آلہ مکبر الصوت کے شرعی احکام کا ایک رسالہ شائع کیا، جس میں پاکستان کے مختلف آلہ مکبر الصوت والا محمد شفیع صاحب مفتی اعظم پاکستان کی تفصیل سے اس مسئلہ پر بحث فرمائی ہے۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ حضرت مفتی صاحب کے فتاویٰ سے بھی احقر کے فتویٰ کی تائید ہوتی ہے۔ اس فتوے میں اہل سنت کی تحقیق معتبر ان کرنا کافی اور اشاعت کی ذمہ داری اصلی ذمہ دار تسلیم کرنے کے قابل نہ ہونے اور نماز کے درست ہو جانے کا فیصلہ دیا ہے۔ ساتھ ہی نماز میں لاؤڈ اسپیکر کے استعمال میں کیا کیا قباحتیں ہیں وہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ ان مفاسد کثیرہ اور قبیح فاسدہ کے مقابلہ میں اگر کوئی معمولی فائدہ اور آسانی اس کے ذریعہ میں ہو تو اس کو محض نہیں کہا جاتا کہ کسی چیز کے مفاسد سے قطع نظر کرنے کے لئے کسی فائدے کو دیکھنا اور اس کے پیچھے پڑ جانا کسی دانشمند کا کام نہیں ہوتا (ص ۱۹) اور فرماتے ہیں کہ اس کا فیصلہ یہ ہے کہ قواعد اصول شرعیہ مقتضیہ کا مقتضی اس معاملے میں یہ معلوم ہوتا ہے (واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم) کہ آلہ مکبر الصوت کا استعمال نمازوں میں درست اور مناسب نہیں اس سے اجتناب کرنا چاہئے۔ (مرتب)

ان کے ہاتھ بڑی سے بڑی مسجدوں میں مؤذن کی آواز لاؤڈ سپیکر کے ذریعہ آسانی سے پہنچ جاتی ہے اس کی
پابندی کرنا مقتدیوں کے لئے بہت مشکل ہے اس لئے اس کو مختار کرنا چاہئے (ص ۴۰)

حضرت مفتی شفیع صاحب نے مزید ایک تائید میں یہ تحریر کیا کہ جہاں قریب قریب مسجدیں ہوں وہاں کی
بعض اوقات آواز دوسری مسجد کے امام کی دوسرے کو اس کی نماز میں خلل کرتے ہوئے محسوس ہوتا ہے کہ یہاں کو اپنی آواز
کم کرنا چاہئے (ص ۱۹)

"مذکورہ رسالہ پر اکابر علماء دیوبند کے تصدیقی نوٹ اور مفتی صاحب ذیل میں ہے"

"موجودہ حالات واقعات اور علماء کے مختلف اقوال، مصالح اور مفاسد میں غور فرما کر آواز کی تحقیقات کی روشنی
میں یہ ایک معتدل اور متوسط فیصلہ ہے کہ نمازوں میں اس آلہ کے استعمال سے (ان مساجد کی جگہ جن کو اس کی ضرورت
نہیں) مفاسد سے اور تفصیل سے بیان کیا گیا ہے (الخ) از کیا جائے کہ اس کا استعمال کرنا جائز نہیں"

اس پر "حضرت مولانا مفتی مہدی حسن صاحب، حضرت مفتی اعظم پاکستان حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنی، حضرت
مولانا قاری محمد طیب صاحب مدظلہ، حضرت مولانا سید حسن صاحب، حضرت مولانا محمد ادریس صاحب، حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب مدظلہ
حضرت مولانا اعزاز علی صاحب وغیرہ وغیرہ"

کا یہ مفصل مضمون پڑھ کر تصدیقی نوٹ لکھے ہوئے ہیں

"اس مضمون کو ہم نے بغور پڑھا ہے اور ہمارا بھی یہی رجحان ہے کہ بہت سی جگہ اور بہت سے اوقات میں اس آلہ کا استعمال
جائز ہے اور اس کا استعمال نماز میں خشوع کے منافی ہے حضرت مولانا مفتی شفیع صاحب نے اس کے متعلق جو کچھ لکھا ہے
وہ بھی صحیح ہے" (ص ۴۱ تا ۴۲ ملخصاً)

غرضیکہ اس اور اس قسم کے موضوع پر بہت سے علماء کا تحریری فتویٰ ہے

"حضرت مفتی اعظم مولانا شفیع صاحب مدظلہ نے نماز میں اس آلہ (لاؤڈ سپیکر) کے استعمال کرنے کے متعلق جو کچھ
رقم فرمایا ہے وہ بالکل صحیح اور مسلک اعتدال کے موافق ہے یعنی نماز میں اس آلہ کے استعمال کو بلا ضرورت مفاسد عدیدہ کی وجہ سے
ناجائز رہنے اور ضرورت و مصالح لیے ہوئے جن کی رعایت شرع شریف نے کی ہے جائز کہنے کا فیصلہ ہے"

اسی طرح آخر میں مولانا محمد یوسف بنوری کا لاؤڈ سپیکر کی آواز پر اقتداء درست نہ ہونے کا فتویٰ دینا بھی ہے اور
اس کے ساتھ ہی ضرورت کے تحت اس کے استعمال میں رعایت کی بھی تحریر ہے

اس تمام تفصیل سے ظاہر ہے کہ اس آلہ کے استعمال میں رعایت مفاسد کی پابندی کے ساتھ ہی ہے اور
یہ قرآن مجید کی آیت "انصتوا لہ واستمعوا لعلکم ترحمون" کے بھی منافی نہیں ہے بلکہ اس کے مطابق ہے اور
اس کے ساتھ ہی ضرورت کے تحت اس کے استعمال کی رعایت بھی ہے جس کو ہر مفتی بطریق اولیٰ اختیار کرنے کا مشورہ نہیں دے سکتا تاہم اس کے
استعمال کو بہت سی جگہوں میں شان تک کہنا بھی بہت بڑا غلط اور باطل ہے واللہ اعلم بالصواب

نیچی ہونگ والے مصلی پر نماز پڑھنا

سوال (۱۰) ایک مصلی (جانماز) ایسا ہے جس پر مسجد نبوی (علی صاحبہا الف الف صلوٰۃ وسلام) کا نقش ہوتا ہے اور اس مصلی کے

الفاظ پر پہنچ جائے تو شرع میں کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) کھنکھیرہ کا معنی پر خوشامد ہوتا ہے چونکہ وہ اصل نہیں ہے بلکہ اس جیسا ایک مصنوعی تکلف ہے لہٰذا اس کا اہتمام ضروری نہیں۔ اور مسلمانوں کے دلوں میں اس کی عظمت ہوتی ہے لہٰذا کا خیال بھی نہیں ہوتا اس لئے اگر نماز شروع کرنے کے بعد یہ خیال آجائے تو کوئی حرج نہیں اور بہتر تو یہ ہے کہ ایسے مصلی (جائے نماز) پر نماز نہ پڑھی جائے کہ نماز میں خشوع خضوع میں خلل ہوگا اور نماز کی روح خشوع وخضوع ہے بغیر اس کے نماز بے جان ہے نمازی کے سامنے نقش ونگار ہونا نمازی کی توجہ اور خیال کو اپنی طرف متوجہ کرے گا جیسا کہ آنحضور ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے دروازے پر خوبصورت پردہ دیکھ کر فرمایا کہ اس کو ہٹا دو اس کے نقش ہمارے سامنے آتے ہیں (صحیح بخاری شریف ج ۱ ص ۵۴۱) (۱) آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پھول دار پردہ بھی اپنے لئے پسند نہیں فرمائی اور فرمایا کہ یہ چادر مجھے نماز میں غافل کرتی ہیں (صحیح مسلم شریف ۱ ص ۲۰۸) (۲) اس حدیث کی شرح میں امام نووی فرماتے ہیں کہ خراب مسجد اور قبلہ کی دیوار کے نقش ونگار کی کراہت اس لئے ہے کہ یہ چیزیں نمازیوں کے خیالات اور توجہات کو اپنی طرف مائل کرتی ہیں اور آنحضرت ﷺ نے پھول دار چادر کو ہٹا دینے کی یہی علت بیان فرمائی تھی کہ اس کے نقش ونگار نے میری توجہ نماز سے ہٹا دی (نووی شرح مسلم) (۳) (فتاویٰ رشیدیہ ج ۲ ص ۳۷۱) (۴) واللہ اعلم بالصواب ۲۵ ربیع الاول ۱۳۹۰ھ۔

عشاء کے بعد دنیوی باتوں میں مشغول رہنا

(سوال ۱۳) مسجد میں مجلس بعد تراویح کے بارہ بارہ بجے تک دنیوی باتیں کرنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) مسجد میں دنیوی باتیں کرنا حرام ہے مسجد کے باہر بھی اتنی دیر تک دنیوی غیر ضروری باتوں میں مشغول رہنا اس لئے اس کے عشاء کے بعد جلدی سونے کا حکم ہے حدیث میں عشاء کے بعد بے کار دنیوی باتیں کرنے سے منع کیا گیا ہے البتہ عشاء کے بعد ابتدائی رات تک دنیوی باتیں کرنا مکروہ ہے اور اکثر ایسے لوگوں کی صبح کی جماعت فوت ہو جاتی ہے بلکہ بعض کی تو نماز بھی قضا ہو جاتی ہے اس لئے اس سے اجتناب ضروری ہے شامی میں ہے ویکرہ النوم قبلہا والحدیث بعدہا لنہی النبی صلی اللہ علیہ وسلم عنہما الا لمصل او سہران لاہل او لضیف نزل بہ او لحاجۃ مہمۃ فلا بأس بہ اذا قل لحدیث ابی برزۃ کان یکرہ النوم قبل العشاء والحدیث بعدہا (شامی ج ۱ ص ۴۵۰) (۵) یعنی عشاء سے پہلے سونا اور عشاء کے بعد دنیوی باتوں میں مشغول رہنا مکروہ ہے البتہ غیر دین کی بات مکروہ نہیں مگر ریختہ کہ اس کی بنا پر "لا سمر بعد الصلوٰۃ" عشاء کے بعد دنیوی باتوں میں مشغول نہ ہونا پر

---

(۱) وعن انس کان قرامہ لعائشۃ ستر سترت بہا فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم نحیہ عنی فہو لک صدقۃ فانہ لا تزال تصاویرہ تعرض لی فی صلاتی (مشکوٰۃ المصابیح ص ۷۸ باب ما یفسد الصلوٰۃ وما یکرہ فیہا الفصل الثانی)

(۲) وعن عائشۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کانت لہ حمیصۃ لہا علم فکان یتشاغل بہا فی الصلوٰۃ فاعطاہا ابا جہم وأخذ کساء ہ الخمیصۃ ہامش کوکبہ الصلاۃ فی ثوب لہ اعلام)

(۳) وکرہ الصبۃ تزویق محراب المسجد وحائطہ ونقشہ وغیرہ ذلک من الشاغلات لأن النبی صلی اللہ علیہ وسلم جعل العلۃ فی ازالۃ الخمیصۃ ہذا المعنی ایضا)

(۴) [illegible] (۵) [illegible] صحیح

وہ یہ اس بنا پر کردہ ہے کہ بسا اوقات کسی کی جہ سے اخوار یکے رہا تو اس میں مشغولی ہو جاتی ہے ہر کبھی صبح کی نماز یا تہجد کی قضا بھی تہجد فوت ہو جاتی ہے۔ البتہ ضروری بات ہو تو حرج نہیں (شامی ج ۱ ص ۴۳۱) آداب الصلوٰۃ تحت قول متاخرین الی آخرہ تکمیل)

ابوداؤد شریف میں حدیث ہے۔ عن ابی برزۃ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یکرہ النوم قبلھا (ای قبل صلوۃ العشاء) والحدیث بعدھا (لانہ یؤدی الی ان لا یکتار فیؤدی الی تفویت قیام اللیل بل صلوۃ الصبح ایضاً (ابوداؤد شریف ج ۲ ص ۳۱۹ باب فی السمر بعد العشاء)

غداہ وقت کی قدر، یعنی اور زندگی کو غنیمت سمجھنے کو ہاتھ برف کے تجمل دیں ہے۔ بزرگوں کی زبان سے سنا ہے

ہے

غنیمت شمار اے فلاں وقت را
کہ ہر خشت کاخ ست بر آید فلاں را نماند

یعنی یکی نے کاموں میں لگے رہو۔ عمر عزیز کو غنیمت سمجھو اس سے قبل کہ یہ اعلان ہو کہ فلاں کل نہیں رہا (کہ فلاں) شیخ سعدی فرماتے ہیں۔

ز بامداد ست ہر چہ کنی ہر ضائع است
جز ہر عشق ہر چہ خوانی بطالت است
سعدی بخوانی لوح دل از نقش غیر حق
علمے کہ ہر بحق ہر نمایہ جہالت است

یعنی اللہ کے ذکر کے علاوہ دوسرے کاموں میں مشغول رہنا زندگی برباد کرنا ہے عشق الٰہی کے سوا جو پڑھا جائے بیکار ہے اے سعدی! دل کی لوح کو غیر اللہ کے نقش سے صاف کر لے جس علم سے اللہ تک رسائی نہ ہو وہ سراسر جہالت ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

دعا قنوت نازلہ میں اضافہ کرنا:

(سوال ۱۴) ہمارے یہاں نماز جماعت موجودہ حالات کے اعتبار سے نماز فجر میں قنوت نازلہ پڑھتے ہیں جس کا ترجمہ ذیل میں پڑھتے ہیں۔

اللھم اھلک الکفرۃ الملحدین یصدون عن سبیلک ویکذبون رسلک ویقتلون اولیاءک۔ اللھم خالف بین کلمتھم وزلزل اقدامھم وانزل بھم بأسک الذی لا یرد عن القوم المجرمین۔ اللھم عذبھم عذاب الکفار الذین اوتوا الکتاب من قبلھم انک علی کل شیء قدیر۔ اللھم انا نجعلک فی نحورھم ونعوذ بک من شرورھم اللھم اجعل کیدھم فی تضلیل۔ اللھم مزق جمعھم واشتت شملھم واخلف بین قلوبھم واوقع الرعب فی قلوبھم۔ اللھم انزل بھم بأسک الذی لا یرد عن القوم المجرمین۔ اللھم الق فی قلوبھم الرعب۔ اللھم لا تسلط علینا الذنوب بما لا یخافک ولا یرحمک ولا

مر حسنا. اللهم حالف بين كلمتهم وزلزل أقدامهم وأنزل بهم بأسك الذي لا ترده عن القوم المجرمين. آمين يا رب العالمين. [illegible]

[illegible] عن أبي هريرة رضي الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا صلى أحدكم للناس فليخفف فإن فيهم السقيم والضعيف والكبير وإذا صلى أحدكم لنفسه فليطول ما شاء. متفق عليه. [illegible] فإذا صليتم فلا تطيلوا فإن فيكم المريض والضعيف والكبير وذا الحاجة. [illegible] فإن أحدكم إذا صلى لنفسه فليصل كيف شاء. [illegible] فإن فيهم الكبير والضعيف وذا الحاجة. [illegible] فإن فيهم المريض والضعيف والكبير وذا الحاجة. [illegible]

قنوت نازلہ

[illegible] قنوت نازلہ [illegible]

[illegible] قنوت نازلہ [illegible] قنوت نازلہ [illegible] قنوت نازلہ [illegible]

[illegible] قنوت نازلہ [illegible]

قنوت نازلہ کے متعلق تنبیہ

[illegible] قنوت نازلہ [illegible] قنوت نازلہ [illegible] قنوت نازلہ [illegible]

[illegible] قنوت نازلہ [illegible] قنوت نازلہ [illegible]

اللهم انصر الإسلام والمسلمين وأذل وعدوك وكل حقا عاديا نصر المؤمنين والمؤمنات والمسلمين والمسلمات وألف بين قلوبهم وأصلح ذات بينهم وانصرهم على عدوهم اللهم أهلك كفرة أهل الكتاب من اليهود والنصارى وغيرهم الذين يصدون عن سبيلك ويكذبون رسلك ويقاتلون أولياءك

اللھم خالف بین کلمتھم وزلزل اقدامھم وشتت شملھم واقطع جمعھم وانزل بھم باسک الذی لا ترد عن القوم المجرمین O

اے فرج بے کشائش آسانی دینے والے اور بلند کرنے والے تو ہمارے دشمنوں کو ہمارے سامنے شکست دے ہمارے دشمنوں کو آفت سے دوچار کر دے اور ہمارے دشمنوں کو ہلاک کر دے۔

اذا قرغ من الصلوٰۃ دعوا اللہ وتضرعوا الی ان تجلی الشمس وفی خسوف القمر لا یصلون جماعۃ بل فرادی فرادی کذا اذا اشتد الاھوال والافزاع کالریح والبرق اذا اشتد والسماء اذا ادامت مطرا او تشققا او احمرت واللیل اذا اظلم وسائر المخوفات وکذا عم الضرر۔ (فتاویٰ سراجیہ، ص ۲۲)

اسی طرح جب کسی بستی میں آفت آئے یا کسی بلا کا خوف ہو جیسے زلزلہ یا آندھی یا طوفان یا بارش یا ژالہ باری یا بجلی کا گرنا یا اس کے علاوہ کوئی اور آفت ہو تو امام کو چاہئے کہ لوگوں کو عید گاہ میں جمع کرے اور ان کو نماز پڑھائے (اور اس کے بعد دعا کرے) اور اگر مسجد میں جمعہ کی نماز پڑھ رہے ہوں تو خطبہ جمعہ کی نماز کے بعد دعا کرے اور اگر خطبہ جمعہ کی نماز سے پہلے آفت آئی ہو تو خطبہ جمعہ کی نماز سے پہلے دعا کرے۔

والذی یظھر لی ان السعدی یتابع امامہ الا اذا جھر فیؤمن وانہ بقنت بعد الرکوع لا قبلہ (شامی ج ۱ ص ۴۵۹ باب الوتر والنوافل مطلب فی القنوت للنازلۃ)

قنوت نازلہ یہ ہے: اللھم اھدنا فیمن ھدیت وعافنا فیمن عافیت وتولنا فیمن تولیت وبارک لنا فیما اعطیت وقنا شر ما قضیت فانک تقضی ولا یقضی علیک وانہ لا یذل من والیت ولا یعز من عادیت فبارک ربنا وتعالیت نستغفرک ونتوب الیک وصلی اللہ علی النبی الامی وآلہ واصحابہ وسلم (مشکوٰۃ شریف باب الوتر ص ۱۱۳، نور الایضاح ایضاً ص ۹۳)

ترجمہ: اے اللہ ان لوگوں کے ساتھ ہمیں ہدایت دے جنہیں تو نے ہدایت بخشی اور ہمیں ان لوگوں کے ساتھ عافیت دے آفتوں سے بچا جنہیں تو نے بچایا اور ان لوگوں کے ساتھ ہمیں دوستی عطا فرما جن سے تو نے دوستی کی اور جو کچھ تو نے ہمیں عطا فرمایا اس میں برکت عطا فرما اور ہمیں ان برائیوں سے بچا جن کا تو نے فیصلہ فرمایا کیونکہ تو ہی فیصلہ کرتا ہے تیرا فیصلہ نہیں کیا جاتا اور جس سے تو دوستی کرے وہ کبھی ذلیل نہیں ہوتا اور جس سے تو دشمنی کرے وہ کبھی عزت نہیں پاتا اے ہمارے رب تیری ذات بابرکت اور بلند ہے ہم مغفرت کی درخواست کرتے ہیں اور ہم تیری طرف رجوع کرتے ہیں اور رحمت نازل فرمائی ہمارے نبی پر اور آپ کی آل و اصحاب پر۔

بے شک تمام بے آفت کے اوقات نماز پڑھنے کے لئے قنوت نازلہ پڑھنے اور دعا کرنے کی یہی بات ہے لیکن ہمارے ملک ہندوستان کے بعض علاقوں میں یہ مصائب آتے ہیں ان علاقوں سے قریب کے علاقوں کے لوگوں کو اس کا علم ہونا ضروری ہے تاکہ قنوت نازلہ پڑھیں اور جب تک یہ مصیبتیں اس علاقہ میں نہ آئیں عمل نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ظھر الفساد فی البر والبحر بما کسبت ایدی الناس لیذیقھم بعض الذی عملوا لعلھم

[illegible] (۳۱)

[illegible] (۳۲)

[illegible]

[illegible]

[illegible]

(تکبیر کہنے والوں) کا قتدا رائد ربہ کے نزدیک مکروہ اور بدعت ہے وفی حاشیۃ ابی السعود واعلم ان التبلیغ عند عدم الحاجۃ الیہ بان یفہم صوت الامام مکروہ وفی السیرۃ الحلبیۃ اتفق الائمۃ الاربعۃ علی ان التبلیغ حینئذ بدعۃ منکرۃ ای مکروھۃ (شامی ج: ص ۴۴۳، باب صفۃ الصلوٰۃ، تحت مطلب فی التبلیغ خلف الامام)

لہٰذا صورت مسئولہ میں جب خطبہ کی آواز پہنچ جاتی ہے تو مائک کا استعمال شرعاً ممنوع ہے، خطبہ بھی ایک طرح کی عبادت ہے اس عبادت کی عظمت کا لحاظ فرما کر تمام مصلی باتفاق رائے خطبہ میں مائک کا استعمال نہ ہونے دیں، فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

بڑے اجتماعات میں مکبر مقرر کرنے کے باوجود آخری صفوں میں انتشار رہتا ہے تو ایسی صورت میں لاؤڈ اسپیکر کے استعمال کی گنجائش ہے یا نہیں؟

(سوال ۱۹) نماز میں "لاؤڈ اسپیکر" کے استعمال کے متعلق آپ کے فتاویٰ رحیمیہ ص ۲۹ ج ۶ نیز ص ۳۰ ج ۶ وغیرہ مقامات میں جو جوابات ہیں وہ عام واقف بہت معلوم اور قابل عمل ہیں، لیکن حضرت ایک بات عرض ہے کبھی تبلیغی اجتماع میں مجمع بہت بڑا ہوتا ہے مکبرین مقرر کرنے کے باوجود پیچھے کی صفوں میں انتشار رہتا ہے، مگر بہت سے لوگوں کی نمازیں بھی خراب ہو جاتی ہیں، ایسی ضرورت کے موقعہ پر اگر نماز میں لاؤڈ اسپیکر کا استعمال کیا جائے تو گنجائش ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) نماز جیسی اہم عبادت تو وہی سلف صالحین کے سیدھے اور بابرکت طریقہ کے مطابق ادا کی جائے مذکورہ صورت میں امام کے بجائے امام کے قریب رہنے والا مکبر لاؤڈ اسپیکر الصوت کا استعمال کرے تو اس کی گنجائش ہے، وہ یہ طریقہ اختیار کرنے سے جو تکلیف اور تشکایت ہے وہ دور ہو جائے گی اور تکلفات سے بچیں اور اس طرح استعمال کریں کہ جھگڑے کے وقت کل ہونا سا مائک بھی ملتا ہے جو کریان یا گلے میں ڈالا جاتا ہے وہ استعمال کریں، فقط واللہ اعلم بالصواب۔

نماز استخارہ کی اہمیت، اس کی دعا اور طریقہ:

(سوال ۲۰) نماز استخارہ کا کیا طریقہ ہے؟ کیا استخارہ حدیث سے ثابت ہے؟ استخارہ کتنے دنوں تک کرنا چاہئے؟ اور استخارہ میں دل کا میلان کافی ہے یا خواب میں کچھ دیکھنا ضروری ہے، بینوا توجروا۔

(الجواب) جی ہاں جب کسی کام کا ارادہ ہو تو استخارہ کرنا حدیث سے ثابت ہے، اور حدیث میں اس کی بہت ترغیب آئی ہے، بہشتی زیور میں ہے۔ مسئلہ۔ جب کوئی کام کرنے کا ارادہ کرے تو اللہ میاں سے صلاح ہوئے، اس صلاح لینے کو استخارہ کہتے ہیں، حدیث میں اس کی بہت ترغیب آئی ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے صلاح نہ لینے اور استخارہ نہ کرنا بدبختی اور کم نصیبی کی بات ہے، کہیں منگنی کرنے یا بیاہ کرنے یا سفر کرنے یا کوئی اور کام کرنے سے پہلے استخارہ نہ کرے تو انشاء اللہ کبھی اپنے کئے پر پشیمان نہ ہوگی (بہشتی زیور ص ۳۷، دوسرا حصہ، استخارہ کی نماز کا بیان)

حدیث میں ہے

عن جابر بن عبد اللہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعلمنا الاستخارۃ فی الامور کلہا کما یعلمنا السورۃ من القرآن یقول اذا ہم احدکم بالامر فلیرکع رکعتین من غیر الفریضۃ ثم لیقل اللہم انی استخیرک بعلمک واستقدرک بقدرتک واسئلک من فضلک العظیم فانک تقدر ولا اقدر وتعلم ولا اعلم وانت علام الغیوب اللہم ان کنت تعلم ان ہذا الامر خیر لی فی دینی ومعیشتی وعاقبۃ امری او قال عاجل امری وآجلہ فاقدرہ لی ویسرہ لی ثم بارک لی فیہ وان کنت تعلم ان ہذا الامر شر لی فی دینی ومعاشی وعاقبۃ امری او قال عاجل امری وآجلہ فاصرفہ عنی واصرفنی عنہ واقدر لی الخیر حیث کان ثم ارضنی بہ

مرقات شرح مشکوٰۃ ج ۱ ص ۲۲ باب الدعاء فی الصلوٰۃ الا صحیح

آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جس طرح قرآن کریم کی سورتیں سکھلاتے تھے اسی طرح استخارہ کی تعلیم دیتے تھے اس سے معلوم ہوا کہ استخارہ کی دعا یاد ہونا ضروری ہے شاید کوئی صاحب یہ کہیں کہ کوئی کام درپیش ہو تو استخارہ کرلیں گے اس وقت دعا پڑھ لیں گے یہ بات صحیح نہیں ہے اس لئے کہ آپ سے بغیر پوچھے ہوا آپ کے مزاج کے خلاف کام کرلیا ہے تو آپ کی ناراضگی کا اندیشہ ہے آپ کی قدر دل میں نہیں ہے اور ناقدری ہوئی ہے اس لئے آپ کے مزاج کے خلاف کام نہیں کرنا چاہئے اور آپ کی مرضی کو معلوم کرنے کے لئے استخارہ کرنا چاہئے اور

[illegible] في الركعة الاولى الخاشعون وفي الثانية الا الصلوٰة وعلى المصلين الذين هم على صلاتهم يحافظون وفي الصبح اذا السماء انشقت وسجدة اقرأ وفي الجمعة يا ايها الذين امنوا اذا نودي للصلوٰة من يوم الجمعة والمنافقون وفي العيدين هل اتاك حديث الغاشية وسبح اسم ربك الاعلى وفي الجنازة اذا زلزلت مرتين وفي الكسوف والخسوف مثل ذلك وفي الاستسقاء اقتربت الساعة وانشقّ القمر وفي الوتر قل يا ايها الكافرون وقل هو الله احد وفي الفجر اذا السماء انشقت وفي الظهر والعصر والعشاء والتكاثر وفي المغرب

(الجواب) بسم اللہ الرحمن الرحیم حامداً ومصلیاً ومسلماً وباللہ التوفیق دعا کی بڑی فضیلت وتاکید آئی ہے قرآن حکیم میں ہے۔

(۱) واذا سالک عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوۃ الداع اذا دعان

(سورہ بقرہ ۲، پارہ دوسرا)

ترجمہ: اور جب پوچھے آپ سے میرے بندے میرے متعلق تو بیشک میں قریب ہوں دعا کرنے والے کی دعا میں قبول کرتا ہوں جب وہ مجھ سے دعا کرے۔

(۲) وقال ربکم ادعونی استجب لکم ان الذین یستکبرون عن عبادتی سیدخلون جھنم داخرین۔

(سورۃ مؤمن پارہ نمبر ۲۴)

ترجمہ: مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا جو لوگ میری عبادت (دعاء) سے سرتابی کرتے ہیں وہ عنقریب (مرتے ہی) ذلیل وخوار جہنم میں داخل ہوں گے۔

نیز ارشاد فرمایا۔

(۳) ادعوا ربکم تضرعاً وخفیۃ انہ لا یحب المعتدین۔

(سورہ اعراف پارہ نمبر ۸)

ترجمہ: تم اپنے رب سے عاجزانہ اور خفیہ دعا کرو بے شک خدا تعالیٰ حد ادب سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

احادیث میں بھی دعاء کی بہت فضیلت اور تاکید آئی ہے۔

(۱) عن انس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الدعاء مخ العبادۃ

(مشکوٰۃ شریف ص ۹۳، کتاب الدعوات)

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا دعا عبادت کا مغز ہے۔

(۲) عن النعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الدعاء ھو العبادۃ ثم قرأ وقال ربکم ادعونی استجب لکم رواہ احمد والترمذی وابو داؤد والنسائی وابن ماجہ (مشکوٰۃ شریف ص ۱۹۳ ایضاً)

ترجمہ: حضرت نعمان بن بشیرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا دعا ہی عبادت ہے پھر رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی وقال ربکم۔ اور فرمایا تمہارے رب نے مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا۔ دعاء اللہ کے نزدیک سب سے مکرم چیز ہے حدیث میں ہے۔

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیس شئی اکرم علی اللہ من الدعاء

(رواہ الترمذی) مشکوٰۃ شریف ص ۱۹۲ کتاب الدعوات

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ کے نزدیک دعاء سے بڑھ کر

کوئی معزز اور مکرم چیز نہیں ہے۔

جب بندہ دعا کرتا ہے تو اللہ کو حیا آتی ہے کہ اس کا ہاتھ خالی لوٹا دے، حدیث میں ہے۔

عن سلمان رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان ربکم حیی کریم یستحی من عبدہ اذا رفع یدیہ الیہ ان یردھما صفراً رواہ الترمذی (مشکوۃ شریف کتاب الدعوات ص ۱۹۵)

ترجمہ: حضرت سلمان فارسی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تمہارا رب شرم والا اور کریم ہے اپنے بندے سے شرم کرتا ہے جب وہ اپنے ہاتھوں کو اس کے سامنے اٹھاتا ہے کہ ان کو خالی واپس لوٹا دے۔

جس کو دعا کی توفیق ہو جاتی ہے اس کے لئے رحمت کے دروازے کھل جاتے ہیں حدیث میں ہے۔

عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من فتح لہ منکم باب الدعاء فتحت لہ ابواب الرحمۃ (مشکوۃ شریف ص ۱۹۵ ایضاً)

ترجمہ: حضرت عبداللہ عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تم میں سے جس کے لئے دعا کا دروازہ کھل گیا تو اس کے لئے رحمت کا دروازہ کھل گیا۔

بندوں کو دعا کا حکم دیا گیا ہے، حدیث میں ہے۔

عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فعلیکم عباد اللہ بالدعاء (مشکوۃ شریف ص ۱۹۵ ایضاً)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اے اللہ کے بندو دعا کو لازم کرو۔

دعا کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھا کر دعا کرے اور فارغ ہو کر ہاتھوں کو اپنے منہ پر پھیر لے حدیث میں ہے۔

عن مالک بن یسار رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا سألتم اللہ فاسئلوہ ببطون اکفکم ولا تسئلوہ بظھورھا وفی روایۃ ابن عباس رضی اللہ عنہ قال سلوا اللہ ببطون اکفکم ولا تسألوہ بظھورھا فاذا فرغتم فامسحوا بھا وجوھکم رواہ ابو داؤد (مشکوۃ شریف ایضاً ص ۱۹۵)

ترجمہ: حضرت مالک بن یسار سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جب تم اللہ سے دعا کرو تو ہاتھوں کی ہتھیلیوں سے کرو ہاتھوں کی پشت سے نہ کرو حضرت ابن عباس کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اپنے ہاتھوں کی ہتھیلیوں سے سوال کیا کرو اور ہاتھوں کی پشت سے نہ کرو پس جب دعا سے فارغ ہو جاؤ تو ہاتھوں کو اپنے چہرے پر پھیر لو۔

دعا میں ہاتھ اٹھانا حضور ﷺ کی عادت شریفہ تھی۔

عن السائب بن یزید عن ابیہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا دعا رفع یدیہ مسح

و حبیبہ بیدہ

(مشکوٰۃ شریف کتاب الدعوات ص ۲۰۲)

ترجمہ: حضرت سائب اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب دعا فرماتے تھے تو اپنے دونوں ہاتھ مبارک اٹھاتے اور فرماتے تھے کہ ان دونوں کو اپنے چہرے پر پھیرتے تھے۔

عن عبد اللہ رضی اللہ عنہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا رفع یدیہ فی الدعاء لم یحطھما حتی یمسح بھما وجھہ رواہ الترمذی

(مشکوٰۃ شریف کتاب الدعوات)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب اپنے دونوں ہاتھ دعا میں اٹھاتے تھے تو جب تک ان دونوں ہاتھوں کو اپنے چہرے پر پھیر نہ لیتے نیچے نہ کرتے۔

دعا میں ہاتھ اٹھانے کی احادیث صحیحہ سے ثابت ہیں

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما من عبد یرفع یدیہ حتی یبعث اللہ الیہ ملکا فقال ان ربک یقرئک السلام فاذا رفعھما قال ابوداؤد یعنی قبل وجھہ و کیف خصلہ قال فیلقی فی قلبہ ما شاء اللہ ان یلقی فقال قد استحییت من عبدی

مرقاۃ شریف ص ۲۰۲ کتاب الدعوات۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کوئی بندہ ایسا نہیں ہے کہ جب اپنے ہاتھ دعا کے لئے اٹھاتا ہے کہ اس کی طرف فوراً دو فرشتے بھیجے جاتے ہیں جو اس سے کہتے ہیں کہ تیرا پروردگار تجھ پر سلام فرماتا ہے اور تجھ سے حیا کرتا ہے کہ تو اس سے مانگے اور وہ تجھ کو خالی ہاتھ لوٹا دے۔

ان احادیث سے ثابت ہوا کہ دعا میں ہاتھ اٹھانا سنت ہے اور اللہ تعالیٰ نے دعا کو عبادت کا مغز فرمایا ہے۔ عبادت کی حقیقت خشوع و تذلل ہے جو دعا میں کامل طور پر موجود ہے۔ اس لئے حدیث میں دعا کو عبادت اور ذلت و افتقار کا ایسا مقام بتایا ہے جو کسی اور طریقہ میں نظر نہیں آتا۔ دنیا میں کسی سے مانگنے والا ہاتھ پھیلا کر مانگنے والے کو ہمیشہ اچھا سمجھا جاتا ہے۔ اس لئے جو شخص دعا کرتا ہے وہ اپنی احتیاج اور ضرورت کو اللہ کے سامنے ظاہر کرتا ہے۔ لہٰذا دعا میں ہاتھ پھیلانا عین ضرورت اور اظہار احتیاج ہے اور اللہ رب العزت کی الوہیت اور ربوبیت اور خود خالق و مالک ہونے کا اقرار ہے اس نے زمانہ کے انبیاء کو فرمایا ہے اور اس کی اہمیت کو نمایاں کر دیا ہے کہ تین میں سے تین نے ہاتھ اٹھا کر دعا کی ہے۔

احادیث میں آداب دعا میں بیان کی گئی ہیں جو مخفی نہیں ہے دعا میں یہ دیکھنا ہے کہ نماز جو افضل العبادت ہے اس کے بعد دعا کرنے کے بارے میں احادیث میں کیا ہدایات ہیں۔

تشہد کرنے سے دعا کرنے کی فضیلت ثابت ہوتی ہے کہ نماز کے بعد دعا کی خاص اہمیت ہے۔ دعا کی قبولیت کا وقت ہے۔ دعا کرنے پر وعدہ اور فرمودہ الہٰی پورا ہونے کا بھی یہی محل ہے قدرے تفصیل ملاحظہ ہو۔

نماز کے بعد دعا اور اس کی ترتیب اور مقبولیت کا وقت احادیث کی روشنی میں۔

(۱) عن معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لہ او صیک یا معاذ لا تدعن فی دبر کل صلوٰۃ ان تقول اللھم اعنی علی ذکرک وشکرک وحسن عبادتک رواہ احمد وابو داؤد والنسائی بسند قوی۔ کذا فی بلوغ المرام وقال الزیلعی فی تخریجہ قال البوری فی الخلاصۃ اسنادہ صحیح

(اعلاء السنن ج ۳ ص ۲۰۲ باب الانحراف بعد السلام وکیفیۃ وسیۃ الدعاء والذکر بعد الصلاۃ (بلوغ المرام ص ۳۷)

ترجمہ: حضرت معاذ بن جبل سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت معاذ سے ارشاد فرمایا کہ تم کسی بھی نماز کے بعد یہ دعا پڑھنا کبھی نہ چھوڑنا وہ یہ ہے اللھم اعنی علی ذکرک وشکرک وحسن عبادتک

(۲) عن ابی امامۃ رضی اللہ عنہ قال قیل یا رسول اللہ ای الدعاء اسمع قال جوف اللیل الآخر ودبر الصلوات المکتوبات رواہ الترمذی

(مشکوٰۃ شریف ص ۸۹ باب الذکر بعد الصلوٰۃ)

ترجمہ: حضرت ابو امامہ سے روایت ہے کہ آپ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ کس وقت کی دعا زیادہ قبول ہے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا رات کے آخری حصہ کی دعا اور فرض نمازوں کے بعد کی دعا۔

کتاب "دلیل الطالب علی ارجح المطالب" (مصنفہ مولانا عبید اللہ صاحب رحمانی) میں یہ دونوں حدیثیں بیان فرمانے کے بعد لکھا ہے "ان دونوں حدیثوں سے ثابت ہوا کہ دعا بعد فریضہ ہی پایۂ قبولیت کو پہنچتی ہیں نماز فرض کے بعد دعا مسنون ہونے پر دلالت کرتی ہیں (ص ۳۲۳)

حافظ ابو بکر احمد بن محمد بن اسحاق السنی نے کتاب عمل یوم واللیلۃ میں یہ حدیث نقل کی ہے۔

(۳) حدثنی احمد بن الحسن حدثنا ابو اسحق یعقوب بن خالد عن یزید بن ابی حبیب عن عبد العزیز بن عبد الرحمن القرشی عن حفیف عن ابی ذر رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال ما من عبد یبسط کفیہ فی دبر کل صلوٰۃ ثم یقول اللھم الٰھی والٰہ ابراھیم واسحاق ویعقوب والٰہ جبریل ومیکائیل واسرافیل اسئلک ان تستجب دعوتی فانی مضطر وتعصمنی فی دینی فانی مبتلی وتداوانی من حسنک فانی سقیم وتمن علی بفضلک فانی معسر تکان حقاً علی اللہ عزوجل ان لا یرد یدیہ خائبتین۔ عمل الیوم واللیلۃ ص ۳۹، ص ۳۹)

ترجمہ: حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا جو بندہ نماز کے بعد اپنے دونوں ہاتھوں کو پھیلا ہے پھر یوں دعا کرتا ہے اللھم الٰھی والٰہ ابراھیم واسحاق ویعقوب والٰہ جبریل و میکائیل واسرافیل اسئلک ان تستجب دعوتی فانی مضطر وتعصمنی فی دینی فانی مبتلی وتداوانی من حسنک فانی سقیم وتمن علی بفضلک فانی معسر تو اللہ پر حق ہے کہ اس کے دونوں

ہاتھوں کو اٹھانا اور دعا مانگنا ثابت ہے۔

اس حدیث کو علامہ عینی حنفی نے بھی اس مسئلہ کے اثبات میں پیش کیا ہے۔ یہ حدیث ضعیف ہے۔ اس کو ضعیف کہنے سے بعض حنفی بگڑ گئے ہیں۔ حالانکہ یہ حدیث فضائل میں بالاتفاق مقبول ہے۔ اور ہمارے پاس اس کے متعدد شواہد موجود ہیں۔ جن کی بنا پر ہم اس کو حسن کہتے ہیں۔ اور اسی کو شیخ ابن الہمام نے کہا ہے کہ حدیث ضعیف اور کتاب کے لئے فائز ہے۔ چنانچہ ابن الہمام فتح القدیر کی کتاب الصلوٰۃ میں کہتے ہیں والاستحباب یثبت بالضعیف غیر الموضوع (فتح القدیر ص ۱۳۱ ج ۱ باب الوتر والنوافل) واللہ اعلم۔ (تحفۃ الاحوذی ص ۱۳۱ ج ۱ باب الوتر والنوافل)

یہ حدیث اگرچہ ضعیف ہے لیکن اس حدیث کے شواہد موجود ہیں جن کی بنا پر یہ حدیث حسن لغیرہ ہے اور بالاتفاق مقبول ہے۔ چنانچہ علامہ مبارکپوری فرماتے ہیں "اعلم ان ھذا الحدیث وان کان ضعیفا فھو مقبول عند اھل الفضائل" (تحفۃ الاحوذی ص ۱۹۱ ج ۱ باب صلوٰۃ التسبیح)

نماز کے بعد دعا مانگنے پر وعید

عن الفضل بن عباس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الصلوٰۃ مثنی مثنی فی کل رکعتین وتخشع وتضرع وتمسکن وتقنع یدیک یقول ترفعھما الی ربک مستقبلا ببطونھما وجھک وتقول یا رب یا رب ومن لم یفعل ذلک فھو کذا وکذا

(ترمذی شریف ص ۵۰ ج ۱ باب ماجاء فی التشہد فی الصلوٰۃ)

ترجمہ: حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا نماز دو رکعت دو رکعت ہے اور التحیات میں تشہد ہے اور انکساری اور مسکینی ہے اور دونوں ہاتھوں کو اپنے رب کی طرف اٹھانا اس حالت میں کہ ہتھیلیاں اپنے منہ کے سامنے ہوں اپنے رب سے (دعا میں) اور جس نے ایسا نہ کیا وہ ایسا ایسا ہے۔

ترمذی شریف کی شرح الکوکب الدری میں ہے:

وھذا یثبت الدعاء بعد الصلوٰۃ برفع یدیہ کما ھو المعمول وانکار الجھلۃ علیہ مردود۔

(الکوکب الدری ص ۱۰۱ ج ۱ ایضاً)

ترجمہ: اس حدیث میں اس شخص پر رد ہے جو نماز کے بعد دعا میں ہاتھ اٹھانا مکروہ کہتا ہے جیسا کہ معمول ہے اور ان جاہلوں کا انکار مردود ہے۔

حضور اکرم ﷺ کا یہ فعل کہ نماز کے بعد دعا کرنا اور ہاتھ اٹھانا مکروہ نہیں کہا جا سکتا ہے۔ منقول از دعا میں کی رائے میں۔

(بحوالہ ص ۵۱۵) قال اصلی علی الصغیرۃ بن شعبہ رضی اللہ عنہ فی کتاب الی معاویۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یقول فی دبر کل صلوٰۃ مکتوبۃ لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیء قدیر اللھم لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت ولا

یرفع ذا الجد منک الجد۔

(بخاری شریف ص ۴۱۷ ج ۱ ؛ باب الذکر بعد الصلوۃ، ابو داؤد شریف ص ۲۱۸ ج ۱ ؛ باب مایقول اذا سلم، مشکوۃ شریف ص ۸۸ بحوالہ ابو داؤد، بلوغ المرام ص ۳۷ صفۃ الصلوۃ)

ترجمہ: حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر فرض نماز کے بعد لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شئی قدیر اللھم لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت ولا ینفع ذا الجد منک الجد پڑھتے تھے۔

(۲) عن ام سلمۃ رضی اللہ عنہا ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یقول اذا صلی الصبح حین یسلم اللھم انی اسئلک علما نافعا ورزقا طیبا وعملا متقبلا رواہ احمد وابن ماجہ وابن السنی ورجالہ ثقات (بلوغ المرام ص ۳۷، نیل الاوطار ص ۳۰۲ ج ۲ حصہ سوم)

ترجمہ: حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب فجر کی نماز سے فارغ ہوتے تو سلام پھیرنے کے بعد اللھم انی اسئلک علما نافعا ورزقا طیبا وعملا متقبلا پڑھتے تھے۔ (اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فجر کی نماز کے بعد دعا مانگنا ثابت ہے)

(۳) عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا سلم لم یقعد الا مقدار ما یقول اللھم انت السلام ومنک السلام تبارکت یا ذا الجلال والاکرام رواہ مسلم۔

(مشکوۃ شریف ص ۸۸ باب الذکر بعد الصلوۃ)

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہونے کے بعد اللھم انت السلام ومنک السلام تبارکت یا ذا الجلال والاکرام پڑھنے کی مقدار ہی بیٹھتے تھے۔

(۴) عن ثوبان رضی اللہ عنہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا انصرف من صلوتہ استغفر اللہ ثلاثا وقال اللھم انت السلام ومنک السلام تبارکت یا ذا الجلال والاکرام (رواہ مسلم) (بلوغ المرام ص ۳۷ باب صفۃ الصلوۃ)

ترجمہ: حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوجاتے تو تین مرتبہ استغفار فرماتے اور یہ دعا مانگتے اللھم انت السلام ومنک السلام تبارکت یا ذا الجلال والاکرام۔

(۵) عن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یعوذ بھن دبر الصلوۃ اللھم انی اعوذ بک من البخل واعوذ بک من الجبن واعوذ بک من ان ارد الی ارذل العمر واعوذ بک من فتنۃ الدنیا واعوذ بک من عذاب القبر رواہ البخاری (بلوغ المرام ص ۳۰)

ترجمہ: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے بعد ان الفاظ سے پناہ مانگتے تھے اللھم انی اعوذ بک من البخل واعوذ بک من الجبن واعوذ بک من ان ارد الی ارذل العمر واعوذ بک من فتنۃ الدنیا واعوذ بک من عذاب القبر

(۶) عن علی رضی اللہ عنہ قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا سلم من الصلوٰۃ قال اللھم اغفرلی ما قدمت وما اخرت وما سررت وما اعلنت وما اسرفت وما انت اعلم بہ منی انت المقدم وانت المؤخر لا الٰہ الا انت (ابو داؤد شریف ج ۱ ص ۲۱۴ باب مایقول اذا سلم)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز سلام پھیرتے تو یہ دعا پڑھتے تھے۔ اللھم اغفرلی ما قدمت وما اخرت وما سررت وما اعلنت وما اسرفت وما انت اعلم بہ منی انت المقدم وانت المؤخر لا الٰہ الا انت

(۷) اخرج الحافظ ابو بکر بن ابی شیبۃ فی مصنفہ عن الاسود بن العامری عن ابیہ قال صلیت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الفجر فلما سلم انحرف ورفع یدیہ ودعا۔

وبحوانہ مسلک النسائی فی عمل الیوم واللیلۃ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۴۹۷) وبیز. النفائس المرغوبۃ تحت تبویب فاعبدی رحمت اللہ محدث دہلوی ص ۳۳۰)

ترجمہ: عامری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ صبح کی نماز ادا کی جب آپ ﷺ سلام پھیر چکے تو آپ مڑ کے تھوڑا سا پیچھے ہٹے اور دست مبارک اٹھا کر دعا فرمائی۔

(۸) حدثنا محمد بن یحیی الاسلمی قال رایت عبداللہ بن نمیر یرفع یدیہ حذو منکبیہ اذا دعا قبل ان یفرغ من صلاتہ فلما فرغ منھا قال لم ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یکن یرفع حتی یفرغ من صلاتہ اخرجہ ابن ابی شیبہ وزاد حرملۃ فی روایتہ فلما انصرف قال الرفع قبل الفراغ فی حدیث رفع الیدین بالدعاء کذا فی وسیلۃ رفع الیدین فی الدعاء لمحمد بن عبدالرحمن الزبیدی الیمانی

(اعلاء السنن باب الاذکار بعد السلام کیفیۃ رفع الیدین فی الدعاء والذکر بعد الصلوٰۃ)

ترجمہ: محمد بن یحیی اسلمی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن نمیر کو دیکھا کہ ایک شخص کو دیکھا کہ نماز سے فارغ ہونے سے پہلے ہی ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے لگا۔ جب وہ شخص نماز سے فارغ ہوا تو انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ جب تک نماز سے فارغ نہ ہوتے تھے دعا نہ مانگتے تھے۔ ہاتھ اٹھاتے تھے ہاں نماز کے بعد ہاتھ اٹھاتے تھے۔

ان احادیث سے صراحت کے ساتھ یہ بات معلوم ہوئی کہ نماز کے بعد حضور اکرم ﷺ دعا فرماتے تھے اس میں کسی غالب حق کو شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے رہی یہ بات کہ ان احادیث سے بطریق اشارۃ النص یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ نماز کے بعد دعا فرماتے تھے تو صحابہ بھی انفرادی دعا میں آپ کے ساتھ شرکت فرماتے تھے اس لئے ضرور ہے کہ ہمارے مرشد کامل کی محفل میں ہاتھ اٹھا کر دعا مانگیں تو کیا ہمارے ان مرشدی موافقت نہیں کریں گے؟ ان احادیث میں اتفاقاً ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کا ذکر ہے تو ہمارے ہاں بھی حاضرین مجلس عام طور سے ہاتھ اٹھا کر دعا میں شرکت نہیں کرتے؟ یا یہ تسلیم دیا جا سکتا ہے کہ جب یہ مسلم ہے کہ بیشتر مریدین درطلب ضرور یا بالخصوص مرشد دعا میں کی اتباع میں ہاتھ اٹھا کر دعا میں شرکت کریں گے تو رسول مقبول ﷺ کے ہاتھ اٹھا کر دعا فرمانے کی احادیث صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین (جو تمام اتباع سنت میں سرشار تھے) ان کی اتباع سنت اور اتباع کی تلقین نہیں کی جا سکتی ہے (حضور اکرم ﷺ دعا کرتے ہیں اور ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے ہیں حضور اکرم ﷺ

کی سماعت کی سعادت حاصل نہ کی وہ یہ نہیں کہہ سکتا ہے کہ اس نے تعلیم پا لی ہے۔ تبلیغ علم بالقلم و بالسنہ کی ذمہ داری ہر امت پر عائد ہوتی ہے اور اس ذمہ داری کے حصول سے کتاب و سنت میں کوئی استثنا نہیں ہے۔ حدیث میں ہے کہ ایک موقعہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی و موجود اصحاب رضی اللہ عنہم اجمعین نے بھی حضور کریم ﷺ کے ساتھ ہاتھ اٹھا دیئے۔ یہ حدیث شریف بخاری و مسلم میں ہے۔

قال یحیی بن سعید سمعت انس بن مالک ان اعرابیا من اھل البدو الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم الجمعۃ فقال یا رسول اللہ ھلکت الماشیۃ ھلکت العیال ھلک الناس فرفع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یدیہ یدعو ورفع الناس ایدیھم مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یدعون الخ۔

(صحیح بخاری شریف ج ۱ ص ۱۳۷ باب رفع الناس ایدیھم مع الامام فی الاستسقاء)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دیہاتی شخص جمعہ کے دن رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ مویشی ہلاک ہو گئے، عیال ہلاک ہو گئے، لوگ ہلاک ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے دست اقدس دعا کے لئے اٹھا دیئے اور لوگوں نے بھی اپنے ہاتھ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اٹھا دیئے۔

ماخذ: فاضل نے اپنے اس حدیث میں یہ بیان کیا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ اجمعین نے بھی حضور اکرم ﷺ سے یہ حدیث سنی تھی تو ان کو فرمانی اللہ ایسا تبلیغ کرنا چاہیئے کہ اس کے بعد حضور ﷺ کا ہاتھ اٹھا کر دعا فرمانا ثابت ہو جائے تو صحابہ بھی ہاتھ اٹھا دیتے تھے لیکن اتنی دیر تک اتنی دیر تک اتفاقی ہو جانے کے لئے اتنی حدیث کافی ہے لیکن ہم نے کہا ہے کہ بعد تبلیغ بھی چونکہ ان کے بعد اصطلاح نظر آ رہی ہے اور اس سنت کا ان پر عمل ہونا ثابت ہے تو اس فعل کے لئے کوئی اور دلیل نہیں ہے سنت کا ثبوت اور جواز بھی اس کے ثبوت کے لئے موثق دلیل ہے لیکن امام حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اس وارث کی حیثیت کو ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں "اتفاق سلف و وارث یہاں اصل عظیم است رفع" سلف کا اتفاق اور ان کا وارث فقہ میں اصل عظیم ہے۔ (ازالۃ الخفاء مطبع نولکشور ص ۸۵)

اس واضح ثبوت کے بعد اس ثبوت کو مٹانا ایسا ہی بیوقوفانہ کام ہے جیسا کہ ایک بے وقوف خادم نے اپنے آقا سے کہا تھا ایک خادم جو بے وقوفی اور بے عقلی سے تنگ آ کر آقا سے ایک فہمائش کرانا چاہتا تھا اس نے آقا کی شکل بگاڑ کر بنا دی اور آقا کے آگے آئینہ رکھ دیا کہ دیکھ کیا رہا ہے۔ آقا نے آئینہ میں اپنی شکل بگڑی ہوئی دیکھی تو خادم سے کہا کہ تو نے یہ کیا کیا؟ خادم نے کہا کہ آقا میں نے تو آپ کی شکل نہیں بگاڑی میں نے تو آئینہ رکھا ہے آقا نے کہا کہ آئینہ کو ہٹا دے خادم نے کہا کہ آئینہ کو ہٹا دینے سے آپ کی شکل تو درست نہیں ہو جائے گی آقا نے کہا کہ میں آئینہ کو ہٹا دینا چاہتا ہوں تاکہ میری شکل بگڑی ہوئی نظر نہ آئے۔ یہی حال ان لوگوں کا ہے جو اس واضح ثبوت کے بعد بھی کہتے ہیں کہ ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کی حدیث میں صرف اجتماعی دعا کا تذکرہ ہے لہٰذا مندرجہ بالا حدیث اور ان سے ثابت ہونے والا مضمون قابل قبول نہیں ہے۔ انشاء اللہ یقیناً کافی ہے، اسی لئے یہی وجہ ہے کہ چوری سنت کا بھی پڑھل ہے جیسے کہ اوپر بیان ہوا اور محدثین بلکہ مجتہد فقہاء کرام نے بھی یہی نکتہ فقہاء کرام و محدثین ہیں۔ جو بقول امام ترمذی اعلم بمانی الحدیث ہیں اللہ نے ان و فقہ فی الدین کی دولت سے نوازا ہے قرآن و حدیث سے مسئلہ فقہی کا دین کی تعریف فرمائی ہے۔ لہٰذا اسلام

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے بڑی عمدہ بات تحریر فرمائی ہے۔

فاما هذه الطبقة الذين هم اهل الحديث والاثر فان الاكثرين منهم انما كدسهم الروايات وجمع الطرق وطلب الغريب والشاذ من الحديث الذى اكثره موضوع او مقلوب لا يراعون المعنى ولا يتفهمون المعانى ولا يستنبطون سرها ولا يستحضرون وكارها وفقهه وربما عاند الفقهاء لجنا ونوهم ما ليس رادعوا عليهم مخالفة السنن ولا يعلمون انهم عن مبلغ ما اوتوه من العلم قاصرون ولسوء القول فيهم آثمون. (الانصاف مع ترجمة كشاف ص ۵۳)

ترجمہ: طبقہ اہل حدیث واثر کا حال یہ ہے کہ ان میں اکثر کا کوشش روایتوں کا جمع کرنا اور سند میں کوتاہ کرنا اور غریب اور شاذ کو حدیث سے تلاش کرنا ہے جس کا اکثر موضوع یا مقلوب ہے یہ لوگ نہ الفاظ حدیث کا لحاظ کریں اور نہ معانی کو سمجھیں اور نہ ان کے راز کو استنباط کریں اور نہ ان کے دقیقہ اور نکتہ کو نکالیں اور بعض اوقات فقہاء پر عیب لگاتے ہیں اور طعن سے ان کو برا کہتے ہیں اور ان پر مخالفت سنت کا ہوتی کرتے ہیں اور یہ نہیں جانتے کہ جس قدر علم فقہاء کو دیا ہے وہ خود اس سے قاصر ہیں اور فقہاء کو برا کہنے سے گنہگار ہوتے ہیں۔

یہ ہے فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ علمی حالت شان۔

جب محدثین اور فقہاء کی یہ قلعی ہے تو کیا یہ تصور کیا جاسکتا ہے کہ ان حضرات نے بلا ثبوت ہی یہ نکتہ دیا ہوگا یقیناً ثبوت ہے جب ہی لکھا ہے۔ اب بطور نمونہ چند حوالے ملاحظہ ہوں۔

محدث جلیل علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں۔

والمختار ان الامام والماموم يخفيان الذكر الا ان احتاج الى التعليم.

(فتح الباری ص ۲۱۹ ج ۲)

ترجمہ: مختار طریقہ یہ ہے کہ امام اور مقتدی ذکر (دعا) آہستہ آواز سے کریں ہاں جب دعا کی تعلیم کی ضرورت ہو (سیکھنے تک) بہر دعا کرنے میں مضائقہ نہیں ہے۔

الکوکب الدری شرح ترمذی میں ہے۔

بل لا بد من اتيان الدعاء مستقلاً على حدة فيجوز فلوك الدعوات بعد الصلوات ولا يغفر على لوكها. (باب ما يقول اذا سلم الكوكب الدرى ص ۲۹۱ ج ۲)

ترجمہ: بلکہ اس وقت ضروری ہو جاتا ہے کہ مستقلاً الگ دعا کی جاتی رہے اسی لئے نمازوں کے بعد تسبیح کا ورد ہوتی جائے اور ترک دعا پر معذور نہ سمجھا جائے۔

عاشیہ میں ہے۔

وهى شرح شرعة الاسلام وختم الدعاء بعد المكتوبة فانه مستحب بالحديث وقد قال النبى صلى الله عليه فى حديث رواه ابن عباس من لم يفعل ذلك فهو عداج اى من لم يدع بعد الصلوة دعا يديه الى ربه مستقبلا بباطن كفيها الى وجهه ويسئله حاجته قائلاً يارب يارب فما فعله من الصلوة فاقصة عند الحق سبحانه كذا حقق فى التنوير وروى عبد كان للحسن البصرى جارية تطيب على ظهره فكان

لا سلمه لا ساء خرج من المسجد سريعا فقال له الحسن يوما ما اليسرك لو تجلس ساعة ان ممكن نحب حياة في الآخرة فما حاجة بنا في النفاق بعد الله توفيق ونسأله عصمة نحن على طريقه ذكره في الحلاصة.

حاشیہ علی الکوکب الدری ص: ۲۹ ج ۲ باب ماقولون اذا سلم

شرح ترجمہ: امام ابوحنیفہ نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ امام کو سلام پھیرنے کے بعد دعا مانگنی چاہئے۔ اس حدیث کی بناء پر تحقیق کی کہ حضور نے اس حدیث میں جس کو حضرت عبداللہ بن عمرو نے روایت کی ہے فرمایا ہے من لم یفعل جس نے نہیں یا دعا نہیں مانگی جس نے اپنے رب سے مانگنا اپنے ذمہ لازم نہ کیا ہو اپنے چہرہ کی طرف کرنے سے مراد اپنی عبادات اللہ سے ہٹانے کے ہیں اور مانگنے سے مراد اس سے اپنی حاجتیں پوری کرنا ہے اور اس حدیث میں ہے کہ دعا کرنا

کا اعادہ کرنا اور فعلاً ثابت ہے اور اس حدیث میں فرض نمازوں کے بعد دعا کی ترغیب ہے پس صلوٰۃ یا قنوت کا فرض نمازوں کے بعد دعا کرتے ہیں ہے اصل نہ ہونا (اعلاء السنن ص ۱۹۹ ج ۳ مع حاشیہ)

حضرت ابوامامہ کی مذکورہ حدیث اور حضرت معاذ بن جبل کی حدیث (جس کا ذکر اس جواب میں پہلے ہو چکا ہے) ان دونوں حدیثوں کو نواب صدیق حسن خاں صاحب نے اپنی کتاب "دلیل الطالب علیٰ ارجح المطالب" میں نقل کرنے کے بعد لکھا ہے۔

"ان دونوں حدیثوں سے ثابت ہوا کہ ان کے بعد فریضہ کی بابت یہ دونوں حدیثیں نماز فرض کے بعد دعا مسنون ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔" (دلیل الطالب علی ارجح المطالب ص ۳۲۳)

ظاہر ہے کہ یہ مسنونیت دو ایک کے لئے نہیں ہے جب عام لوگ اس سنت پر عمل کریں گے تو اجتماعی دعا کی نہیں (یہ تو اپنے آپ کا ہے موقع کی مناسبت سے دعا کرنا کیا ہے)

تاتارخانیہ میں ہے۔

یدعوا الامام جهراً فتعلم القوم ویخالفه القوم اذا تعلم القوم ویخافت هو یصار من جهر فهو مدعة.

(فتاویٰ تاتارخانیہ جلد اول مع الہندیہ کتاب الصلوٰۃ الحادی عشر فی القراءۃ ص ۴۴۲ ج ۱)

ترجمہ: امام دعا میں کچھ کلمات سنتے سنتے خود دعا کرنے اور قوم آہستہ دعا کرتے اور جب متقدی سیکھ جائیں تو متقدی اور امام دونوں آہستہ دعا کریں کرزور سے دعا کی تو یہ بدعت ہے۔

الدر المختار شرح تنویر الابصار میں ہے۔

ثم یدعو الامام للقوم والمسلمین بالادعیة الماثورة الجامعة لقول ابی امامة قیل یا رسول الله ای الدعاء اسمع قال جوف اللیل الآخر ودبر الصلوات المکتوبات رواه الترمذی والنسائی وکان صلی الله علیه وسلم یدعو دبر کل صلوة رواه البخاری فی تاریخه الاوسط الخ قوله (رافعی ایدیهم حذو المنکبین او نحوهما ببطونها مما یلی الوجه بخشوع وسکون ثم یمسحون بقول سبحان ربک رب العزة عما یصفون الایة الی (قوله) ثم یمسحون بها ای بالید جمیع وجوههم فی آخره یعنی عند الفراغ منه لقول ابن عباس رضی الله عنهما قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا دعوت الله فادع بباطن کفیک ولا تدع بظهورهما فاذا فرغت فامسح بهما وجهک رواه ابن ماجه وقول ابن عمر رضی الله عنهما کان رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا رفع یده فی الدعاء لم یحطهما وفی روایة لم یردهما حتی یمسح بهما وجهه رواه الترمذی

(اما بالدعاء شرع دبر الاربعة فقط ان قلت فی الاذکار الواردة بعد الفرض نحو ص ۱۳ ص ۳۹ (نور الایضاح ص ۸۵)

ترجمہ پھر (فرضوں سے) فارغ ہونے کے بعد امام (مقتدیوں) اپنے لئے اور مسلمانوں کے لئے جامع منقول دعاؤں سے دعا کرے۔ ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان سے حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کونسی دعا زیادہ قبول ہوتی

ہے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا رات کے آخری حصہ کی دعا اور فرض نمازوں کے بعد کی دعا۔ رواہ الترمذی والنسائی اور خود رسول اللہ ﷺ نماز کے بعد دعا فرماتے تھے رواہ الطحاوی فی نادیخہ الاوسط۔

اپنے ہاتھوں کو سینوں کے مقابل اٹھا کر اس حال میں کہ ہتھیلیاں چہرے کی طرف ہوں خشوع اور مسکنت کے ساتھ پھر صبحان ربک رب العزۃ عما یصفون پڑھ کر دعا ختم کریں چہرہ دعا سے فارغ ہو کر اپنے ہاتھ اپنے چہروں پر پھیر لیں، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی اس حدیث کی بنا پر کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جب تم اللہ سے دعا کرو تو اپنے ہاتھوں کی ہتھیلیوں سے دعا کرو ہاتھوں کی پشت سے نہ کرو پھر جب دعا سے فارغ ہو جاؤ تو اپنے ہاتھ اپنے چہرے پر پھیر لو رواہ ابن ماجہ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی اس حدیث کی وجہ سے کہ رسول اللہ ﷺ جب اپنے دونوں ہاتھ دعا کے لئے اٹھاتے تو جب تک اپنے چہرے پر ہاتھ نہ پھیر لیتے ان دونوں کو نیچے نہیں کرتے تھے رواہ الترمذی۔

امداد الفتاویٰ میں حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی مایہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم بعد حمد وصلوۃ کے واضح ہو کہ یہ رسالہ کتاب مسلک السادات ان کمل الدعوات کا خلاصہ ہے جس کو علامہ فاضل شیخ محمد علی بن شیخ حسین مرحوم مکی مالکی مقیم مکہ کرمہ نے ۱۳۲۱ھ میں تحریر فرمایا ہے اور اس میں عموماً احکام دعا کی تحقیق اور بالخصوص دعا کا مستحب ہونا پر منفرد اور امام اور جماعت کے لئے (احادیث معتبرہ اور مذاہب ائمہ کی روایات ظاہرہ سے) ثابت فرمایا ہے۔ میں نے اس رسالہ کا خلاصہ لکھ دیا تاکہ ان مبارک لوگوں کی زبان بند ہو جائے جو دعا بعد فرض کو بدعت ہونے کا حکم کرتے ہیں اور اس تلخیص کا نام استحباب الدعوات عقیب الصلوات رکھ دیا الخ۔ یہ پورا رسالہ فتاویٰ مطالعہ ہے (امداد الفتاویٰ ص ۲۹۶ تا ص ۳۱۶ جلد نمبر ۱ مع حاشیہ بدیعہ مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری)

مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں فرائض کے بعد دعا ماثور سے حضرت ﷺ کا طریقہ اور آپ کی سنت ہے (الفضائل العرعوۃ فی الدعاء بعد المکتوبۃ ص ۱۰) (یہ پورا رسالہ بھی قابل مطالعہ ہے)

مفتی اعظم پاکستان حضرت مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں۔

"امام و مقتدی سب آہستہ آہستہ دعا مانگیں۔" (احکام القرآن ص ۱)

مفتاح الجنۃ میں ہے اور امام سلام سے فراغت پائے تب داہنے و بائیں پھر کے اور جو دعا چاہے پڑھے مگر بہتر یہ ہے کہ ایک مرتبہ آیۃ الکرسی پڑھے جس کے دونوں ہاتھوں کو دونوں کانوں کے برابر اٹھاوے اس طرح پر کہ دونوں بطن ظاہر ہوئے اور سبابت چاہیے اللہ سے مانگے اور چاہیے یہ مناجات پڑھے ربنا لا تزغ قلوبنا الخ (مفتاح الجنۃ ص ۶۸ مؤلفہ مولانا شاہ کرامت علی جون پوری)

نیز بہشتی زیور میں ہے۔ سنت بعد نماز (فرض) ختم کر چکنے کے دونوں ہاتھ سینے تک اٹھا کر پھیلائے اور اللہ تعالیٰ سے اپنے لئے دعا مانگے اور امام ہو تو تمام مقتدیوں کے لئے بھی اور بعد دعا مانگ چکنے کے دونوں ہاتھ منہ پر پھیر لے۔ مقتدی خواہ اپنی اپنی دعا کرے خواہ امام کی دعا سنتا رہے تو خود سب آمین کہتے رہیں۔ (بہشتی زیور ص ۱۰۶

[illegible] کے بعد مسائل متعلقہ (۲)

پیرانہ سالی کو پہنچ گیا ہے۔

[illegible] کے بعد [illegible] کے پڑھنے میں مشغول ہو جاتے اور [illegible] کے بعد [illegible] کی [illegible] کے [illegible] کے [illegible] کے

عید کے دن خطبہ سے پہلے نماز اور السلام علیکم سے دعا مانگنا

[illegible]

الجواب [illegible] نماز کے بعد دعا مانگنا [illegible] ثابت ہے

الامامہ فصل فی صفۃ الاذکار)

مذکورہ حدیثوں اور روایات سے ثابت ہوا کہ نمازیں طرح طرح کی درست ہے البتہ ان میں طریق متوسط اولیٰ ہے لیکن کسی ایسے طریق کو اختیار کرنا جس میں دوسرے طریق کی تردید ہو درست نہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ لا یجعل احدکم للشیطان شیئاً من صلوتہ یری ان حقاً علیہ ان لا ینصرف الا عن یمینہ لقد رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کثیراً ینصرف عن یسارہ۔ متفق علیہ، مشکوٰۃ ص ۸۷

یعنی تم میں سے کوئی اپنی نماز میں شیطان کا حصہ نہ بنائے (وہ اس طرح کہ) اپنے اوپر لازم سمجھے کہ داہنی طرف ہی مڑے گا (بائیں طرف نہیں مڑے گا) میں نے رسول اللہ ﷺ کو بسا اوقات بائیں طرف مڑتے دیکھا ہے۔ اسی مضمون کی حدیث مشکوٰۃ میں بروایت ابن ماجہ ہے۔ من اصر علی امر مسنون وجعلہ عزما ولم یعمل بالرخصۃ فقد اصاب منہ الشیطان من الاضلال

فکیف من اصر علی بدعۃ ومنکر یعنی جو شخص امر مندوب (مستحب) پر اپنا اصرار کرے اس کو لازم (اور واجب) سمجھ لے اور (بھی کبھی) رخصت پر عمل نہ کرے تو شیطان اس شخص کو گمراہی میں مبتلا کرنے میں کامیاب ہوگیا (جب مستحب پر اصرار کرنے کا یہ حال ہے) تو جو شخص بدعت اور منکر پر اصرار کرے اس کا کیا حال ہوگا۔ مرقات شرح مشکوٰۃ باب الاعتصام ج ۱ ص ۳۵۴ مطبع مجتبائی دہلی (نیز دیکھئے ص ۵۷ آداب المساجد ص ۳۵ ۔ ۳۵ تالیف عبدالحی)

فرض نماز کے بعد دعا جہراً مانگنے یا سراً؟

(سوال ۲۲) فرض نماز کے بعد دعا جہراً کرنی چاہئے یا آہستہ؟ شریعت کے اصول کے مطابق کتاب و سنت کی تصریحات کے ماتحت جواب دیں؟

(الجواب) حنفی شافعی، بلکہ اکثر اہل اسلام کا اس پر عمل ہے کہ امام اور منفرد کے لئے دعا آہستہ مانگنا مستحب ہے۔ شیخ منصور بن یونس بہوتی حنبلی نے کشاف القناع شرح زاد المستقنع میں لکھا ہے۔ والاخفاء بہ افضل مطلقاً جہراً بقولہ تعالیٰ ادعوا ربکم تضرعاً وخفیۃ ولان اقرب الی الاخلاص وبکرہ رفع الصوت بہ فی الصلوٰۃ وغیرھا لان الخشوع فانہ رفع الصوت لہ افضل لحدیث افضل الحج العج والثج (ترجمہ) اور دعا سراً (آہستہ) افضل ہے۔ جہراً کی بہ نسبت اس لئے کہ ارشاد خداوندی ہے ادعوا ربکم تضرعاً وخفیۃ (کہ تم اپنے رب کو پکارو عاجزی سے اپنے رب سے مانگو) اور چونکہ آہستہ دعا میں اخلاص زیادہ ہے اور (نیز) خشوع کے لئے افضل ہے کیونکہ آواز کے بلند کرنے میں اخلاص اور خشوع کے لئے مضر ہے اور حدیث شریف کی تصریح کے موافق حج میں بلند آواز سے تلبیہ کہنا افضل ہے۔ (مسلک السادات ص ۱۵۱ تالیف عبدالحی)

حنفی اور شافعی علماء نے دعا مانگنے کی جس لئے اجازت دی ہے کہ حاضرین سنکر آمین کہہ لیں (سنیں یا آمین) کہیں بلکہ اس شبہ سے کہ کسی نماز پڑھنے والے کو تکلیف نہ پہنچے اور جو نمازیں کی نماز میں اس سے خلل نہ آوے کسی کے نزدیک بھی دعا جہراً جائز نہیں ہے ماموں کو چاہئے کہ مکروہ اور ناجائز کام سے بچ کر کے نماز میں مشغول رہیں۔ طریقہ کے خلاف رواج قائم کرنا گناہ کا کام ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

فرض نماز کے بعد آواز سے دعا مانگنا

(سوال ۳۷) بعض لوگ فرض نماز کے بعد [illegible] دعا مانگتے ہیں، کیا یہ طریقہ درست ہے یا اس طرح دعا مانگنے کی شرعاً ممانعت ہے؟

(الجواب) آہستہ دعا سے آواز سے دعا مانگنا افضل ہے، بعض دعائیں ایسی ہیں جو بلند آواز سے پڑھنی مسنون ہیں، ان کو بلند آواز سے پڑھنا چاہیے، اور جو دعائیں آہستہ پڑھنی مسنون ہیں ان کو آہستہ پڑھنا چاہیے، اور جو دعا مطلق ہو جائے تو اولیٰ یہ ہے کہ آہستہ مانگے، اور اس طرح دعا مانگنا کہ نمازیوں کو تشویش ہو، نماز میں خلل واقع ہو، ممنوع ہے، اور بعض دعا مانگنا جو نمازیوں نے دوام اختیار کر لیا ہے، اس کا ثبوت نہیں ہے، اور اس طرح دعا مانگنا بدعت ہے، اور جو دعائیں صریح مانگنے پر مشتمل ہیں، وہ بھی مکروہ ہیں (درمختار، ص ۱۳۲ ج ۱) فقط واللہ علم بالصواب

نماز کے بعد دعا آہستہ مانگنے پر زور دینے

(سوال ۳۸) فرض نماز باجماعت کے بعد دعا آہستہ مانگنے پر زور دینے والے کا حکم شرع میں کس قدر ہے اور زور دے کر مانگنے کا حکم ہے تو کس زور والوں میں کہ دعا افضل ہے حدیث میں نماز کے بعد کس قدر دعا مانگنا وارد ہے؟ اور اگر کسی عرض سے دعا افضل ہے تو کون سی دعا افضل ہے؟ بالتفصیل تحریر فرمائیں۔

(الجواب) جہری دعا افضل ہے، نمازیوں کو خارج نہ ہونا چاہیے، کبھی کبھی ذرا آواز سے دعا کر لے جو کہ ہمیشہ جہری دعا کی عادت بنا لی ہے، [illegible] حدیث میں جس عرض دعا مانگنے کا متعلق روایتیں ہیں آنحضرت ﷺ سے یہ دعا پڑھنا ایسے ہی ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے رکوع میں سبحان ربی العظیم اور سجدہ میں سبحان ربی الاعلیٰ پڑھا، جس سے رکوع اور سجدہ کی تسبیحات کی بجائے ان دعاؤں سے پڑھنی ثابت ہوتی ہے، ان دعاؤں سے بھی پڑھنی ثابت ہو سکتا ہے، واللہ اعلم بالصواب۔

فرض نماز کے بعد کوئی دعا پڑھی جائے

(سوال ۳۹) ظہر، مغرب اور عشاء کی نمازوں کے بعد جس میں فرض کے بعد سنن وغیرہ نفل پڑھے جاتے ہیں، ما الطیبہ [illegible] السلام وعلیک السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ یا ذالجلال والاکرام کے ساتھ دعا کی جاتی ہے، کیا پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ [illegible] امام صاحب منع فرماتے ہیں، وہ کس دلیل سے فرماتے ہیں اور دلیل میں فتاویٰ عالمگیری کی عبارت پیش فرماتے

---

(۱) [illegible] وفصل آخرون فقالوا لا خلاف فصل عند [illegible] الاجهار الفضل عند عدم خوفه والا فالجهر مندوب [illegible] وعلى الجهر فيندب [illegible] وان في الجهر تشويش على محترمين ونحوه أو فوات [illegible] ومنهم من يحمل ما في الحديث على الجهر قبل الانصراف وكان فيه قصد تعليم الحاضرين وهو الذي يرجح [illegible] الاعراف بحث قول [illegible] بحر رائق، ص ۲۰۸

تارک الامام اذا فرغ من الظهر والعصر والله شاء يشرع في السنة ولا يشتغل بأدعية طويلة (یعنی امام جب ظہر یا عصر کی نماز سے فارغ ہو تو سنت شروع کردے اور طویل دعاؤں میں مشغول نہ ہو) اس کی تعمیل فرمائیں؟

(الجواب) ظہر، مغرب وعشاء کی فرض نماز کے بعد اللهم انت السلام ومنك السلام تبارکت یا ذا الجلال والاکرام کے بعد تھوڑی دیر آثار ماثورہ پڑھنا جائز بلکہ بہتر ہے، خلاف سنت نہیں ہے اس کی وجہ سے فضیلت آئی ہے، آنحضرت ﷺ سے پوچھا گیا کہ کونسی دعا قبول ہوتی ہے؟ آپ نے فرمایا دعا سنے آخر میں دبر کی فرض نماز کے بعد کی دعا دوسری حدیث میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت معاذ سے فرمایا کہ تم کسی نماز کے بعد اس دعا کو نہ چھوڑنا وہ حدیث اللهم اعني على ذكرك وشكرك وحسن عبادتك

کتاب "دلیل الطالب علیہ نوح المطالب" میں یہ دعا حدیث بیان فرمانے کے بعد لکھا ہے "اس پر حدیث دلالت کرتی ہے کہ ہمارے زمانہ کی بدعت ہے (یہ دعا فرض نماز کے بعد دعا مسنون ہونے پر دلالت کرتی ہیں) (ص ۳۳۳)

حضرت ابوہریرہؓ سے پوچھا گیا کہ آپ نے وہ کلمات یاد کئے ہیں جنہیں آنحضرت ﷺ سلام پھیرنے کے بعد پڑھا کرتے تھے؟ فرمایا ہاں! آنحضرت ﷺ پڑھا کرتے تھے سبحان ربک رب العزة عما يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله رب العالمين (مجمع الزوائد ص ۱۰۲ باب ما يقول من الذكر الدعاء عقب الصلاة) بخاری شریف میں ہے آنحضرت ﷺ ہر فرض نماز کے بعد لا اله الا الله وحده لا شريك له، له الملك وله الحمد وهو على كل شيء قدير اللهم لا مانع لما اعطيت ولا معطي لما منعت ولا ينفع ذا الجد منك الجد پڑھتے تھے (ج ۱ ص ۱۱۷ باب الذکر بعد الصلوٰۃ)

فجر وعصر کے سوا ہر فرض نماز کے بعد اس دعا کی فضیلت میں دس مرتبہ لا اله الا الله وحده لا شريك له، له الملك وله الحمد وهو على كل شيء قدير پڑھنے کی بھی بہت فضیلت احادیث میں آئی ہے۔

اس کے علاوہ شاذ دل اللہ تعالیٰ دعوات دیلوی فرض نماز کے بعد استغفر اللہ تین بار اور

فرض نماز کے بعد مسنون دعاء:

(سوال ۳۰) فرض نماز کے بعد دعاء اللهم انت السلام ومنك السلام تبارکت یا ذا الجلال والاکرام بھی پڑھنا مسنون ہے یا اس کی جگہ دوسری دعا پڑھنے سے بھی سنت ادا ہو جائے گی۔ ایک شخص کا قول ہے کہ اللهم انت السلام ہی پڑھنے سے سنت ادا ہوگی۔ اور کوئی دعا پڑھنے سے سنت ادا نہ ہوگی، بلکہ خلاف سنت کہا جائے گا۔ کیا یہ صحیح ہے؟

(الجواب) بے شک فرض کے بعد "اللهم انت السلام" والی دعا مسنون اور افضل ہے۔ اس لئے اکثر اسی کو پڑھا جاتا ہے۔ لیکن دوسری دعاء اور دوسری تسبیح پڑھنے سے بلکہ اس قدر خاموش بیٹھنے سے بھی سنت ادا ہو جاتی ہے۔ لہٰذا کسی دوسری دعاء کو خلاف سنت کہنا صحیح نہیں ہے قد المسنون القعود بهذا المقدار سواء قرأ هذا الدعاء او

دعاء آخر او صلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم او سکت (مسائل الامکان ص ۱۳۳ فصل فی النوافل طراشة مع الغرنقص بقفط واللہ تعالیٰ علم بالصواب

فجر اور عصر میں نماز کے لئے کس طرف منہ کرے؟

(سوال ۱۳۰) فجر اور عصر کی نماز سے سلام پھیرنے کے بعد امام کو کس طرف منہ کرنا بہتر اور افضل ہے؟

(الجواب) امام کی سمت مڑ کر بیٹھنا افضل ہے لیکن اس پر مداومت نہ کرے کبھی ادھر کبھی ادھر کبھی دائیں طرف بھی مڑ کر بیٹھے تاکہ امام کی سمت مڑ کر بیٹھنے والوں کو شبہ نہ ہو۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ لا یجعل احدکم للشیطان شیئا من صلوٰتہ یری ان حقا علیہ ان لا ینصرف الا عن یمینہ لقد رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کثیرا ینصرف عن یسارہ رواہ البخاری (مشکوٰۃ) یعنی تم لوگ ایسا نہ کرو کہ اپنی نماز میں کچھ حصہ شیطان کا بھی بنا لو کہ سمجھنے لگو کہ لازم اور فرض ہے کہ صرف داہنی جانب کی طرف سے پھرے بے شک میں نے رسول اللہ ﷺ کو بارہا بائیں طرف مڑتے ہوئے دیکھا ہے (مشکوٰۃ شریف ص ۸۰ باب الدعوات فی التشہد یوقیہ ان من اصر علی امر مندوب وجعلہ حتما ولم یعمل بالرخصۃ فقد اصاب منہ الشیطان من الاضلال فکیف من اصر علی بدعۃ او منکر (موقاۃ شرح مشکوٰۃ ایضاً ص ۳۵۳ ج ۲ مطبع امدادیہ ملتان)

ترجمہ: جو کوئی مندوب و مستحب پر ایسا اصرار کرے کہ اس کو واجب اور لازم کرے اور کبھی جواز اور رخصت پر عمل نہ کرے تو بے شک اپنے اوپر شیطان کو گمراہ کرنے میں شیطان کو کامیاب بنا دیا (جب مستحب کا یہ حال ہو کہ اصرار کرنا مرفوض ہے زیادہ اہمیت کرنی ہوتو غور کرو) جو شخص بدعت اور غیر مشکر پر اصرار کرے گا۔ اس کا کیا حکم ہوگا۔ صاحب مجمع الانہر نے اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ان المندوب یقلب مکروھا و خلافہ ان یواظب علی ترکہ

ترجمہ: بے شک کسی امر مستحب کو اس کے درجہ سے بڑھا دیا جائے یعنی اسے ضروری سمجھ لیا جائے اعتقاداً یا عملاً تو مکروہ ہو جاتا ہے (ج ۲ ص ۲۳۲) ایضاً فتاویٰ دار العلوم ج ۱ ص ۱۳۹ سوال ۱۳۰)

اللھم انت السلام ومنک السلام ولا الہ الا اللہ وغیرہ چند اذکار نماز کے بعد نفل کرنے کے متعلق فرماتے ہیں کہ ان اذکار کے نفل ہونے کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ البتہ ان اذکار کا نفل ہونا ثابت ہے لیکن ان اذکار کا نماز کے بعد ہونا ثابت نہیں ہے بلکہ ان اذکار کا نماز کے بعد ہونا بعض احادیث سے ثابت ہے۔ (ترجمہ) اول یہ ہے کہ ان اذکار کو نماز سے پہلے پڑھا کریں کیونکہ بعض فقہاء نے تحقیق ایسا ارشاد فرمایا ہے جو اوپر حضرات سے اس پر دلالت کرتے ہیں۔ اذکار الصلاۃ وھذا یفید الندب فیھا۔ اذکار بعد الصلاۃ حجۃ اللہ البالغہ ج ۲ ص ۱۴۹)

الغرض بہت سی احادیث میں وارد ہوا ہے کہ نفل نمازوں کے بعد ان کے پڑھنے کی فضیلت احادیث شریفہ میں وارد ہوئی ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ تسبیح اور اوراد وغیرہ نماز کے بعد پڑھے جائیں بلکہ ان میں سے بعض کا پڑھنا نماز کے بعد ہونا ثابت ہے اور اسی قدر کافی ہوگا۔

حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ظاہر آنست کہ افضل آنحضرت ﷺ ہم بریں نہج

وہ دعا تمام کی جو جمیع حوائج دینیہ و دنیویہ کو شامل ہو۔ (شرح نقایہ ۱/۲۹۳)

الحاصل اللّٰھم انت السلام الخ کے بعد دعا میں مداومت کرنا خلاف سنت ہے اور ترک مداومت پر کچھ حرج نہیں ہے کبھی کبھی پڑھ لیا کرے تو بھی کوئی حرج نہیں ہے اور اب اس کی کوئی اصل نہیں رہی ہے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے کہا ہے کہ یہ دعا نبی کریم ﷺ کے بعد آئمہ اربعہ اور ان کے بعد ہر ایک امام نے اپنے اپنے زمانہ میں ترک کر دی ہے (حجۃ اللہ البالغہ ۱/۱۵۲)

بعض لوگ اس دعا میں پڑھنے کی وجہ سے سنت کو بدعت کہہ دیتے ہیں یہ بات بھی غلط ہے (درمختار) اور شامی میں اس کو اقوی بتلایا ہے اور یہی تحقیق ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ تفصیل کے لئے دیکھئے "السفائن المرغوبۃ فی حکم الدعاء بعد المکتوبۃ" فقط واللہ اعلم بالصواب

نماز باجماعت کے بعد اردو میں دعا مانگنا

(سوال) نماز باجماعت کے بعد اردو میں دعا کرنا کیسا ہے؟ (المستفتی)

(الجواب) نماز باجماعت کے بعد دعا کرنے میں مضائقہ نہیں ہے اور اپنی زبان میں دعا کرنا افضل ہے لہٰذا اس کی عادت ڈالنی چاہئے۔ واللہ اعلم

دعا ماثورہ میں اضافہ

(سوال ۲۰۱) فرض نماز کے بعد التحیات بعد السلام وملک السلام وملک السلام مبارک یا ذوالجلال والاکرام۔ میں بعض امام وملک السلام کے بعد والیک یرجع السلام حیاتنا بالسلام وادخلہ دار السلام ہمارے علاقہ میں پڑھتے ہیں کیا یہ صحیح ہے؟

(الجواب) یہ زیادتی حدیث میں نہیں ہے اس لئے خلاف سنت ہے۔ حضرت علامہ عزیزی فرماتے ہیں کہ ملک سے بعد والیک یرجع السلام زیادتی کی گئی ہے یہ حدیث سے ثابت نہیں ہے اس سے بعض لوگوں کی ایجادات قبل تسبیح التحریر وحسبہ اللہ فی تصحیح التصانیح وتصاریف بعد قولہ وملک السلام من نحیو ربنا یرجع السلام فحیانا ربنا بالسلام وادخلہ دار السلام ذوالجلال والاکرام لما یاتی بعض القصاص وعوام الناس الخ شرح منظومۃ ج ۱ ص ۵۹ (یضعونہ علیہ محمد عبدہ مفتی : فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

فرض نمازوں کے بعد سنن ونوافل سے فارغ ہو کر فاتحہ پڑھنا (دعا مانگنا)

(سوال ۲۰۲) آنحضرت ﷺ نے نمازوں کے بعد دعا مانگنے کا طریقہ دیکھے ہوتے ہیں وہ یہ ہے کہ فرض نماز کے بعد امام اور مقتدی اکٹھے ہو کر سنن ونوافل سے پہلے ہی دعا مانگتے ہیں (مگر بارہ تراویح نہیں) مانگی جاتی ہیں۔ اس کے بعد سنن ونوافل مسجد میں یا گھر جا کر پڑھتے ہیں۔ ہم مقتدی تو کر لیتے ہیں۔ امام صاحب نہیں کرتے ہیں۔

(الجواب) یہ طریقہ جو بیان کیا گیا ہے کہ اللّٰھم انت السلام الخ وغیرہ دعا مانگی جاتی ہے پھر سنن وغیرہ پڑھتے ہیں کہ امام ومقتدی اکٹھے ہو کر اجتماعی دعا کرتے ہیں یہ ثابت نہیں ہے اور اس سے معمول کو بڑی تشویش ہوتی ہے اس طریقہ کو فرض کے بعد سنن ونوافل سے پہلے دعا کرنے کو ضروری سمجھا جاتا ہے یہ بڑے اہتمام والتزام اور

پابندی سے کیا جاتا ہے، کبھی ایسی نوبت نہ آنے دیں کہ ان کے ساتھ سختی کی جائے، بس اس طرح کا کچھ پڑھا ہوا کلمہ، کچھ طریقہ، کچھ عادت مثل آیت قرآنی یا حدیث یا فرعہ فالنصب والی یا کلک وغیرہ (آپ سب فارغ ہوں تو مجھ میں محبت کرنا، اپنے رب کی طرف ہی رغبت کرو) اور حدیث رسول ﷺ الدعاء مخ العبادۃ (دعا عبادت کا مغز ہے) پیش نظر ہیں اور پھر طریق ۱۲ (اللہ کریم فاجر، مضروب، پاپی، باغیہ و کہتے ہیں ان کے ساتھ جماعت سے فارغ کہتے ہیں ان کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے۔ ان دونوں میں مسائل سخت کون سا طریقہ ہے بتلایا جاوے"

(الجواب) مسئولہ ہیئت کہ جس طرح فرض نماز باجماعت سے پڑھی جاوے بھی جماعت کے ساتھ کئی جائے گی نام اقتدی سب مل کر ادا کریں اور اس طرح سنتیں اور نفلیں الگ الگ پڑھی جاویں وہ بھی الگ الگ پڑھیں۔

یہ صورت مسئولہ میں دونوں طریقوں میں سے پہلا طریقہ مسنون اور صحابہ کرام سے ثابت ہے دوسرا طریقہ خلاف سنت ہے اصل مقصد جماعت اور باہمی میل ہے۔ الگ الگ سنتیں اور نفل پڑھنے کے بعد سب کا اکٹھا ہو کر اجتماعی دعا مانگنا آنحضرت ﷺ سے کسی عمل اور فرمان سے ثابت ہے نہ صحابہ کرام سے ثابت ہے نہ صحابہ کرام تابعین تبع تابعین اور ائمہ دین میں سے کسی نے قول عمل سے ثابت ہے آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام اور سلف صالحین (رضی اللہ عنہم) کا طریقہ یہ تھا کہ فرض نماز جماعت سے ادا فرماتے تھے باقی جماعت کے ساتھ امام اور مقتدی سب مل کر اجتماعی دعا مانگا کرتے تھے اور پھر سنتیں اور نفلیں الگ الگ پڑھا کرتے تھے تو دعا بھی الگ الگ مانگا کرتے تھے۔ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ کی عادت شریفہ یہ تھی کہ سنن گھر پر پڑھتے تھے اور صحابہ کو بھی یہی ہدایت فرماتے ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ نے مسجد نبوی میں نماز مغرب ادا فرمائی۔ نماز کے بعد جماعت میں شریک ہونے والے مسجد میں سنتیں اور نفلیں پڑھ رہے تھے۔ فرمایا یہ نمازیں اپنے گھر میں پڑھتے کیوں ہیں (ابوداؤد، ابوترمذی و نسائی) (مشکوٰۃ شریف ص ۱۰۵)

پھر بعض جب یہ عادت ہے کہ آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام گھر پر سنتیں پڑھ کر آتے تھے اور مسجد میں جماعت کے ساتھ فرض نماز ادا فرماتے تھے تو جماعت ختم ہونے کے بعد مسجد میں سنتیں گھر جا کر پڑھنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ کہ سنتیں گھر میں پڑھ کر دوبارہ مسجد میں آتے ہوں اور جماعت کے ساتھ دعا مانگا کرتے تھے۔ دعا مانگنے کے بعد واپس گھر مسجد میں آتے تو ظاہر کرنا واقعہ یہ ہے کہ کبھی کسی مصلحت یا ضرورت کی وجہ سے آنحضرت ﷺ کو مسجد میں سنتیں پڑھنے کا اتفاق ہوا تب بھی آپ ﷺ نے مقتدیوں کے ساتھ مل کر دعا نہیں فرمائی بلکہ آنحضرت ﷺ سنتوں میں مشغول رہتے اور مقتدی اپنی اپنی نمازوں سے فارغ ہو کر آنحضرت ﷺ کی فراغت کا انتظار کرتے تھے پھر ایک ایک کر کے چلے جاتے

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ بعد نماز مغرب سنتوں میں اتنی طویل قراءت فرماتے تھے کہ مسجد میں سنت پڑھا جاتا تھا (ابوداؤد ج ۱ ص ۱۹۱ باب رکعتی المغرب این تصلیان) کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یطیل القراءۃ فی الرکعتین بعد المغرب حتی یقول القائل لقد نسی لقد نسی من طول القراءۃ فیھما

اور حضرت ابن عباس بیان فرماتے ہیں کہ ایک شب میں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا

(۱) عن کعب بن عجرۃ قال قیل یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ای مسجد بنی عند اللہ افضل قال مسجد قباء قلت صلوتھم و کم یبعد من ھذا فقال صلوۃ فیہ کعمرۃ (ترمذی باب الفضل فی المشی الیھا)

[illegible] (۲۰۱ باب التطوع في المسجد)

[illegible] ہے اس کو ان کی [illegible] ہے اس نے کہ قبولیت عمل کے لئے ایک ضروری شرط یہ بھی ہے کہ وہ [illegible] خالص للہ ہو۔ لیبلوکم ایکم احسن عملا کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ لا یعمل اذا کان خالصا عن الشوائب لم یقبل وکذلک اذا کان صوابا غیر خالص لم یقبل ولم یجعله الله والصواب ان یکون علی السنة (یعنی جو عمل خالص (خالص خدا کے لئے) اور صواب (سنت کے مطابق) ہو وہ قبول نہیں ہوتا اس طرح جو عمل صحیح (طریق سنت کے مطابق) خالص نہ ہو وہ بھی قبول نہیں ہوتا۔ پس مقبول وہی عمل ہے جو خالص اور صواب یعنی سنت کے مطابق ہو۔ (تفسیر کبیر ج ۸ ص ۲۳۳) (۱) [illegible] ۲۰۱۰ء

[illegible] ان قال ان [illegible] ان [illegible] ان [illegible]

مطلب یہ کہ جیسا دوستا کیا ہے ایسا ادا کرا کر اپنی طرف سے ادا کرا۔

(۲) خلاف پیمبر کسے رہ گزید
کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

جو شخص پیغمبر ﷺ کے الٹی راہ اختیار کرے گا وہ کبھی منزل مقصود پر پہنچ نہ سکے گا۔

(۳) بمدار سعدی کہ راہ صفا
تواں یافت جز بر پے مصطفیٰ ﷺ

سعدی۔ اپنا گمان ہرگز نہ کرنا کہ آنحضرت ﷺ کی پیروی اور آپ ﷺ کے نقش قدم پر چلے بغیر صراط مستقیم اور سعادت کا راستہ پا سکو گے۔

حضرت ابوالدرداء جلیل القدر تابعی ہیں وہ فرماتے ہیں علیکم بالامر الاول الذی کانوا علیہ قبل ان یفترقوا (تم پر وہ پہلا طریقہ لازم ہے کہ جس پر اس کی امت کے لوگ پھوٹ پڑنے سے پہلے متفق تھے۔) (تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۴۰۰)

حضرت امام اوزاعی فرماتے ہیں۔ اصبر نفسک علی السنۃ وقف حیث وقف القوم وقل بما قالوا وکف عما کفوا عنہ وسلک سبیل سلفک الصالحین۔ فان یقیک اللہ بک ما وسع سلفک (اپنے آپ کو سنت پر جمائے رکھو جہاں قوم (صحابہ) ٹھہر گئی تم بھی ٹھہر جاؤ۔ جو ان بزرگوں نے فرمایا وہی تم بھی کہو۔ جس کے بیان سے وہ حضرات رک گئے تم بھی رک جاؤ اور تمہیں چاہئے کہ اپنے سلف صالحین کے راستہ پر چلتے رہو۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۴۰۰)

حضرت علامہ ابن النجار کا فرمان ہے فنحن متبعون لا مبتدعون فحیث وقف سلفنا وقف خلفنا ہم سلف صالحین (صحابہ و غیرہم) کی پیروی کرنے والے ہیں ایجاد کرنے والے نہیں ہیں تو جہاں ہمارے سلف ٹھہر گئے ہم بھی ٹھہر جائیں گے۔" (الطحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۳۵۴)

اسی لئے سورج گرہن کی نماز باجماعت پڑھی جاتی ہے کہ ثابت ہے اور چاند گرہن کی نماز الگ الگ پڑھی جاتی ہے کہ جماعت ثابت نہیں ہے۔

عیدالاضحیٰ کے روز عید گاہ آتے جاتے زور سے تکبیر پڑھتے ہیں کہ ثابت ہے اور عیدالفطر میں آہستہ آہستہ پڑھتے ہیں کہ زور سے پڑھنا ثابت نہیں ہے۔ جمعہ کی نماز کے لئے دو اذانیں اور ایک اقامت کہی جاتی ہے کہ ثابت ہے اور عید کے لئے نہ اذان کہی جاتی ہے نہ اقامت کہ ثابت نہیں ہے۔

نماز تراویح رمضان میں کچھ لوگ باجماعت پڑھتے ہیں کہ ثابت ہے اور عیدالفطر کا چاند دیکھتے ہی الگ الگ پڑھنے لگ جاتے ہیں کہ جماعت ثابت نہیں ہے۔ اسی طرح فرائض کے بعد امام و مقتدی مل کر اجتماعی دعا کرتے ہیں کہ ثابت ہے اور سنن وغیرہ منفرداً پڑھ کر دعا بھی منفرداً (تنہا تنہا) مانگ لیتے ہیں کہ جماعت سے ثابت نہیں ہے۔ اس میں کیا خطا ہے؟

الغرض سوال میں جو دوسرا طریقہ بیان کیا گیا ہے اس کو اسرو یقی سمجھنا اور سنت کی طرح تھا سمجھنا یہ ان کی اپنی طرف سے کمی بیشی کرنے کے مرادف ہے جو بالکل ناجائز اور گناہ ہے امیر المومنین حضرت علیؓ نے عید کے روز عید کا دس بیوں نماز سے پہلے ایک آدمی کو نفل نماز پڑھتے دیکھا تو سختی سے منع کیا کہ اے امیر المومنین اللہ تعالیٰ نماز پڑھتے

[illegible] (۱۲۱ ص ۲۹)

حضرت امام مالک فرماتے ہیں کہ [illegible] میں نے [illegible] حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا کام خدا تعالیٰ کی [illegible] اور [illegible] کی [illegible] ہے [illegible] الیوم اکملت لکم دینکم (آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا) تو جو کام حضور ﷺ کے زمانہ میں دین میں شامل نہیں تھا (جس کو آج کل بدعت کہا جاتا ہے) وہ بھی اس زمانہ میں دین میں شامل نہیں ہو سکتا۔ فما لم یکن یومئذ دینا فلا یکون الیوم دینا (الاعتصام ج ۱ ص ۶۴)

غرض کوئی بھی نیا کام جس کی اصل حضور ﷺ کے زمانہ میں نہ ہو [illegible] کرنا [illegible] ہے اور [illegible] کی [illegible] کے [illegible] کی [illegible] ہے [illegible] کا [illegible] ہے [illegible] ہو جائے گا اور [illegible] ہو جائے گا [illegible] ہو جائے گا [illegible] ہو جائے گا

دیکھئے ان آیات کے پڑھنے میں کوئی امر خلاف شرع یا قابل مواخذہ بات نہیں ہے مگر پڑھنے کا طریقہ اور اس کا التزام خلاف سنت جماعت اور بدعت سیئہ قبیحہ جلیلہ اقدح سخافی نے اس کو بدعت ہونے کا فتویٰ دیا۔

اسی لئے امام شاطبی فرماتے ہیں ان عبادات میں تخصیص کیفیات اور تخصیص حریق اور اوقات مقرر کرنا جو شریعت میں وارد نہیں ہیں بدعت اور ناجائز ہے (اعتصام ج ۱ ص ۱۲۳)

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ ہر وہ کام جس سے متعلق ہے حب شریعت ان طرف سے ترغیب نہ ہو اس کی ترغیب اور اس کا دوام خصوصاً ہر سال کا وقت مقرر کرنا البتہ حاجت سیئہ لازم بگڑ جائے اور مخالفت سخت حرام ہے۔ (منہ قرآنی عربی ص ۹۹ کولان ذکر الله تعالی انما فضیلته التخصیص بوقت دون وقت اولشی دون شی لم یکن مشروعاً حیث لم یرد الشرع به لانه خلاف المشروع (بحر الرائق ج ۲ ص ۱۵۹ باب العیدین تحت قوله غیر مکتوبة ومثل لها)

اور حضرت امام قطب فرماتے ہیں کہ کسی عبادت کو خاص کرلینا کسی وقت یا کسی جگہ کے ساتھ جس سے شریعت نے نہیں کیا ہے یا کچھ کہنے سننے کے ساتھ اس کو خاص کرنا اس کو قید لگانا حرام ہے۔"

اسی نے فتاویٰ میں فرماتے ہیں نماز تراویح سنت ہے رمضان کی ہر رات میں اور افضل یہ ہے کہ تنہا تنہا گھر میں پڑھے اور مسجد میں جماعت کرنا مکروہ ہے مسجدوں میں جمع ہونا اور بیچ میں کچھ کہنا سننا سنت سے ثابت نہیں ہے (وعن ابی حنیفة رضی الله عنهم وهو المصدوق بالحدیث الصحیح علیه افضل الصلوٰة والسلام انه قال اربعة عشر من شعائر الاسلام فیما ورد به الاحادیث وذکرها فی الترغیب والترهیب مفصلة والمواظبة علی اجراء السنن فیها وعاقره الا سنیعاب ویحرم ان یرد خلافه ویکره الاجتماع علی احیاء لیلة من هذه اللیالی فی المساجد (بحر الرائق ج ۲ ص ۵۲ باب الوتر والنوافل تحت قوله وندب الاربع قبل العصر الخ)

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی فرماتے ہیں "قریب ہزار افسوس بعضے ہر بدعت کہ در ماہ رمضان ظاہر موجود نیست مردم ایں طریقہ علیہ احداث نمودہ اند و نماز تراویح را بجماعت میگزارند۔ اطراف و جوانب درآ نوخت مردم بار برائے نماز تراویح جمع می کردند و جمعیت تمام ازاں نمایند و ایں نکتہ مروہ است کہ ذکر آں تحریر یافت (مکتوبات امام ربانی دفتر ۳ مکتوب نمبر ۱۲۷) (ترجمہ) افسوس ہزار افسوس کہ جن بدعات کا دو سو برس بزرگوں کے سامنوں میں بالکل وجود نہیں ہے ان تعلیم الشان طریقہ (نقشبندیہ) میں پیدا کردی گئی ہیں اور نماز تراویح جماعت سے پڑھتے ہیں اس وقت آس پاس کے لوگ جمع ہو کر تراویح پڑھتے ہیں اور بڑی جماعت سے پڑھتے ہیں اور یہ مکروہ ہے ذکر بھی کر دیا ہے تحریر کی۔"

دیکھئے نماز تراویح اکیلے پڑھنے کے بجائے جماعت سے پڑھنے کا دستور بنا لیا گیا تو امام ربانی نے سخت ممانعت فرمائی اور اس کو مکروہ تحریمی لکھ دیا۔

متن واصل کے بعد استدلال کرنے کے ثبوت کے لئے آیت قرآنی فاذا قرأت فاستعذ اور حدیث (اعدعا مثل العبارة اعیش کر) جہالت کی دلیل ہے اور کہنے والے کو کون مشورہ دے سوائے دشمن کے۔ اتفاقی طور پر دعا مانگنے کے متعلق ہے اس کے لئے آیت قرآنی اور حدیث صحیح تو درکنار حدیث ضعیف بھی پیش کرنا

کر لیتے ہیں۔ بعض علماء نے اس کو بدعت قرار دیا ہے۔ علامہ شامی نے لکھا ہے کہ ہمارے زمانہ میں لوگوں نے اس کو لازم سمجھ لیا ہے اس لیے مکروہ ہے۔

ایسے بے اصل اور بے دلیل امور سے بچنا چاہیے۔ اس طریقہ کا التزام کرنا جس کو عوام سنت اور ضروری سمجھنے لگیں بدعت ہے۔ اس سے بچنا چاہیے۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "بدعت وہ طریقہ ہے جو دین میں ایجاد کیا جائے اور شریعت سے اس کی کوئی اصل نہ ہو۔ نہ اس کی کوئی دلیل ہو۔ نہ اس کا کوئی ثبوت ہو۔ اگرچہ بعض بدعتیں ایسی ہیں کہ ان کی برائی کتاب و سنت سے ظاہر ہے۔ اور بعض بدعتیں ایسی ہیں کہ ان کی برائی کتاب و سنت سے ظاہر نہیں ہوتی بلکہ بعض بدعتیں تو ایسی ہیں کہ ان کی اچھائی کتاب و سنت سے ظاہر ہوتی ہے۔ اس لیے ان کو بدعت حسنہ کہتے ہیں۔ مگر حقیقت میں وہ بدعت نہیں ہوتیں۔ بلکہ سنت ہوتی ہیں۔ اس لیے کہ ان کی اچھائی کتاب و سنت سے ظاہر ہوتی ہے۔ اس لیے ان کو بدعت حسنہ کہنا درست نہیں ہے۔ بلکہ ان کو سنت کہنا چاہیے۔ اس لیے کہ بدعت کی تعریف یہ ہے کہ جس کی برائی کتاب و سنت سے ظاہر ہو۔ اور جس کی اچھائی کتاب و سنت سے ظاہر نہ ہو۔ اس کو بدعت کہتے ہیں۔ اور جس کی اچھائی کتاب و سنت سے ظاہر ہو۔ اس کو بدعت کہنا درست نہیں ہے۔ بلکہ

سے جوا پھینکی جائیں پوری احتیاط برتو اور ان سے قطعاً الگ رہو کیونکہ ہر ایسا کرنا فعلِ بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۳۰ باب الاعتصام)

یہی وجہ تھی کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ان کے نقشِ قدم پر چلنے والے سلف صالحین کسی ایسی چیز کو برداشت نہیں کرتے تھے جو سنت رسول اللہ ﷺ سے عاری ہو خواہ وہ بظاہر معمولی فعل معلوم ہوتا ہو۔ منہ۔

حضرت عمارہ بن رویبہ نے بشر بن مروان کو خطبہ میں ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے ہوئے دیکھا تو بددعا فرمائی کہ خدا قبر کرے ان دونوں چھوٹے چھوٹے کالے ہاتھوں کو۔ پھر فرمایا۔ آنحضرت ﷺ کو بھی خطبہ دیتے ہوئے میں نے دیکھا ہے۔ حضرت عمارہ نے انگشت شہادت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ آنحضرت ﷺ کبھی بھی اس سے زیادہ نہیں کیا کرتے تھے یعنی ہاتھوں کو حرکت نہیں دیا کرتے تھے بلکہ ضرورت ہوتی تھی تو انگشت شہادت سے اشارہ فرمایا کرتے تھے۔ (ترمذی شریف ج ۱ ص ۶۸ باب ماجاء فی کراھیۃ رفع الایدی علی المنبر)

حضرت عبداللہ بن مغفل نے صاحبزادے نے نماز میں سورۂ فاتحہ کی ابتدا میں بسم اللہ زور سے پڑھی تو حضرت عبداللہ بن مغفل نے فرمایا بیٹا! بدعت ہے اس سے احتیاط برتو۔ بدعت کے پاس بھی مت جاؤ صحابہ میں سے کسی کو بھی بدعت سے زیادہ دوسری کسی چیز سے بغض رکھتے ہوئے میں نے نہیں دیکھا (ترمذی شریف ج ۱ ص ۳۳ باب ماجاء فی ترک الجھر ببسم اللہ الرحمن الرحیم)

میں نے آنحضرت ﷺ پھر حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے پیچھے نمازیں پڑھی ہیں ان میں سے کسی کو بھی بسم اللہ زور سے پڑھتے ہوئے نہیں سنا (ترمذی شریف ج ۱ ص ۳۳ باب ماجاء فی ترک الجھر ببسم اللہ الرحمن الرحیم)

حضرت امام نافع فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمر کے سامنے ایک شخص کو چھینک آئی اس نے کہا الحمد للہ والسلام علی رسول اللہ حضرت عبداللہ نے فوراً کہا۔ والسلام علی رسول اللہ انی زیادتی کو اچھا نہیں فرمایا اور ارشاد فرمایا آنحضرت ﷺ نے اس طرح پڑھنے کی تعلیم نہیں دی آپ نے (صرف) الحمد للہ علی کل حال پڑھنے کی تعلیم دی ہے۔ (ترمذی باب مایقول العاطس اذا عطس ج ۲ ص ۱۰۳)

حضرت ابو مالک الاشجعی فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد طارق سے پوچھا کہ آپ نے رسول خدا ﷺ، حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کے پیچھے نماز پڑھی ہے؟ کیا یہ حضرات نماز صبح میں دعا قنوت پڑھتے تھے؟ جواب دیا کہ "بیٹا" بدعت ہے۔ (ترمذی شریف ج ۱ ص ۵۳ باب فی ترک القنوت) (نسائی شریف ج ۱ ص ۱۳۶)

ایک بنیادی نکتہ جو کبھی فراموش نہ ہونا چاہیے:

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سچے حق ہیں۔ ان کے جذبات اور کیفیات سراپا منتظیم کے مقدس نشانات اور ان کا عمل تصویریں ہیں۔ کیونکہ دین حق کے بانی حضرت حق جل مجدہ نے اپنے کلام پاک میں شہادت دی ہے کہ یہی ہیں راہ راست پر۔ اولئک ھم الراشدون (سورہ حجرات ع ۱) یہی ہیں وہ پاک نفوس

کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں ایمان کی محبت کوٹ کوٹ کر بھر دی ہے۔ ایمان کو ان کے دلوں میں سجا دیا ہے۔ کفر فسق اور معصیت سے بہت سخت اور شدید نفرت ان کے اندر پیدا کر دی ہے (سورۂ حجرات ۴۹) پرہیز گاری پر ان کو پختہ کر دیا ہے۔ کلمۂ تقویٰ ان کے لئے لازم کر دیا ہے اور ان پر چسپاں کر دیا ہے۔ یہ تقویٰ اور پرہیز گاری کے سب سے زیادہ مستحق اور ان کے اہل ہیں۔ سورہ فتح ۴۸

غور فرمایئے اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر شہادت کس کی ہو سکتی ہے۔ ان شہادتوں کا بار بار مطالعہ کیجئے اور پھر فیصلہ کیجئے کہ جب یہ کام خلاف سنت عمومی بات کو بھی بدعت فرما دیتے ہیں اور بدعت سے اتنی نفرت کرتے ہیں کہ کسی چیز سے اتنی نفرت نہیں کرتے تو ایک صاحب ایمان کے لئے کہاں گنجائش نکلتی ہے کہ وہ کسی بدعت کو اختیار کرے اور اس کو خلیفہ رسول (معاذ اللہ) بلکہ حقیقت یہ ہے کہ بدعت سے نفرت حب صحابہ کی علامت ہوتی اور جس قدر صحابہ کرام سے زیادہ محبت ہوتی اتنی ہی زیادہ بدعت سے نفرت ہوگی۔ حق تعالیٰ اپنے حبیب کے ہر پیارے سے ایسی اچھی سمجھ، سنت کی حقیقی محبت اور بدعت سے حقیقی نفرت عطا فرمائے آمین۔ صلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد و آلہ واصحابہ اجمعین

نماز کے بعد اجتماعی طور پر بآواز دعا مانگنا:

(سوال ۳۲) کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ فرض نمازوں کے بعد امام کے ساتھ مقتدیوں کا اجتماعی حیثیت سے بآواز دعا مانگنا کسی صحیح یا ضعیف حدیث یا کسی دلیل سے ثابت ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا (از بلند دیش) (الجواب) فرض نمازوں کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا میں ہاتھوں کا اٹھانا متقول اور ثابت ہے۔ اخیر کے بزرگوں میں محدث حضرت سید محمد صدیق رحمت اللہ چیرکوٹی ثم الدلہری رحمہ اللہ نے غیر مقلدین کے اعتراضات کے جواب میں چند رسائل لکھے ہیں۔ مجھ کو ان کے ایک رسالہ "ترتیب المسائل علی اولی الدلائل" کے آخر میں خاص اسی موضوع پر ایک لمبی فکر فرمایا ہے جس پر بڑے بڑے علمائے کرام مقلدین و غیر مقلدین کے تصدیقی دستخط ثبت ہیں، اس کو ذیل میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔ فالحمد للہ علی ذلک

(عبارت مولانا سید محمد صدیق رحمت اللہ صاحب محدث دلہری اپنے رسالہ کے اختتام پر اداری عنوان قائم فرماتے ہیں:۔

"اب میں رسالہ کو ختم کرتا ہوں ایک ضروری مسئلہ کثیر الوقوع پر اور وہ مسئلہ بعد نماز کے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کا ہے جس کو علمائے احناف اور غیر مقلدین بالاتفاق تسلیم کرتے ہیں اور سب نے اپنے اپنے دستخط ثبت کر کے دیئے اور مستحب ثابت کر دیا ہے وہ مسئلہ اب بالتفاق پیش کرتے پیش نظر ناظرین ہے، لیکن ہوں، چونکہ وہ زبان فارسی میں ہے اور عوام اس کو سمجھتے ہیں لہٰذا میں کو ترجمہ اردو میں نقل کر دیا ہے تاکہ سمجھنے میں دقت نہ ہو اور اس کا اجر اللہ سے چاہتا ہوں۔ حسبنا اللہ ونعم الوکیل نعم المولیٰ ونعم النصیر"

استفتاء:۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ دونوں ہاتھوں کو اٹھا کر دعا میں جو احادیث

(الجواب) کما فی حدیث وارد ہے ... حافظ ابو بکر محمد بن اسحاق بن ... نے کتاب عمل الیوم واللیلۃ میں کہا ہے۔ حدثنی احمد بن الحسن حدثنا ابو اسحق یعقوب بن خالد بن یزید الباسانی حدثنا عبد العزیز بن عبد الرحمن القرشی عن حفص عن انس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال من عن عند بسط کفیہ فی دبر کل صلوۃ ثم یقول اللھم الٰھی والہ ابراھیم واسحاق ویعقوب والہ جبریل ومیکائیل واسرافیل استلک ان تستجیب دعوتی فانی مضطر وتعصمنی فی دینی فانی مبتلی وتنالنی برحمتک فانی مذنب وتنفی عنی الفقر فانی مسکین الا کان حقا علی اللہ عزوجل ان لا یرد یدیہ خائبتین (کذا فی ...) اس روایت کی نسبت میر عبد العزیز بن عبد الرحمن ... ہے اور وہ متکلم فیہ ہے۔ ... میزان الاعتدال وغیرہ میں مصرح ہے تو ... کہ حدیث ضعیف ثابت استحباب کے لئے کافی ہے چنانچہ ان ... کتاب الجنائز میں للتحیۃ ... ولا مستحب یثبت بالضعیف غیر السوھو ع انتہی۔ واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ... محمد عبد الحی نحمدہ واللہ عن ذبہ الحلی والحفی (ابو الحسنات محمد عبد الحی ۲۱ ۱۲ ۹۲) (محمد سعد اللہ)

یہ جواب صحیح اور ... کے موافق ہے اور ... کیا گیا ہے اس کی ... حدیث جس کو ابو بکر بن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں روایت کیا ہے ... عن وائل حجر سے وہ اپنے باپ سے قال صلیت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الفجر فلما سلم احرف ورفع یدیہ ودعا الحدیث یعنی ثابت ہوا جواز ... کے ہاتھوں کا اٹھانا نماز میں سوائے ... کے اتباع ... سے چنانچہ ... پر پوشیدہ نہیں ہے۔ حررہ السید شریف حسین عفا اللہ عنہ فی الدارین (سید شریف حسین ۲ ۹۸) (حسب اللہ حفیظ اللہ) (محمد عبد الرسول) (سید احمد حسین ۱۲ ۸۲) (سید محمد نذیر حسین ۱۲ ۸)

جیسا کہ حدیث سے ... جواب میں مذکور ہوئی ... رفع یدین بعد نماز کے ... اس طرح اس حدیث سے ... نماز جنازہ کی میں مرقوم ہوا اس سے بھی ثابت ہے۔ حدثنا ابو بکر بن ابی شیبہ ثنا شبابۃ بن سوار ثنا شعبۃ حدثنی عبد اللہ بن سعید عن النبی بن انس عن عبد اللہ بن رافع بن العصباء عن عبد اللہ بن الحارث عن المطلب یعنی ابن ابی وداعہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلوۃ الثانی مثنی مثنی وتشھد فی کل رکعتین وتباس وتمسکن وتقنع وتقول اللھم اعطنی فمن لم یفعل ذلک فھی خداج قولہ تقنع من باب الافتعال ای ترفع یدیک بعد الصلوۃ وقت الدعاء ۲ .

تحریر ... و مرشدنا حاجی الحرمین الشریفین المھاجر فی سبیل اللہ تعالی محمد اسحاق المشھور فی الآفاق المحدث الدھلوی مولدا والمکی مضجعا غفر اللہ لہ ولوالدیہ طاب اللہ ثراہ وجعل الجنۃ مثواہ کی وسمہ حدیث الدعاء تقنع یدیک ای ترفعہما (نہایۃ الجزری) ومنہ

حدیث الدعاء قتح یدیک ای ترفعهما الی الله بالدعاء (مجمع البحار) لیکن اس حدیث کی سند میں عبداللہ بن نافع بن العمیاء ہے اور یہ مجہول ہے چنانچہ تقریب میں مرقوم ہے مجہول من الثالثۃ لیکن بہالت راوی سے حدیث موضوع نہیں ہوتی ہے البتہ ضعیف ہوتی ہے اور عمل کرنا حدیث ضعیف کے ساتھ فضائل اعمال میں جائز ہے اللہ تعالیٰ چنانچہ عامل قاری نے رسالہ فضل شعبان میں لکھا ہے۔ قلت جهالة بعض الرواة لا تضر حيث كون الحديث موضوعا كما ذكرنا الا فاضل فينبغي ان يحكم بانه ضعيف ثم يعمل بالضعف في فضائل الاعمال فقط اور قضے احکام عمل بحدیث ضعیف جائز ہے حنفیوں کے نزدیک اس وقت کہ اس میں احتیاط ہو چنانچہ شامی میں مسطور ہے قال السيوطي ويعمل به ابتداء في الاحكام اذا كان فيه احتياط اور جب کہ ترغیب دین وقت دعا کے مطلقاً حدیث صحیح سے ثابت ہے لہذا عمل کرنا حدیث ضعیف مذکور کے ساتھ جائز ہے اور جس وقت اعتقاد سنت عمل کا نہ ہو بلکہ اتفاق کا ہو تو بھی عمل حدیث ضعیف کے ساتھ جائز اور صحیح ہے لیکن شرط یہ ہے کہ حدیث ضعیف شدید ضعیف نہ ہو یعنی کذاب او متهم بالكذب نہ ہو چنانچہ دیوبند میں مذکور ہے۔ شرط العمل بالحديث الضعيف عدم شدة ضعفه وان يدخل تحت اصل عام وان لا يعتقد سنية ذلك الحديث اور شرح میں مسطور ہے۔ شديد اضعف هو الذي لا يخلو طريق من طرقه عن كذاب او متهم بالكذب قاله ابن حجر اور شامی میں ہے ان سنیۃ العمل پس اس سے معلوم ہوا کہ عمل کرنا حدیث ضعیف مذکور کے ساتھ استحباب ثابت کرنے کے لئے جائز ہے اس اساس کر حدیث ضعیف سے استحباب ثابت ہوتا ہے۔ بنابریں مجیب نے اپنے جواب میں لکھا ہے۔ فقط۔ واللہ اعلم بالصواب۔

محمد عالم گنگوہی عفی عنہ ۱۲۸۳ھ (از ترجیب المسائل علی الفتوی المسائل ص ۲۲، ۲۳، ۲۴)

عید کی نماز کے بعد دعا کرنا

(السوال ۳۵) ہمارے گاؤں میں ہمارے ہم وطن ایک عالم اور حافظ فریضہ سے آئے ہیں رمضان المبارک میں جامع مسجد میں بیٹھ کر نماز تراویح پڑھاتے رہے۔ عید کی نماز بھی انہوں نے پڑھائی، فریضہ کے دستور کے موافق عید کے خطبہ کے بعد منبر سے اتر کر بیٹھے اور دعا کرنا شروع کی، اس اثناء میں گاؤں کے ایک سادی صاحب غصہ میں بھر کر منبر پر آ بیٹھے اور امام صاحب سے کہا کہ اٹھ کر دعا مانگ، مگر انہوں نے دعا جاری رکھی اور جلد ختم کر دی، اس کے بعد سادی صاحب نے کہا کہ عید کی نماز کے بعد حضور اکرم ﷺ نے دعا فرمائی ہے خطبہ کے بعد آپ نے دعا نہیں کی لہذا یہ بدعت ہے، اس پر بجائے عید کی خوشی اور مسرت کے بڑا فساد اور کدورت کی فضا پیدا ہو گئی، کچھ لوگوں نے کہا کہ سب کے سامنے اس طرح توہین آمیز لہجہ میں کہنے کی ضرورت نہیں تھی، بعد میں تنہائی میں یا علماء کی مجلس میں کہتے، الحاصل ان کا یہ طریقہ سزاوار ہے یا نہیں؟ مشرح بدایات اس مسئلہ میں کیا ہے؟ جواب مدلل فرما کر مشکور فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

(الجواب) حوالہ موفق للصواب۔ ہمارے اکابر عید کے موقع کی مستقل اجتماعی دعا کے متعلق مختلف الرائے ہیں بعض اس کے ثبوت کے قائل ہی نہیں چنانچہ امام المحققین علامہ ابو الحسنات مولانا عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ روایات حدیث سے اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نماز عید سے فراغت کر کے خطبہ پڑھتے تھے اور

اس کے بعد معانقت فرماتے تھے (دونوں کو لیتے تھے) اور بعد نماز بالعد خطبہ کے دعا نہ فرماتے تھے ثابت نہیں اور ان طریق صحابہ کرام اور تابعین عظام سے اس کا ثبوت نظر سے نہیں گذرا (مجموعہ فتاویٰ قدیم ج ۱ ص ۳۰۰)

رئیس المحدثین حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

"قول حضرت مصنف ہم بھی عرصہ تک حیض کی حالت میں عیدگاہ کی طرف نکلتی رہی ہیں اور عورتوں نے بھی کہیں اور ان کی دعاؤں میں شریک ہوتی رہی ہیں۔ اس سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ عید کے بعد دعا ہوتی تھی اس میں پانچ وقت نماز کے بعد ہوتی ہے اور اس بارے میں طحاوی نے مسلک واستدلال صحیح نہیں لیا ہے۔ استدلال کی صحیح شکل اس وقت ہوتی ہے۔ جہاں تک میرے موقع تتبع میں ہے کوئی دوسری بات موجود نہ ہو اور یہاں دوسری صورت موجود ہے عید کی نماز تو سال تک ہوتی رہی (اہل الحجاز نمازیں پڑھتی) کسی نے بھی نماز کے بعد دعا نقل نہیں کی پھر امام طحاوی نے کس دلیل کے بعد دعا ثابت ہے۔ یہاں خاص عید کی نماز کے بعد دعا ثابت نہیں کر سکتے۔ رہی قوت دوسرے یہ کہ یہاں (عید کی نماز میں) نماز و خطبہ کا تعاقب مطلوب ہے اس لئے ان کے درمیان دعا نہ ہونی چاہئے (کیونکہ اس سے نماز و خطبہ میں انقطاع اور فصل لازم آتا ہے) اور حدیث میں جو وارد دعا وغیرہ ہوا ہے اس میں دوسری نماز کا ذکر ہے اس سے مراد وہ اذکار ہیں جو خطبہ اور وعظ و نصیحت کے ضمن میں ہوتے ہیں، کیونکہ دعا وغیرہ عام ہے (فیض الباری ج ۱ ص ۴۰۳) (الورد الشذی ص ۲۲۱) (انوار الباری شرح صحیح بخاری ج ۱۰ ص ۹۰-۹۱)

اور امام العصر حضرت مولانا سید محمد انور شاہ صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

"بعد نماز عید کے دعا مانگنا نبی علیہ السلام اور ان کے اصحاب اور تابعین اور تبع تابعین رضی اللہ عنہم اجمعین سے منقول نہیں اور اگر ان حضرات نے بھی دعا مانگی ہوتی تو ضرور نقل کی جاتی لہٰذا غرض اتباع دعا نہ مانگنے سے بہتر ہے۔" (انعم الفقہ ج ۱ ص ۱۷۱)

اور مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب رحمہ اللہ نے فتویٰ دے دیا کہ دعا کی اجازت معلوم ہوتی ہے مگر آپ تعین دعا کے ثبوت کے قائل نہیں ہیں فرماتے ہیں۔ "عید کے بعد دعا مانگنے کی اصل تو ثابت ہے مگر تعین موقع کے ساتھ ثبوت نہیں کہ نماز کے بعد یا خطبہ کے بعد دونوں موقعوں میں سے کسی ایک موقع پر (نماز کے بعد یا خطبہ کے بعد) دعا مانگنے میں منفرد نہیں ہے۔" (کفایت المفتی ج ۳ ص ۲۵)

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ فرماتے ہیں۔ "واقعی بعد نماز عید یا خطبہ دعا مانگنا بالخصوص منقول نہیں دیکھا گیا اور اس سے استدلال تام نہیں ہے کیونکہ اس میں کسی عمل کی تصریح نہیں کی یہ دعا اس وقت ہوتی ہے پھر عمل تو اس میں ان کے سوے پر استدلال کرنا ظاہر ہے کہ غیر تام ہے ممکن ہے کہ یہ دعا بعد صلوٰۃ جو نماز کے اندر یا خطبہ کے اندر عام صیغوں سے کی ہوتی ہے تو سب مسنونوں کو شامل ہوتی ہے اور مامورین پر اس کے برکات اول نازل ہوتے ہیں) لیکن بالخصوص منقول نہ ہونے سے حکم استحباب کا بھی مشکل ہے کیونکہ عبادات خصوصی کے فضیلت و بعد اصلوٰۃ ثابت ہے پس ان عمومات میں اس کے داخل ہونے کی گنجائش ہے اور اگر کوئی شخص بالخصوص منقول نہ ہونے کے سبب اس کو ترک کرے تو اس پر بھی ملامت نہیں۔ بہرحال یہ مسئلہ ایسا مستحب بالشان نہیں ہے جو اس جانب میں توسع ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۱ ص ۵۰۲ باب صلوٰۃ العیدین)

[illegible] ہوتا ہے [illegible]

(۱) نماز عید کے بعد کوئی مخصوص دعا ثابت نہیں ہے اس لئے اس کے بعد دعا کی جائے یا نہ کی جائے دونوں باتیں درست ہیں۔

(۲) خطبہ کے بعد دعا کی گنجائش ہے (فتاویٰ رحیمیہ ج ۵ ص ۱۳۱، فتاویٰ رحیمیہ ج ۵ ص ۱۳۷) لیکن یہ مطلب ہے کہ اس کو ضروری سمجھا جائے اور اس کو خطبہ کا جزو سمجھا جائے جو خلاف سنت ہے۔ چونکہ قرآن مجید کے سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے پیارے نبی کی بعد دعا مانگنے کا معمول تھا اس لئے صحابہ نے سوال کیا تھا (ورنہ وہ اس کو ضروری نہیں سمجھتے تھے اور اس کے خلاف کرنے پر نکیر نہیں کرتے تھے)

(۳) نماز عید کے بعد دعا کرنا ثابت ہے یا کیا کی تحقیق ہے (امداد الفتاویٰ)

بہر صورت مسئلہ میں گنجائش ہے لیکن ہمارے علماء نے اس کو ضروری سمجھ لیا ہے اس لئے اس کی اصلاح کی ضرورت ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ (۵ شوال ۱۴۰۰ھ)

فرض نماز کے بعد امام جہراً دعا کرے یا سراً

(سوال ۴۰۱) بعد نماز پنجگانہ دعا کرنے کے متعلق دو مسئلوں ہمارے علاقہ میں ہیں ایک یہ کہ امام جہراً دعا کرے اور مقتدی آمین کہیں۔ دوسرا یہ کہ امام سراً دعا مانگتا ہے اس سے ثابت ہوتے ہیں۔ واقعات کرتے ہیں کہ جہراً آمین کہنے سے حرام کیا جاتا ہے۔ شرعی حکم کیا ہے (بینوا توجروا)

(الجواب) فرض نمازوں کے بعد امام اور مقتدی کا مختلف کرنا کی بڑی فضیلت ہے۔ اور اس کا مسنون اور افضل طریقہ یہ ہے کہ امام اور مقتدی دونوں آہستہ آہستہ دعا میں مشغول رہیں طریقہ خلوص سے پر خشوع و خضوع سے مناجات کریں اور اپنا اور قریب کے قریب اور دور کا ہر ایک سے دعا میں عمل اختیار کرے۔ کما قال اللہ تعالیٰ ادعوا ربکم تضرعا وخفیۃ انہ لا یحب المعتدین (قرآن مجید)

تمہارے اپنے رب سے گڑگڑا کر اور چپکے چپکے دعا کرو۔ بے شک اللہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں فرماتا ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے دعا کے دو آداب بیان فرمائے (۱) اور عاجزی اور گریہ وزاری کے ساتھ دعا کرنا (۲) اور آہستہ آہستہ مخفی دعا کرنا۔

حضرت زکریا علیہ السلام کا بھی یہی طریقہ تھا کما قال اللہ تعالیٰ اذ نادیٰ ربہ نداء خفیاً (زکریا علیہ السلام نے اپنے رب کو چپکے چپکے)

نیز حدیث شریف میں ہے خیر الدعاء الخفی (بہتر دعا مخفی ہے۔ دوسری حدیث میں ہے۔

یا ایھا الناس اربعوا علی انفسکم انکم لیس تدعون اصم ولا غائبا انکم تدعون سمیعا قریبا وھو معکم (بخاری شریف ج ۱ باب غزوۃ خیبر ص ۶۰۵ مسلم شریف باب استحباب خفض الصوت بالذکر الخ ج ۲ ص ۳۴۰)

اے لوگو! اپنی جانوں پر نرمی کرو تم اس ذات کو نہیں پکار رہے ہو جو بہری اور غائب ہے تم تو سمیع اور قریب ذات کو پکار رہے ہو اور وہ ہر وقت تمہارے ساتھ ہے۔

تفسیر کبیر میں علامہ فخر الدین رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

واعلم ان الاخفاء مصبر فی الذکر یدل علیہ وجوہ (اول) ھذہ الایۃ دلت علی ان الواجب علیکم الخ) فانھا تدل علی ان تعالیٰ امر بالدعاء مقروناً بالاخفاء وظاھر الامر للوجوب فان لم یحصل الوجوب فلا اقل من کونہ ندباً ثم قال تعالیٰ بعدہ انہ لا یحب المعتدین والا ظھر ان المراد انہ لا یحب المعتدین فی ترک ھذین الامرین المذکورین وھما التضرع والاخفاء فان اللہ تعالیٰ لا یحبہ وصحۃ ھذہ عبارۃ عن الثواب فکان المعنی ان من ترک فی الدعاء التضرع والاخفاء فان اللہ لا یثیبہ الجنۃ ولا یحسن الیہ ومن کان کذلک کان من اھل العقاب لا محالۃ فظھر ان قولہ تعالیٰ انہ لا یحب المعتدین کالتھدید الشدید علی ترک التضرع والاخفاء فی الدعا۔ التفسیر ج ۴ ص ۳۷ سورۃ اعراف تحت قولہ وادعوہ یکم تضرعاً الخ

علامہ رازیؒ کے کلام کا خلاصہ یہ ہے۔ خوب سمجھ لو کہ دعا میں اخفاء ہی قابل عمل ہے اور اس پر چند دلیلیں ہیں (پہلی دلیل) مذکورہ آیت ادعوہ یکم ۔ الی قولہ انہ لا یحب المعتدین) یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تذلل کو آہستہ آہستہ دعا مانگنے کا حکم فرمایا ہے اور صیغہ امر عام طور پر وجوب کے لئے ہوتا ہے ورنہ کم از کم ندب کے لئے تو ہوگا ہی پھر بعد میں خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا انہ لا یحب المعتدین، اور اس کے ظاہری معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ مذکورہ دو امور (تضرع و اخفاء) میں حد سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتے اور آیت میں لا یحب سے لا یثیبہ مراد ہے اب آیت کے معنی یہ ہوں گے کہ جو لوگ دعا میں تضرع اور اخفاء کو چھوڑ دیں۔ تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ ثواب کے مستحق نہیں ہوں گے بلکہ سزا کے حق دار ہوں گے۔

تفسیر بیضاوی میں ہے

فان الاخفاء دلیل الاخلاص (ایضاً ص ۲۹۳ ج)

آہستہ آہستہ دعا کرنا اخلاص کی دلیل (علامت) ہے (اور خدا تعالیٰ کو اخلاص والا عمل زیادہ محبوب ہے)

فتاویٰ سراجیہ میں ہے۔

یستحب فی الدعاء الاخفاء ویرفع الصوت بالدعاء بدعۃ ص ۴۳۔

یعنی مستحب یہ ہے کہ دعا میں خفی بات آواز سے دعا مانگنا بدعت ہے۔

فتاویٰ بزازیہ میں ہے۔

یدعو الامام جھراً لتعلیم القوم ویخافتہ القوم اذا تعلم القوم ویخافت ھو ایضاً وان جھر فھو بدعۃ (فتاویٰ بزازیہ جلد اول مع الھندیہ ج ۳ ص ۴۲ کتاب الصلاۃ الحادی عشر فی القرأۃ)

امام مقتدیوں کو سکھلانے کے لئے جہراً دعا کرے۔ اور جب مقتدی سیکھ جائیں تو مقتدی اور امام دونوں آہستہ دعا کریں اگر ضرورت دعا کی تو یہ بدعت ہے۔

معلوم ہوا کہ جہراً دعا مانگنے پر مداومت نہیں ہونی چاہئے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔

والمختار ان الامام والمأموم یخفیان لذکر الا ان احتاج الی التعلیم فتح الباری ج ۲ ص ۲۲۹.

یعنی مختار طریقہ یہ ہے کہ امام اور مقتدی ذکر (دعا) آہستہ آواز سے کریں، ہاں جب دعا کے سیکھنے کی ضرورت ہو (سیکھنے تک) مضائقہ نہیں۔

عالمگیری میں ہے۔

والسنۃ ان یخفی صوتہ بالدعاء کذا فی الجوھرۃ النیرۃ ج ۱ ص ۱۳۸ الباب الخامس فی کیفیۃ اداء الحج.

یعنی سنت طریقہ یہ ہے کہ سراً دعا مانگے۔

البحر الرائق میں ہے۔

لقولہ تعالیٰ انہ لا یحب المعتدین ای الجاھرین بالدعاء (ج ۲ ص ۹۲ کتاب الجنائز تحت قولہ وشر قدامھا)

یعنی فرمان خداوندی " انہ لا یحب المعتدین " کا مطلب یہ ہے کہ زور زور سے دعا کرنے والوں کو خدا تعالیٰ پسند نہیں فرماتے۔

تفسیر روح المعانی میں ہے۔

(ثم کثیراً من اھل زمانک یصلون الصراخ فی الدعاء خصوصاً فی الجوامع حتی یعظم اللغط ویشتد وتستک لصوامع وتستدر لایدرون انھم جمعوا بین بدعتین رفع الصوت فی الدعاء وکون ذلک فی المسجد وروی ابن جریر عن ابن جریج ان رفع الصوت بالدعاء من الاعتداء المشار الیہ بقولہ سبحانہ انہ لا یحب المعتدین (ج ۸ ص ۱۳۱ سورۃ اعراف تحت قولہ ادعوا ربکم تضرعاً وخفیۃ الخ)

تم بہت سے اماموں کو دیکھو گے کہ دعا زور زور سے مانگتے ہیں خاص کر جامع مسجدوں میں حتی کہ اتنا چیختے ہیں کہ جس کی وجہ سے (گویا) کان بہرے اور بند ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ وہ نہیں جانتے کہ دو بدعتوں کو جمع کر رہے ہیں (۱) زور سے دعا مانگنا (۲) مسجد میں یہ حرکت کرنا ابن جریر نے ابن جریج سے نقل کیا ہے کہ دعا میں آواز بلند کرنا اس اعتداء (حد سے تجاوز کرنا) میں سے ہے۔ جس کی طرف اللہ تعالیٰ نے اپنے اس قول انہ لا یحب المعتدین سے اشارہ فرمایا ہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ مذکورہ محدثین، مفسرین اور فقہاء کے اقوال سے صراحۃً معلوم ہوتا ہے کہ سراً دعا مانگنا امام مقتدی اور منفرد ہر ایک کیلئے افضل اور مسنون ہے امام کا زور سے دعا مانگنے کی عادت بنا لینا خلاف اولیٰ اور مکروہ ہے۔ اماموں کو چاہئے کہ سنت کی عظمت اور اہمیت کو پہچانیں۔ اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کریں۔ عوام اور خواہشات نفسانی

کی پیروی نہ کریں۔

اقوال مذکورہ کے علاوہ اکابرین کے اقوال بھی ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت مفتی اعظم مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ تحریر فرماتے ہیں۔

"نیز امام کا زور زور سے دعا مانگنا بھی مکروہ ہے۔ اگرچہ تنزیہی اور خلاف اولیٰ ہی ہے لیکن اس کے اختیار کرنے اور عادت بنانے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ تکرہ بہر حال مکروہ ہے۔ اسے چھوڑنا ہی بہتر ہے اور اولویت اور بہتر اس کے خلاف میں ہے۔ (خصائص الروضہ ص ۵۰۳)

تفسیر مہائمی میں ہے۔

والاخفاء فی الدعاء الا خفاء فان الاخفاء دلیل الاخلاص سورۃ اعراف تحت قولہ ادعوا ربکم تضرعاً الخ.

دعا میں اخفاء افضل ہے۔ اس لئے کہ یہ طریقہ اخلاص سے قریب ہے۔

تفسیر روح البیان میں ہے۔

ادعوا ربکم الخ ای متضرعین معتذلین مخلصین الدعاء لیکون اقرب الی الاجابۃ لکون الاخفاء دلیل الاخلاص والا حتراز عن الریاء (ج ۳ ص ۱۷۷ ایضاً)

ادعوا ربکم الخ یعنی خشوع، خضوع، عاجزی اور آہستگی کے ساتھ دعا کرو۔ کہ یہ قبولیت کے قریب ہے۔ اس لئے کہ سر اً دعا کرنا اخلاص کی علامت ہے اور ریاکاری سے دوری کی دلیل ہے۔

تفسیر فتح البیان میں ہے۔

والخفیۃ الا سرار بہ فان ذلک اقطع لعرق الریاء. (ج ۴ ص ۴۰ ایضاً)

(آیت ادعوا ربکم تضرعاً و خفیہ میں) خفیہ کے معنی سر اً دعا کرنے کے ہیں۔ اس لئے کہ یہ (سر اً دعا کرنا) ریاکاری کی رگ کو کاٹنے کے لئے بہت ہی مؤثر ہے۔

اور تفسیر مظہری میں ہے۔

ویدل علی کون ذکر السر افضل و مجمعاً علیہ من الصحابۃ من تبعھم قول الحسن ان بین دعوۃ السر ودعوۃ العلانیۃ سبعین ضعفا ولقد کان المسلمون یجتھدون فی الدعاء وما یسمع لھم صوت الا ھمسا بینھم وبین ربھم ولذلک ان اللہ سبحانہ وتعالیٰ یقول ادعوا ربکم تضرعاً وخفیۃ وان اللہ ذکر عبداً صالحاً ورضی فعلہ فقال اذ نادیٰ ربہ نداء خفیاً وایضاً یدل علی فضل الذکر الخفی حدیث سعد بن ابی وقاص قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیر الذکر الخفی وخیر الرزق ما یکفی ۱۲.

سری ذکر افضل ہے۔ صحابہ اور تابعین کا اسی پر اتفاق رہا ہے۔ حسن بصری رحمہ اللہ کا قول ہے کہ سری دعا اور جہری دعا میں ستر درجہ کا فرق ہے۔ مسلمان بہت کم سے دعا کرتے تھے۔ مگر ان کی آواز قطعاً سنائی نہیں دیتی تھی۔ صرف لبوں کی سرسراہٹ محسوس ہوتی تھی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ادعوا ربکم تضرعاً وخفیۃ۔ اور عبد صالح

(حضرت زکریا علیہ السلام) نے تمام کو میں آواز دی۔ فنادتہ الملئکۃ وہو قائم یصلی فی المحراب ان اللہ یبشرک بیحییٰ (حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بشر المشائین فی الظلم الی المساجد بالنور التام یوم القیامۃ۔ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ، ج ۲، ص ۳۱۔ ایف ایچ کمپنی، تفسیر روح المعانی، ج ۸، ص ۱۳۹، ایضاً)

اس مسئلہ میں ائمہ اربعہ میں کسی کا بھی اختلاف نہیں ہے کہ وتر ہی افضل ہے۔ (فتاویٰ علماء حدیث، ج ۴، ص ۱۱۱)

(۲) علامہ فاضل شیخ محمد علی بن شیخ حسین مرحوم حنفی مالیہ قیم مکہ مکرمہ نے ۱۳۲۲ھ میں تالیف فرمایا۔ حوالہ سے قنوت فرماتے ہیں۔

اعلم انہ لا خلاف بین الصحابۃ لا ربعۃ فی ندب القنوت سراً للامام والمنفرد واختلف الکثیرۃ والشافعیۃ جہراً للامام بہ لتعلیم المأمومین او بہ یتبعہم علی دعائہ۔ (عمدۃ الرعایہ، ج ۱، ص ۵۲۹)

خوب سمجھ لیجئے کہ مذاہب اربعہ (حنفیہ، شافعیہ، مالکیہ، حنابلہ) میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ (رکوع کے بعد) آہستہ سے قنوت امام اور منفرد کے لئے مستحب ہے۔ مالکیہ وحنابلہ امام کے لئے اس کی اجازت نہیں دیتے ہیں کہ امام جہر نہ کرے۔

اسی طرح امام مودودی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اما القنوت فیسر بہ بلا خلاف (مودودی، ج ۱، ص ۱۱۲، ایضاً)

قنوت میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ سراً پڑھی جائے۔

اخیر میں حضرت مفتی اعظم (۳) پاکستان حضرت علامہ مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ ملاحظہ فرمائیے۔ سب سے پہلا عمدہ جواب کہ امام کا آواز سے قنوت پڑھنا بدعت ہے اور یہ مطلوب ہیئت سے تو ثابت مسنون ہوتے ہیں۔ باقی ماندہ نمازوں کی ادائیگی میں مشغول ہیں۔ ان کی نماز میں خلل آتا ہے۔ کیونکہ رسول کریم ﷺ اور صحابہ کرام اور تمام دنیا میں کسی سے یہ صورت منقول نہیں کہ امام کے بعد دوسرا امام کھڑا کرے اور مقتدی صف آمین کہتے رہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ طریقہ مروجہ قرآن کے خلاف ہے اور سنت کے بھی خلاف ہے اور رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام کی سنت کے بھی خلاف ہے۔ اس لئے عام حالات میں اس سے اجتناب کرنے کا امام اور مقتدی سب کو اہتمام کرنا چاہئے۔ ہاں کبھی کبھی خاص موقعہ پر جہاں مذاہب مفاسد سے دور ہو ایک جہر کرلے اور دوسرے آمین نہیں سنائی دیتی مضائقہ نہیں۔ (احکام جماعت)

حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

بدعت تب ہوتی ہے کہ اپنی طرف سے کوئی مسئلہ بنا کر خلاف صف صالحین وصحابہ کرام کوئی فعل اختیار کیا جائے۔ جب یہ بات نہیں تو بدعت کیونکر ہوئی۔ اسی طرح آہستہ پڑھنا ہے۔ اہل قیم پہلے سے ہی سمجھ جاتے ہیں اور رکوع کر لیتے ہیں۔ دوسرے لوگ بعد میں شامل ہوتے ہیں۔ (ابواب الہدیٰ علی جامع الترمذی ص ۷۰)

امام کو چاہئے کہ مذکورہ قوال میں سے کوئی قول اختیار کرے۔ مقتدیوں کو بھی امام کو جہراً دعا کرتے پر مجبور نہیں کرنا چاہئے۔ خدا تعالیٰ سراً ایک کی دعا سنتا ہے۔ عربی میں یا اردو فارسی میں اردو میں گجراتی وغیرہ میں جو اس کی زبان

ہو۔ اس زبان میں دعا مانگے خدا تعالیٰ ہماری عبادات کو بدعات و منکرات سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

مساجد کے امام مقتدی اور مقتدر علماء غفلت برتتے رہے تو یہ بدعت جڑ پکڑ جائے گی اور سنت کی نورانیت اور دعا کی برکات سے امت محروم ہو جائے گی۔

ایضاً حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

واجتناب از امر و رسم بدعت تا از بدعت حسنہ و رونق بدعت سیئہ احتراز نماید بوی ازیں دولت بمشام جاں نرسد و ایں معنی امر دشوار است کہ عالم را در ربقۂ بدعت غرق شدہ است و ظلمات بدعت آرام گرفتہ کہ جان ازو گریزاں است کردم از رفع بدعت زندہ با حیای سنت سب کشایند اکثر علماء ایں وقت رواج دہندہ ہای بدعت اند نگونسار کنندہ ہائے سنت بدعتہا چون شدہ تعالیٰ خلق دانستہ رجواز بلکہ باستحسان آں فتوی میدہند و مردم را بدعت دالت مینمایند چگونہ گویند اثر ضلالت شیوع پیدا کند و باطل متعارف شود تعالیٰ گردد گمان نبرد کہ تعالیٰ دلیل استحسان نیست تعالیٰ کہ معتبر سنت ہمانست کہ از صدر اول آمدہ است یا بالجماع جمیع مردم حاصل گشتہ کما ذکرہ فی الفتاوی الفقہیۃ الخ (مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی ص ۱۰۳ جلد ثانی مکتوب ص ۵۴)

جب تک بدعت حسنہ سے بدعت سیئہ کی طرح پرہیز نہ کریں تب تک اس دولت (سنت کی نورانیت) کی بو جان کے دماغ میں نہیں پہنچتی۔ آج بات مشکل معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ تمام جہان دریائے بدعت میں غرق ہے اور بدعت کی اندھیریوں میں گھرا ہوا ہے کس کی مجال ہے کہ بدعت دور کرنے کا دم مارے۔ اور سنت کے زندہ کرنے کا بھی کرے۔

اس زمانہ کے اکثر علماء بدعتوں کو رواج دیتے ہیں اور سنتوں کو محو کرتے ہیں۔ شائع اور پھیلی ہوئی بدعتوں کو تعامل جان کر جواز بلکہ استحسان کا فتویٰ دیتے ہیں اور لوگوں کو بدعت کی طرف رہنمائی کرتے ہیں اور کہتے ہیں۔ اگر کوئی شائع ہو جائے اور باطل متعارف و مشہور ہو جائے تو تعامل ہو جاتا ہے۔ مگر یہ نہیں جانتے کہ یہ تعامل استحسان کی دلیل نہیں۔ تعامل جو معتبر ہے وہ وہ ہے جو صدر اول سے آیا ہے۔ یا تمام لوگوں کے اجماع سے حاصل ہوا۔ جیسا کہ فتاویٰ غیاثیہ میں مذکور ہے۔ الخ تربر مکتوبات ص ۵۳ ج ۱ دفتر دوم نقط ۱۷ العاصم بالصواب۔ کتبہ سید عبد الرحیم لاجپوری غفرلہ ولوالدیہ یوم الاربعاء ۱۵ ربیع الاول ۱۳۶۷ھ۔

فتاویٰ رحیمیہ کے ایک فتوے پر اشکال اور اس کا جواب:

(سوال ۳۷) آپ کے فتاویٰ رحیمیہ ص ۱۲۳ ج ۱ سوال ۲۲۶ (جدید ترتیب کے مطابق اس باب میں دعاء ماثورہ میں اضافہ کے عنوان سے ہے تیسرا ترتیب) گذرا ہے جلد اول میں ہے۔

(الجواب) فرض نماز کے بعد کی مسنون ادعیہ میں اپنی طرف سے ان الفاظ (والیک یرجع السلام حینا ربنا بالسلام وادخلنا دار السلام) کے اضافہ کی عادت خلاف سنت ہے۔ الخ۔

مگر نظام الفتاویٰ ص ۶۵ ج ۱ میں ہے۔ اس کو دعا میں بعد نماز کے شامل کر لینا ناجائز و نادرست یا خلاف تعلیم نبوی علیہ السلام نہ ہوگا۔ اب آپ کی کیا رائے ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) اذان نماز کے وقت کی خبر دینے کے لئے ہے اور اقامت نماز شروع کرنے کے لئے ہے اس لئے اذان کا مقبول ہونا شرط ہے اور اقامت کا مقبول ہونا شرط نہیں ہے اسی لئے جو شخص اذان دے اس کو امام مقرر کرنا بہتر ہے اور اقامت کہنے کا حق امام کو ہے اسی لئے حدیث میں ہے کہ امام ضامن ہے اور مؤذن امین ہے اللہم ارشد الائمۃ واغفر المؤذنین (ترمذی شریف ج ۱ ص ۲۷ باب ما جاء ان الامام ضامن والمؤذن مؤتمن)

مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب نے بھی اسی کو اختیار فرمایا ہے (فتاویٰ محمودیہ ج ۲ ص ۱۰۱)

(۱) مؤذن کے بغیر اقامت کہنے کی حدیث میں ممانعت وارد ہوئی ہے (کفایت المفتی ج ۳ ص ۱۰۱)

آپ کا ارشاد

(سوال) اذان نماز میں خطبہ سے پہلے ہے یا بعد ہے اور بعد ہے تو کتنے وقت کے اندر نماز شروع ہو جانی چاہئے؟

(الجواب) اذان خطبہ یوم الجمعہ کے لئے ہے اور نماز کے لئے اقامت ہے اذان خطبہ کا وقت معین نہیں ہے اس لئے حدیث سے اس کا وقت معلوم نہیں ہوتا ہے اس لئے اذان خطبہ کا وقت معین نہیں ہے (کفایت المفتی ج ۳ ص ۱۰۱)

یہ تقریر اذان کی ہے اور اذان اصل کے بعد ہونا مواظبت خلفاء کا مؤید ہے اور اس سے یہ ثابت ہوا کہ اذان خطبہ کے بارے میں حدیث میں جو وقت کی تعیین ہے وہ مستحب ہے لہٰذا اس کی رعایت کی جائے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

دو نماز کے بعد کرسی پر خطبہ کے بعد ثابت نہیں

(سوال ۳۹) امام جمعہ کے بعد دعا کرنے یا خطبہ کے بعد دعا کرنے سے یہاں خطبہ کے بعد دعا کی جاتی ہے صحیح کیا ہے؟

(الجواب) آپ نے یہاں دیکھا ہوگا کہ خطبے کے بعد دعا ہوتی ہے یہ اصل کے خلاف سنت ہے اصل تو یہ ہے کہ دعا نماز کے بعد ہے خطبہ کے بعد نہیں ہے خطبہ کے بعد تو یہ ہے کہ خطبہ کے بعد نماز ہے خطبہ میں بھی دعا ہوتی ہے مگر یہ کوئی تعین نہیں ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

دعا اجتماعی (فاتحہ) کرنا کیسا ہے؟

(سوال ۳۹) بعد سلام مسنون نماز کے یہاں دعا اجتماعی (FATIHA) میں بہت سی مساجد میں تقریباً ہوتا سوال سے نماز کے بعد دعا اجتماعی کرنے کا اور نماز جنازہ کے بعد بھی اجتماعی تدفین کے بعد دعا کرنے کا دستور چلا آرہا ہے ایک انجمن کی مسجد میں ایک نوجوان کو امام مقرر کیا گیا ان کے ساتھ یہ شرط لگائی گئی کہ وہ دعا اجتماعی نہ کریں گے چھ ماہ تک وہ اس شرط پر کام چلاتے رہے اس کے بعد وہ کہتے ہیں کہ یہ بدعت ہے میں اس رواج پر عمل نہیں کروں گا لوگ کہتے ہیں کہ نماز کے بعد دعا کرنا ثابت ہے اور اس پر عمل کرتے آرہے ہیں پھر یہ کیونکر بدعت ہو سکتا ہے (دعا اجتماعی (فاتحہ) کرنے پر مجبور کرتے ہیں) معلوم کرنا یہ ہے کہ ان کی بات ماننے کے تیار نہیں تو کیا ایسی جگہ امامت کرنا درست ہے یا نہیں ہے کہ مسلمانوں میں اس کی وجہ سے اختلاف ہونے کا اندیشہ ہے اس میں کیا حکم ہے؟ مسلمانوں کا اتفاق جو ان دونوں کے مابین ہوا اس کے متعلق ان کا یہ کہنا کہ یہ تو ہماری چھوٹی چھوٹی غرض کی وجہ سے ہے اس میں کچھ دخل نہیں ہے اتفاق مسلمین اور پھیلے ہوئے دعا اجتماعی کا جو طریقہ

چلا آرہا ہے اس پر عمل کرتے رہو نجات کا دارومدار اسلام کے پانچ ارکان پر ہے دعاء ثانی کرنے نہ کرنے پر نہیں۔

محترم مفتی صاحب آپ کی تصنیف لطیف فتاویٰ رحیمیہ ہمارے پاس ہے ہم اس سے استفادہ کرتے رہتے ہیں اس مسئلہ پر بھی کافی روشنی ڈالی گئی ہے تاہم لوگ اپنی بات پر مصر ہیں دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا متولی حق بجانب ہے؟ اور لوگوں کا یہ کہنا کہ ہمارے باپ دادا یہ عمل کرتے آئے ہیں ان کی یہ بات صحیح ہے؟ امید ہے کہ مفصل جواب مرحمت فرمائیں گے۔ بینوا توجروا۔

(الجواب) حامداً ومصلیاً ومسلماً بے شک آپ کے یہاں مورنیشن میں سو سوا سو سال سے سنن ونوافل کے بعد اجتماعی دعاء کا رواج ہوگا اور نماز جنازہ سے فارغ ہو کر بالالتزام بھیشہ فاتحہ پڑھنے کا بھی دستور باپ دادا سے چلا آتا ہوگا مگر بھائی یہ کوئی شرعی دلیل نہیں ہے اور اس کا سہارا لینا آپ کے شایان شان نہیں، یہ تو اہل باطل کا شیوہ ہے۔ قرآن مجید میں متعدد جگہ اس کو بیان فرمایا ہے ملاحظہ ہو۔

(۱) واذا قیل لھم اتبعوا ما انزل اللہ قالوا بل نتبع ما الفینا علیہ آباءنا او لو کان آباءھم لا یعقلون شیئاً ولا یھتدون (سورہ بقرہ پ)

یعنی اور جب ان (مشرک) لوگوں سے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو حکم (اپنے پیغمبر کے پاس) بھیجا ہے اس کے مطابق چلو تو (جواب میں) کہتے ہیں (کہ نہیں) بلکہ ہم تو اس (طریقہ) پر چلیں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے اگر چہ ان کے باپ دادا (دین کی) کچھ سمجھ، کہتے ہوں اور نہ ہدایت پر (شرعی دلیل رکھتے ہوں) (سورۂ بقرہ)

(۲) واذا قیل لھم تعالوا الی ما انزل اللہ قالوا حسبنا ما وجدنا علیہ آبائنا (سورہ مائدہ پ ۶)

یعنی اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو احکام نازل فرمائے ہیں ان کی طرف اور رسول اللہ ﷺ کی طرف رجوع کرو (یعنی شرعی دلیل معلوم کرو) تو کہتے ہیں کہ ہم کو وہی طریقہ کافی ہے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو عمل کرتے ہوئے پایا ہے۔ (سورۂ مائدہ)

(۳) وذروا ما کان یعبد آباءنا (سورۂ اعراف پ ۹)

یعنی (مشرک بت پرستی کی مخالفت کے جواب میں کہتے ہیں کہ) جن کو ہمارے باپ دادا کرتے آئے ہیں ان کو چھوڑ دیں؟ (سورۂ اعراف)

(۴) اجئتنا لتلفتنا عما وجدنا علیہ آباءنا (سورہ یونس پ ۱۱)

یعنی (حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام سے کہا گیا) کیا تم ہمارے پاس اس لئے آئے ہو کہ ہم کو اس طریقہ سے ہٹا دو جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے۔ (سورۂ یونس)

(۵) اتنھانا ان نعبد ما یعبد آباءنا (سورہ ھود پ ۱۲)

یعنی (حضرت صالح علیہ السلام سے ان کی قوم نے کہا) کیا تم ہم کو ان چیزوں کی عبادت سے منع کرتے ہو جن کی عبادت ہمارے (بڑے) باپ دادا کرتے آئے ہیں۔ (سورۂ ہود)

(۶) ان نترک ما یعبد آباءنا (سورہ ھود پ ۱۲)

یعنی (حضرت شعیب علیہ السلام سے ان کی قوم نے کہا کیا) ہم ان چیزوں کو چھوڑ دیں جن کی عبادت

ہمارے باپ دادا کرتے آئے ہیں (۲ سورہ یونس)

(۳) واذا قیل لھم اتبعوا ما انزل اللہ قالوا بل نتبع ما وجدنا علیہ آباءنا (سورۃ لقمان پ ۲۱)

یعنی اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اس پر چلو جو اللہ نے اتارا ہے تو کہتے ہیں کہ نہیں ہم تو اس راہ پر چلیں گے جس پر اپنے باپ دادا کو پایا (۳ سورہ لقمان)

(۴) بل قالوا انا وجدنا آباءنا علی امۃ وانا علی اثارھم مھتدون (سورۃ زخرف پ ۲۵)

یعنی بلکہ وہ کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو اس طریقہ پر پایا ہے اور ہم بھی انہیں کے نقش قدم پر چل رہے ہیں (۴ سورہ زخرف)

(۵) وکذلک ما ارسلنا من قبلک فی قریۃ من نذیر الا قال مترفوھا انا وجدنا آباءنا علی امۃ وانا علی اثارھم مقتدون (سورہ زخرف پ ۲۵)

یعنی اسی طرح ہم نے آپ سے پہلے کسی بستی میں نہیں بھیجا ڈر سنانے والا مگر وہاں کے خوش حال لوگوں نے یہی کہا کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک طریقہ پر پایا ہے اور ہم بھی انہیں کے نقش قدم پر چلے جا رہے ہیں (۵ سورہ زخرف)

آپ نے مناسب شان تو یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت اور اتباع کی تلقین فرماتے اور ان کی اطاعت اور پیروی کرنے پر عوام کے لئے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت اور اتباع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اور مجتہدین عظام کی پیروی ضروری ہے۔ رسول مقبول ﷺ کا ارشاد ہے جب تک تم میں ہے علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین تمسکوا بھا وعضوا علیھا بالنواجذ وایاکم ومحدثات الامور فان کل محدثۃ بدعۃ وکل بدعۃ ضلالۃ

یعنی میرے طریقہ کو اور میرے ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کے طریقہ کو لازم پکڑو اور اس کو دانتوں سے مضبوط پکڑو اور نئی نئی باتوں سے بچتے رہو کیونکہ ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے (ابوداؤد، ترمذی ص ۳۸ ج ۲ ترمذی شریف ج ۲ ص ۹۲ ابن ماجہ ص ۵ مشکوٰۃ شریف ص ۲۷ باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ)

احادیث میں سونے اور جاگنے کے وقت کی دعا منقول ہے، مسجد میں داخل ہونے اور نکلنے کے وقت کی دعا بھی منقول ہے، ہم نماز سے پہلے اور نماز کے بعد بھی دعا مانگتے ہیں بیت الخلاء میں جانے سے قبل اور نکلنے کے بعد بھی دعا بھی ثابت ہے تو کیا ان کے بعد کی دعا کیوں منقول نہیں؟ اگر ثابت ہوتی تو ضرور منقول ہوتی، مقصد یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ فرض نمازوں کے بعد کبھی اپنے حجرہ مبارکہ میں تشریف لے جا کر پڑھتے تھے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین بھی آپ کی پیروی کرتے ہوئے اپنے اپنے گھروں میں سنتیں ادا فرماتے تھے اور سنتوں کے بعد کی دعائیں بھی وہیں پڑھتے تھے سب کا مسجد میں واپس آ کر دعا کرنا کہیں منقول نہیں بھی کبھی ایسا ہوتا ہے تو آنحضور ﷺ نے صحابہ کرام کو اس کی اجازت بھی دی ہے مگر عام طور سے سنتوں کی ادائیگی کے بعد گھر ہی میں دعا مانگتے تھے، صحیح بخاری میں ہے کہ رسول مقبول ﷺ بعد نماز مغرب سنتوں میں اکثر اوقات سورہ اخلاص پڑھا کرتے تھے کبھی کبھی دوسری سورتیں بھی پڑھ لیتے تھے یہ سنتوں ہی

المعروف بابن الصلاح) اور حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ ایک رات میں حضور ﷺ کے ساتھ رہا آپ عشاء کی نماز کے بعد نماز میں مشغول رہے حتی کہ مسجد میں بجز آنحضرت ﷺ کے کوئی باقی نہیں رہا (شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۱۰۴ باب التطوع فی المساجد)

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ سنتوں کے بعد امام و مقتدیوں کے مل کر دعا کرنے کا دستور قطعاً نہیں لہذا اس طریقہ کے بدعت ہونے میں کوئی شبہ ہی نہیں اس لئے اس کو پکڑے رہنا اور اس پر اصرار کرنا اور امام کو اس کا پابند بنانا کیسے درست ہو سکتا ہے؟

عمل وہی مقبول ہے جو خالص ہونے کے ساتھ صواب یعنی سنت کے موافق بھی ہو حضرت سفیان ثوری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: لا یستقیم قول ولا عمل ولیۃ الا بموافقۃ السنۃ (تلبیس ابلیس ص ۱)

محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی قدس اللہ سرہ فرماتے ہیں: ولا عمل بالا اخلاص واصابۃ السنۃ یعنی کوئی عمل بلا اخلاص اور سنت کی موافقت کے مقبول نہیں ہوتا (الفتح الربانی ص ۱۳ مجلس نمبر ۴)

مشہور بزرگ حضرت احمد بن الحواری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: من عمل عملاً بلا اتباع سنۃ فعملہ باطل جو عمل بھی سنت کی موافقت کے بغیر کیا جائے گا وہ باطل ہوگا (کتاب الاعتصام ج ۱ ص ۱۴)

مولیٰ! کب تک مصلحت کا سہارا لیتے رہیں گے؟ بے شک فتنہ سے بچنا ضروری ہے اس لئے سختی اور عجلت سے کام نہ لیں اور بتدریج صحیح سنت کی اشاعت کی جائے اور نمازیوں کو جمع کر کے فتویٰ سنایا جائے، بار بار سنایا جائے اور حکمت عملی کے ساتھ سب کو متفق کرنے کی کوشش کی جائے جب امام اور مقتدی سے معمولی بات سمجھ کر اور فتنہ کا خوف بلا کر خلاف سنت طریقہ کو پکڑے رہیں گے تو کیا اس کے مٹانے کے لئے آسمان سے فرشتے آئیں گے؟ کس کا انتظار ہے؟ سوا سو سال تو ہو چکے خدارا سنت کی قدر پہچانئے اور بدعت کی نحوست کو سمجھئے۔

شیخ سعدی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں

خلاف پیمبر کسے رہ گزید
کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید
چنداں سعدی کہ واہ صفا
تواں رفت جز بر پے مصطفیٰ

ترجمہ: جس نے نبی کریم ﷺ کے خلاف راستہ اختیار کیا وہ ہرگز منزل مقصود کو نہیں پہنچے گا۔ اے سعدی! یہ خیال مت کر کہ سیدھا راستہ محمد مصطفیٰ ﷺ کی اتباع کے بغیر حاصل ہو سکتا ہے

بہ زہد وورع کوش وصدق وصفا
ولیکن میفزائے بر مصطفیٰ

لہذا اس سنت کو زندہ کرنے کی پوری کوشش کیجئے حدیث میں ہے کہ مردہ (مٹی ہوئی) سنت کو زندہ کرنے والا سو شہیدوں کے ثواب کا مستحق ہوتا ہے۔ کون مسلمان ہوگا جس کو سو شہیدوں کا ثواب حاصل کرنے کی تمنا نہ ہوگی، نیز حدیث میں ہے من احیی سنتی فقد احبانی ومن احبانی کان معی فی الجنۃ۔ جس نے میری سنت کو زندہ

کیا اس نے مجھے زندہ کیا اور جس نے مجھے زندہ کیا وہ مجھے موت بھی دے گا (بخاری شریف ج ۲ ص ۹۲۸) نیز حدیث میں ہے من حفظ عشر آیات من اول الکہف عصمہ اللہ من فتنۃ الدجال (جس نے سورۂ کہف کی شروع کی دس آیتیں یاد کرلیں اللہ تعالٰی اسے دجال کے فتنہ سے محفوظ رکھے گا) (مسلم شریف ج ۱ ص ۲۷۳) نیز حدیث میں ہے من قرأ الآیتین من آخر سورۃ البقرۃ فی لیلۃ کفتاہ (جس نے سورۂ بقرہ کی آخر کی دو آیتیں رات میں پڑھ لیں وہ اس کے لئے کافی ہوں گی) (بخاری شریف ج ۲ ص ۷۵۲) نیز حدیث میں ہے من قرأ بالآیتین من آخر سورۃ البقرۃ فی لیلۃ کفتاہ (جس نے سورۂ بقرہ کی آخر کی دو آیتیں رات میں پڑھ لیں وہ اس کے لئے کافی ہوں گی) (بخاری شریف ج ۲ ص ۷۵۲) نیز حدیث میں ہے من قرأ حم المؤمن الی الیہ المصیر وآیۃ الکرسی حین یصبح حفظ بہما حتی یمسی ومن قرأہما حین یمسی حفظ بہما حتی یصبح (جس نے صبح کے وقت سورۂ مؤمن کی حٰمٓ سے الیہ المصیر تک اور آیۃ الکرسی پڑھ لی وہ شام تک ان کی برکت سے محفوظ رہے گا اور جس نے شام کے وقت پڑھ لیں وہ صبح تک ان کی برکت سے محفوظ رہے گا) (ترغیب ج ۱ ص ۲۷۳) نیز حدیث میں ہے من قرأ حٰمٓ

ایسے ہی عیدین کی نماز کے بعد خطبہ ہے جس مختصر دعا کی گنجائش ہے وہ میں عرض کرچکا ہوں نماز و خطبہ کے مابین اتصال نہ رہے گا بلکہ فاصلہ ہوجاوے گا، حالانکہ نماز و خطبہ میں اتصال مطلوب و مسنون ہے۔ عیدین کے اجتماع میں جس دعا کی اجازت و ضرورت ہے وہ تو خطبہ میں پڑھ دی جاتی ہے عیدین کی نماز کے بعد دعا کے اہتمام کا حکم نہیں بلکہ خطبۂ عید کے بعد تو دعا کا ثبوت ہی نہیں، ملاحظہ ہو مجموعہ فتاویٰ قدیم جلد اول ص ۱۴۳، عدم ثبوت دعا بعد نماز عیدین یا خطبہ آں از حضرت خلفاء و صحابۂ کرام و تابعین عظام خواجہ خلام الدین لکھنوی علم فقہ حصہ دوم ص ۳۲۶، از مولانا عبد الشکور لکھنوی، العرف الشذی شرح ترمذی جلد اول ص ۱۴۳ از علامہ انور شاہ صاحب کشمیری، فیض الباری شرح بخاری جلد دوم ص ۲۶۳ میں ہے۔ ویبدعون بدعائهم ای بدعائهم للمؤمنین فی خلال الخطبة لانه لم یثبت عنه صلی الله علیه وسلم بعد صلاة العید دعاء فالسنة الخاصة فی ذلک قاصبة علی عموم الاحادیث فی الاذکار بعد الصلوات. فقط

فجر و عصر کی نماز کے بعد قبل دعائے امام چلے جانا:

(سوال ۴۲) فجر و عصر میں بعد سلام امام اپنی دعا پوری کرکے (قبل اس کے کہ امام دعا سے فارغ ہو) چلے جانا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) بلا عذر اس طرح کرنا خلاف سنت ہے، مکروہ تنزیہی ہے، اور اس کی عادت بنالینا گناہ ہے، عن انس ان النبی صلی الله علیه وسلم حضهم علی الصلوة وقال هم ان ینصرف قبل انصرافه من الصلوة یعنی نبی کریم ﷺ نے ہر نماز میں کہ پڑھتے تھے بیشتر از نماز خود چنانچہ بیشتر از حضرت سلام پھیرنا از نماز پڑھنا بعد از امام و بیشتر از اں کہ آں حضرت برخیزد برخیزند بعد از خود مختصر ذکر و دعا نہ نشیند و نہی بر معنی اول تحریمی، و بر ثانی تنزیہی است۔ (لمعات شرح مشکوٰۃ ج ۱ ص ۴۲۷) واللہ اعلم بالصواب۔

بعد نماز جمعہ دعاء:

(سوال ۴۳) جمعہ کی فرض نماز کے بعد دعا نے ماثور کے ساتھ قرآن و حدیث کی دیگر دعا مانگ سکتے ہیں؟ بینوا توجروا

(الجواب) بعد نماز جمعہ دعائے ماثور کے ساتھ دیگر دعا شامل کرسکتے ہیں لیکن مختصر ہونا چاہئے تطویل کرکے لوگوں کو تنگ کرنا اور سنن رواتب کی ادائیگی میں تاخیر کرنا مناسب نہیں کیونکہ ہوئے مجمع میں کمزور، بیمار، کام سے جانے والے ہر طرح کے لوگ ہوتے ہیں، امام کو اس کا لحاظ چاہئے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

نماز باجماعت کے بعد اردو میں دعا مانگنا:

(سوال ۴۴) نماز باجماعت کے بعد اردو میں دعا مانگنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) نماز باجماعت کے بعد دعا عربی میں مسنون ہے دوسری زبان میں خلاف افضل ہے لہذا اسی کی عادت نہ کی جائے۔[1] فقط واللہ اعلم۔

---

[1] وبهذا کان الدعاء بالعربیة افضل الی الا بعة فلا طبع عمر من الالسن فی ترجمة والسنة لها مولیه کلام مخلوق و ظاهر کلیل ان الدعاء بغیر العربیة خلاف الاولی ثم فی صفة الصلاة مطلب فی الدعاء بغیر العربیة ج ۲ ص ۲۹۳

كتاب الجمعة

کچھ لوگ جمعہ کی نماز ادا نہ کر سکے تو ان کے لئے کیا حکم ہے؟

(سوال ۴۵) جماعت خانہ میں جمعہ نہ ہونے کی وجہ سے کچھ لوگ جمعہ کی نماز جماعت ادا نہ کر سکے، ان کو یہ خیال ہوا کہ ظہر کی نماز مسجد میں باجماعت ادا کریں لیکن امام صاحب نے کہا کہ مسجد میں دوسری جماعت نہیں کرنے دیں گے اور کہا کہ تم سب لوگ ظہر کی نماز تنہا تنہا ادا کرو تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا امام کی یہ درست ہے کہ مسجد میں دوسری جماعت نہیں کر سکتے؟ اگر جمعہ کی نماز نہ ادا ہو تو اس کی کیا صورت ہو سکتی ہے؟ بینوا توجروا

(الجواب) جو لوگ جمعہ پڑھنے سے رہ گئے ہیں وہ دوسری جماعت نہیں کر سکتے مگر وہ تنہا پڑھنے سے بہتر ہے کہ مسجد یہاں جمعہ ہو وہاں جا کر وہ قاعدہ کے موافق نماز جمعہ ادا کر سکتے ہیں اور جس دن میں جمعہ نہ پڑھ سکے ہیں ظہر پڑھیں تو تنہا تنہا پڑھیں۔ جمعہ والی مسجد میں جہاں جمعہ پڑھا جاتا ہے ظہر کی نماز مسجد میں یا اس کے جماعت دار محلوں کے اجتماع میں جہاں جمعہ ادا کرنا درست نہیں ہے ظہر باجماعت پڑھنے کا حکم ہے۔ حدیث میں ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا جو شخص جمعہ کی نماز ظہر باجماعت کر لے اس کو جمعہ کا ثواب ملے گا۔ (ص ۵۲ ج ۱ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

اذان جمعہ کے بعد غیر مسلم ملازم کو دوکان پر بٹھا کر دوکان کھلی رکھنا

(سوال ۴۶) جمعہ کی اذان سے پہلے میں مسجد چلا جاتا ہوں، میرا دوکان کھلی رہتی ہے غیر مسلم ملازم سامان فروخت کرتا ہے، اس میں کوئی قباحت ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) غیر مسلم ملازم سے اذان جمعہ پر سعی واجب نہیں ہے اور آپ کی دوکان کھلی رکھنے کو ناجائز نہیں ہے۔ وقد خص بعضهم لا جمعة عليه ذكره المصنف. (درمختار) والحاصل ان الدليل خص من وجوب السعي جماعة كالمرضى والمسافر (الجوہر النیرہ ج ۲ ص ۱۰۲ باب صلوٰۃ الجمعہ تحت قولہ فی الجمعہ والعسکر) (نگرنی اشیاء) جمعہ کی فضیلت و فائدہ یہ ہے کہ اذان اول کے ساتھ دوکان بند کر دی جائے تاکہ غافل قسم کے لوگوں کو اس سے ناواقفی نہ ہو۔ دوکان بند رکھنے میں جمعہ کے دن کی عظمت اور شان و شوکت میں اضافہ ہوگا۔ مدارس اسلامیہ بھی بند رہتے ہیں تو آپ کی دوکان بند رہنے سے کیا نقصان ہو جائے گا؟ ذلکم خیر لکم ان کنتم تعلمون (سورۂ جمعہ پارہ نمبر ۲۸) فقط واللہ اعلم

پہلی اذان جمعہ کے بعد امام کہاں بیٹھے؟

(سوال ۴۷) امام مذہب جو کی اذان کے بعد محراب اور منبر کے پاس نہیں بیٹھتے، مسجد کے حجرہ میں یا دروازہ میں بیٹھتے ہیں اور وہاں سنت و نفل پڑھتے ہیں اور خطبہ کے وقت منبر پر آتے ہیں تو کیا کرنا چاہئے؟ وضاحت فرمائیں۔ بینوا توجروا

(الجواب) امام جمعہ کے لئے مستحب اور مسنون طریقہ یہ ہے کہ خطبہ سے پہلے حجرہ میں رہے اور جب حجرہ سے نکلے منبر کے دائیں

جانب کسی قدر سر جھکے ہوئے ہیں، جہاں سلطان ہو اور دونوں سنت وغیرہ پڑھیں اور خطبے کے لئے منبر پر آئیں۔ آپ ﷺ منبر خطبے کے وقت اپنے تحفۂ مبارکہ سے (جو منبر کے داہنی جانب تھا) اتل تراش شریف لاتے تھے آپ ﷺ کے خلفاء راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کا بھی یہی عمل تھا اور اس زمانہ میں بھی حرمین شریفین (زادہما اللہ شرفاً وتعظیماً) کے خطیب اسی پر عمل کرتے ہیں اور خطبے کے وقت آتے ہیں۔ حدیث میں ہے "اذا خرج الامام فلا صلوٰۃ ولا کلام"۔

ترجمہ: جب امام خطبے کے لئے حجرہ سے نکلے اس وقت سے نماز اور کلام منع ہے حدیث میں اذا قام کا لفظ نہیں ہے بلکہ اذا خرج کا لفظ ہے اس میں اشارہ ہے کہ خطیب کی جگہ خراب نہیں بلکہ حجرہ ہے اور عوام سے الگ مخصوص جگہ ہے۔

روایت میں ہے کہ امیر المومنین حضرت عمر فاروق اور امیر المومنین حضرت عثمان غنی کے زمانہ مبارکہ میں خطیب ایوان میں داخل ہوتے تھے حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جب امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ عنہ خطبے کے لئے اپنے حجرہ سے نکلتے تو فوراً بند کردیتے (مستدرک حاکم ج ۱ ص ۱۰۸ تا ۲۸۹ و مسند امام احمد ج ۳ ص ۳۱۹ و موضوعات کبیر ملا علی قاری ص ۱۱۲ و صحابہ فی تذکرۃ الاصحابہ ج ۱ ص ۳۸۴ و خلاصۃ الصحفۃ ص ۱۰۰ اور تکمیل الایمان میں ہے ۱۲ منہ) لئے سنت جاریہ یہ ہے کہ وہ خطبے کے وقت بند ہو (یعنی بطل) جیسے آنحضرت ﷺ اور آپ کے اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے خلفائے راشدین کرتے تھے (تفسیر مواہب الرحمٰن ج ۲ ص ۲۰۹ سورۂ جمعہ)

اسی لئے فرمایا کہ امام کا منبر کی داہنی جانب حجرہ میں بیٹھنا جو مختار ہے بعض الصبیہ (درمختار) بعض حنفیہ کے لئے مسنون یہ ہے کہ منبر کی داہنی جانب حجرہ میں بیٹھے (درمختار) حجرہ نہ ہو تو اس طرف منہ کرنے میں بیٹھے داہنی جانب سکون کی جگہ نہ ہو تو جہاں سکون ہو وہاں بیٹھے خطیب کے لئے خطبہ سے پہلے کی نشست مکروہ ہے (درمختار) شامی میں ہے (قولہ علی یمین المنبر) فیہ مخالفۃ لما قال فی البحر فان لم یکن ففی وجھہ او ناحیتہ ویکرہ صلاتہ فی المحراب قبل الخطبۃ (شامی ج ۱ ص ۷۸۰ باب الجمعۃ)

آپ نے یہاں کے امام مذاہب کا عمل معائنہ سنت ہے آج کل یہ سنت متروک العمل ہے حتی کہ ان ممالک میں اس سنت پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

جمعہ کی پہلی اذان کو بدعت عثمانی کہنا:

(سوال ۳۹) جمعہ کے دن پہلی اذان منبر پر ہوتی ہے غیر مقلدین اس کے متعلق کہتے ہیں کہ یہ بدعت عثمانی (رضی اللہ عنہ) ہے اور ناجائز ہے یہ اذان حضور اکرم ﷺ کے زمانہ میں نہ تھی کیا ان کا قول صحیح ہے بینوا توجروا۔

(الجواب) رسول مقبول ﷺ نے مبارک زمانہ میں مسلمان کہتے ہیں کہ اذان جو منبر کے پاس ہوتی تھی وہ کافی تھی۔ یعنی جمعہ مسلمان دور دور تک تکمیل کے لئے اذان سنتے کافی تھی اس نے حضرت عثمان کے زمانہ مبارکہ میں سہولت کے لئے زوراء سے پہلی اذان کا اضافہ فرمایا اور اجماع حجت شرعیہ ہے۔ پھر جبکہ حضرت عثمان خلفائے راشدین مہدیین میں سے ہیں اور رسول مقبول ﷺ نے خلفائے راشدین کے طریقہ کو سنت قرار دیا فعلیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین۔ الحدیث (مشکوٰۃ شریف ص ۳۰ باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ)

تفسیر مواہب الرحمان میں ہے۔ یا ایھا الذین امنو اذا نودی للصلوٰۃ الخ ایمان والو جب جمعہ کے دن نماز کے لئے پکارا جائے یعنی نماز جمعہ کے لئے اذان دی جائے تو دوڑ پڑو اذان سے اور اس سے مراد وہ اذان ہے جو خطبہ پڑھنے کے واسطے خطیب کے سامنے دی جاتی ہے اور یہ اذان کبھی ہوا کرتی تھی جب حضرت آنحضرت ﷺ کے عہد میں اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں تھی جمعہ کے واسطے ایک ہی اذان تھی پھر حضرت عثمان کی خلافت میں کبھی ہوئی جمعہ کے واسطے دو اذان تھیں پہلی اذان تھی پھر حضرت عثمان کی خلافت میں لوگوں کی کثرت ہوئی اور آبادی بھی زیادہ ہوگئی تو آپ نے مقام زوراء پر ایک اذان اور بڑھائی کہ اس کے سننے سے لوگ خرید و فروخت چھوڑ دیتے اور جمعہ کے واسطے حاضر ہو جاتے تھے پھر جب خطیب منبر پر بیٹھتا تو پہلا سابق اس کے سامنے دوسری اذان دی جاتی پھر جب خطیب خطبہ کے لئے کھڑا ہوتا تو تیسری اذان کہی جاتی وہی اذان حقیقی ہے اور اس وقت سے اسی طریق پر عمل رہا اور اس زمانہ میں اصحاب میں سے کسی نے انکار نہیں کیا تو گویا اس پر اجماع ہو گیا۔ کما فی حدیث میں آیا ہے علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین من بعدی۔ الحدیث یعنی تم لوگ اپنے اوپر لازم کرو میرے طریقہ کو اور میرے بعد خلفاء راشدین کے طریقہ کو اور دین میں نئی باتوں سے بچتے رہو اور ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی دوزخ میں لے جانے والی ہے۔ پس حاصل یہ ہوا کہ حضرت رسالت مآب ﷺ اور خلفاء راشدین کے زمانہ میں جمعہ کے واسطے ایک ہی اذان تھی جو خطیب کے سامنے دی جاتی تھی اور اب جو دو اذانیں ہیں یہ بدعت ہے (الخ) یہ مواہب الرحمان ج ۲ ص ۳۰۳ سطر ۱۰ میں ہے واللہ اعلم بالصواب۔

صحت جمعہ کے لئے اذان عام ہونے کا مسئلہ پر مفتی صاحب کا اشکال اور اس کا مفصل جواب!

(سوال ۳۹) سوئی ضلع اٹک حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بعد سلام مسنون کچھ دنوں پہلے لوگوں سے خبر سنی تھی کہ حضرت والا نے جمعہ صاحب کی حضرت فاروقی [illegible] کے اظہار پر [illegible] یاد ہوں گے آج [illegible] پر [illegible] ہے [illegible] ہوا کہ [illegible] ہے [illegible] ہوا کہ [illegible] ہے [illegible] ہوا کہ

اس لئے کہ اس صورت میں اذن عام نہ ہونے کے باوجود بھی لوگ جمعہ دوسری جگہ پڑھ لیتے ہیں اور بھی کافی کیل دلیل ہے۔ فصت وبمعنی ان یکون محل النوع ما دکانت لا تقدم الا فی محل واحد اما لو تعددت فلا لانہ لا یتحقق التقریب کذا فی التعلیل۔ بحر فتاوی دار العلوم جلد پنجم ص ۱۰۶۔ میں بھی ایسا ہی تحریر ہے لیکن کہ بعد ان لوگوں پر فرض ہوتا ہے باقی حضرت والا بھی خدا کے فضل سے مفتی تو ہیں نہیں۔ کہتے ہوئے نے لرشائی۔ حامد اللہ اور حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کی رائے اوپر کے حوالہ سے آپ نے دیکھ لی ہوگی۔ واللہ اعلم بالصواب

الجواب اللہ الموفق: نظری جواب سوال، مذاہب، بدیت معلوم ہونے کے بعد سوال مفتوں اس فتویٰ طلب ہے۔ کوئی دن ہوئے آپ کا خط تفصیلی جواب طلب آیا تھا جو کہ اوپر مبسوط شدہ کاشف احوال ہوا تھا۔ شوق اور تعجب سے آپ نے تلاوتی ربیہ بار بار مطالعہ کیا، اس قدر دلی کاوش سے شکر گذار ہوں۔ آپ نے جمعہ کے اذان عام ہونے پر نظر ثانی کی ضرورت بتلائی ہے اس کا بھی ممنون ہوں مگر بحوالی فتویٰ خدا نے فضل سے صحیح ہے اصلاح کا محتاج نہیں۔ فالحمد للہ علی ذلک۔

علامہ شامی رحمہ اللہ کی توجیہ اگر اس (دوسری جگہ) کو ان شرائط کے خلاف ہے دوسری جگہ یا دوسری مسجد میں جمعہ نہ ہوتا ہو اذان عام شرط نہ ہونے شرط نہیں ہے ان کی یہ تحقیق مجروح مطہم ہوتی ہے۔ اذان عام شرط علی الاطلاق ہے اور یہی مشہور شرع کے مطابق ہے۔ نماز جمعہ کے خصوص اور منظم باشان عبادت ہے شعائر اللہ اور شعائر دین میں سے ہے اس کو دوسری جگہوں پر ادا کیا جائے تو نماز جمعہ کی جو خصوصیات ہیں اس کے مطابق ادا کی جائے تو صحیح ہوگی ورنہ ظہر ہوگی۔ ایک خصوصیت یہ ہے کہ جمعہ (جس جگہ بھی ادا ہو) میں ادا کی جائے جمعہ ادا کی اس کے شایان شان نہیں اس لئے چھوٹے گاؤں میں ادا کی گئی تو صحیح نہ ہوگی۔

(۲) بادشاہ اسلام (یا اس کے نائب کی) شرط ہے بلا اجازت ادا کی گئی تو صحیح نہ ہوگی ظہر ادا کرنا لازم ہے۔

(۳) وقت ظہر میں ادا کی جائے، وقت نکل جانے کے بعد ادا کی گئی تو صحیح نہ ہوگی ظہر ادا کرنا لازم ہے۔

(۴) خطبہ شرط ہے بلا خطبہ ادا کی گئی تو صحیح نہ ہوگی۔

(۵) جماعت شرط ہے، باجماعت ادا کرنا اس کے شایان شان نہیں ہے اس لئے صحیح نہ ہوگی۔

(۶) اذن عام شرط ہے یعنی علی الاعلان اور علی سبیل اشتہار ادا کی جائے، چھپ کر ادا کرنا اس کے شایان شان نہیں اس لئے ادا نہ ہوگی ظہر ادا کی جائے۔ اذن عام کے نہ ہونے کو اس لئے شرط قرار دیا ہے کہ اس کے بغیر جمعہ صحیح نہیں ہوتا اس لئے اذن عام کا فقدان ہے کسی نے یہ نہیں کہا کہ شہر میں دوسری جگہ جمعہ نہیں ہوتا اس لئے جمعہ خاص میں جمعہ صحیح نہیں ایسا نہیں چلا جمعہ نہ ہونا اس شہر میں جو نہیں ہوتا ہے اور مشہور ہے اذن عام شرط مطلق ہے دوسری جگہ جمعہ ہوتا ہو یا نہ ہوتا ہو۔ حضرت عارف باللہ مفتی عزیز الرحمن صاحب رحمہ اللہ کا فتویٰ ان کے دوسرے فتاوے سے ثابت ہے۔ ملاحظہ ہو

(سوال ۲۲۲) ایک قلعہ میں آبادی نہیں ہے نہ عام اجازت نہیں ہے اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس قلعہ میں جمعہ جائز نہیں ہے باہر جاتا ہے جہاں عام لوگ شریک ہو جائیں۔

(الجواب) اذن عام سے تنگ صحت جمعہ کے لئے شرط ہے پس جب کہ اس قلعہ میں عام نمازیوں کو اجازت نہیں ہے تو وہاں جمعہ صحیح نہ ہوگا۔ کذا فی الدر المختار الشامی وغیرہا (فتاویٰ دار العلوم دیوبند مکمل ج ۵ ص ۹۰)

یہ فتویٰ فتاویٰ رحیمیہ کے متن مطابق ہے، حضرت مفتی عزیز الرحمٰن صاحب کے زمانہ میں قلعہ دہلی میں جمعہ کا رواج تھا، پھر آپ نے ایسا فتویٰ کیوں دیا؟

مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب قدس سرہٗ تعلیم الاسلام میں لکھتے ہیں "پانچویں شرط اذن عام ہے، اذن عام سے مفتی اجازت کے ہیں، اذن سے مطلب یہ ہے کہ سب کو اجازت ہو، جو چاہے آکر نماز میں شریک ہو سکے، ایسی جگہ جمعہ کی نماز صحیح نہیں ہوتی کہ وہاں خاص لوگ آسکتے ہوں اور ہر شخص کو آنے کی اجازت نہ ہو (تعلیم الاسلام ص ۳۷ حصہ چہارم) حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کو معلوم تھا کہ دہلی وغیرہ تمام شہروں میں متعدد جگہ جمعہ ہوتا ہے، اس کے باوجود آپ نے مطلق فتویٰ دیا دوسری جگہ جمعہ ہونے کی قید نہیں لگائی اور یہی صحیح ہے۔

اہل اہل سنت والجماعت حضرت مولانا عبد الشکور صاحب قدس سرہٗ نے بھی دوسری جگہ نماز نہ ہونے کی قید نہیں لگائی۔ فرماتے ہیں "عام اجازت کے ساتھ علی الاشتہار نماز جمعہ کا پڑھنا کسی خاص مقام میں چھپ کر نماز جمعہ پڑھنا درست نہیں (علم الفقہ ج ۳ ص ۱۱۲)

اس میں بھی دوسری جگہ جمعہ نہ ہونے کی قید نہیں ہے، اور مولانا کے زمانہ میں بھی متعدد جمعہ کا رواج تھا۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ نے بھی اس کو اختیار فرمایا ہے، ملاحظہ ہو "عام اجازت کے ساتھ علی الاشتہار نماز جمعہ کا پڑھنا" پس کسی خاص مقام میں چھپ کر نماز جمعہ پڑھنا درست نہیں، اگر کسی ایسے مقام میں نماز جمعہ پڑھی جائے جہاں عام لوگوں کو آنے کی اجازت نہ ہو یا جمعہ کے روز مسجد کے دروازے بند کر دیئے جائیں تو نماز نہ ہوگی۔ (بہشتی گوہر ص ۵۳) حضرت قدس سرہٗ کے زمانہ میں بھی متعدد جمعہ کا عام دستور تھا۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی قدس سرہٗ نے بھی اس کو اختیار فرمایا ہے، ملاحظہ ہو "حسب قواعد شرعیہ جیل میں اجازت عامہ نہ ہونے کی وجہ سے جمعہ کی نماز واجب نہیں۔ (مکتوبات شیخ الاسلام ج ۱ ص ۳۰۸)

حضرت مولانا سید محمد میاں صاحب قدس سرہٗ (سابق شیخ الحدیث و صدر مفتی مدرسہ امینیہ دہلی) اور قاسم فرماتے ہیں "جمعہ قائم کرنا اسلامی شعار ہے اس کو اعلان اور شہرت کے ساتھ قائم کرنا چاہئے، چنانچہ خود سلطان وقت اپنے محل کے دروازے بند کر کے جمعہ کی نماز پڑھنا چاہے تو درست نہیں۔ ہاں اگر اذن عام ہو تو جائز ہو جائے گی (فلاح) اسی بنا پر جیل خانہ میں بھی جمعہ جائز نہیں (نور الایضاح ترجمہ نور الایضاح ص ۱۲۵)

نیز ارقام فرماتے ہیں۔ پانچویں شرط۔ اذن عام۔ یعنی ایسی جگہ جہاں پہنچنے کی سب کو اجازت ہو، جو چاہے نماز میں آکر شریک ہو سکے، اور خاص لوگ آسکتے ہیں، ہر شخص کو آنے کی اجازت نہ ہو وہاں نماز جمعہ صحیح نہیں ہے جیل خانہ میں قیدیوں پر نماز جمعہ واجب نہیں ہے اور اگر پڑھیں تو جیل خانہ میں نماز جمعہ صحیح بھی نہ ہوگی۔ (حاشیہ)

حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے امداد الفتاویٰ میں تحریر فرماتے ہیں۔

(الجواب) جب اذن عام ہو تو درست ہے ورنہ باہر نکل کر میدان میں پڑھ لیں (امداد الفتاویٰ ج ۱ ص ۳۸۳ باب صلوٰۃ الجمعہ مطبوعہ کراچی)

والاذن العام هنا الشرط الذي يذكر في الهداية ولا اثر له في ظاهر الرواية وانما هو مذكور في النوادر ومبني عليه اصحاب المتون واستنبط ذلك من قوله تعالى يا ايها الذين امنوا اذا نودي للصلاة من يوم الجمعة فاسعوا الى ذكر الله . فان النداء للاشتهار وفيه نظر لا يخفى. معنى الاذن العام ان لا يمنع احداً ممن يصح منه الجمعة في دخول الموضع الذي يصلي في الجمعة وهو يحصل بفتح ابواب الجامع فلو دخل امير حصناً او قصراً واغلق بابه وصلى مع اصحابه لم تصح كذا في الكافي وغيره (عمدة الرعاية في حل شرح الوقاية باب صلوة الجمعة)

السادس الاذن العام حتى لو ان السلطان او الامير اذا اغلق باب قصره وصلى فيه بحشمه لا تجوز حشمته وان فتحه واذن للناس بالدخول جازت سواء دخلوا او لا وذلك لما مر من غير مرة انها شرعت بخصوصيات لا تجوز بدونها والاذن العام والاداء على سبيل الشهرة من جملة تلك الخصوصيات فلا تجوز بدونه (فصل في صلوة الجمعة كبيري ص ٥١٨)

والسادس من تلك الشروط الاذن العام وهو ان يفتح باب الجامع ويؤذن للناس حتى لو اجتمعوا في الجامع واغلقوا ابوابه وصلوا فيه الجمعة لا يجوز وكذا السلطان لو اغلق باب قصره وصلى فيه بحشمه لا تجوز لانها من شعائر الاسلام وخصائص الدين فلا بد من اقامتها على طريق الاشتهار وان فتح باب قصره واذن للناس بالدخول فيه يجوز سواء دخلوا او لا لكن بكره لمنع قضاء حق المسجد الجامع ومجالس الابرار ص ٥٩٥ و ص ٥٩٦ مجالس سمرقند ٣٩)

ومنها الاذن العام حتى لو غلق الامام باب حشمته وصلى مع رفقته لم يجز في فتح القدير ان اغلق باب المدينة لم يجز وفيه تأمل فانه لا يأتي في الاذن العام لمن في البلدة ماذن خارج البلد فالظاهر انهم لا يجيئون لاقامة الجمعة من رتما يجيئون للفساد وهذا الشرط ايضاً لا يوجد في كتب الشافعية وجه قولنا ان مبنى الجمعة على الاشتهار لانه من شعائر الاسلام والمسلمين ولا اشتهار من دون الاذن فتأمل (الفصل في الجمعة رسائل الاركان ص ٢١٥ ، ص ٢١٦)

(قوله والاذن العام) اي شرط صحتها الاداء على سبيل الاشتهار الى قوله . وفي المحيط فان فتح باب قصره واذن للناس بالدخول جاز وبكره لانه لم يقض حق المسجد الجامع وعللوا بانها من شعائر الاسلام وخصائص الدين . فيجب اقامتها على سبيل الاشتهار الى قوله ولم يذكر هذا الشرط صاحب الهداية لانه غير مذكور في ظاهر الرواية وانما هو رواية النوادر كما في البنايع (البحر الرائق ج ٢ ص ٥٢ باب صلوة الجمعة)

ومنها الاذن العام وهو ان تفتح ابواب الجامع ليؤذن للناس كافة حتى ان جماعة لو اجتمعوا في الجامع واغلقوا ابواب المسجد وجمعوا لم يجز وكذا السلطان اذا اراد ان يجمع بحشمه في داره فان فتح باب الدار واذن اذناً عاماً جازت صلوته شهدها العامة او لم يشهد هكذا

فی السجل (فتاوی عالمگیری ج ۱ ص ۱۵ الباب السادس عشر فی صلاة الجمعة)

سنة فی غیر المصلی وهی المصر الجامع والسلطان والجماعة والخطبة والوقت والاظهار. السلطان اذا فتح باب قصره واذن للناس بالدخول فیه یجوز ویکره لانه صنیع حی الجامع کذا فی تبیین الحقائق (فتح المعین والسائل ص ۱۰۵ ایضاً)

قال رحمه الله ما ذکرنا من الشرائط الخمس فی غیر المصلی و من جملة ذلک الاذن العام یعنی الاذن علی سبیل الاشتهار حتی ان امیرالو اغلق ابواب الحصن وصلی فی داخله وعسکره صلوة الجمعة لا یجوز فی الجامع الصغیر لصدر الشهید هکذا فی خلاصة الفتاوی ج ۱ ص ۲۰۰ (قوله الاذن العام لانها من شعائر الاسلام وخصائص الدین فیجب اقامتها علی سبیل الاشتهار ذکره الشیخ (یس) واختار بالعام عن الاذن الخاص بجماعة فیه لا تصح اقامته (طحطاوی علی الدر المختار ج ۱ ص ۵۳۷ باب الجمعة)

شلبی (دن شاه) وغالا (بعمده م ص ۵۵)

وشرائط فی غیره المصر والجماعة والخطبة والسلطان والوقت والاذن العام حتی لو ان والیا اغلق باب بلد وجمع بحشمه وخدمه ومنع الناس عن الدخول لم تجز هذا من اشارة قوله تعالی نودی للصلوة فامه تشهیر الخ (فتح القدیر ج ۱ ص ۲۲ باب الجمعة)

ومنها ما هو فی غیره کما لمصر الجامع والسلطان والجماعة والخطبة والوقت والاظهار حتی ان الوالی لو اغلق باب القصر وجمع فیه بحشمه وخدمه ولم یأذن للناس بالدخول لم یجز (عنایة مع فتح القدیر ج ۱ ص ۲۲ ایضاً)

(الاذن العام) لانها من شعائر الاسلام فتؤدی بالشهرة بین الانام وهو یحصل بفتح باب الجامع او دار السلطان او القلعة ملاصقا بها وقد حررنه فی شرح المنور رفزر المستقی شرح الملتقی ص ۱۲۲ :)

قال فی مجمع الانهر ناقلا عن عیون المذاهب ولا یضر غلق باب القلعة لعدوا و عادة عندنا لان الاذن العام حاصل لا محه وغلق الباب لیس لمنع المصلی ولکن عند خلفه احسن (طحطاوی علی المراقی الفلاح ص ۳۹۱ ایضاً)

(والاذن العام) ای وشرط لا دائها الاذن العام لانها من شعائر الاسلام فیجب اقامتها علی سبیل الاشتهار بین الانام حتی لو اغلق الامیر باب قصره وصلی بعسکره لم یجزه ولو فتح باب قصره واذن بالدخول جازت مع الکراهة کذا ذکره الشمنی. وفی المبسوط اراد الاذن العام هو ان یفتح ابواب الجامع ویأذن للناس حتی لو اجتمعت جماعة فی الجامع واغلقوا ابواب لم تجز وکذا السلطان اذا اراد ان یصلی بحشمه فی قصره فان فتح بابه واذن للناس ادا عاها

جازت صلوته شهادتها العامة او لا وان لم يفتح بابه ويهيؤ ذن لهم بالدخول لانجوه لان اشتراط السلطان للمنع عن تفريقها على الناس واذا لا يحصل الا بالاذن العام وكما يحتاج العامة الى السلطان في اقامتها كذلك السلطان يحتاج اليهم ان يؤذن لهم اذنا عاما فيهد ايحصل الضرر من الجانبين (شرح نقايه ج ۱ ص ۲۲۵ باب الجمعه)

وذكر في النوادر شرطا آخر لم يذكره في ظاهر الرواية وهو اداء الجمعة بتحريمة الاشتهار حتى ان قصد الدخول جميع جيشه في الحصن واغلق الابواب وصلى بهم الجمعة لا تجزئهم كذا ذكر في النوادر وفي فتاوى قاضي السلطان اذا صلى في قهندزة والقوم مع المراء السلطان في المسجد الجامع قال ان فتح باب دارة واذن للعامة بالدخول في قهندزة جازو تكون الصلاة في موضعين وان لم يأذن للعامة وصلى مع جيشه لا تجوز صلوة السلطان وانما كان هذا شرطا لان الله تعالى شرع النداء لصلوة الجمعة بقوله يا ايها الذين آمنوا اذا نودي للصلوة من يوم الجمعة فاسعوا الى ذكر الله والنداء للاشتهار ولذا يسمى جمعة لاجتماع الجماعات فيها فاقتضى ان تكون الجماعات كلها مأذونين بالحضور اذ عاما تحقيقا لمعنى الاسم (بدائع الصنائع ج ۱ ص ۲۶۹ فصل في بيان شرائط الجمعة)

ان تمام عبارتوں میں اس کی تصریح ہے کہ اگر بادشاہ اپنے محل اور قلعہ میں نماز جمعہ پڑھے تو صحت جمعہ کے لئے اذن عام ضروری ہے ظاہر ہے کہ اس شہر کی جامع مسجد میں نماز جمعہ ہوتی ہی ہوگی مگر اس کے بالمقابل قلعہ میں اقامت جمعہ کے لئے اذن عام کی شرط ہے اور مرجع اذن عام کی صورت میں تو تکون الصلوة في موضعين کی تصریح ہے اور سائل کا مکان وغیرہ میں ان مسئلہ الجمعة معنى الاشتهار کی صراحت سے بایں تو جیہ عمل ہونا جائز ہونا چاہئے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

مسافر اور نماز جمعہ:

(سوال ۵۰) کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ہم لوگ شہری ہیں مسجد میں نماز جمعہ پڑھتے ہیں یہاں ہستی کا ایک شخص بھی مسجد میں کبھی کبھی آتا ہے یہ شخص جو مسافر شرعی ہیں بسر پڑھیں تو ہمارے نماز ان کی نماز سے ساقط ہوئی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) ان کا جمعہ صحیح ہوجائے گا اور نماز ظہر ان سے ساقط ہوجائے گی ہاں ہستی والوں کو جماعت میں ہے مطلب یہ ہے کہ ان پر نماز جمعہ کا پڑھنا واجب تھا جب کسی نے پڑھ لیا ساقط ہوگیا جمعہ صحیح ہوا شرح (ص ۵۶ فصل ۱۲) واللہ اعلم۔

ہستیوں سوکی بستی ہے وہاں جمعہ صحیح ہے یا نہیں؟:

(سوال ۵۱) ایک دیہات کی آبادی نہیں سو ہے قصبہ پانچ میل دوری پر ہے تو ایسی بستی میں جمعہ کی نماز جائز ہے یا ناجائز؟

(الجواب) آپ کی بستی شہر یا قصبہ ہو یا قصبہ نما دیہات ہو جہاں پر اکثر لوگوں کی ضروریات پوری ہوتی ہے مثلاً وہاں پر کپڑے کے تاجر ضرورت کے پورے ہوتے ہیں اور خورد و نوش کا سامان اور کپڑا وغیرہ وافر ملتا ہو تو جمعہ صحیح ہوتا ورنہ جمعہ پڑھنے کی اجازت نہیں اگر پڑھا جائے تو ظہر کا اعادہ لازم ہوگا۔ واللہ اعلم بالصواب۔ رسائل الارکان میں ہے اگر اطلم رقاء فرماتے ہیں قال الحلبی نقل المقدسی فی مذهب النوازل الصغری و الکبری مطلع الاسرار ایں قدس سرہ یعنی بان المصر موضع یندفع فیہ حاجة الانسان بالشراء من الاکثر سان یکون حانوت من یبیع جمیعها و لکثیرة الشروبة و ان یکون حاکم اهل حرف یحتاج الیهم کثیراً و لا اری هذا کان علی اجتهاده قدس سرہ او وجد روایة واللہ اعلم (ص ۱۱۴ فصل فی الجمعة) فقط واللہ اعلم بالصواب

مسافر جمعہ کی نماز پڑھا سکتا ہے یا نہیں؟

(سوال ۴۵۰) مسافر جمعہ کی نماز پڑھا سکتا ہے یا نہیں؟ اگر پڑھا سکتا ہے تو اس بارے میں اختلاف ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

(الجواب) مسافر جمعہ کی نماز پڑھا سکتا ہے اور پڑھ بھی سکتا ہے درمختار میں ہے۔ ومصلح للامة فیه (ای فی الجمعة) ای صلح لغیرها فجازت لمسافر و عبد و مریض الخ (درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۶۴ ۔ باب الجمعة) نیز اس میں ہے ان المسافر لما لزم الجمعة صارت واجبة علیه ولذا صحت امامته فیها (شامی ج ۱ ص ۶۷ ۔ باب الجمعة) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

خبر اذان اول کے بعد کاروبار کرنا خبر ساعت ادا کرنے سے پہلے دنیوی کام کرنا:

(سوال ۴۵۱) اس علاقہ میں عام طور پر یہ طریق ہے کہ جمعہ کی اذان اول کے بعد ہی لوگ اپنے کاروبار میں مشغول ہو جاتے ہیں اور خطبہ کے وقت تک یہ مشغولیت جاری رہتی ہے اذان ثانی کے بعد ہی اپنے کاروبار چھوڑتے ہیں اور جمعہ کے لئے مسجد میں آتے ہیں اس طرح جمعہ کی نماز کے لئے وقت بہت کم رہ جاتا ہے اور کاروبار میں مشغول ہو جانے کی وجہ سے بہت سے لوگ نہیں پہنچ سکتے ہیں اور بعض اوقات جمعہ کی نماز کے بعد ہی کاروبار میں مشغول ہوتے ہیں اس طرح جمعہ کی فضیلت سے محروم رہتے ہیں ان کا ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

(الجواب) جمعہ کی پہلی اذان منبر کے سامنے دینا اور بعد کے لئے مسجد کے باہر چلا جانا درست نہیں ہے روایات میں ہے (وجاز بین یدیه و ترک الخ) (وتوضع السنن وابی المسجد اعظم وزر الا ان الاول) فی الاصح (درمختار بقوله وفی المسجد او علی بابه بجر (درمختار مع شامی ج ۱ ص ۷۷۰ باب الجمعة) اذا جلد (درمختار) اس سے معلوم ہوا کہ جمعہ کی اذان مسجد کے اندر ہی کام میں مشغول ہونا درست نہیں تاخیر کرنا بھی درست نہیں یہ بات مختصر قوت خریدار کے لئے کاروبار میں مشغول نہ ہوتے ہیں۔ لیکن کاتب السنة الا یقطر الیه من السلام ابح قال الحلوانی لا باس بالخصر مالا و لادوا عتاده الکمال (درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۶۹۲ باب تالیف الصلوة) فقط واللہ اعلم بالصواب ۸ ذی قعدہ ۱۳۹۹ھ

ویران عیدگاہ کو آباد کرنا اور بوقت توسیع محراب ومنبر توڑ کر وسط میں بنانا:

(سوال ۵۴) از سورت بندر مختی سب دلامت مرکاہم۔ بعد سلام مسنون! گذارش یہ ہے کہ ہمارے شہر میں ایک قدیم اور پرانی عیدگاہ ہے لیکن کئی سال سے اس کے اطراف وجوانب کا حصہ غیروں کے قبضہ میں چلا گیا تھا اور عیدگاہ ناقابل انتفاع ہوتی تھی، اتنا ہی نہیں بلکہ عیدگاہ میں شراب نوشی اور جوے کا اڈا بن چکا تھا اور پیشاب یا خانہ سے ملوث رہتی تھی، عیدگاہ کے قریب رہنے والے چند نوجوانوں نے اس چیز کو محسوس کیا اور بڑی جدوجہد کے بعد پکی دیوار بنوائی اور غیروں کا قبضہ ختم کرنے میں کامیابی حاصل کی۔ فالحمد للہ علی ذلک۔ عیدگاہ کی توسیع کی وجہ سے محراب اور منبر کو اپنی اصلی جگہ سے ہٹا کر درمیان میں لانے میں کوئی قباحت تو نہیں ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) عیدگاہ میں امام کے کھڑے ہونے کی جگہ اور محراب بالکل وسط اور درمیان میں ہونا ضروری ہے تاکہ دونوں طرف صفیں برابر ہوں، ایک طرف بڑھ جانا باعث کراہت ہے لہذا محراب بالکل درمیان میں بنالی جائے اور منبر بھی محراب کے قریب ہونا چاہئے، اس کا ایسا کرنے میں کوئی قباحت نہیں ہے۔

حیرین کی نماز شہر کی عیدگاہ میں ہوا کرتی ہے، (۱) سورت بڑا شہر ہے عیدگاہ کا کما حقہ انتظام نہ ہونے کی وجہ سے شہر کی تقریباً تمام چھوٹی بڑی مسجدوں میں عید کی نماز پڑھی جاتی ہے اور لوگوں کو واپس جانا پڑتا ہے، اس لئے سورت میں شہر کے مناسب عیدگاہ کا انتظام ضروری ہے، یہ قدیم عیدگاہ مسلمانوں کی غفلت کی بنا پر کافی حد تک ویران ہوگئی تھی اور اس کا کافی حصہ ناجائز قبضہ کے نذر ہو گیا تھا اور جہاں پر ہر سال مسلمانوں نے نماز پڑھی ہے، لاکھوں مجمعے ہوئے ہیں انہیں کو وہاں شراب نوشی اور قمار بازی کی اڈے بن گئے اور بدبودار پیشاب یا خانہ کی گندگی ہوتی رہی جو اس شہر کے لئے موجب وبال ہے۔

اللہ کے کچھ نیک بندوں کو اس کا احساس ہوا انہوں نے اس جگہ کو ناجائز قبضہ سے چھڑایا اور گندگی سے پاک صاف کیا اور عیدگاہ کی توسیع کی، یہ حضرات بڑی واواقع مبارک ہادی کے مستحق ہیں، مسلمانوں کو لازم ہے کہ ان کا ہاتھ بٹائیں اور ان کا پورا تعاون کریں اور اس قدیم عیدگاہ کو آباد کرنے میں جدوجہد کریں، جو لوگ اس کار خیر میں دامے، درمے قدمے، سخنے حصہ لیں گے دونت زندہ کرنے کی بنا پر انشاء اللہ عند الشہیدوں کے اجر وثواب کے مستحق ہوں گے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔ ۲۰ ذی قعدہ ۱۳۹۹ھ۔

چھوٹی مسجد میں جمعہ قائم کرنا:

(سوال ۵۵) سورت کے ایک محلہ میں ایک مسجد ویران تھی، تقریباً پانچ مہینے ہوئے اس کی مرمت کر کے آبادی کی گئی ہے، مسجد کے قریب ایک بھی مسلمان کا گھر نہیں ہے، دوسرے محلوں سے لوگ اس میں نماز پڑھنے کے لئے آتے ہیں، مسجد بہت چھوٹی ہے تقریباً پندرہ بیس آدمی نماز پڑھ سکتے ہیں، بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہاں جمعہ کی نماز بھی

(۱) قال فی الدر المختار: انما سن علی المعتمد لکون قبلۃ الامام لایکون الا بعد وسط الصف کما فی الشامی (شامی مکرر هند الصلاح، ج ۱، ص ۹۰۳)

(۲) والخروج فیها ای الجبانة للصلاة العید سواء فی مسجد الجمع هو الصحیح (درمختار مع الشامی باب العیدین ج ۱ ص ۸۰۳)

جو رہ جائے گا مسجد مکمل ہو جائے گی یہاں معجزہ کی کیا بات ہے؟ یہ تو معجزہ ہے۔

(۱) قسطنطنیہ کا بادشاہ بہت ہی چھوٹا ہے اس کی آبادی کے لئے اتنا کافی ہے کہ ہفتہ وار اجتماع ہوتا رہے اقامت جمعہ پر مسجدیں آباد ہونا موقوف نہیں ہے اقامت جمعہ شعائر اسلام میں سے ہے اس کا مقصد اظہار یہ شعائر دین کا ہے یہ مقصد تھوڑے سے آدمیوں سے بھی حاصل ہو سکتا ہے کہ جمعہ عظیم اجتماع جماعت کے ساتھ ادا کیا جائے۔ ملے جلے چھوٹی چھوٹی مسجدوں میں چھوٹی چھوٹی جماعت سے ہمیشہ ادا کرنے میں اقامت جمعہ کا مقصد فوت ہو جاتا ہے دوسری مسجدوں پر بھی اس کا اثر پڑے گا۔ والعامة الجمعة من احکام الدین فلا یجوز القول بما یؤدی الی تقلیلها (مبسوط سرخسی ج ۱ ص ۱۲۱ باب الجمعة) ابتدا اس بحث میں جمعہ قائم کرنے کی جو رخصت دی ہے اس کا علم یا اسباب۔

نماز جمعہ کی فضیلت اور کاروبار بند کرنا:

(سوال ۲۵۱) جمعہ کے دن ہم لوگ نماز جمعہ سے پہلے دوکان بند کر دیتے ہیں بعض کس وقت دوکان بند کرنا چاہئے آج کل زوال ۱۲ بجے ہوتا ہے اور اس ایک بجے ہوتا ہے اور ظہر کا وقت ۱ بجے سے شروع ہوتا ہے فقط۔ المرقوم ۱۰ محرم۔

(الجواب) حامداً و مصلیاً جمعہ کے دن کی اور جمعہ کی نماز کی بہت سی فضیلت بیان کی گئی ہے یہ عید کے دن کے مثل ہے بلکہ اس سے بھی افضل ہے لہٰذا اس دن کو اس طرح گزارنا چاہئے کہ جمعہ کی نماز کے لئے تیاری میں مشغول ہو جائے جلد غسل کرے جلد جائے پیدل جائے جلد جائے اور خوب توجہ سے سورۂ کہف پڑھے اور خشوع طاری رہے کہ ان سے پہلے ہی جا کر مسجد میں بیٹھ جائے اور خطبہ سنے۔ حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص جمعہ کے دن سورۂ کہف پڑھتا ہے اس کے لئے ایک نور آسمان سے زمین تک روشن ہو جاتا ہے جو قیامت کے دن اس کو بہت کام دے گا اور جو شخص جمعہ کے دن سورۂ کہف پڑھتا ہے اس کے لئے دو نور روشن ہو جاتے ہیں

یعنی جہاں کے دو دیہات یا دو محلے جن کی نمازیوں کو (مکتوبہ ۱۲ تاریخ ۱۲ باب تکلیف والتعریف) کی نماز جمعہ سے فارغ ہو کر جماعت کھڑے ہونے کے بعد دکان کھولے، اس پر عمل کرنا اور جمعہ کی دوگانہ نماز (مکتوبہ ۱۲ تاریخ ۱۲ باب) کو ان دونوں سے اتنی دیر پہلے دکان بند کر دی جائے کہ مسجد کے موافق مکمل ہو جائے، لیکن مرغوب یہ ہے کہ ان دونوں کے وقت جامع مسجد پہنچ جائے۔ (وجوب۔ علی اہلہا وشرط الصحۃ) وہو مع السعی وفی المسجد اعظم وزد واللاثان لازل فی الاصح (درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۷۷۰ باب الجمعۃ)

جمعہ کی اذان مکمل ہونے کے بعد مرغوب کے موافق نماز جمعہ جتنا اہتمام ہو سکے اس کے موافق ہدایات سے واقف ہونے کے بعد اللہ اعلم بالصواب۔

چھوٹے گاؤں میں جمعہ کی نماز کیوں صحیح نہیں؟

(سوال ۵۷) ہمارے گاؤں میں ۱۵۰ سے جمعہ کی اذان ہوتی تھی اور جمعہ کی حکومت کی وجہ سے بڑی تعداد میں اب جمعہ کی نماز پڑھتے تھے، آخر میں وجہ بتائی گئی کہ یہاں پر جمعہ ہونے کی وجہ سے جمعہ کی نماز پڑھنا ضروری ہے، اس لئے ہم لوگ بھی جمعہ میں شریک ہونے لگے تھے، ان لوگوں نے مسجد میں نماز پڑھنا اور اذان دینا بند کر دیا ہے، کیا ایسے لوگ جمعہ کی نماز کی مسجد میں آ کر نماز جمعہ کی نماز شروع کر دیں یا ان مقتدیوں سے جمعہ کی نماز پڑھنا جائز ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) ہر چیز کے لئے کچھ اصول و قواعد ہوتے ہیں جن اصول و قواعد کے موافق عمل کیا جائے تب ہی وہ عمل صحیح ہو، بے اصول صحیح اور قابل قبول نہیں ہوتا، مثلاً بالغ مرد یا بالغ عورت کا نکاح پڑھانا ضروری ہے، لیکن اگر کوئی نابالغ لڑکا یا نابالغ لڑکی نکاح خواں بن کر نکاح پڑھائے تو نکاح صحیح نہیں ہوگا، اسی طرح نماز جمعہ کے لئے بالغ ہونا شرط ہے، نابالغ لڑکا اگر امام بن کر جمعہ پڑھائے تو جمعہ صحیح نہیں ہوگا، اسی طرح جمعہ کے لئے جماعت کی صحت شرط ہے، جماعت کے لئے بالغ ہونا ضروری ہے، نابالغ لڑکا یا نابالغین کا امام بننا جماعت کے لئے بالغ ہونا شرط ہے، وقت سے پہلے نماز پڑھی جائے تو نماز صحیح نہیں ہوگی، اسی طرح ظہر کی ادائیگی کے لئے وقت ظہر ہونا اور عصر کی ادائیگی کے لئے وقت عصر ہونا شرط ہے، جمعہ میں مقررہ وقت ظہر ہی میں جمعہ کی نماز ادا کرنا ضروری ہے، وقت ظہر ختم ہو جانے کے بعد نماز جمعہ ادا نہیں ہوگی، اسی طرح جمعہ کی نماز کے لئے شہر یا قصبہ ہونا شرط ہے اس لئے چھوٹے گاؤں میں جہاں پر کاروبار کی اور ضروریات کی چیزیں نہ ہوں وہاں پر جمعہ نہیں ہوگا، اسی طرح نماز جمعہ کی صحت کے لئے شہر یا قصبہ ہونا شرط ہے اس لئے چھوٹے گاؤں میں جہاں عیدین جیسی اہم عبادت کو تعطیل شعائر سمجھ کر ترک کر دیتے ہیں ان کی جگہ ہے۔ (۱) دیکھئے صحیح مسلم عرفات شریف میں داخل نہیں ہوتے ہیں ان کے وہاں جمعہ کی نماز نہیں پڑھی جاتی حالانکہ وہاں جانچ ہوتے ہیں وہ سب ظہر پڑھتے ہیں، اسی طرح آگ کا گاؤں چھوٹا ہونے شہر یا قصبہ نہیں اس لئے جمعہ و عیدین کی نماز نہیں ہو سکتی، لوگوں کے نماز نہ پڑھنے کی وجہ سے ان پر سخت نہ جانے نماز کی اہمیت ان کے اندر پیدا ہو جائے تو اچھا، اللہ ظہر کی نماز بھی پڑھنا شروع کر دیں گے فقط واللہ اعلم بالصواب

نماز جمعہ کی جماعت دوبارہ کرنا

(سوال ۵۹) ایک مسجد میں نماز جمعہ ہو رہی ہے، مسجد سے ملحق ایک دکان جس کی دیوار مسجد سے ملی ہوئی ہے، اس دکان میں

(۱) قولہ وشرط دائما الخ اقول شرط صحتہا ان تؤدی فی مصر من لا تسع لی قریۃ ولا عبارۃ قول علی رضی اللہ عنہ لا جمعۃ ولا تشریق الا فی مصر جامع فقط ولا اعلم احدا من الائمۃ الاربعۃ قال بانہا تصح فی قریۃ (صحیحہ ابن خزیمۃ باب ذکر الخبر الذی یدل علی ان صلاۃ الجمعۃ الخ ج ۳ ص ۱۰۰)

سب ہی نماز جمعہ پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

(الجواب) جس جگہ میں پہلے جمعہ نہ ہوتا ہو وہاں پہلے جمعہ کی نماز درست نہیں ہے۔ جن لوگوں نے نماز نہیں پڑھی وہ دوسری جگہ میں پڑھ لیں ورنہ ظہر کی نماز پڑھ لیں۔ واللہ اعلم۔ (امداد ج ۱ ص ۱۷۶) واللہ اعلم بالصواب

جمعہ کے دن زوال کے وقت نفل پڑھنا

(سوال ۱۵۹) جمعہ کے دن زوال کے وقت نفل پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

(الجواب) جمعہ کے دن زوال کے وقت نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ (علم الفقہ رسائل الارکان ص ۶۳) وقطع من اطلاقہ ترجیح جواز الامام یکرہ النافلۃ فی وقت الاستواء یوم الجمعۃ (الشامی ج ۱ ص ۴۷۳) آخری صلاۃ الجمعۃ فقط واللہ اعلم بالصواب

گاؤں میں مسجد نہیں ہے تو نماز جمعہ صحیح ہے یا نہیں:

(سوال ۱۶۰) گاؤں میں مسجد نہیں ہے جمعہ وعیدین کی نماز کھلے میدان میں ہوتی ہے بعض لوگ کہتے ہیں کہ جس جگہ میں جمعہ نہ ہوتا ہو اس جگہ میں نماز جمعہ صحیح نہیں اب اس گاؤں میں جمعہ وعیدین کی نماز صحیح ہے یا نہیں؟

(الجواب) جمعہ وعیدین کے لئے شہر اور قصبہ ہونا شرط ہے مسجد ہونا شرط نہیں اس طرح جنگل کا وقف ہوتا ہے مسجد نہیں ہوتا ہے مگر اس میں نماز پڑھنے سے ثواب مسجد کا ملتا ہے۔ (شامی ج ۱ ص ۴۷۳) اس گاؤں میں جمعہ وعیدین کی نماز صحیح ہے۔ (امداد ج ۱ ص ۱۷۶)

آپ لوگوں کو چاہئے کہ جمعہ وعیدین کی نماز کے لئے کوئی جگہ مقرر کریں اس کی صفائی رکھیں کوشش کریں کہ جماعت بڑھے کا انتظام کریں اور امامت کے لئے جس ایک دو کو مقرر کریں جو جمعہ وعیدین کی امامت کے لئے بھی شرط ہے کہ نام کے وہابی نہ ہوں۔ فقط واللہ اعلم۔

نماز جمعہ جہاں صحیح نہ ہو وہاں سے دوسری جگہ جانا کیسا ہے؟

(سوال ۱۶۱) جہاں نماز صحیح نہیں ہے وہاں سے ۱۲ کوس دوسری جگہ جانا کیسا ہے؟ کیا فتوی دینے والے امام پر ہے یا مقتدی کے لئے بھی ضروری ہے کہ جہاں صحیح نماز جمعہ پڑھی جاتی ہو وہاں جائے یا اپنے گاؤں میں ظہر پڑھ لے؟ بینوا توجروا

(الجواب) جس گاؤں میں نماز جمعہ صحیح نہیں ہوتی ہے وہاں جمعہ کے لئے جانا لازم نہیں ہے وہاں جانے پر ثواب کا حق ہوتا ہے۔ (امداد ج ۱ ص ۱۷۶) واللہ اعلم بالصواب

---

۱ وشرط صحتہا مصر او فناؤہ وہو ما اتصل بہ من بیوت ولو خلالا او رحبۃ او بناء لاہل المصر الخ وشرط لاقامتہا سلطان او نائبہ الخ وشرط لوجوبہا صحۃ ومصر الخ

۲ وشرط لصحتہا جماعۃ ولو مسبوقین الخ وشرط لوجوبہا ایضا اذن عام الخ وشرط لصحتہا ایضا خطبۃ الخ

ظہر و جمعہ کی سنت میں جماعت و خطبہ شروع ہو جائے

(سوال ۲۴) ظہر یا نماز جمعہ سے پہلے چار رکعات سنت کو پڑھتے ہوئے اس حالت میں ظہر کی جماعت یا جمعہ کا خطاب شروع ہو جائے تو سنت پوری کرے یا دو رکعت پر سلام پھیر دے؟

(الجواب) صورت مسئولہ میں دو رکعت پر سلام پھیر دے یہ چار رکعت مختصر قرأت وغیرہ کے ساتھ پڑھے (دونوں صورتوں میں یہ بات کہ دو رکعت پڑھتے ہیں اگر قعدہ نہ کرے شروع کر دی ہو تو اتمام کرے) باقی چار رکعت پوری پڑھے (شامی ج ۱ ص ۶۶۹ اور اس کے بعد تفریعات انتقاد اللہ اعلم۔

نماز جمعہ کے قعدہ میں شرکت:

(سوال ۲۵) جمعہ کی نماز میں کوئی شخص قعدہ اخیرہ میں شامل ہوا تو وہ رکعت پڑھے یا چار رکعت پوری کرے؟

(الجواب) دو رکعت جمعہ کی پڑھے۔ چار رکعت ظہر کی پڑھنے کی عادت نہیں۔ (نور الہدایہ ج ۳ ص ۲۹)

جمعہ و عیدین میں آہستہ آواز سے قرأت کا استعمال:

(سوال ۲۶) امام کا جہری نماز میں آہستہ آواز سے قرأت پڑھنا جمعہ اور عیدین کا خطبہ آہستہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

(الجواب) بعض علماء نے اس کو جائز لکھا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ آواز کی تحقیق نہیں کی ان کے نزدیک امام کی آواز مقتدی تک پہنچ جاتی ہے۔ اگر یہ صورت ہے تو علماء کے نزدیک اقتداء درست اور قرأت صحیح ہے فاعتبروا یا اولی الابصار

میں سے محتاط اور محققین علماء اس میں خرابیاں زیادہ ہونے اور نفع سے زیادہ نقصان کا پہلو غالب ہونے کی وجہ سے نماز میں اس کے استعمال کی اجازت نہیں دیتے اور یہی مناسب ہے اور اسی میں سلف صالحین کی کامل اتباع ہے لہٰذا سلف صالحین کے سادہ محتاط اور بابرکت طریقہ کو چھوڑ کر نماز جیسی افضل العبادات اور دین کے اہم شعار کو ایسے مخدوش اور اختلافی طریقہ کے ذریعہ ادا کرنا ہرگز مناسب نہیں اس کے استعمال پر اصرار کرنا غلطی ہے خطبہ میں بھی اس کا استعمال خطبہ کے شایان شان نہیں۔ اگر خطبہ اور قرأت کی آواز حاضرین تک پہنچ جاتی ہے تو کسی عالم کو بھی اس سے اختلاف نہیں ہے کہ اس صورت میں لاؤڈ اسپیکر کا استعمال جائز نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم۔ دور حاضر کے فتاوی ملاحظہ فرمائیے ذیل میں منقول ہیں۔

(۱) الجواب (ص ۱۳۷) یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے بعض علماء اس کو فاسد کہتے ہیں اور بعض درست کہتے ہیں احوط یہی ہے کہ اس کو نماز میں ہرگز استعمال نہ کیا جائے۔

سعید احمد مفتی مظاہر العلوم (سہارنپور، کانپور ۱۳۷۹ھ)

(۲) مولانا مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی۔ لاؤڈ اسپیکر کو نماز میں استعمال نہ کیا جائے امام کو چاہئے کہ اس کو روک دے۔ (ماہنامہ نظام کانپور۔ ذی الحجہ ۱۳۷۹ھ مطابق ۲ جون ۱۹۶۰ء)

(۳) مفتی مہدی حسن صاحب۔ الجواب۔ (ص ۳۲۹) جہاں تک احتیاط کا تقاضا ہے پرانے طریقے پر نماز پڑھی اور پڑھائی جائے۔ لاؤڈ اسپیکر نماز میں استعمال نہ کیا جائے اختلاف بھی ہے۔ ایک جماعت نادرست کہتی ہے اور ایک جائز کہتی ہے۔ اس لئے بہتر یہی معلوم ہوتا ہے کہ نماز جیسی اہم عبادت کو اس طریقہ سے ادا کیا جائے کہ ہر مکتب خیال کے علماء کے نزدیک نماز صحیح اور درست ہو جائے اور جب مجمع زیادہ ہو تو پرانے طریقے کے بموجب مکبرین کے ذریعہ تکبیرات امام مقتدیوں کو پہنچانی چاہئیں۔ (حضرت مفتی مہدی حسن صاحب دار العلوم دیوبند ۲۳ ذی الحجہ ۱۳۷۹ھ)

نماز جمعہ کی مسنون قرأت:

(سوال ۲۷) ہمارے یہاں امام صاحب نماز جمعہ کی پہلی رکعت میں سورۂ جمعہ کا پہلا رکوع اور دوسری رکعت میں دوسرا رکوع پڑھتے ہیں اور اس کو سنت طریقہ قرار دیتے ہیں تو کیا اس طرح قرأت کرنے سے سنت ادا ہوگی؟

(الجواب) کتابوں سے پتا ہے جمعہ کی رکعت اولیٰ میں سورۂ اعلیٰ اور ثانیہ میں سورۂ غاشیہ پڑھنا سنت ہے۔ اسی طرح کبھی کبھی جمعہ کی رکعت اولیٰ میں سورۂ جمعہ اور رکعت ثانیہ میں سورۂ منافقون پڑھنا بھی مسنون ہے۔ لیکن جمعہ کی دونوں رکعتوں میں صرف سورۂ جمعہ پڑھنا (یعنی پہلی رکعت میں سورۂ جمعہ کا پہلا رکوع اور دوسری رکعت میں دوسرا رکوع پڑھنا) جیسا کہ آپ کی امام صاحب کرتے ہیں، اس کو مسنون طریقہ سمجھا جاتا ہے۔ صحیح نہیں ہے۔ اسی طرح جمعہ کی رکعت اولیٰ میں سورۂ جمعہ کا آخری رکوع اور ثانیہ میں سورۂ منافقون کا آخری رکوع پڑھنے کو سنت کی ادائیگی کے لئے کافی سمجھا جاتا ہے۔ یہ بھی غلط ہے۔ "زاد المعاد" میں ہے۔ ولا یستحب ان یقصر من کل سورۃ بعضھا او یقرأ احد ھما فی الرکعتین فانہ خلاف السنۃ وجھال الائمۃ یداومون علی ذلک۔ یعنی یہ طریقہ سنت اور مستحب

نہیں ہے کہ سورۂ جمعہ یا سورۂ منافقون کا کچھ کچھ حصہ پڑھا جائے یا ایک سورت میں دونوں رکعتیں پڑھی جائیں (جیسا کہ دریافت کیا گیا ہے) یہ طریقہ خلاف سنت ہے۔ جاہل اماموں نے سنت سمجھ کر اس طور پر پڑھنے کی عادت بنالی ہے اسی کی پابندی کرتے ہیں (ص ۱۰۴ ج ۱) واللہ اعلم بالصواب۔

نماز جمعہ اور جمعہ کی فجر میں کونسی سورۃ پڑھنا مسنون ہے؟:

(سوال ۶۸) نماز جمعہ اور جمعہ کی فجر کی نماز میں کوئی خاص سورت یا آیات پڑھنا سنت ہے؟ اور جمعہ کے دن نماز فجر میں سورۂ سجدہ پڑھنا سنت ہے؟ بحوالہ کتب جواب عنایت فرمائیں؟

(الجواب) آنحضرت ﷺ اکثر و بیشتر فجر کی سنت کی پہلی رکعت میں سورۂ کافرون اور دوسری رکعت میں سورۂ اخلاص تلاوت فرماتے تھے۔ وتر کی پہلی رکعت میں کبھی ہے گا ہے سورۂ اعلیٰ اور دوسری میں سورۂ کافرون اور تیسری میں سورۂ اخلاص تلاوت فرماتے تھے اور کبھی سورۂ اخلاص کے ساتھ معوذتین بھی پڑھنا ثابت ہے۔ اسی طرح جمعہ کی پہلی رکعت میں سورۂ جمعہ اور دوسری میں سورۂ منافقون اور کبھی پہلی رکعت میں سورۂ اعلیٰ اور دوسری میں سورۂ غاشیہ تلاوت فرماتے تھے اور جمعہ کے دن نماز فجر کی پہلی رکعت میں سورۂ سجدہ اور دوسری میں سورۂ دھر تلاوت فرماتے تھے۔ لہٰذا اسی طرح کبھے کبھی پڑھنا مسنون اور مستحب ہے۔ سنت مؤکدہ نہیں ہے۔ لہٰذا اس پر مداومت نہ کرے کہ عوام اس کو واجب اور سنت مؤکدہ سمجھ لیں۔ "درمختار" میں ہے۔ ویکرہ التعیین کالسجدۃ وھل اتی الفجر کل جمعۃ بل یندب فرأتھما احیاناً۔ یعنی خاص سورتوں کو مقرر کر لینا جیسے یہ مقرر کر لینا کہ جمعہ کے دن صبح کی نماز میں سورۂ سجدہ اور سورۂ ھل اتی (سورۂ دھر) کو پڑھے یہ مکروہ ہے۔ مستحب یہ ہے کہ کبھی کبھی ان کو بھی پڑھ لیا کرے "شامی" میں ہے فیستحب ان یقرء ذلک احیاناً تبعاً لما فعلہ ﷺ۔ نمازوں میں آنحضرت ﷺ سے جو سورتیں پڑھنی ثابت ہیں کبھی کبھی ان کو پڑھنا اور ثواب کی نیت سے ان کا پڑھنا مستحب ہے۔ (ص ۵۰۶ ج ۱ فصل فی القراءۃ)

کیا بمبئی کی گودی میں کھڑے ہوئے جہاز میں جمعہ کی نماز پڑھی جاسکتی ہے؟:

(سوال ۶۹) مفتی صاحب ہم سب گذشتہ کل جمعرات کو جہاز میں سوار ہوئے ہیں اور آج جمعہ کا دن ہے۔ اب ہمارے ساتھ بمبئی کے کئی حجاج ہیں اور جہاز ابھی بمبئی میں گودی (گودی) میں ہے تو یہ لوگ جمعہ ادا کریں یا ظہر؟ اسی طرح قصر کریں یا پوری ادا کریں؟

(الجواب) جہاز جب تک بمبئی گودی میں کھڑا ہے اس وقت تک بمبئی والے نماز پوری ادا کریں۔ یہ لوگ ابھی اپنے وطن کی حد (حاطہ) میں ہیں جس میں ہر محلہ میں مسافر ہیں۔[1] البتہ ان پر جمعہ کی نماز نہیں کہ جمعہ کے لئے "اذن عام" ضروری ہے۔ جب جہاز والے شہر میں نہیں جاسکتے اور شہر والے جہاز میں نہیں آسکتے تو "اذن عام" کی شرط مفقود ہے اس لئے جمعہ کی نماز ان پر لازم نہیں۔ جیسے اپنے شہر کے جیل خانہ میں جو قیدی ہیں ان پر جمعہ کی نماز لازم نہیں کیونکہ جیل خانہ میں جانے کی عام اجازت نہیں ہے وہ ظہر کی نماز علیحدہ جماعت سے پڑھیں گے۔ اسی طرح بمبئی کے حجاج بھی ظہر کی

---

[1] وفی شرح المنیۃ لابد ان یکون بین المصر والموضع الذی فیہ الجمعۃ اقل من میل وھذا اذا لم یکن فی الموضع الذی فیہ الجمعۃ اکثر من اربعین رجلا ممن تلزمھم الجمعۃ وھذا اذا لم یکن فی حکم المصر۔ شامی باب صلاۃ المسافر۔

نماز علیحدہ علیحدہ پڑھیں جماعت نہ کریں۔ کیونکہ ایک کو دوسروں کے لئے شریعت میں نفل کی جماعت کرنا مکروہ ہے۔ قولہ: تحریمۃ للمحذور و مسجور و مسافر اداء ظہر بجماعۃ فی مصر (الدر المختار فی شروط الجمعہ، ص ۷۲ ج ۱)

جمعہ کے دن بوقت استوا نماز کا حکم:

(سوال ۷۰) حضرت مفتی صاحب! بعد سلام مسنون فرزند سلمہ نے مدراس سے لکھا ہے کہ میں مظاہر حق پڑھتا ہوں، اس میں ایک حدیث پر بھی نے امام شافعی نے روایت کی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے دوپہر سے وقت آفتاب ڈھلنے سے پہلے نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔ لیکن جمعہ کے دن (پڑھ سکتے ہیں) اور کہا قول قوی شافعی مسلک میں ہے کہ زوال کے وقت جمعہ کے دن نفل پڑھ سکتے ہیں۔ حضرت ابوحنیفہ کا قول ہے کہ کسی بھی ان زمانوں سے وقت مکروہ ہے۔ لیکن ایک کتاب دیکھا ہوں جس میں ہے کہ جمعہ کے دن زوال کے وقت نماز جائز ہے۔ اور یہی قول امام کرخی کا ہے۔ حضرت امام ابویوسف کا ہے۔ حضرت بابر نے بھی اسے روایت کیا ہے۔ اور کہا ہے کہ اسی پر فتویٰ ہے تم جمعہ کے دن سلوۃ التسبیح زوال کے وقت دیکھو کہ پڑھتے ہیں اب اس کی ضرورت نہیں ہے زوال کے وقت بھی ان زمانوں سے وقت نہیں ہے۔ یہ حضرت کا فتویٰ ہے (جمعہ کے علاوہ زوال کے وقت مکروہ ہے) اس مسئلہ میں آپ کیا فرماتے ہیں اور مجھے کیا کرنا چاہئے؟ (عبدہ، از مہسی)

(الجواب) تحیۃ و زیارت وقت ہے جب تک آفتاب ڈھل نہ جائے نماز پڑھنا منع اور مکروہ تحریمی ہے۔ حدیث میں ہے۔ عن عقبۃ بن عامر رضی اللہ عنہ یقول ثلاث ساعات کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ینھانا ان نصلی فیھن او نقبر فیھن موتانا حین تطلع الشمس بازغۃ حتی ترتفع و حین یقوم قائم الظھیرۃ حتی تمیل الشمس و حین تضیف الشمس للغروب حتی تغرب۔ یعنی حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ تین وقت ہیں کہ منع فرماتے تھے ہمیں رسول اللہ ﷺ ہم کو ان میں نماز پڑھنے سے یا ان میں اپنے مردوں کو دفن کریں (یعنی نماز جنازہ کی نماز پڑھیں) جس وقت آفتاب نکلنے لگے یہاں تک کہ وہ بلند ہو جائے جس وقت ٹھیک دوپہر ہو جائے یہاں تک کہ آفتاب ڈھل جائے اور جس وقت کہ آفتاب غروب ہونے لگے یہاں تک کہ غروب ہو جائے (صحیح مسلم باب الاوقات التی نھی عن الصلوٰۃ فیھا ص ۲۷۶ ج ۱) اس حدیث میں ممانعت کا تعلق ادا سے ہے اس میں جمعہ کے دن کا استثنا نہیں ہے۔ جس حدیث میں جمعہ کے دن کا استثنا ہے وہ یہ ہے۔ عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نھی عن الصلوٰۃ نصف النھار حتی تزول الا یوم الجمعۃ یعنی حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے منع فرمایا نماز پڑھنے سے دوپہر کے وقت یہاں تک کہ آفتاب ڈھل جائے مگر جمعہ کے دن (منع نہیں ہے) یہ جمعہ کے دن کے استثنا والی حدیث اس درجہ کی نہیں ہے کہ عموم والی حدیث کا مقابلہ کر سکے۔ کیونکہ یہ اس کے مقابلہ میں ضعیف ہے اگر برابر کی بھی مان لی جائے تو اصول حدیث کے موافق حدیث حرمت کو ترجیح ہوگی۔

"مسائل لا ارکان" میں ہے۔ وفی النھایۃ یکرہ المحرم علی السبیح و جاب الشیخ ان

الیہما بان ھذا بین الحدیثین معارضۃ فی الحدیث الذہبی والمحرم واسع عند المعارضۃ فضل فی الموافقت (ص ۲۲)

والجواب عنہ ان استثناء یوم الجمعۃ لم یرد فی حدیث صحیح وکل ماجاء فیہ ضعیف کما سیاتی وقال الحافظ فی التلخیص بعد ذکر الحدیث المذکور واسحق وابراہیم ضعیفان ورواہ البیہقی من طریق ابی خالد الاحمر عن عبدالملک بن ابی سلیمان عن سعید بن جبیر ورواہ الا ثرم مسندا فیہ ابوالمقدام وھو متروک ورواہ البیہقی مسندا ایضا فیہ عطاء بن عجلان وھو متروک الخ (اعلاء السنن ص ۴۳ ج ۸ کراھۃ الصلوٰۃ عند الاستواء)

یعنی حضرت امام شافعی اور امام ابوحنیفہ جن حدیثوں سے استدلال کرتے ہیں وہ ضعیف ہیں۔ ان کے راویوں میں اسحاق وابراہیم میں ضعف ہے۔ جن کی روایت میں راوی ہیں وہ متروک ہیں۔ دوسری روایت میں عطاء بن عجلان ہیں وہ بھی متروک ہیں۔

پس بالفرض دلیل اس کا قول امام ابوحنیفہ کا ہے۔ چنانچہ ہدایہ میں ہے۔ والحدیث باطلاقہ حجۃ علی الشافعی فی تخصیص الفرائض وغیرہ بمکۃ وحجۃ علیٰ من یوقت فی باحۃ النفل یوم الجمعۃ کتاب الصلوٰۃ باب المواقیت ج ۱ ص ۸۵ (ص ۶۸ ج ۱) شامی میں ہے (قولہ لا یوم الجمعۃ) لما رواہ الشافعی فی مسندہ نھی عن الصلوٰۃ نصف النھار حتی تزول الشمس الا یوم الجمعۃ قال الحافظ ابن حجر فی مسند الشافعی ج ۱ ص ۱۸ وذکر البیہقی لہ شواھد ضعیفۃ فاحسن حوی الخ (قولہ المصحح العدم) اشار الی ان النھی والترجیح علی خلاف (قولہ وعن المجتبیٰ الخ) صاحب الحلیۃ العلامۃ المحقق ابن امیر الحاج عن المحقق ابن الہمام الحنفی کمال الدین محمد بن عبدالواحد السیواسی کمال الدین محمد قد لکن شراح الہدایۃ انتصروا القول الامام واجابوا عن الحدیث المذکور بما حاصلہ النھی عن الصلوٰۃ وقت الاستواء فانہا محرمۃ الی قولہ ویؤیدہ ما فی الصحیحین وغیرہما عن ابی ھریرۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا یتحری احدکم فیصلی عند طلوع الشمس ولا عند غروبہا الحدیث فانہ یدل علی ان النھی عن الصلوٰۃ فی ھذین الوقتین لکراھۃ التحری لا لکراھۃ الصلوٰۃ فی نفسہا فلا یعارض حدیث النھی عن الصلوٰۃ یوم الجمعۃ وقت الاستواء الخ (شامی باب الجمعۃ ص ۴۰ ج ۱)

"مظاہر حق" میں ہے (زوال کے وقت) نماز پڑھنے سے (حنفیہ) کے نزدیک ہر دن اور ہر زمان میں ہے (کہ اور جمعہ کا استثنا نہیں ہے) اور (شافعی کے نزدیک اور امام مالک کے موافق ان کے تین دن اس سے وقت اشتہ ہے جو کہ ترک ہو) معتمد میں یہی جواب ہے اور مذہب حنفیہ کا احوط ہے اس لئے کہ حدیث میں (صحیح حدیث) اور خبر (حرام بتلانے والی حدیث) اس وقت کی ترجیح کو ہے واللہ اعلم (ص ۳۳۳ ج ۱) ہی میں

ہو جاتی ہے اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک بعد سے زوال کے وقت نماز جمعہ درست نہیں ہے اس لئے یہ نماز ان کے نزدیک ظہر کے قائم مقام ہے (مشکوٰۃ) اس حدیث سے امام شافعی اور امام اوزاعی کی دلیل کی تائید ہوتی ہے اس حدیث کو ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں اور حاکم نے مستدرک میں روایت کیا ہے اور صحیح کہا ہے (نیل ۳ ص ۲۶۶ ج ۳)

یہ ہے حنفیہ کا مسلکی مذہب جس کے لئے وہ کہتے ہیں کہ جمعہ کے دن صلوٰۃ الضحیٰ زوال کا دام وغیرہ کیونکہ یہ نماز تمہیں ہے اس کی ضرورت نہیں ہے زوال کا وقت ہونے سے پہلے پہلے جمعہ کی نماز پڑھ لیتے ہیں یہ ہے مطرفہ مذہب احناف کا مگر مسلم کی صحیح حدیث اور کتاب الرسائل الارکان مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ جلد ۲ ص ۱۰۰ میں ہے کہ جمعہ کے دن زوال سے پہلے نماز پڑھنا جائز ہے اور یہی حدیث صحیح سے ثابت ہے اور اسی کو امام شافعی نے اختیار کیا ہے اور اسی پر عمل کرنا چاہئے نماز جمعہ کی باقی شرائط میں سے ہے اس میں بھی فقہاء کی خود ساختہ شرائط ہیں ان کی کوئی اصل نہیں ہے۔ الدسوقی علی مسلم الثبوت عن الاخطلاحی فی باب العبادات وجب ادا (ص ۱۰۹ ج ۳) واللہ اعلم بالصواب۔ عبادات کے متعلق مسائل میں احتیاط والے مسلک پر عمل کرنا واجب ہے۔

کیا شہر سے باہر رہنے والوں پر جمعہ واجب ہے یا نہیں؟

(سوال ۷۱) اگر شہر کے قریب دیہات ہیں اور وہاں پر جمعہ کی نماز ہوتی ہے تو کیا ان گاؤں والوں پر جمعہ واجب ہے یا نہیں؟ اور اگر ہے تو ان کے لئے کتنی دور تک جانا ضروری ہے؟

(الجواب) واجب ہونے کی شرائط میں سے ایک شرط مصر ہے اور مصر کی تعریف میں اختلاف ہے۔ ولا تجب الا علی من کان خارجه ولو سمع النداء من المصر سواء کان سوت فلم یاتها من المصر او بعید علی الاصح فلا یعمل سماعا فی بعد ولا بکبر ولا صحیح (باب الجمعة مراقی الفلاح ص ۱۰۱)

لابعض بعد فیما رجح قال فی الشرح فقد تحصلت بنص الحدیث والاثر والروایة عن ابی حنیفة وصاحبیه واختیار المحققین من اهل الترجیح انه لا عبرة بسماع النداء ولا بالعلو والسفل وانه لیس بشرط فلا علیک من مخالفة غیره وان کثر تصحیحه فیه ما فی الدرایة ان الممکن ان یحضر الجمعة ویبیت داخله من غیر تکلف یجب علیه اهـ ان کان من جاور هذا الحد بسبب السفر کان مسافرا فلو وجب فیه لوجب علی المسافر وهو خلاف النص واضطروا علی مراقی الفلاح ص ۲۹۳ - ۲۹۴ بتغیر فقط واللہ اعلم بالصواب۔

چھوٹے گاؤں میں جمعہ کا حکم

(سوال ۷۲) کیا گاؤں والوں پر جمعہ واجب ہے؟ اس گاؤں سے شہر کا فاصلہ تین میل ہے اور اس گاؤں میں دو ہزار کے قریب آدمی ہیں پہلے سے جمعہ نہیں ہوتا تھا اور نماز جمعہ ہوتی ہے کیا اس گاؤں والوں پر جمعہ واجب ہے اور اگر جمعہ واجب ہے تو آیت واجب کی کیا ہے جو عمل کی دلیل کہتے ہیں کہ اذا وجب کذا ہے تو اذا میں کس عمل کی آیت ہے؟ اور اگر عمل کی آیت ہے تو عمل کی آیت سے جمعہ کی فرضیت کا ثبوت دیں؟

(الجواب) شہر کا کون چھوٹا ہے گاؤں میں جمعہ وعیدین کی نماز درست نہیں۔ عمل کی آیت سے بھی عمل کا

پڑھنے پڑھانے کی اجازت نہیں مکروہ تحریمی ہے۔" درمختار" میں ہے۔ صلوۃ العید علی القری تکرہ تحریما ای لانہ اشتغال بما لا یصح لان المصر شرط الصحۃ۔" شامی" میں ہے۔ (قولہ مما لا یصح) ای علی انہ عید والا ظہر نفل مکروہ لا دانہ بالجماعۃ (۵۷۵ ج ۱ باب العیدین) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

گاؤں قصبہ بن جائے تو نماز جمعہ وعیدین کا حکم:

(سوال ۷۴۳) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہمارا قصبہ "چھاپی" آج سے چار پانچ سال قبل ایک معمولی سی دیہات کی حیثیت رکھتا تھا۔ مگر اب اس وقت قصبہ کے مائند ہے اور پوری اس کی آبادی تقریبا چار ہزار ہے۔ اگر انگریزی اور عربی مدرسہ کے طلباء کی تعداد شمار کی جائے تو تقریباً پچھ سو ۶۰۰ کا اضافہ ہو جاتا ہے۔ اس قصبہ میں مستقل بازار ہے۔ جس میں ہر قسم کی اشیاء (ضروریات زندگی) فراہم ہو جاتی ہیں اور پورے بازار کی دوکانیں جو باضابطہ پنچایت کو ٹیکس ادا کرتی ہیں۔ دو سو پچاس ۲۵۰ ہیں۔ ریلوے اسٹیشن ہے جہاں ڈاک میل کے علاوہ سب گاڑیاں ٹھیرتی ہیں۔ اور یہ قصبہ اپنے قرب وجوار کے بہت سے دیہاتوں کے لئے تھوک منڈی شمار کیا جاتا ہے۔ دیہاتی تاجر یہاں آکر ضروری اشیاء خریدتے ہیں اور اس میں پنچایت کی آفس، ڈاک گھر، ٹیلی گرام، ٹیلیفون، الیکٹرک (بجلی) بھی ہے اور پولیس تھانہ بھی اور سرکاری غیر سرکاری شفاخانے بھی اور جانوروں کا دواخانہ بھی ہے اور بینک بھی ہے۔ یہاں دو مسجدیں اور ایک عربی مدرسہ ہے۔ جس میں ساڑھے تین سو (۳۵۰) طلباء زیر تعلیم ہیں۔ پرائمری اور سیکنڈری اسکول ہیں۔ خلاصہ یہ کہ یہاں ضروریات زندگی تجارت اور صنعت وحرفت اور جانوروں کے پرورش کے وسٹیل لگے ہوئے ہیں اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس جگہ پر جمعہ وعیدین واجب ہے یا نہیں؟ آج تک یہاں پر جمعہ وعیدین ادا نہیں کی جاتی ہے۔ جب باہر کے علمائے کرام آتے ہیں تو اس مقام کو دیکھ کر کہتے ہیں کہ یہاں کے لوگ ترک جمعہ کے مرتکب ہوں گے تو جمعہ وعیدین واجب ہے یا نہیں؟ جمعہ ادا نہ کرنے کی صورت میں واقعۃً ترک جمعہ کے گناہ کے مرتکب ہوں گے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) قصبہ اور قریہ عرف پر ہے اگر فی الواقع چھاپی کی بستی قصبہ نما ہے۔ اور اہل بستی اور قرب وجوار والے اسے قصبہ سمجھتے ہیں تو یہ عرفا اور شرعا قصبہ ہے اور قصبہ قائم مقام شہر کے ہوتا ہے۔ لہذا یہاں پر بلا تردد نماز جمعہ وعیدین درست ہے۔ وقع فی فتاوی القصبات و القری الکبیرۃ التی فیھا اسواق (شامی ص ۴۳۸ ج ۱ باب الجمعہ) لہذا اس جگہ جمعہ وعیدین قائم کرنا ضروری ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

نماز جمعہ کے لئے مسجد شرط نہیں:

(سوال ۷۴۴) بزودہ شہر کی آبادی سے باہر تبلیغی اجتماع رکھا ہے یہ جگہ شہر کی حد میں ہے یہاں پنڈال میں نماز جمعہ صحیح ہے یا نہیں؟ چار پانچ ہزار آدمیوں کا شہر میں جانا دشوار ہے۔

(الجواب) یہ اجتماع نما شہر میں ہے لہذا پنڈال میں نماز جمعہ صحیح ہے۔ صحت جمعہ کے لئے مسجد شرط نہیں، شہر یا نما شہر میں جہاں کہیں مسجد کی طرح نماز پڑھنے کی عام اجازت ہو نماز جمعہ پڑھی جا سکتی ہے۔ مگر مسجد میں پڑھنے کا ثواب نہیں ملے گا۔ (اوفناء ہ) بکسر الفاء وھو ما (اتصل بہ) حولہ (اولا کما حررہ ابن الکمال،

[illegible] (الدر المختار مع الشامی ج ۱ ص ۶۶۰ ط سعید)

[illegible]

صحت جمعہ کے لیے کس قدر آبادی شرط ہے؟

[illegible] (۱) [illegible] (۲) [illegible] (۳) [illegible] (۴) [illegible] (۵) [illegible] (۶) [illegible] (۷) [illegible] (۸) [illegible] (۹) [illegible] (۱۰) [illegible] (۱۱) [illegible] (۱۲) [illegible] (۱۳) [illegible] (۱۴) [illegible] (۱۵) [illegible] (۱۶) [illegible] (۱۷) [illegible] (۱۸) [illegible] (۱۹) [illegible] (۲۰) [illegible]

[illegible] ہیں اور اخراجی طور پر بھی ایک بڑی رقم ہر سال خرچ ہوتی ہے۔ ایسی صورت میں جمعہ کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔ ہاں اگر کوئی شخص اپنی ذاتی حیثیت سے جمعہ پڑھنا چاہے تو اس کو اجازت ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ جلد ۵ صفحہ ۱۲۳)

ملازمت کی وجہ سے جمعہ معاف اور ساقط نہیں ہوتا:

(۱۷۷) ایک شخص جو شب و روز کی فرض نمازوں سے ایک وقت کی نماز ضرور پڑھ لیتا ہے لیکن نماز جمعہ نہیں پڑھتا اور کہتا ہے کہ میں ایک جگہ کام کرتا ہوں جہاں سے نماز جمعہ کا وقت نہ ملتا ہے۔ ہفتہ وار چھٹی اتوار کو ہوتی ہے۔ اس دن بھی کام کرنا پڑتا ہے یا مشکل سے چھٹی ملتی ہے اب میں کام کرنے جاتا ہوں تو نماز جمعہ چھوٹ جاتی ہے اور اگر نماز جمعہ پڑھنے جاتا ہوں تو کام پر نہیں جا سکتا۔ گویا ایک دن کی آمدنی کم ہوتی ہے۔ اور میں مذہبی اقتصادی حالت بھی ذلت کی ہے اب بتایا جائے کہ آیا نماز جمعہ چھوڑ دینے سے جمعہ کے دن کام چھوڑنے کے معاملہ میں یہ بات ضرور پیش نظر رکھیں کہ کم پیش نظر ہوتی تو صرف آمدنی کی کمی ہوتی۔ اور کم پیش نظر ہوتی اگر کسی شخص کو نماز جمعہ کے ہونے سے ہر اتوار کو آمدنی سے محروم ہونا پڑتا ہے تو اس کو عذر سمجھا جائے گا۔ اور ایسے شخص کے لئے جمعہ ساقط ہو جائے گا۔ اس کا کام اپنے دن کی روزی پر منحصر ہے۔ کبھی کبھی بھی جمعہ ادا کرنے سے کام نہیں چلتا۔ علاوہ ازیں سالانہ خرچ بھی ضروریات کی تعداد کو دیکھ کر کیا جاتا ہے۔ اور اس کا انحصار اس پر ہوتا ہے۔ ان باتوں کو مدنظر رکھ کر اس کا جواب تحریر فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

(الجواب) ملازمت کی وجہ سے نماز جمعہ معاف نہیں ہے۔ اور ان کی وجہ سے جمعہ چھوڑنے کی اجازت نہیں ہے۔ وجب السعی علیھا وترک البیع ولو بیع السعی (درمختار) قولہ ترک البیع) ای کل عمل یلھی السعی (شامی ص ۷۶۰ ج ۱ باب الجمعۃ) ولا یصح وھو بھا علی مکاتب ومبعض واجیر یسقط من الاجر بحسابہ لو بعیدا (درمختار) (قولہ بحسابہ لو بعیدا) فان کان قدر ربع الیھار حط عنہ ربع الاجرۃ ولیس للاجیر ان یطالبہ عن الربع المحطوط بمقدار ماشتغالہ بالصلوٰۃ بنزحانہ (شامی ص ۷۶۳ ج ۱ ایضا)

مطلب یہ ہے کہ جمعہ کو جس وقت سے نماز جمعہ شروع ہوتی ہے اس وقت سے تمام لوگوں پر نماز جمعہ کے لئے روانہ ہو جانا۔ جانے آنے میں جتنا وقت صرف ہونے اور ضائع ہونے کی وجہ سے تجارت کے نقصان کو منظور کرلیا جائے۔ اس میں خیر ہے۔ قولہ تعالیٰ یاایھا الذین اٰمنوا اذا نودی للصلوۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الی ذکر اللہ وذروا البیع ذلکم خیر لکم ان کنتم تعلمون (ترجمہ) اے ایمان والو جب جمعہ کی نماز کے لئے اذان دی جائے تو اللہ کی یاد کی طرف چل پڑا کرو۔ (خریدوفروخت (اور اسی طرح دوسرے مشاغل جو اس کی آڑ میں ہوں) چھوڑ دیا کرو۔ یہ چل پڑنا (مشاغل کو چھوڑ کر) تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے اگر تم کو یہ سمجھ (اور یقین کی قدر) ہو۔ (یعنی اس کا ثواب باقی ہے اور تجارت فنا ہونے والی ہے۔ (بیان القرآن ملخصا)

لہٰذا اذان کے بعد تجارت کو فوراً ترک کرنا ایک فضیلت ہے رخصت لے لی جائے۔ اگر اجازت ملے یا نہ ملے۔ واجب نہیں ہے اور نہ ہی ملازمت چھوڑنے کی ضرورت ہے۔

قولہ تعالیٰ۔ واللہ خیر الرازقین۔ اور اللہ سب سے اچھا روزی دینے والا ہے (قرآن الکریم سورۂ جمعہ) فقط واللہ اعلم بالصواب

شہر میں زیادہ مسجدیں ہوں تو جمعہ کہاں ادا کیا جائے؟

(سوال ۷۸) ہمارے قصبہ میں آٹھ محلے آباد ہیں۔ چھ مسجدیں ہیں۔ چھ مسجد والے اپنی مسجد میں جمعہ پڑھتے ہیں۔ اور دو محلے والے اپنے محلہ کی مسجد میں پڑھتے ہیں کہ ہماری مسجد میں نماز پڑھنے سے محلہ کی مسجد خالی رہتی ہے۔ جس سے احترام مسجد میں فرق آتا ہے تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ جمعہ کو محلہ کی مسجد بند کرکے شاہی مسجد میں نماز پڑھنے سے اس محلہ کی مسجد کے احترام میں خلل واقع ہوتا ہے یا نہیں؟

(الجواب) مردوں کو زیادہ مسجدوں میں جانے سے روکنا اور ایک مسجد میں حاضر ہونا ہی امر ہے۔ محلہ کی مسجد حیثیت کے اعتبار سے شاہی مسجد کے مثل ہے۔ ہاں شاہی مسجد میں اس کو چھوڑنے کی اجازت نہیں چاہے ایک ہی نماز ہو۔ مگر محلہ کی مسجد میں جانے سے جامع مسجد میں پڑھنے کا حکم ہے۔ اگر زیادہ مسجدوں ایک مسجد میں وسعت نہ ہو جامع مسجد کافی دور ہو وہاں پہنچنے میں دقت ہوتی ہو تو دوسری مسجد میں جمعہ کا انتظام کیا جا سکتا ہے۔ بلا عذر تو جمعہ محلہ کی مسجد میں پڑھنے میں ثواب کی مضاعفت اور مقصد فوت ہو جاتا ہے اور اسلامی شان و شوکت ختم ہو جاتی ہے۔ نیز جمعہ کو جو اجتماعات کیا جاتا ہے اس کا مطلب بھی یہ ہے کہ لوگوں کی ملاقاتیں ہوں اور ان سب کی جماعتیں کیا جامع مسجد میں ہوں وہ کسی محلہ کی

متعدد بن بنا کر کی نماز جمعہ شاہی مسجد میں ادا کریں۔ اس سے احترام مسجد میں فرق آنے کا خیال غلط ہے۔ احترام وہ ہے جو منشاء شریعت کے موافق ہو اور اسلامی شان و شوکت بھی اسی میں ہے۔ پس آپ قلعہ کی مسجد بند کیجئے شاہی مسجد میں نماز جمعہ ادا کیجئے منشاء شریعت پورا کرنے کا بھی ثواب آپ کو ملے گا۔ اور اسلامی شان و شوکت بڑھنے کا بھی۔ اور مساجد کے احترام کے اجزاء کا ثواب قیامت تک آپ کو ملتا رہے گا ان شاء اللہ ۱۲

آنحضرت ﷺ (خلاصہ اردو) کا ارشاد ہے۔ من سن فی الاسلام سنة حسنة فله اجرها واجر من عمل بها من بعده مشکوٰة المصابیح کتاب العلم ص ۳۳ یعنی جس نے اسلام میں کسی سنت حسنہ کو (جو منشاء شریعت کے مطابق ہو سنت سیئہ یعنی بدعت نہ ہو) جاری کیا۔ اس کو خود اس کے عمل کا ثواب بھی ملے گا۔ اور اس کے بعد جو بھی اس پر عمل کرے گا اس کا ثواب بھی اس کو ملتا رہے گا۔ اس طرح عمل کرنے والے کے ثواب میں کوئی کمی نہ ہوگی (صحاح) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

شب جمعہ میں جماع کی فضیلت۔

(سوال ۷۹) شب جمعہ میں بیوی سے صحبت افضل ہے۔ اس کی دلیل کیا ہے؟ بینوا توجروا

(الجواب) دلیل یہ ہے کہ حدیث میں آیا ہے۔ من غسل او اغتسل الخ (مشکوٰۃ شریف ص ۱۲۲ باب الجمعہ باب التطیف والتکبیر) جس کا مطلب یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ جماع کرے جس سے عورت کو غسل کی ضرورت پیش آئے۔ قوله غسل یوم الجمعة واغتسل قال النور پشتی رحمه الله یحتمل اختلاف اهل الروایة فی قوله غسل ومنهم من قال فی معناه یطأ صاحبته ومنهم من خص من الاسود وهلال بن یساف وهما من التابعین وکانهم ذهبوا الی هذا لمعنی لما فیه من غض البصر وصیانة النفس عن الخواطر الخ

وقال المظهر من غسل یوم الجمعة واغتسل روی بالتشدید والتخفیف فالتشدید معناه من وطی امرأته الخ (التعلیق الصبیح ص ۱۳۲ ج ۲ ایضاً) قال الامام احمد غسل بالتشدید جامع اهله وکذالک فسره وکیع (زاد المعاد ص ۱۰۵ ج ۱ ایضاً) قال النور پشتی روی بالتشدید والتخفیف فمن شدد فمعناه حمل غیره علی الغسل بان یطأ امرأته وبه قال عبدالرحمن بن الاسود وهلال وهما من التابعین کان من قال ذلک ذهب الی ان فیه غضة للبصر وصیانة للنفس عن الخواطر التی تمنعه من التوجه الی الله بالکلیة الخ

وفی حاشیة سید جمال الدین قال ذین العرب غسل بالتشدید قال کثیرانه المجامعة قبل الخروج الی الصلوٰة لانه مجمع غض الطرف فی الطریق بقال غسل الرجل امرأته بالتشدید والتخفیف اذا جامعها وقیل بالتشدید معناه اغتسل بعد الجماع ثم اغتسل للجمعة فکرر لهذا المعنی

(۱) ثم ذکر فی الجمعة فی موضعین اذا کثر من مصر واحد فی جوامع الفقه عن ابی حنیفة روایتان واذا ظهر هذا علم خلاف فی موضعین انتهی وقال شمس الائمة السرخسی فی المبسوط الصحیح من قول ابی حنیفة ومحمد جوازها وعن ابی یوسف تتعدد فی موضعین لا غیر واما من حیث جواز العدد وعدمه فالاولی هو الاحتیاط لان فیه لوی اذا لجمعة جمعة للجماعات ولم یکن فی زمن السلف تعدد الا فی موضع واحد من المصر وکون الصحیح جواز التعدد لضرورة للفتوی لا یمنع شرعیة الاحتیاط للقوی علی کثیر افضل فی صلوٰة الجمعة ص ۵۵۱ ۵۵۲

(مراقی الفلاح ص ۱۵۵ ج ۲ بحوالہ ملا یرتحق ہیں) ۔۔۔ ص غسل کے نہانے سے جمعہ کے دن نہانا بہتر ہے (۱)

غسل نہانے سے مراد اپنی عورت و مرد سے کہ صحبت کرنے سے بدن کی صفائی اور صحت کرنی ہو اور اس لئے کہ اس کے بدن سے پسینہ وغیرہ کا بدبو نہ آئے اور نماز میں خوب ہوتا ہے (ص ۱۵۰ ج ۱ ایضاً فقط واللہ اعلم بالصواب۔

جمعہ کے روز فجر کی نماز میں سورۂ الم سجدہ اور سورۂ دہر کی قرأت:

(سوال ۸۰) جمعہ کے روز فجر کی نماز میں امام صاحب پہلی رکعت میں الم سجدہ اور دوسری رکعت میں سورۂ دہر پڑھتے ہیں مقتدیوں میں سے چند لوگوں کو اس سے تکلیف ہوتی ہے امام صاحب کو کہا گیا کہ اتنی طویل نماز نہ پڑھائیں تو وہ کہتے ہیں کہ یہ مسنون ہے دوسروں کی بات ماننے کے لئے تیار نہیں تو کیا ان کی بات صحیح ہے؟ ہر جمعہ کے دن فجر کی نماز میں یہ سورتیں پڑھنا چاہئے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) جمعہ کے دن فجر کی نماز میں الم سجدہ اور سورۂ دہر پڑھنا مسنون اور مستحب ہے مگر اس پر دوام ثابت نہیں ہے اس لئے امام کو چاہئے کہ مواظبت نہ کرے کبھی کبھی پڑھے درمختار میں ہے **ویکرہ التعیین کالسجدۃ وھل اتی بفجر کل جمعۃ بل یندب فرأتھما احیانا** (درمختار) مکروہ ہے معین کرنا سورت کا نماز کے لئے جیسے سجدہ والی الم میں پہلی رکعت میں الم سجدہ اور دوسری میں سورۂ دہر پڑھنا بلکہ کبھی کبھی ان دونوں سورتوں کا پڑھنا مستحب ہے (درمختار مع الشامی ج ص ۵۰۸ فصل فی القرأۃ) (غایۃ الاوطار ج ۱ ص ۲۵۲)

(واللہ اعلم) (یہ بندہ کے سوال تھا فہم سقیم) (فہم مستقیم عزیز الرحمٰن صاحب بلند شہری)

(الجواب صحیح) احادیث میں بے شک ایسا آیا ہے لیکن بعض اس کو بعض اوقات پر حمل کرتے ہیں اور مواظبت نہیں کرتے کیونکہ وہ تعیین سورت کو بھی نماز کے لئے منع فرماتے ہیں لہٰذا کبھی بھی کر لینا چاہئے کچھ حرج نہیں ہے دوام سے پرہیز کرے درمختار میں ہے **ویکرہ التعیین کالسجدۃ وھل اتی بفجر کل جمعۃ بل یندب قرأتھما احیانا** (فتاویٰ دار العلوم مدلل و مکمل ج ۲ ص ۱۰۱)

جمعہ کے علاوہ اور دنوں میں کوئی خاص سورت جیسے حوامیم (سورہ فجرات سے سورہ ۔۔۔ تک) ان سورتوں میں سے دو سورتیں پڑھی جائیں آیات کی تعداد کے اعتبار سے ان کی تعداد ۔۔۔ ہیں سے کم و بیش مقتدیوں کا خیال کرتے ہوئے درمیانی مفصل کی چھوٹی سورتیں پڑھی جائیں جو میں سورت پڑھے تب بھی مقتدیوں کا خیال کرے اور چالیس سے ساٹھ آیتوں پر اقتصار کرے **وھو ان الامام یقرء علی رسمہ لا یوجب ھذا تقلیل الجماعۃ (الا حیث تتعلیل المختار** ج ۱ فصل فی القرأۃ) لیکن عادت حال مقتدیوں کی ہو (۱۱ ابو داؤد ص ۱۲۸ انکفاء اللہ اعلم بالصواب۔

صفوں کی درستگی کے انتظار میں نماز شروع کرنے میں تاخیر کرنا:

(سوال ۸۱) نماز جمعہ میں خطبہ کے بعد جماعت کے لئے تکبیر کہنا چاہئے یا مسجد کا کافی ہے اور جمعہ کی نماز میں مسجد بہت ہوتے ہیں صفیں درست کرنے کے لئے کچھ دیر ہو جاتی ہے کیا صفوں کی درستگی تک انتظار کر لینا چاہئے یا

فی الحال اقامت شروع کر دیا ہو گا؟ جیسا کہ تحریر ہے۔

(الجواب) جب نماز مسجد میں آئیں تو شروع نماز سے پہلے ایک قبلہ رخ بیٹھنے کا انتظام کرنا چاہئے تاکہ صفیں درست ہو سکیں اور جو منتشر ہیں مجالس ابرار میں ہے ویستحب للقوم ان یستقبلوا الامام عند الخطبة لکن الیوم الان انهم یستقبلون القبلة لمحرج فی تسویة الصفوف لکثرة الزحام یعنی لوگوں کے لئے مستحب یہ ہے کہ خطبہ کے وقت خطیب کی طرف چہرہ کریں لیکن اس وقت کثرت ازدحام کی وجہ سے صفوں کی درستگی میں حرج آتا ہے اس لئے قبلہ رو بیٹھتے ہیں (مجالس الابرار ص ۲۹۴ مجالس نمبر ۳۹ صغیری ص ۳۹۱ عالمگیری ص ۱۰۷ ج ۱) خطیب کے بعد فوراً اقامت شروع کر دی جائے درمختار میں ہے فاذا اتم فهمت ویکره الفصل یعنی جب امام خطبہ پورا کرے تو اقامت شروع کر دی جائے اس میں فاصلہ کرنا مکروہ ہے شامی میں ہے (قوله فهمت) سحیث یتصل لون الاقامة بآخر الخطبة وتنتهی الاقامة بقیام الخطیب مقام الصلوٰة (جس خطبہ ختم ہوتے ہی اقامت شروع ہو جائے اس طرح کہ اقامت کا اول حصہ خطبہ کے آخری حصہ کے ساتھ متصل ہو اور خطیب کے مصلی پر جانے پر پہنچتے پہنچتے اقامت ختم ہو جائے (درمختار و شامی ج ۱ ص ۷۰۷ باب الجمعہ)

اقامت کے ختم تک اگر صفیں درست نہ ہو سکیں تو صفوں کی درستگی تک نماز شروع کرنے میں تاخیر کر سکتے ہیں ترمذی شریف میں ہے روی عن عمر رضی الله عنه انه کان یوکل رجلا باقامة الصفوف ولا یکبر حتی یخبران الصفوف قد استوت وروی عن علی رضی الله عنه وعثمان رضی الله عنهما انهما کانا یفعلان ذلک ویقولان استووا یعنی حضرت عمرؓ نے صفیں درست کرنے کے لئے ایک شخص کو متعین کر رکھا تھا اور جب تک آپ کو صفیں درست ہونے کی خبر نہ دی جاتی تکبیر تحریمہ نہیں کہتے تھے امام ترمذی علیہ الرحمہ نے اس حدیث کی روایت کر کے فرمایا ہے کہ حضرت علی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما بھی اس کا اہتمام کرتے تھے اور فرماتے تھے سیدھے کھڑے ہو (ترمذی شریف ج ص ۳۱ باب ماجاء فی اقامة الصفوف) مؤطا امام مالک میں روایت ہے مالک عن ابی النضر مولی عمر بن عبید الله عن مالک بن ابی عامر ان عثمان بن عفان رضی الله عنه کان یقول فی خطبته قل ما یدع ذلک اذا خطب اذا قام الامام یخطب یوم الجمعة فاستمعوا وانصتوا فان للمنصت الذی لایسمع من الحظ مثل ما للمنصت السامع فاذا قامت الصلوٰة فاعدلوا الصفوف وسدوا بالمناکب فان اعتدال الصفوف من تمام الصلوٰة ثم لا یکبر حتی یاتیه رجال قد کلفهم بتسویة الصفوف فیخبرونه ان قد استوت فیکبر (موطا امام مالک ص ۳۶ ماجاء فی انصات یوم الجمعة والامام یخطب)

یعنی حضرت عثمان بن عفانؓ اکثر اپنے خطبہ میں یہ ارشاد فرماتے تھے جب امام جمعہ کے لئے خطبہ دے تو غور سے سنو اور نہ سنو یعنی خاموش رہو اور خطبہ کی نداء اور وہ خاموش رہنے والے کو بھی اتنا ہی ثواب ملتا ہے جتنا کہ سننے والے کو جو خود بھی رہا ہو اور خاموش ہو جب نماز کھڑی ہو جائے تو صفیں درست کرو اور کندھے سے کندھا ملا کر صفوں کی درستگی نماز کی تکمیل میں سے ہے (غرض ص حضرت عثمانؓ نے جن لوگوں کو صفیں درست کرنے کے لئے مقرر کر رکھا تھا جب وہ آپ کو صفیں درست ہونے کی اطلاع دیتے اس وقت آپ (جمعہ کی نماز کی) تکبیر تحریمہ کہتے اور نماز شروع فرماتے

(جواہر الفقہ ص ۳۰۵) واللہ اعلم بالصواب۔

جمعہ کے دن زوال کے بعد کب اذان دی جائے:

(سوال ۸۲) زوال کے بعد مکروہ وقت کب تک رہتا ہے؟ جمعہ کی اذان کب دی جائے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) فتاویٰ رحیمیہ میں ہے قلم یا کلائی گھڑی کر کے زوال کا وقت دیکھا جا سکتا ہے زوال کے وقت سے آدھ دس منٹ پہلے سے نماز موقوف کرے اور آدھ دس منٹ بعد تک موقوف رکھے بادلوں کے زمانے میں زوال کے وقت معلوم کرنا دشوار ہے اس لئے آلۂ تعلیم کے حساب سے دس یا دو منٹ پہلے نماز پڑھنے سے رک جائے اور دس یا دو منٹ بعد تک رکا رہے اس میں احتیاط ہے اور یہ جو قول ہے کہ نصف نہار شرعی سے زوال تک نماز نہ پڑھی جائے یہ مذہب احناف کا نہیں ہے (فتاویٰ رحیمیہ ص ۲۸۴ ص ۲۸۵ جلد چہارم (جدید ترتیب کے مطابق) اوقات مکروہہ میں زوال سے آدھ دس منٹ پہلے نماز موقوف کرنا چاہئے کتاب سے (یکصد مسائل منتخب) لہٰذا جمعہ کے دن زوال سے آدھ دس منٹ بلکہ مذہب احناف پر عمل کرتے ہوئے بارہ بجے دو منٹ کے بعد اذان دی جائے چونکہ عموماً لوگ اذان جمعہ کے بعد سنتیں پڑھنا شروع کر دیتے ہیں اس لئے اذان میں تاخیر کرنا چاہئے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

جمعہ کے دن اذان ثانی خطیب کے سامنے دینا کیسا ہے؟

(سوال ۸۳) ہمارے یہاں بندوانوں کا خیال ہے کہ جمعہ کے دن اذان ثانی مسجد میں نہ دینا چاہئے بلکہ مسجد سے باہر جو اذان دینا چاہئے اس کے متعلق کیا حکم ہے؟ آپ تفصیل وضاحت فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

(الجواب) جمعہ کے دن خطبہ کے وقت منبر کے قریب اذان دینے کا طریقہ قدیم زمانہ سے چلا آرہا ہے اور فقہ کی کتابوں میں اس اذان کے لئے اپنے الفاظ ذکر کئے گئے ہیں جن کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ یہ اذان منبر کے سامنے یا منبر کے قریب دی جائے۔

جامع الرموز میں ہے واذا صعد الامام المنبر جلس واذن المؤذن بین یدی المنبر کذلک جری التوارث (هدایه اولین ص ۵۲ : باب صلوة الجمعة) یعنی اور جب امام منبر پر بیٹھ جائے تو اذان منبر کے سامنے اذان دے یہی طریقہ متوارث ہے (ہدایہ) بذلک جری التوارث کذا فی الزیلعی۔ کیا اسلاف سے یہ طریقہ جاری ہے کہ جمعہ کے دن اذان ثانی خطیب کے سامنے مسجد کے اندر ہی دی جاتی تھی اور اس چیز کا توارث کے ساتھ ثبوت ہونا اس نے ثبوت کی بہت بڑی دلیل ہے اور فقہ میں توارث کی بہت اہمیت ہے بہت سے مسائل میں فقہاء دلیل کے طور پر یہی توارث پیش کرتے ہیں مثلاً جمعہ کے خطبہ خانہ میں خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم اجمعین اور حضور ﷺ کے دونوں چپلوں کا ذکر کیا جاتا ہے اور دلیل یہی پیش کی جاتی ہے کہ یہ توارث سے ثابت ہے چنانچہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے وذکر الخلفاء الراشدین والعصمین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین مستحسن بذلک جری التوارث (عالمگیری ج ۱ ص ۷۴ الباب الخامس) النہر الرائق میں ہے ذکر الخلفاء الراشدین مستحسن بذلک جری التوارث وبذکر العصمین زائد النہر الرائق ج ۲ ص ۴۷ ایضاً)

[illegible] حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق بیان فرماتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں [illegible] اذان دینا اور اس کا اتباع کرنا اس کا اتباع کرنا اس کا اتباع کرنا

سنت فوت ہونے کا خوف ہے اور (۲) انصاری مسجد سے دور رہتا ہو تو بہت ممکن ہے کہ وہ جمعہ ہی نہ پائے اور یہ حبس لانہ معوانی کا مختار قول ہے (مراقی الفلاح مع طحطاوی ص ۲۸۲ باب الجمعہ)

شرح ہدایہ اور مراقی الفلاح کی عبارت میں "خلف المنبر" ہے جس کے بمقابل معنی وصحیح مطلب یہ ہے کہ یہ اذان منبر سے قریب ہوگی (فتاوی عالمگیری میں "قبل المنبر" ہے) اگر دوسری ذانوں کی صریح یہ تعیین نہ ہوتی تو یہ اذان وہ ہوتا تو فقہاء کرام اس اذان کا تذکرہ کرتے وقت یقیناً اس کی بھی وضاحت فرماتے کہ یہ اذان کہاں کہے جانے چاہئے "بین یدی المنبر" "بین یدی الخطیب" اور "خلف المنبر" یہ الفاظ تحریر فرماتے اور درحقیقت بات یہ ہے کہ منبر والی اذان اقامت کے مانند ہے یعنی اس اذان کا مقصد صرف حاضرین کو متنبہ کرنا ہے (غافلین کو نیند سے اجاگر ہوگئی ہے) کہ اب خطبہ شروع ہورہا ہے تاکہ حاضرین اپنی انفرادی عبادات نفل سنت وغیرہ ختم کرکے خطبہ سننے کے لئے متوجہ ہوجائیں اس طرح اقامت کا مقصد حاضرین کو متنبہ کرنا ہوتا ہے کہ اب جماعت شروع ہورہی ہے تاکہ وہ جماعت میں شریک ہونے کے لئے صف بندی کرکے تیاری شروع کردیں اور اقامت مسجد میں کہنا باتفاق مکروہ نہیں ہے اسی طرح یہ اذان بھی مسجد میں دینا مکروہ نہ ہوگا پھر نیچے نہ بیٹھنا مذہب قدیم سے چلا آرہا ہے جیسا کہ اوپر مدلل بیان ہوا۔

ہم نے اس اذان کو اقامت کے مانند قرار دیا ہے اس کا ثبوت مندرجہ ذیل عبارتوں سے ملتا ہے مراقی الفلاح میں ہے "ولا اذان سنة عند الخروج کالاقامة" (مراقی الفلاح ص ۲۸۰ باب الجمعہ مع طحطاوی)

منحۃ الخالق میں ہے "لعل الاذان لا یستحب رفع الصوت فیه . قال هو الاذان الذی یوم الجمعة الذی یکون بین یدی الخطیب لانه کالاقامة لاعلام الحاضرین" صرح به جماعة الفقهاء (سعایہ شرح شرح وقایہ ص ۳۸ ج ۲ باب الاذان، ذکر احوال المؤذن مطبوعہ یاکستان، محمودیہ ص ۵۹ ج ۲)

مزید وضاحت اس طرح ملتی کہ جمعہ کے خطبہ کو فرض نماز کے ساتھ بڑی مشابہت ہے فقہاء نے خطبہ کا حکم وہی بیان فرمایا ہے جو نماز کا حکم ہے یعنی یہ کہ جو چیزیں نماز میں ممنوع ہیں وہ تمام چیزیں خطبہ میں بھی ممنوع ہیں

تنویر الابصار مع درمختار میں ہے "وفی النهر عن البدائع یکره الکلام حال الخطبة وکذا کل عمل یشغله عن سماعها من قراءة قرآن او صلوة او تسبیح او کتابة ونحوها بل یجب علیه ان یستمع وسکت وفی شرح المنیة یکره لمستمع الخطبة ما یکره فی الصلوة من اکل وشرب وعبث والتفات ونحو ذلک اه وفی الخلاصة کل ماحرم فی الصلوة حرم حال الخطبة" یعنی نہر میں بدائع سے نقل کیا ہے خطبہ کی حالت میں بات کرنا حرام ہے اور اسی طرح ہر وہ کام جو خطبہ سننے میں مخل ہو جیسے قرآن کی تلاوت یا نماز یا تسبیح پڑھنا یا کوئی چیز لکھنا اور اس کے مانند ہر کام پر ضروری ہے کہ منع ہو کہ خطبہ سننے والا خاموش رہے شرح منیہ میں ہے خطبہ سننے والے کے لئے وہ تمام چیزیں مکروہ ہیں جو نماز میں مکروہ ہیں یعنی کھانا پینا اور بات کرنا اور اشارہ کرنا اس کے مانند خلاصہ میں ہے جو چیزیں نماز میں حرام ہیں خطبہ کے وقت بھی حرام ہیں

(الطحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۲۸۲ باب الجمعہ)

یہ باتیں بھی اس پر دال ہیں کہ اس جگہ والی اذان کو اقامت کے ساتھ بڑی مشابہت ہے۔ اس لئے جواب ہوا۔ جواب فتاویٰ رحیمیہ جلد پنجم ص ۸۶ س ۸ (جدید ترتیب کے مطابق) اس باب میں خطبہ کے وقت دوسری اذان مسجد میں دینے کے عنوان سے دیکھ لیا جائے۔ مرتب) پر شائع ہوا ہے اسے بھی ضروری ملاحظہ کر لیا جائے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

جمعہ کے بعد چار رکعتیں سنت مؤکدہ ہیں یا چھ رکعتیں؟:

(سوال ۸۳) جمعہ کی نماز کے بعد چار رکعت سنت مؤکدہ ہیں یا چھ رکعت؟ اور جب کے نزدیک کتنی رکعتیں ہیں اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک کتنی رکعتیں؟ مفتی بہ قول کیا ہے؟ جو شخص صرف چار رکعتیں پڑھے تو گنہگار ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) ظاہر روایت میں جمعہ کے بعد چار رکعتیں ایک سلام کے ساتھ سنت مؤکدہ ہیں اور امام ابو یوسف کے نزدیک چھ رکعتیں ہیں اب جمعہ کے بعد چار رکعتیں ایک سلام سے سنت مؤکدہ پڑھے اور ان کے بعد دو رکعتیں سنت غیر مؤکدہ پڑھ لی جائیں جو چار پر اقتصار کرے وہ قابل ملامت نہیں ہے۔

بدائع الصنائع میں ہے وما السنة قبل الجمعة وبعدها فقد ذكر في الأصل وروى قبل الجمعة وبعدها ركعات وكذا ذكر الكرخي وذكر الطحاوي عن ابي يوسف انه قال يصلي بعدها ستا قبل هو مذهب علي رضي الله عنه وما ذكرنا انه يصلي اربعا مذهب ابن مسعود رضي الله عنه اما وجه قوله وجه ظاهر الرواية ما روي عن النبي صلى الله عليه وسلم انه قال من كان مصليا بعد الجمعة فليصل اربعا وما روي من فعله صلى الله عليه وسلم فليس فيه ما يدل على المواظبة ونحن لا نمنع من يصلي بعدها كم شاء غير انا نقول السنة بعدها اربع ركعات لا غير لما روينا (بدائع الصنائع ص ۲۸۵ ج ۱ فصل في الصلاة المسنونة)

مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ تحریر فرماتے ہیں۔

(سوال) ظہر کی نماز میں سنت مؤکدہ کتنی ہیں؟

(الجواب) ... اور چار رکعتیں (ایک سلام سے) ظہر و جمعہ کے بعد الخ (دوسری جگہ تحریر فرماتے ہیں۔

(سوال) ظہر کی نماز میں سنت غیر مؤکدہ کتنی ہیں۔

(الجواب) ... اور جمعہ کے بعد سنت مؤکدہ کے بعد دو رکعتیں۔ (تعلیم الاسلام حصہ چہارم)

امداد الفتاویٰ میں ہے۔

(سوال) بعد کی پہلی سنتیں مؤکدہ ہیں یا نہیں اور بعدی سنتوں میں چار مؤکدہ ہیں یا دو یا سب؟

(الجواب) بعد کی پہلی سنتیں مؤکدہ ہیں کذا فی الدر المختار اور بعد کی چار مؤکدہ ہیں کذا فی الدر المختار (امداد الفتاویٰ ج ۱ ص ۶۷۸ س ۶۷۹ مطبوعہ دیوبند) واللہ اعلم بالصواب۔

جمعہ کی نماز زوال سے پہلے صحیح نہیں ہے:

(سوال ۸۵) جمعہ کے دن جمعہ کی نماز کے لئے زوال ہونا ضروری ہے یا نہیں؟ بعض لوگوں کا خیال یہ ہے کہ جمعہ کے لئے زوال کا ہونا ضروری نہیں قبل از زوال بھی نماز ہو سکتی ہے مدلل اور مفصل جواب کی ضرورت ہے ان لوگوں کو اپنی بات پر بہت اصرار ہے لوگوں کو اہم فیہ بنانے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں (فقط) ہنوا توجروا۔

(الجواب) جمعہ کی نماز صحیح ہونے کی ایک شرط وقت ہے اور وہ وقت ظہر ہے اور ظہر کا وقت آفتاب کے زوال کے بعد ہوتا ہے اسی طرح جمعہ کی نماز کا وقت بھی زوال کے بعد ہی ہوگا اس سے قبل اگر جمعہ کی نماز پڑھی جائے گی تو نماز نہ ہوگی کیونکہ جمعہ ظہر کے قائم مقام ہے اس لئے جمعہ کو اسی کے وقت میں ہونا ہوگا حضور اقدس ﷺ کے قول اور عمل سے یہی ثابت ہوتا ہے چنانچہ جب آپ ﷺ نے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ بھیجا تو فرمایا اذا مالت الشمس فصل بالناس الجمعة (جب آفتاب ڈھل جائے تو لوگوں کو جمعہ پڑھانا) (ہدایہ اولین ص ۱۴۸ وفی باب صلوٰۃ الجمعۃ بدائع الصنائع ج ۱ ص ۲۶۸ فصل فی بیان شرائط الجمعۃ مرتقی الفلاح مع طحطاوی ص ۲۷۷)

مشکوٰۃ شریف میں بحوالہ بخاری حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یصلی الجمعۃ حین تمیل الشمس (حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ جمعہ کی نماز اس وقت پڑھاتے جب آفتاب ڈھل جاتا۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۱۲۳ باب الخطبۃ والصلوٰۃ فصل ثالث)

مسلم شریف میں ہے۔ عن سلمۃ بن الاکوع کنا نجمع مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا زالت الشمس (حضرت سلمہ بن اکوع فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اس وقت جمعہ کی نماز پڑھتے جب آفتاب ڈھل جاتا۔ (مسلم شریف ص ۲۸۳ ج ۱ کتاب الجمعۃ۔ فتح القدیر ص ۴۵۰ ج ۱)

جمعہ ظہر کے قائم مقام ہے اس لئے جمعہ میں ان تمام خصوصیات کی رعایت ضروری ہے جو ظہر میں ہیں چنانچہ فتح القدیر میں ہے ویجب بان شرعیۃ الجمعۃ مقام الظہر علی خلاف القیاس لانہ سقوط لوضع رکعتین واشراعی الخصوصیات التی ورد الشرع بھا مالم یثبت دلیل علی نفی اشتراطھا ولم یصلھا حائل فی الوقت کفی عمرہ ولا یدون الخطبۃ فیہ فقد اشتراطھا ویکون الخطبۃ فی الوقت حتی لو خطب قبلہ لا یقع الشرط الخ (یعنی جمعہ کی شرعیت ظہر کی جگہ خلاف قیاس ہے اس لئے کہ جمعہ میں جماعت وغیرہ کی دو رکعتیں ہیں لہٰذا ان تمام خصوصیات کی رعایت ضروری ہے جو شرع میں وارد ہیں جب تک کہ ان کے شرط نہ ہونے پر کوئی دلیل قائم نہ ہو اور یہ بات محقق ہے کہ حضور ﷺ نے اپنی عمر مبارک میں نہ خارج وقت جمعہ کی نماز پڑھی ہے اور نہ خطبہ کے بغیر پس بطور شرط یہ ثابت ہوتا ہے کہ نماز اور خطبہ وقت کے اندر ہو حتی کہ اگر خطبہ وقت سے پہلے پڑھے تو شرط واقع نہ ہوگی (فتح القدیر ج ۱ ص ۴۵۶ صلوٰۃ الجمعۃ)

طحطاوی علی مراقی الفلاح میں بھی اسی طرح کا مضمون ہے (لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم الخ) ولانھا شرعت علی خلاف القیاس لسقوط الرکعتین مع الاقامۃ فیر عی فیھا جمیع الخصوصیات التی

ورد الشرع بها ولم يرو قط ان صلى الله عليه وسلم صلاها قبل الوقت ولا بعده وكذا الخلفاء الراشدون ومن بعدهم الى يومنا هذا ولو كان جائزا لفعله مرة تعليما للجواز كذا في الحلبي وغيره یعنی جمعہ خلاف قیاس مشروع ہے اور نہیں ہوسکتا ہے مگر بعد زوال اس میں ان تمام خصوصیات کی رعایت ضروری ہے جو شرع میں وارد ہیں اور یہ بات بھی روایت میں نہیں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جمعہ کی نماز کل از وقت پڑھی ہو قبل وقت کل جانے کے بعد پڑھی ہو اور نہ کسی طریق خلفاء راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین اور ان کے بعد والوں کا رہا ہے کہ وقت سے پہلے (یا وقت کذر جانے کے بعد) پڑھنا جائز ہوتا تو بیان جواز کے لئے ایک مرتبہ تو پڑھتے (النعماوی علی مراقی الفلاح ص ۲۷۷ باب صفۃ الجمعۃ)

ان تمام باتوں کے پیش نظر مذہب ائمہ اربعہ رحمہم اللہ نے یہ بیان کیا ہے کہ جمعہ کی نماز صحیح ہونے کے لئے ضروری ہے کہ زوال کے بعد ادا پڑھی جائے۔ چنانچہ فقہ کی مشہور کتاب ہدایہ میں ہے **ووقتها وقت الظهر حتى لا يجوز تقديمها على زوال الشمس لما روى عن انس رضى الله عنه وسلم انه لما بعث مصعب بن عمير رضى الله عنه الى المدينة قال له اذا مالت الشمس فصل بالناس الجمعة** (بدائع الصنائع ج ۱ ص ۲۸ فصل فی بیان شرائط الجمعۃ)

الاختیار شرح المختار میں ہے **ووقتها وقت الظهر** لحديث انس كنا نصلي الجمعة مع رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا مالت الشمس ولانه خلف عن الظهر وقد سقطت الظهر لتكون في وقتها الاختيار لتعليل المختار ج ۱ ص ۸۳ کتاب الجمعۃ)

مراقی الفلاح میں ہے **ووقتها (وقت الظهر)** لقوله صلى الله عليه وسلم اذا مالت الشمس فصل بالناس الجمعة (فلا تصح) الجمعة (قبله وتبطل بخروجه) لفوات الشرط (مراقی الفلاح مع طحطاوی ص ۲۷۷)

علامہ نووی شرح مسلم شریف میں تحریر فرماتے ہیں **ان هذه الاحاديث ظاهرة في تعجيل الجمعة وقد قال مالك وابو حنيفة والشافعي وجماهير العلماء من الصحابة والتابعين فمن بعدهم لا يجوز الجمعة الا بعد زوال الشمس** الی قولہ **قال القاضي وروي في هذا شيء عن طائفة من الصحابة لا يصح منها شيء الا ما عليه الجمهور وحمل الجمهور هذه الاحاديث على المبالغة وانهم كانوا يؤخرون الغداء والقيلولة في هذا اليوم الى ما بعد صلوة الجمعة لانهم بادروا الى التكبير اليها فلو اشتغلوا بشيء من ذلك قبلها خافوا فوتها او فوت التكبير**

یعنی یہ احادیث بظاہر تعجیل بعد پر دلالت کرتی ہیں اور محقق بات یہ ہے کہ امام مالک امام ابوحنیفہ امام شافعی اور جمہور علماء و صحابہ تابعین اور ان کے بعد والے سب یہی فرماتے ہیں کہ جمعہ زوال کے بعد ہی صحیح ہوتا ہے۔ الخ

قول: وتکلم فرماتے ہیں کہ اس بارے میں صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین سے جو کچھ منقول ہے ان میں سے کوئی چیز سنت متصلہ نہیں ہے۔ اور یہ قول ہے ان حضرات کا جو کہ ان اہل علم سے ہیں جو کہ ان اشیاء کو مکروہ جانتے ہیں جن کا ذکر ہوا ہے اور ان کا مقصد یہ بتانا ہے کہ یہ چیزیں صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین سے ثابت نہیں ہیں (یعنی کھانا اور قیلولہ وغیرہ کرتے تھے) اور جمعہ کی نماز پڑھتے تھے اس لئے کہ وہ حضرات جمعہ کی نماز کے لئے بہت جلد جاتے تھے (لہٰذا) خطبہ کے وقت یہ چیزیں مشغول نہیں ہو سکتیں بلکہ یہ چیزیں جمعہ سے پہلے ہی عمل میں آتی تھیں۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۲۹۳ باب الجمعۃ) واللہ اعلم بالصواب۔

کیا جمعہ کی اذان اول کے بعد غسل کرنے کی تخصیص ہے؟

نمبر ۱۸۰ یہ فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ سورۂ جمعہ میں جو فاسعوا الی ذکر اللہ ہے وہ جمعہ کی اذان اول ہے یا اقامت کہ وہ بعد اذان اول کے ہے اور غسل جمعہ کی تیاری متصل اذان اول کرنا یا اقامت سے اور کیا فرماتے ہیں علماء دین اس بارے میں کہ بعد اذان اول کے خرید و فروخت کرنا جائز ہے یا نہیں بینوا توجروا (بیان فرمائیں اجر پائیں)

الجواب: اللہ تعالیٰ نے جمعہ کی اذان اول کے بعد ہی اذان ثانی کا جو امام کے سامنے ہوتی ہے حکم دیا ہے اور اذان اول کے بعد ہی اذان ثانی کے بعد خرید و فروخت وغیرہ کی ممانعت فرمائی ہے کیونکہ اذان اول کے بعد ہی مسجد میں مشغول ہونا چاہئے اور اذان اول کے بعد ہی غسل جمعہ کا حکم ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۸ ص ۴۸۳ باب الجمعۃ)

مراقی الفلاح میں ہے: ویسن للمعتمد (یعنی یستحب علی المعتمد) غسل یوم الجمعۃ (وکذا کل شئی یؤدی الی الاستعداد لہا) وقیل (یجب) وقیل (یسن) لہا لا لطلاق الامر بالاذان الاول (الواقع بعد الزوال فی الاصح) لحصول الاغتسال (قبل الصلوٰۃ) لانہ لو انتظر الذی (الفی) عند امیر قصرت الخطبۃ وربما لا یدرک الجمعۃ لبعد محلہ وہو خلاف مقصود الائمۃ۔ (مراقی الفلاح ص ۱۴۲ باب الجمعۃ)

طحطاوی میں ہے (قولہ ویسن یوم الجمعۃ) فیکرہ ترکہ یوم الجمعۃ من قطر فیہ علی المذہب (وقیل یستحب لاطلاق الامر بہ فیہ کما رفع فی الہدایۃ) والا فہو مکروہ فی کل الایام کما یکرہ ترکہ یوم العید اتفاقا (قولہ فی الاصح) وقیل الصحیح فی المعتمد ہو الاذان الثانی عند الامام الذی کان فی زمنہ صلی اللہ علیہ وسلم والصحیح بعدہ قال فی البحر وہو ضعیف (مراقی الفلاح وطحطاوی ص ۳۸۲ باب الجمعۃ)

(ردالمحتار میں ہے) (وکذا کل شئی یؤدی الیہا) (کبیع وترک البیع) (وقیل یسن للمعتمد) (وقیل یجب وقیل یسن للمعتمد) (وقیل یجب وقیل یسن للمعتمد) (وقیل یجب

[illegible] ہوا اس کی عبارت میں [illegible] اور [illegible] [illegible] [illegible]

احسن الفتاویٰ میں ہے (سوال) جمعہ کی اذان اول کے بعد دوسری کتب خانہ کو ملاحظہ کرنا یا مسائل دینیہ کا مطالعہ کرنا جب کہ اذان سے پہلے مسجد میں پہنچ جانے پر ثواب ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(جواب) بلاشبہ مسنون اذان اول کے بعد بھی خرید و فروخت کا سوا کوئی کام بھی جائز نہیں تو امور دینی کا مشغول ہونا کیسے ہو سکتا ہے قال فی التنویر و حرم السعی الیها و ترک البیع بدا (ای الاول) وفی الشامیة (قوله قبل الخ) عمل بافی السعی و حمله اصلا لاية (الدر المختار مع رد المحتار ص ۵۴۳ ج ۱ احسن الفتاوی ص ۴۰۰ ج ۴)

حاصل کلام یہ ہے کہ بہتا جمعہ جو غسل و لباس سے تیار ہو کر جامع مسجد پہنچ جائے اگر صحیح سے اپنا کاروبار یا اپنی دیگر ضروریات نہ کرنا مشغول ہو جائے اذان اول سے اتنی دیر پہلے کہ ان سب کاموں سے فارغ ہو کر سنت کے مطابق غسل کر کے کپڑے تبدیل کر کے خوشبو لگا کر اذان اول کے وقت جامع مسجد پہنچ جائے اور خدانخواستہ کسی دن بہت ضروری کام میں مشغول ہو جائے اذان اول سے قبل غسل جمعہ کا بالکل موقعہ نہ ملے تو کپڑے کی دھلی کے ساتھ ہاتھ جلدی سے غسل کرنے کی گنجائش ہو سکتی ہے بشرطیکہ جمعہ سے قبل کی سنت و نفل فوت نہ ہو اگر اس کی عادت ہو تو ترک ادا کی جائے اور کر سنت یا نفل فوت ہونے کا گمان ہو تو اس صورت میں صرف غسل پر اکتفا کیا جائے۔

جمعہ کے دن بہت ہی باعظمت اور برکت دن ہے احادیث میں جمعہ (کی نماز) میں جلد پہنچ جانے کی بہت ہی ترغیب اور فضیلت آئی ہے بعض بہتا سویرے جانے کی ہی تھی ان کو بیان کرتا ہوں ایک حدیث میں ہے عن ابی هريرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا کان یوم الجمعة وقفت الملائکة علی باب المسجد یکتبون الاول فالاول و مثل المهجر کمثل الذی یهدی بدنة ثم کالذی یهدی بقرة ثم کبشا ثم دجاجة ثم بیضة فاذا خرج الامام طووا صحفهم و یستمعون الذکر متفق علیه (مشکوٰۃ ص ۱۲۲ باب الجمعۃ) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب جمعہ کا دن ہوتا ہے تو فرشتے (اس) مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو جاتے ہیں جو (جماعت جمعہ کیلئے) پہلے جاتا ہے اس کا نام لکھتے ہیں پھر جو اس کے بعد جاتا ہے اس کا نام لکھتے ہیں (اسی طرح) جب امام (خطبہ کیلئے) بیٹھ جاتا ہے تو (فرشتے) اپنے صحیفے لپیٹ لیتے ہیں اور ذکر (خطبہ) سننے لگتے ہیں (اس سے معلوم ہوا کہ جو پہلے جاتا ہے اس کو ایسا ثواب ملتا ہے جیسے کوئی قربانی کرنے میں پہلے پہل قربانی کرنے والا ثواب پاتا ہے پھر جیسے اس کے بعد والے ثواب میں کم ہوتے جاتے ہیں اسی طرح جمعہ کے لئے جانے میں ہے پھر جیسے جیسے امام کے قریب ہوتے جاتے ہیں ثواب میں اضافہ ہوتا جاتا ہے پھر جب امام خطبہ پڑھنے لگتا ہے تو فرشتے بھی ذکر خطبہ سننے میں مشغول ہو جاتے ہیں (اس لئے ثواب میں اضافہ نہیں ہوتا) (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ص ۱۲۲ باب الجمعۃ الفصل الثانی)

ایک حدیث میں ہے عن اوس بن اوس قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من غسل یوم الجمعة واغتسل وبکر و ابتکر و مشی ولم یرکب و دنا من الامام و انصت ولم یلغ کان له بکل خطوة عمل سنة اجر صیامها و قیامها (رواه الترمذی و ابو داؤد و النسائی) اوس صحابہ حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو (پہلی) جمعہ کے دن نہلائے اور خود بھی نہائے اور صبح سویرے جائے اور اول ساعت پاوے اور پیدل جاوے سواری پر نہ جائے امام سے قریب ہو کر خطبہ سنے اس درمیان کوئی لغو فعل نہ کرے تو اس کو ہر قدم پر ایک سال کی عبادت کا ثواب ملے گا ایک سال کے روزوں کا اور ایک سال کے راتوں کا (ترمذی، ابوداؤد، نسائی، دارمی، مشکوٰۃ شریف ص ۱۲۲ باب الجمعۃ)

[illegible] جلد پہنچ کر [illegible] ہیں کہ [illegible] ۱۲ [illegible] ۱۲ [illegible] ۱۲

ایک مسجد میں تکرار جمعہ

سوال (۹۹) ہمارے یہاں ایک بستی میں ایک مسجد ہے جس میں قریب کے محلہ کے ایک سو شخص ایک ساتھ نماز پڑھ سکتے ہیں۔ جماعت تین دفعہ ہوتی ہے۔ انہوں نے موقع پر (یعنی عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن) جمعہ کی نماز دوسری مرتبہ قائم کرنے کے لئے مندرجہ ذیل وجوہات پیش کی ہیں۔

(۱) جمعہ کی نماز کے لئے قریب با محلہ والوں کو آنا پڑتا ہے (۲) مسجد کے اطراف میں متعدد محلوں کے ایسے مکانات ہیں کہ وہاں دوسری جماعت کا انتظام نہیں ہو سکتا (۳) ایسے موقع پر دوسری جماعت کے لئے بڑا گھرانا بہت مشکل ہے کیونکہ عیدین میں عورتیں بھی ساتھ ہوتی ہیں یا بچہ بیمار ہوتا ہے ہوتے کی وجہ سے بار بار کے تمام امور دیکھنے پڑتے ہیں۔ (۴) امام صاحب ۱۰۰ بجے تک جمعہ کا انتظام نہ کیا جائے تو اس دن والوں کو جمعہ کی نماز نہیں ملتی ہے۔ (۵) امام صاحب اور کمیٹی کے ذمہ داروں کو بڑا جلد بازی کرنا پڑتا ہے (۶) یہاں کے موسمی حالات کے اعتبار سے گھنٹے بھر اس میں جمعہ قائم کرنا مناسب نہیں نیز ان کے نزدیک نصوص کی جزئیات کی بھی ضرورت ہے۔ مندرجہ بالا وجوہات کی بنا پر کیا مسجد میں جمعہ کی نماز دوسری مرتبہ قائم کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب (۹۹) بتائید اللہ تعالیٰ واضح رہے کہ شہر میں متعدد مقامات پر جمعہ ادا کرنے کو جائز مانا ہے جو حنفیہ میں بے رونق ہی فی مصر واحد سواء اتسع کثیر فیعطفا علی المذهب وعبه الفتوی شرح المجمع للعینی وعامة فتح القدیر وفعالبحر ۔ جان میں ہے (قوله علی المذهب) فقد ذکر الامام السرخسی ان الصحیح من مذهب ابی حنیفة جواز اقامتها فی مصر واحد فی مسجدین او اکثر وبه ناخذ انی قوله فان المذهب الجواز مطلقا بحر (درمختار وشامی ج ۱ ص ۵۵۰ باب الجمعة)

جب ضرورت کی بنا پر شہر میں متعدد جگہ جمعہ قائم کرنے کی اجازت ہے تو نمازیوں کی تعداد کے پیش نظر جہاں جہاں جمعہ قائم کرنے کی ضرورت ہو وہاں جمعہ قائم کرنا چاہئے تاکہ ہر علاقہ کے لوگ اپنے علاقہ میں جمعہ ادا کر سکیں اور جمعہ کے لئے دوسری مسجد کے اختیار کرنے کی کوئی بلکہ جمعہ کا انتظام کرنا ضروری نہیں ہے اور اس بات کا پہلے ہی سے اعلان کر دیا جائے کہ فلاں فلاں بلکہ جمعہ کی نماز صرف وہی لوگ اپنے قریبی مقام پر جمعہ کی ادائیگی کے لئے چلا جائیں جو وہاں کی نمازیوں کی تعداد کو پیش نظر رکھتے ہوئے اپنی ذمہ داری پوری کر سکیں۔ اور جمعہ کی ادائیگی کا انتظام کریں نماز کے وقت کے اندر اندر جمعہ کا خطبہ اور نماز ختم ہو جائے۔ اس لئے صرف جمعہ کے لئے ضرورت ہے تو دوسری مسجد کا بھی انتظام کریں مگر تعدد جمعہ کی مسجد بنانے میں اول تو کفایت ہو تو عیدگاہ خانہ کا انتظام کیا جائے اور وہاں پنج وقتہ نماز جماعت اور اذان کا اہتمام ہونا ضروری ہے بھی مسجد میں آنا شروع کر دیں اور بھی سے ان کو نماز کی عادت ہو جائے حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا مروا اولادکم بالصلوٰة وهم ابناء سبع سنین واضربوهم علیها وهم ابناء عشر سنین یعنی اپنی اولاد کو نماز کا حکم کرو جب وہ سات برس کے ہوں اور نماز چھوڑنے پر تنبیہ مارو جب دس برس کے ہوں (مشکوٰۃ شریف ص ۵۹ کتاب الصلوٰۃ فصل نمبر ۲) اور ساتھ ساتھ بچوں کی دینی تعلیم کا بھی انتظام کرنا چاہئے۔

آپ کے یہاں کے طرز کا سوال سے آپ بہت خوب واقف ہیں اگر یہاں کی دینی تعلیم اہمیت کا صحیح نظر نہیں کیا

کیا اور بچپن ہی سے اسلامی عقائد اور اسلامی تعلیم ان کے ذہن نشین نہیں کرائے گئے تو آئندہ ان پر قابو پانا اور کنٹرول رکھنا مشکل ہو جائے گا اور خطرہ ہے کہ نئی نسل کہیں ہمارے ہاتھ سے نہ نکل جائے اس لئے بچوں کے مستقبل کو سامنے رکھ کر بھی سال کے دین و ایمان کی حفاظت کے اسباب مہیا کرنا ہے اس لئے بچوں کی تعلیم کا صحیح طریقہ پر انتظام کرنا چاہئے۔ مسلمان ہو کر صرف جمعہ یا عیدین کی نماز ادا کریں یا بالکل غلط طریقہ سے، عیدین، جمعہ اور پنج وقتہ نمازیں سب ضروری ہیں اس لئے جہاں جہاں ضرورت ہو مسجد کا انتظام کریں اور جمعہ بھی ادا کریں مسجد میں جب ایک دفعہ جمعہ کی نماز ہو چکی تو اب دوسری مرتبہ وہاں جمعہ کی نماز ادا کی جائے شامی میں لکھا ہے کہ جامع مسجد میں جب جمعہ کی نماز پڑھ لی جائے تو مسجد بند کر دی جائے تاکہ دوبارہ لوگ (برائے جمعہ) جمع نہ ہوں (قوله الا الجامع) اى الذى تقام فيه الجمعة فان فتحه فى وقت الظهر ضرورى والظاهر انه يغلق ايضاً بعد اقامة الجمعة فلا يجمع فيه احد بعدها الخ (شامی ج ۱ ص ۷۲۲ کتاب الجمعة)

لہٰذا صورت مسئولہ میں جہاں جہاں مسلمان آباد ہوں ان کے قریبی علاقہ میں جمعہ کا انتظام کیا جائے اور پہلے سے اس کا اعلان کر دیا جائے تاکہ لوگ اپنے قریبی علاقہ ہی میں چلے جائیں مسجد میں دوبارہ جمعہ قائم کرنے کی اجازت نہ دی جائے ورنہ عام رواج ہو جائے گا۔ پہلے ہی سے ہال بک کرانے کی کوشش کی جائے شادی وغیرہ تقریبات کے لئے پہلے سے انتظام کیا جاتا ہے اسی طرح جمعہ کے لئے بھی پہلے سے انتظام کرنا چاہئے فقط واللہ اعلم بالصواب۔

چھوٹے گاؤں میں جمعہ پڑھانے کے لئے مجبور کیا جائے تو امام صاحب کیا کریں؟:

(سوال ۸۹) ہمارا گاؤں چھوٹا ہے اور میں مسجد میں امام ہوں، لوگ جمعہ کی نماز پڑھانے کے لئے اصرار کرتے ہیں تو میں کیا کروں؟ اگر پڑھانے پر مجبور کریں تو کیا نیت کروں؟ جمعہ کی یا نفل کی؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) اگر آپ کا گاؤں چھوٹا ہو، جمعہ صحیح ہونے کی شرائط موجود نہ ہوں تو وہاں جمعہ پڑھنا پڑھانا صحیح نہیں ظہر باجماعت ادا کرنا چاہئے، شامی میں ہے ونقيم فرضا فى القصبات والقرى الكبيرة التى فيها اسواق. الى قوله. وفيما ذكرنا اشارة الى انه لا تجوز فى الصغيرة التى ليس فيها قاض (شامی ص ۷۴۸ ج ۱ کتاب الجمعة) نیز درمختار میں ہے وفى القنية صلاة العيدين فى القرى تكره تحريما اى لانه اشتغال بما لا يصح لان المصر شرط الصحة (قوله صلاة العيد) ومثله الجمعة (درمختار وشامی ص ۷۷۵ ج ۱ باب العیدین) لوگوں کو مسئلہ سے واقف کیا جائے اس کے باوجود آپ کو جمعہ پڑھانے کے لئے مجبور کریں تب بھی آپ نہ پڑھائیں تو جمعہ کی نیت سے نفل کی نیت سے کوئی صورت نہ بن سکے تو مستفتی ہو جائیں فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سوال میں درج شدہ بستی میں جمعہ صحیح ہے یا نہیں؟:

(سوال ۹۰) ہمارے گاؤں کی کل آبادی تقریباً تین ہزار کی ہے، ہمارے یہاں گرام پنچایت ہے، پرائمری اسکول ہے، ہائی اسکول بھی ہے، چیک آف سوار ہے، پولیس اسٹیشن یعنی تھانہ بھی ہے، سرکاری ہسپتال ہے جہاں مریضوں کے لئے ہر قسم کا انتظام ہے، ڈاک خانہ بھی ہے، ضروریات زندگی کی تقریباً تمام چیزیں مل جاتی ہیں تو ہمارے گاؤں

میں بھی قائم کر سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا؟

(الجواب) آپ کے یہاں کے مسلمان آپ کا گاؤں قصبہ بنانا چاہتے ہیں اس لئے جمعہ قائم کرنا اور جمعہ کے لئے آپ کی آبادی و آپ کی طرف سے کچھ سمجھتے ہوں اور اپنی ضروریات دنیوی فراہم کرنے کے لئے آپ کے یہاں آتے ہوں، آپ نے یہاں زمیندار ہو اور اہل حرفہ (جن کی اکثر وبیشتر ضرورت ہوتی ہے) موجود ہوں تو جمعہ قائم کیا جا سکتا ہے بہتر یہ ہے کہ وہاں معتبر مستند تجربہ کار علماء بلائے جائے اور ان کے حضور اور ہدایت کے مطابق عمل کیا جائے شامی میں ہے وتقع فرضاً فی القصبات والقری الکبیرۃ التی فیھا اسواق. الی قولہ. وفیما ذکرنا اشارۃ الی انہ لا تجوز فی الصغیرۃ التی لیس فیھا قاض (شامی ص ۳۸۹ ج ۱ کتاب الجمعۃ) نیز شامی میں ہے فی الخلاصۃ عن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ انہ بلدۃ کبیرۃ فیھا سکک واسواق ولھا رساتیق یقیمون علی اطراف المصاوم من الظالم بحشمتہ وعلمہ او علم غیرہ یرجع الحاکم الیہ فیما یقع من الحوادث وھذا ھو الاصح اھ (شامی ج ۱ ص ۳۷۶ کتاب الجمعہ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

جمعہ کی نماز ایک سے زیادہ مسجدوں میں ادا کرنا

(سوال ۹۱) ہماری بستی میں دو اہلحدیث کی مساجد ہیں ان میں ایک چھوٹی مسجد ہے جس سے چند قدم پر ایک بڑی جامع مسجد ہے وہیں جمعہ کی نماز ادا ہوتی ہے ان کے علاوہ مذکورہ مسجد کی برابر تھوڑے تھوڑے فاصلے پر تین مسجدیں اور ہیں جمعہ قائم کی جاتی ہے، اب محلہ کے لوگ اس چھوٹی مسجد میں جمعہ قائم کرنا چاہتے ہیں تو کیا جمعہ قائم کرنا مناسب ہوگا؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) پنجوقتہ نمازوں کی ادائیگی کے لئے محلہ کی مسجد میں مردوں کو حاضر ہونے کا تاکیدی حکم ہے اور جمعہ کی نماز محلہ کی مسجد چھوڑ کر جامع مسجد میں ادا کرنے کی ہدایت ہے، نماز جمعہ کو "جامع الجماعات" کہا جاتا ہے یعنی تمام جماعتوں کو جمع کرنے والی ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ جمعہ کے دن محلہ کی چھوٹی چھوٹی مسجدیں بند کر کے ہر محلہ کے مصلی ایک بڑی جماعت کے ساتھ جامع مسجد میں جمعہ کی نماز ادا کریں یہ افضل اور احسن ہے اس میں اسلامی شان و شوکت کا مظاہرہ ہے، عذر کے بغیر محلے محلے چھوٹی چھوٹی مسجدوں میں جمعہ قائم کرنا شریعت کا منشاء، مصلحت اور اسلام شان و شوکت کو ختم کرنا ہے، اور ان کا اثر جامع مسجد پر بھی پڑے گا، البتہ کوئی عذر ہو مثلاً جامع مسجد میں تمام مصلیوں کی سمائی نہ ہو یا جامع مسجد بہت دور ہو کہ وہاں مسلمانوں کو پہنچنے میں بہت تکلیف ہوتی ہو تو ایسی صورت میں حسب ضرورت ایک سے زیادہ مساجد میں جمعہ قائم کیا جا سکتا ہے۔

(درمختار میں ہے) لانہ ان انصب حدہ تفلق یزء الجمعۃ الا الجامع (درمختار مع رد المحتار ج ۱ ص ۶۶۲، باب الجمعۃ)

(رسائل الارکان میں ہے) ولا حل ان الحنفیۃ جامعۃ للجماعات قال الامام ابو یوسف لا یجوز تعدد الجمع فی مصر واحد وھو روایۃ عن الامام ابی حنیفۃ الی وقال الامام محمد و روایۃ عن الامام ابی حنیفۃ وھذہ الروایۃ ھی المختارۃ وعلیہ الفتوی انہ یجوز تعدد الجمعۃ مطلقاً

الخ (رسائل الارکان ص ۱۸۹ : فصل فصل فی العیدین)

مبسوط سرخسی میں ہے۔ واقامۃ الجمعۃ من اعلام الدین فلا یحسن القول بما یؤدی الی تعطیلھا (مبسوط سرخسی ص ۱۳۱ ج ۱ : باب الجمعۃ)

کفایت المفتی میں ہے۔ اولیٰ و افضل یہ ہے کہ بعد زوال نماز جہاں تک ممکن ہو ایک خطبہ ہو اور رخصت بلا ضرورت میں دو یا تین جگہ کی بات بلا ضرورت بدعت اور ناروا کہا گیا ہے۔ (کفایت المفتی ص ۲۲۱ ج ۳)

اور افتائی جواب : ایک بستی میں ایک جگہ جمعہ پڑھنا افضل ہے لیکن اگر بستی بڑی ہو اور ایک جگہ سب لوگوں کا جمع ہونا دشوار ہو تو دو جگہ سے ضرورت بھر جمعہ پڑھنا جائز ہے اور بلا ضرورت بھی کئی جگہ جمعہ پڑھا جائے تو نماز ہو جاتی ہے البتہ خلاف افضل اور خلاف اولیٰ ہوتی ہے۔ (کفایت المفتی ص ۲۲۱ ج ۳)

صورت مسئولہ میں جب مذکورہ فی السوال مسجد سے چند قدم کے فاصلہ پر بڑی جامع مسجد میں اور اس کے ہوتے ہوئے تھوڑے تھوڑے فاصلے پر تین مسجدوں میں جمعہ قائم کیا جاتا ہے تو ایسی صورت میں آپ کے محلہ کی مسجد میں بعض لوگ کا نماز ظہر مناسب اور پسندیدہ ہے اس سے جمعہ کی شان، شوکت ظاہر نہ ہوگی، جمعہ کی نماز جو جماعت کے ساتھ ادا کرنے کی زیادہ تاکید آئی ہے اور جمعہ کی شان بڑھتی ہے، اور اسلامی شان، شوکت کا مظاہرہ ہوتا ہے اس لئے حضور ﷺ عیدگاہ کی نماز مسجد نبوی (علی صاحبہا الف الف تحیۃ وسلام) چھوڑ کر (جبانہ) میں کبھی ادا نہ فرماتے تھے واللہ اعلم بالصواب

گاؤں میں متروکہ جمعہ پھر سے جاری کرنا:

(سوال ۹۲) ہمارے گاؤں (اونالوا) میں سات سو مسلمانوں کی آبادی ہے دو محلے اور دو مسجدیں ہیں (ایک چھوٹی، دوسری بڑی) پہلے بڑی مسجد میں نماز جمعہ اور چھوٹی مسجد میں ظہر پڑھی جاتی تھی، رفتہ رفتہ سے ایک ظہر پڑھنے لگے اور رفتہ رفتہ سب ظہر پڑھنے لگے نیز شور و شر سے بھی لوگ ظہر کی طرف چلے جاتے ہیں، فضل لوگ جمعہ پڑھتے تھے، اس لئے ذیل سے فتویٰ پوچھا گیا، مولوی صاحب نے جواب دیا کہ کہنے کے گاؤں میں جمعہ جائز ہے، جمعہ نہ ہونا بلکہ ظہر پڑھنا ضروری ہے اس لئے جمعہ گاؤں والوں نے چھوڑ دیا، اب ہم لوگ چاہتے ہیں کہ جب جمعہ صحیح نہیں تو پھر کیوں نہ ظہر پڑھا جائے"

بعض حضرات نے جہاں کہ پہلے سے جمعہ کا زمانہ سے جاری ہے اس کو کیسے چھوڑ دیں (لیکن کثر لوگوں نے نئی مسجد میں جمعہ شروع کر دیا اور پرانی غلط طریقہ پر کیسے چلتا چاہئے، اس پر سے ملازمین نے کہا کہ آئندہ جمعہ کے دن سے ظہر ہوگی اس کے بعد دو پہر کو ۱۲ بجے ڈانڈی بجنے کے بغیر تم جماعت کی رائے تھی، جمعہ کا موقعہ آیا تو جمعہ پڑھنے کی خواہش رکھنے والوں نے مقررہ وقت پر جمعہ کی نماز ہوگی ایسا اعلان کر دیا (حالانکہ جس زمانہ میں جمعہ جاری تھا اس وقت یہی ۱۲ بجے دوری جلد پڑھے جاتے) مگر ایک علاقہ منفرد یہ کر لیا اب تحقیق طلب امر یہ ہے کہ آئندہ جمعہ کا موقعہ آیا تو جمعہ کی اذان کس طرح جاری کرائیں گے لہٰذا جناب آپ سے مندرجہ ذیل سوالات کا جواب مطلوب ہے۔

(۱) جب جمعہ جائز ہے تو کیا عیدگاہ کی نماز ہو سکتی ہے؟

(۲) شرعی حکم کے علاوہ تحقیق نہ ہونے کی وجہ سے چھوڑ دیا تو اب پھر سے جاری کرنا کیسا ہے؟

(۳) جمعہ بارہ بجے سے پہلے کسی نے پڑھا تو اس کا کیا حکم ہے؟ (۴) جمعہ کے لئے کتنے آدمیوں کا ہونا ضروری ہے؟ (۵) گاؤں کے کتنے فاصلہ پر جمعہ ہے اس سے کم فاصلہ والوں پر جمعہ ضروری ہے یا نہیں؟

امید ہے کہ آپ مدلل و مفصل جواب عنایت فرمائیں گے تاکہ گاؤں کا فتنہ فرو ہو۔ دعوت ہے شیخ عثمان غنی پیلی بھیت ضلع شاہجہان پور

(الجواب) نماز جمعہ (جس میں خطبہ بھی ہے) صحیح ہونے کے لئے شہر یا قصبہ کی شرط ہے، دیہات یعنی گاؤں میں درست نہیں، جماعت اور اذن عام خطبہ بھی شرط ہیں لیکن جمعہ ایک مخصوص عبادت اور شعار اسلام ہے اس لئے باوجود تمام شرائط کے پڑھا جاتا ہے اسی لئے ہمارے فقہی مسلک میں اس کے صحیح ہونے کے چند شرائط ہیں۔

(۱) جماعت شرط ہے (۲) خطبہ شرط ہے (۳) اذن عام بھی شرط ہے (۴) شہر یا قصبہ یا فصیلہ والے گاؤں کا ہونا شرط ہے، دیہات یا جنگل میں درست نہیں۔

ویشترط لصحتها سبعة اشياء المصر او فنائه والخطبة والاذن العام والجماعة منتصبا وقت الاحتباء (الاصباح ص ۱۱۷ باب الجمعة)

مطلب یہ ہے کہ جمعہ کی نماز دیہات یعنی گاؤں میں جمعہ جائز نہیں "المصر الاعظم" جو فقیہ کے نزدیک دیہات میں جمعہ جائز نہیں (۵۲) کتب سے لے کر دار العلوم میں داخل نصاب کتاب "تعلیم الاسلام" میں ہے۔

(سوال) نماز جمعہ صحیح ہونے کی کتنی شرطیں ہیں۔

(الجواب) جمعہ کی نماز صحیح ہونے کی گیارہ شرطیں ہیں ان میں شہر یا قصبہ میں ہونے کی شرط ہے گاؤں میں جمعہ درست نہیں۔ (صفحہ ۱۳۱ جلد ۲)

گاؤں اور جنگل میں نماز جمعہ درست نہیں (بہشتی زیور ص ۱۳۳)

دیہات اور جنگل میں جمعہ نہیں پڑھ سکتے اسی لئے عید الاضحیٰ عرفات میں اکٹھے حاجیوں کا اجتماع ہونے کے باوجود عید کی نماز نہیں پڑھی جاتی ہے۔ جمعۃ الوداع کے موقع پر جمعہ ہوتا تھا (جس سے [illegible] ہوتی تھی) پھر بھی ہزاروں کے اجتماع میں جمعہ نہیں پڑھا گیا بلکہ ظہر پر جماعت پڑھی گئی [illegible] چکی ہے ولا جمعة بعرفات فی قولهم جمیعا (جامع الصغیر ص [illegible] الجمعة) جمعہ آپ عرفات میں بھی ظہر پر جماعت پڑھتے رہے

(۱) جس جگہ جمعہ درست نہیں وہاں عید بھی درست نہیں۔ ولا تجوز العید والجمعة فی الاصح علی من تجب علیه الجمعة شرائطها (درمختار الاضحیہ ص ۱۲۱)

(۲) آپ معتبر علماء اور مفتیان کرام سے آپ کے گاؤں میں جمعہ کے عدم جواز کا فتویٰ دیا تو اب اس پر عمل کرنا ضروری ہے، اپنی رائے ظاہر کرکے شرعی حکم کی خلاف ورزی کرنا جائز اور ناجائز ہے۔

حضرت قطب الاقطاب شیخ عبد القادر جیلانی فرماتے ہیں جب تم علماء کے پاس آؤ اور وہ تم سے کہیں تم اس کا یقین نہ کرو تو یہ تمہارا ان کے پاس آنا (ان کا تمہارے پاس آنا) تم پر حجت بنے گا، اس کا گناہ تم پر ہوگا، ہونا یہ چاہیا کہ تم ملاقات کرتے رسول اللہ ﷺ اور آپ کا فرمان سنتے۔ اذا حضرتم عند العلماء ولم تقبلوا ما یقول

لکم کان حضور کم عندھم حجۃ علیکم یکون علیکم اثم ذلک کما تقدم الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولم تقبلوا منہ (الفتح الربانی ، المجلس الخامس منہ حم ص ۱ ۳ و ص ۴۲)

اور آپ ﷺ کا دوسرا فرمان ہے۔

تمہارے درمیان صورۃً نبی (ﷺ) موجود نہیں کہ تم اس کا اتباع کرو، پس جب تم رسول اللہ ﷺ کے اتباع کرنے والوں اور آپ کے حقیقی فرمانبرداروں کا اتباع کرو گے تو گویا تم نے نبی ﷺ کا اتباع کیا لیس بیسکم نبی موجود بصورۃ حتی تتبعوہ فاذا تبعتم المتبعین للنبی صلی اللہ علیہ وسلم المحققین فی اتباعہ فکانما قد اتبعتموہ (ایضاً المجلس الرابع عشر ص ۹۳)

ان جوابات سے دیگر سوالوں کے جوابات بھی حل ہو سکتے ہیں، خدا تعالیٰ نیک عمل کی توفیق عنایت فرماوے اور تواہیات افسانیہ سے محفوظ رکھے آمین۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

شافعی مساجد میں نماز جمعہ:

(سوال ۹۳) شہر بمبئی میں کئی مسلم محلوں میں شافعی مذہب والوں کی مسجدیں ہیں جمعہ پنجوقتی ہیں، ائمہ شوافع کا نظریہ ہے کہ جامع مسجد کے سوا دیگر مسجد میں جمعہ قائم نہیں ہو سکتا، ان کے اس نظریہ کی وجہ سے شافعی المسلک بلکہ حنفی المسلک کو بھی ہر روز جمعہ بڑی مشقت اور زحمت کا سامان رہتا ہے کیونکہ لوگوں کی تعداد کثیر ہونے کے سبب سب کو جامع مسجد میں جگہ ملنا مشکل ہے بلکہ حنفی المسلک والوں کی مسجد میں بھی جگہ نہیں ملتی، بارش کے زمانہ میں بہت سے حنفی و شافعی نماز جمعہ سے محروم رہتے ہیں، کیا ایسے وقت بھی مذہب شافعی کے سوجب ایک سے زائد مساجد میں جمعہ پڑھنے کی اجازت نہیں؟ اس کا جواب دے کر ممنون فرماویں۔

(الجواب) بے شک حضرت امام شافعی کے نزدیک نماز جمعہ کی صحت کی یہ شرط بھی ہے کہ شہر میں ایک ہی جگہ جمعہ پڑھا جاوے، اگر ایک سے زائد جگہ جمعہ پڑھا گیا تو جس امام کی تکبیر تحریمہ پہلے ہوئی اس کی نماز صحیح ہوئی باقی مسجد میں پڑھے ہوئے جمعہ کا اعتبار نہیں۔

حضرت امام ابوحنیفہؒ سے ایک روایت میں بھی یہی مروی ہے۔ در شہر چند جا جمعہ جائز است و بروایتے از امام اعظم سوائے یک جا جائز نیست (مالابدمنہ ص ۵۴)

لیکن حضرت امام اعظمؒ کی دوسری روایت میں ضرورت اور رفع حرج کے پیش نظر ایک سے زائد جگہوں میں نماز جمعہ پڑھنے کی اجازت ہے، اسی حرج مذہب شافعی میں بھی مجبوری کی وجہ سے ایک سے زائد مقام میں جمعہ پڑھنے کی گنجائش ہے۔ وتؤدی فی مصر واحد بمواضع کثیرۃ مطلقا علی المذھب وعلیہ الفتوی (الی قولہ) دفعا للحرج ، درمختار (قولہ علی المذھب) فقد ذکر الامام السرخسی ان الصحیح من مذھب ابی حنیفۃ جواز اقامتھا فی مصر واحد فی مسجدین واکثر وبہ ناخذ (شامی ج ۱ ص ۵۵۵ باب الجمعۃ)

شافعی مذہب کی معتبر عربی کتاب "الاسرار" (مؤلفہ محمد یحییٰ سیروانی شافعی) کا اردو ترجمہ "ارکان اسلام" میں

[illegible] ہوتے کی تردید ہی ہے کہ اگر ہیں [illegible] ایک [illegible] میں [illegible] پڑھا جائے تو [illegible] پڑھا جائے تو [illegible] ایک [illegible] پڑھا جائے [illegible] (ردالمحتار ۱/۵۶۰)

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ

حاصل کلام یہ ہے کہ اگر شدید ضرورت کی بنا پر مجبوری متعدد جگہ جمعہ پڑھنے کی اجازت دی جائے تو [illegible] جمعہ کی صورت میں ایک جگہ جمعہ پڑھا جائے یہ حکم [illegible] قائم کرنے کے قدیم تعامل امت کے خلاف ہے۔

لہٰذا اس [illegible] کی وجہ سے [illegible] کی وجہ سے [illegible] کہ [illegible] ضرورت کے مطابق متعدد جگہ میں نماز جمعہ کی اجازت دی جائے [illegible]

نماز جمعہ مسجد میں پڑھیں یا پرانی میں

(سوال ۹۰) بلدہ [illegible] میں تین مسجدیں ہیں (۱) [illegible] (۲) [illegible] (۳) [illegible] امام مسجد ان تینوں میں [illegible] مسجد قدیم ہے اس میں جمعہ ہوتا ہے اور تقریباً مصلی اس میں [illegible] ہیں [illegible] مسجد [illegible] ہیں [illegible] اس میں جمعہ پڑھا جائے [illegible] ہوتی ہے وہ اس کی وجہ سے کہ تمام مصلی اس میں سما سکتے ہیں [illegible] امام مسجد کی [illegible] اس میں تمام نمازیوں [illegible] ہے

اس میں قائل دو بات ہے کہ [illegible] نماز جمعہ ایک ہی جگہ پڑھی جاتی ہے تو اس مسجد میں [illegible]

(الجواب) اس قدیمہ کہ [illegible] مسجد میں جمعہ پڑھا جاتا ہے وہ جامع مسجد کہی جاتی ہے [illegible] اس میں جمعہ پڑھنا افضل ہے

عن ابن عباس مالک قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلاۃ [illegible] وصلاتہ فی مسجدہ [illegible] صلاۃ الجمعۃ [illegible] وصلاتہ فی [illegible] صلاۃ فی مسجد قومہ [illegible] صلاۃ الجمعۃ [illegible] صلاۃ فی مسجد [illegible] صلاۃ [illegible] صلاۃ فی [illegible] صلاۃ [illegible] صلاۃ [illegible] صلاۃ

(الجواب) جمعہ کے صحیح ہونے کے لئے مسجد کا ہونا شرط نہیں شہر وقصبہ شہر میں کسی بھی جگہ مثلاً مکان میں یا ہال میں یا کھلے میدان میں نماز جمعہ درست ہے بشرطیکہ اس جگہ ان تمام (یعنی ہر شخص کو نماز پڑھنے کی اجازت ہو) ضروری نے بانی مسجد کا ثواب پھر بھی نہیں ملے گا ولا یشترط الصلوٰۃ فی البلد بالمسجد فتصح بفضاء فیھا صحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۲۷۹ باب الجمعۃ فقط واللہ تعالیٰ علم بالصواب۔

عبادت گاہ میں جمعہ کی نماز۔

(سوال ۹۲) یہاں (انگلینڈ) میں ان ازسے قریب اسلامی مسافر خانہ ہے جس کے بالائی حصہ میں عبادت گاہ ہے اس میں پنجگانہ نماز باجماعت ہوتی ہے قریب وجوار کے رہنے والے (جیسے ونی ورسٹی کالج آف ٹی ایس ٹی وغیرہ) جن کی تعداد دو سو ہے یہ لوگ مذکورہ عبادت گاہ میں جمعہ کی نماز پڑھنا چاہتے ہیں کیونکہ جانے وقت بس اڈہ اور جامع مسجد میں ایک میل کا فاصلہ ہے اور اس فاصلہ اور قلت وقت کی وجہ سے بہت سے لوگوں کی نماز جمعہ بسا اوقات فوت ہو جاتی ہے تو کیا یہاں جمعہ کی نماز ہو سکتی ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) نماز جمعہ صحیح ہونے کے لئے مسجد کا ہونا شرط نہیں شہر یا قصبہ شرط ہے ولا یشترط الصلوٰۃ فی البلد بالمسجد فتصح بفضاء فیھا (باب الجمعۃ طحطاوی ص ۲۷۹) لہٰذا صورت مسئولہ میں مذکورہ عبادت گاہ میں جمعہ پڑھ سکتے ہیں لیکن شرقی مسجد نہ ہونے کی وجہ سے مسجد میں نماز پڑھنے کا ثواب نہیں ملے گا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

عبادت خانہ میں دوبارہ جمعہ پڑھنا:

(سوال ۹۳) انگلینڈ (کنیڈا) کے باشندے نماز جمعہ کے متعلق ذرا تفصیل چاہتے ہیں بایں طور کہ ہمارے ملک میں ہر جمعہ کے دن ڈیوٹی میں کام کرتے ہیں بہت ہی کوشش کے باوجود بروقت جمعہ ادا نہیں کر پاتے مجبوراً ہم چوتھے یا آخری ظہر کے وقت میں ایک ایسی جگہ جمعہ کی نماز ادا کرتے ہیں جہاں جمعہ کی نماز وقت مقررہ پر ہو چکی ہوتی ہے لہٰذا صورت مسئولہ میں ہماری نماز جمعہ ادا ہوتی یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب دے کر ممنون فرمائیں۔

(الجواب) نماز جمعہ کسی بھی طرح (یا بے مالی نقصان برداشت کرنا پڑے) اس کی اصل جگہ یعنی مسجد میں اور اگر یہ نہ ہو سکے تو عبادت خانہ میں جو مقبر کے مناسب ہو ادا کرے۔ اگر وہاں بھی کسی طرح پہنچ نہ سکے تو ایک امام اور کم از کم تین مقتدی آپس میں ساتھ کسی اور جگہ یا کارخانہ میں باجماعت ادا کرے (جہاں امام اور مؤذن مقرر ہو اور پنجگانہ نماز بروقت باجماعت ادا ہوتی ہو) جماعت کا یہ حکم وجوب کے طور پر ہے۔ قال (واذا دخل القوم مسجد قد صلی فیہ اھلہ کرھت لھم ان یصلوا جماعۃ بادان واقامۃ ولکنھم یصلون وحدانا بغیر اذان واقامۃ) لحدیث الحسن قال کنت الصحابۃ اذا فاتتھم الجماعۃ فصلوا من اتبع الجماعات ومنھم من صلی فی مسجدہ بغیر اذان ولا اقامۃ مبسوط سرخسی ج ۱ ص ۱۳۵ (شامی ج ۱ ص ۳۷۶ باب الاذان) یہ جماعت ثانیہ کرنے سے جماعت اولیٰ کی اہمیت کم نہیں ہو جاتی ہے اصل تو جماعت اولیٰ ہی ہے لوگ کہیں بھی جماعت ملے تو ٹھیک ہے دوسری جماعت کرنے کے یہ طریقہ غلط ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو اپنی عبادت کے لئے ہی پیدا فرمایا ہے تاکہ روزی اور روزگار کے لئے رزاق کی ذات پر توکل اور اعتماد کے بجائے ملازمت (یعنی بیگار) کی عبادت کرنے کی عبادت دی ہے لیکن تدبیر کے پیچھے پڑ کر ہمیشہ بڑھتی ہوئی بڑی محرومی اور رزاق کی معصیت ہے۔ عن ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من ترک الجمعۃ من غیر ضرورۃ کتب منافقا الحدیث (مشکوٰۃ ص ۱۲۰ باب الجمعۃ)

ایسی ملازمت کہ جس کے سبب ہمیشہ جمعہ کی نماز سے محروم رہے جائز نہیں یا رزق کا فرمان ہے وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون۔ ما ارید منھم من رزق وما ارید ان یطعمون ان اللہ ھو الرزاق ذو القوۃ المتین۔

ترجمہ:۔ اور میں (خدا) نے جو بنائے جن اور آدمی سو اپنی بندگی کو نہیں جو بتلائیں (مخلوق) سے روزی اور نہیں چاہتا کہ مجھ کو کھلائیں اللہ تو ہے دن بھر روزی دینے والا زور آور مضبوط (قرآن مجید پارہ نمبر ۲۷ سورہ ذاریات)

پھر ملازمت کے ظاہر اللہ تعالیٰ کی عبادت ترک کرنا مال کی وا شمندی اور انسانیت ہے۔ فقط واللہ اعلم

فیکٹری میں نماز جمعہ کی اجازت نہ ملے تو:

(سوال ۹۸) فیکٹری میں ملازمت کرتا ہوں تنخواہ کے علاوہ ٹریننگ لیتا ہوں جس میں کچھ فی الحال بقدر ٹریننگ بھتہ ملتا ہے کہ دو سو روپے ملتے ہیں میری ڈیوٹی کا وقت صبح نو بجے سے لے کر شام کے پانچ بجے تک ہے اور دوپہر کا کھانا بھی ایک بجے تک کا تقریباً ہوتا ہے اس کے بعد جمعہ کے دن بھی نماز جمعہ کے لئے اجازت نہیں ایسی صورت میں مجھے نماز جمعہ کے لئے کیا کرنا چاہئے؟ ظہر پڑھتے میں کوئی حرج ہے؟ یا فیکٹری میں ہی دو تین آدمی مل کر نماز جمعہ پڑھ لیں؟ ہم میں سے ملازمت ترک کر دوں ظہر پڑھنے کی اجازت کی صورت میں کتنی مدت تک ظہر کی اجازت ہے؟ بہت ہی کوشش کے باوجود کسی حال میں کبھی اجازت نہ دینے اور برخاستگی تک کہ منع تنخواہ کی صورت میں بھی اجازت نہیں ایسی صورت میں کیا کروں۔ بینوا توجروا۔

(الجواب) جب جمعہ بھی نماز (جو فرض عین اسلام میں سے ہے) کے لئے اجازت نہیں ہمیشہ ظہر پڑھنے کی اجازت ملی ہے تو ایسی ملازمت قابل ترک ہے۔ دوسری جگہ ملازمت کی تلاش میں رہے جب تک کبھی ملازمت نہ ملے فیکٹری میں جمعہ پڑھے اگرچہ جمعہ کا ثواب نہیں ملے گا مگر جمعہ صحیح ہو جائے گا البتہ تمام کے ماوراء تین شخص کا ہونا شرط ہے اس سے کم ہو تو جمعہ صحیح نہ ہوگا ایسے میں خطبہ ہونا بھی ضروری ہے۔

والسادس الجمعۃ وافضلھا ثلثۃ رجال سوی الامام (درمختار مع شامی ج ۱ ص ۶۰ طبع ۱ ص ۷۱۱ باب الجمعۃ) ویشترط لصحتھا سبعۃ اشیاء المصر او فنائہ والخطبۃ الخ (نور الایضاح ص ۱۰۱ باب الجمعۃ) فقط واللہ اعلم بالصواب

جمعہ کے لئے دکان کب بند کرے؟:

(سوال ۹۹) جمعہ کے روز بعض لوگ نماز کے وقت دکان بند کر دیتے ہیں ہمیں دکان کس وقت بند کرنا چاہئے؟ آج کل

زوال کا وقت ۱۲:۳۵ پر ہے اور اذان ایک بجے اور خطبہ ایک بج کر دس منٹ پر ہوتا ہے، بتلا دیا جائے۔

(الجواب) احادیث میں یہ جو فضیلت آئی ہے کہ عید سے پہلی کچھ نہ کچھ کھا لینا بہتر ہے عن ابی لبابۃ بن عبدالمنذر قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان یوم الجمعۃ سید الایام واعظمھا عند اللہ وھو اعظم عند اللہ من یوم الاضحی ویوم الفطر الحدیث (مشکوٰۃ شریف ص ۱۲۰ باب الجمعہ)

اس لئے اتنی بات ہے کہ صبح ہی سے جمعہ کی تیاری میں لگ جائے، جلد ۲ جلد غسل کرے، عمدہ کپڑے پہنے، خوشبو لگائے، وقت جب بڑھے جتنا جلد ہو سکے جامع مسجد پہنچ کر اول بھلوا تسبیح، تلاوت قرآن، اذکار، درود شریف وغیرہ میں مشغول رہے، نماز بعد سے فارغ ہو کر کھانا کھائے، اس کے بعد کان کھولے۔

اذان پر کان کھولے اور دکان بند کرنا کہ اذان ہو تو اذان اول سے اس قدر پہلے دکان بند کرے کہ مسنون جریقہ سے مطابق غسل کرنے کے لئے کافی وقت ہو گا اذان کے وقت جامع مسجد میں پہنچ سکے، وحسب سعی الیھا وترک البیع بالاذان الاول (درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۷۷۰ باب الجمعہ) نیز ملاحظہ ہو احیاء العلوم ج ۱ ص ۱۶۱ بیان آداب الجمعۃ بہشتی زیور حصہ نصر ۱ ص ۷۲

جمعہ کے دن کی جتنی تکمیل و تجمل کرے گا اور مسنون طریقہ پر نماز کا اہتمام کرے گا اس کے بقدر برکات سے نوازا جائے گا فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ہمیشہ بیٹھ کر خطبہ پڑھنا خلاف سنت ہے

(سوال ۱۰۰) کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد میں امام صاحب جو ہیں وہی خطیب بھی ہیں اور بسبب کبر سنی کے بہ شدت دوسرے خطیب کا تقرر کرنے سے معذور ہیں اور نہ وہ خطیب کو اجرت دینے سے معذور ہیں، مگر وہ امام صاحب خود کھڑے ہو کر خطبہ نہیں پڑھ سکتے تو کیا ایسی صورت میں بیٹھ کر خطبہ دے سکتے ہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) خطبہ کھڑے ہو کر پڑھنا مسنون ہے، حضرت کعب بن عجرہ نے بیٹھ کر خطبہ پڑھنے پر اور رحمن بن ام حکم نے خلاف سنت بیٹھ کر خطبہ پڑھنے پر علماء نے نکیر فرمائی، لہٰذا یہ صورت خطبہ بیٹھ کر پڑھنے کی ہے۔ عن ابی عبیدۃ عن کعب ابن عجرۃ قال دخل المسجد وعبد الرحمن بن ام حکم یخطب قاعداً فقال انظروا الی ھذا الخبیث یخطب قاعداً (صحیح مسلم شریف ج ۱ ص ۲۸۲ کتاب الجمعۃ) لہٰذا خطبہ کھڑے ہو کر پڑھنا چاہئے، کسی وقت اگر مذکورہ سے بیٹھ کر پڑھا جاوے تو درست ہے مگر ان پر ملامت (دائمی طور پر ترک سنت) کی اجازت نہیں، لہٰذا دوسرا انتظام کیا جائے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب ۲۳ ذی الحجہ ۹۵ھ

بیان و خطبہ کے وقت چندہ کرنا

(سوال ۱۰۱) جمعہ کے روز پہلی اذان کے بعد امام کچھ بیان کرتے ہیں اس دوران مسجد کے لئے چندہ کی صندوقی یا تھالی پھرائی جاتی ہے، بعض لوگ سنت پڑھنے میں مشغول ہوتے ہیں اور بعض دفعہ تو خطبہ بھی شروع ہو جاتا ہے مگر چندہ کا کام جاری رہتا ہے، اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) بیان کے دوران دعوہ کے لئے صفوں میں پھرنے کی عادت نہیں کہ بیان سننے میں خلل ہوگا اور بیان تو مقصود ہوتا ہے ہوگا اور سنت پڑھنے والوں کو بھی نفع ہوگا۔ حضرت عمر فاروق نماز میں تھے کہ ایک شخص آیا اور اپنا سامان صف کے آگے رکھ دیا اور نماز میں شریک ہوگیا۔ حضرت عمر نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے اس شخص کو بلوایا کہ تو نے نمازیوں کو تشویش میں ڈالا (کتاب الاعتصام للامام الشاطبی) اور یہی حکم خطبہ کے لئے بھی ہے بعض نے شاذ روایت میں ہے اذا خرج الامام فلا صلوۃ ولا کلام، جمہور خطبہ کے لئے نکلنا نماز پڑھنے سے بہتر ہے واللہ اعلم بالصواب۔

خطبہ کے درمیان بچوں کو شرارت کرنے سے روکنا:

(سوال ۱۰۲) خطبہ جمعہ کے وقت بچے شور اور شرارت کرتے ہیں تو ان کو روکا جاسکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) سر اور ہاتھ کے اشارہ سے روکا جاسکتا ہے زبان سے کچھ کہنے کی زبان سے بولنا جائز نہیں کما ہو الصحیح (ہدایہ اولین) بایں بیان تغیر اسلوب اندرونِ مفکر (درمختار) والمتکلم بہ من غیر تفکر حرام (طحطاوی علی الدر المختار ج ۱ ص ۵۲۱ باب الجمعۃ) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

خطبہ کے وقت پنکھا جھلنا کیسا ہے؟:

(سوال ۱۰۳) جمعہ کا خطبہ ہو رہا ہو اس وقت حاضرین پنکھا جھیں تو کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) کراہت سے خالی نہیں۔ حدیث میں ہے ومن مس الحصی فقد لغا (کتاب الجمعۃ، الاستماع) اب مس حصی (یعنی کنکریوں سے کھیلنے اور ان کو ہاتھ میں لینے) کی ممانعت ہے کہ اس میں مشغول ہے لغو (بیکار) حرکت تو پنکھا جھلنے میں اس سے زیادہ مشغولی ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

دو خطبوں کے درمیان ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا:

(سوال ۱۰۴) خطیب جمعہ دو خطبوں کے درمیان جب کرتا ہے اس وقت حاضرین ہاتھ اٹھا کر دعا مانگتے ہیں یہ ہاتھ اٹھانا سنت سے ثابت ہوا؟

(الجواب) اس بارے میں عام طور سے حضرات علماء سے سنا نہیں، مگر اظہار میں اس مسئلہ کی تحقیق کرتے ہوئے لکھا ہے۔ "حنفیہ آج کل یہ دستور ہو رہا ہے کہ خطیب جب خطبہ اول کو پڑھ کر بیٹھتا ہے تو لوگ ہاتھ اٹھا کر دعا مانگتے ہیں اس لئے اس مسئلہ کی تحقیق کی گئی تو یہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔ ابوداؤد میں حضرت ابن عمر سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ خطبہ پڑھا کرتے تھے اس طرح کہ منبر پر بیٹھتے جب تک کہ مؤذن فارغ ہو پھر کھڑے ہو کر خطبہ پڑھتے پھر بیٹھتے اور کچھ کہتے اور پھر کھڑے ہوتے اور خطبہ پڑھتے ملطاوی نے کہا کہ اس حدیث میں کوئی بات آنحضرت ﷺ سے ثابت نہیں ہوئی۔ شمس الائمہ سرخسی نے شرح جامع میں فرمایا کہ خطیب کو دو خطبوں کے درمیان بیٹھنے کے لئے بہ اتنا کرا چاہئے کہ تمام اعضاء اس کے قرار پا جائیں اور اس جلسہ میں دعا کرنا بدعت ہے اور عوام نے جس لئے کہ ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کے لئے، خطبوں کے درمیان میں خیر شروع ہے اور جامع الغلیب میں ہے کہ ہاتھ اٹھانا

خطبہ اور اقامت کے درمیان فصل کرنا

(سوال ۱۰۵) [illegible] خطبہ کے بعد اقامت کے لئے [illegible] کھڑے ہوتے ہیں [illegible] اس کے بعد [illegible] اقامت کہتے ہیں [illegible] کیا یہ طریقہ درست ہے؟

(الجواب) [illegible] اس طریقہ میں [illegible] فصل کثیر ہے [illegible] اقامت [illegible] فصل [illegible] [illegible] [illegible]

خطبہ کے وقت دوسری اذان مسجد میں دینا

(سوال ۱۰۷) جمعہ کے وقت دوسری اذان جو خطبہ کے وقت دی جاتی ہے بعض علماء یکھا گیا کہ منبر کے پاس مسجد میں خطیب کے سامنے دی جاتی ہے بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ اذان مسجد میں دینا مکروہ ہے اذان مسجد کے باہر دینا چاہئے اور کہتے ہیں کہ یہ بدعت ہے بعض لوگ کہتے ہیں کہ حدیث میں آیا ہے یہاں خلفشار ہے جو جواب مطابق ہو لکھیں عنایت ہوگا والسلام (محمد ابراہیم جوہر، ۱۰۰)

(الجواب) اذان (مقصد کے لئے کہی جاتی ہے (۱) امام اور حاضرین لوگوں کے لئے (۲) غائب حاضرین کے لئے پہلی اذان امام الحاق ہے تاکہ غائبین مطلع ہوں یا اذان مسجد میں کہنا مکروہ ہے اور دوسری اذان جو خطیب کے سامنے دی جاتی ہے اور اقامت جو نماز کے وقت کہی جاتی ہے یہ دونوں خاص حاضرین کے لئے ہیں ان کا مسجد میں کہنا بلا کراہت ہے شرح مراقی الفلاح میں ہے والاذان بین یدیہ حدث بعد الصحابۃ واقرہ الخلاف (بعد الخطبۃ واقرہ الخلاف ص ۱۰۳ باب الجمعۃ) اس عبارت میں دوسری اذان کو جو وقت خطبہ منبر کے پاس خطیب کے سامنے دی جاتی ہے اس کو اقامت کے مانند قرار دیا ہے جس طرح اقامت مسجد میں اور عموماً صف اول میں دی جاتی ہے اس کو بھی مکروہ نہیں کہتا اسی طرح یہ اذان بھی مسجد میں خطیب کے سامنے کہی جاتی ہے اور سلف وخلف کا یہی معمول اور طریقہ چلا آرہا ہے جس کی طرف قرن بالخیر سے اشارہ کیا ہے لہٰذا یہ اذان اور اقامت مسجد میں کہنا بلا کراہت ثابت ہوئے دونوں کا مقصد ایک ہی ہے یعنی حاضرین و متوجہین کو مطلع کرنا غائبین سے اس کا کوئی تعلق نہیں اور بعض جن میں مذکور آیا ہے یعنی شرح وقایہ میں ہے فی الاصح لحصول الاعلام بہ (ای الاذن الثانی) لا بالمنبر لا ینتظر الاذان الثانی عند المنبر تفوتہ السنۃ ربما لا یدرک الجمعۃ لبعد محلہ وھو اختیار شمس الائمہ وعینی شرح ھدایہ ص ۱۴۱ ج ۲ فقط واللہ اعلم بالصواب حکم ربیع الاول ۱۳۷۰ھ

عیدین کے موقعہ پر چندہ کرنا

(سوال ۱۰۸) عیدین کے موقعہ پر (جس عید میں نماز ہوتی ہے اور کبھی عیدگاہ میں ہوتی ہے) مسجد کے لئے اور غرباء دینی مدارس یا وارث لوگوں کے لئے عید گاہ کے اندر دو شخص ایک ایک تھیلا لے کر بیٹھتے ہیں اور لوگوں سے درمیان پیل پکار کرتے ہیں آواز بھی تیز ہوتی ہے بلند آواز سے

(الجواب) اگر نماز سے پہلے یا خطبہ سے فارغ ہونے کے بعد ہو تو مضائقہ نہیں خطبہ کے دوران اس کی اجازت نہیں۔

کیا ہر جمعہ نیا خطبہ پڑھنا ضروری ہے؟

(سوال ۱۰۹) کیا فرماتے ہیں علماء دین اس بارے میں کہ ہماری مسجد کے امام حافظ قاری ہیں آنکھوں سے کچھ معذور ہیں کتاب کے اندر دیکھ کر خطبہ پڑھتے ہیں اس لئے انہوں نے پانچ چھ خطبے زبانی یاد کر لئے ہیں اور وہ ان میں سے ایک ایک خطبہ باری باری پڑھتے رہتے ہیں ہمارے محلہ کے بعض لوگ کہتے ہیں کہ ان کو ہر خطبہ نیا ہونا چاہئے کیونکہ ہر خطبہ ایک خطبہ پڑھتے رہتے ہیں حالانکہ ہر مہینے اور ہر مہینے کا جو الگ الگ خطبہ ہے وہ بھی پڑھتے ہیں بعض مشتری دار مسجد میں چلے جاتے ہیں اس مسئلے میں مفتیان عظام کیا فرماتے ہیں؟

پڑھا جاوے (مدلل)

(الجواب) جب کہ امام کا قرأت آہستہ یا بقدر پڑھنے کے ہے تو مقتدی کو بھی ایسا ہی پڑھنا چاہیے اور اس کے خلاف سوال سے واقف نہیں ہیں، جو معتمد ہو اس کے بارہ میں کہا جاوے گا، جس طرح سے کہ امام کی قرأت آہستہ ہو تو مقتدی کو قرأت ہے حدیث شریف عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال اصحابنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان ما نقدم یوم الناس (رواہ الحمیدی) رواہ ابو داؤد۔ یعنی امام کی قرأت سے مقتدی کی قرأت ہے (رواہ عبداللہ بن یوسف وامام مالک رواہ ابن ماجہ) (مظہری شریف ص ۲۰۰ باب القراءۃ)

خطیب کی بیٹی کے جہیز کا سامان مسجد میں رکھنا

(سوال ۱۱۰۰) خطیب کی بیٹی کے جہیز کا سامان مسجد میں رکھنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

(الجواب) مسجد میں ایسا سامان رکھنا جائز نہیں ہے، اس سے مسجد کی بے ادبی ہوتی ہے، اور خطیب کو اس سے بچنا چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

عیدین کے خطبہ میں حاضرین کا متوجہ رہنا

(سوال ۱۱۰۱) خطیب عید کے خطبہ میں کچھ بات کہتا ہے تو حاضرین میں سے بعض لوگ اس کے خلاف بولتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا

(الجواب) ہاں حاضرین کو خاموش رہنا چاہیے، خطیب آیت پڑھے تو سب کو چپ رہنا چاہیے، اور خطبہ کو بغور سننا چاہیے، اس لیے کہ خطبہ میں حاضرین کی دعا میں شریک ہونا اور ذکر الاحادیث الخصوصۃ بکثیر الوجود مع دلالۃ بعض النبی صلی اللہ علیہ وسلم یصلی الناس فی تفسیرہ (فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۱۵۱ الباب السابع عشر فی صلاۃ العیدین) فقط واللہ اعلم بالصواب ۱۲ حررہ العبد محمود عفی عنہ ۱۲۸۳ھ

ظہر و جمعہ کی نیت میں جماعت خطبہ شروع ہو جانے

(سوال ۱۱۰۲) کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ جمعہ کے دن خطبہ شروع ہونے کی حالت میں ظہر کی جماعت ہو رہی ہے تو ایسی حالت میں جمعہ کی نیت سے شامل ہو جائے تو جماعت پوری ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا

(الجواب) اس صورت مسئولہ میں دو رکعت پر سلام پھیر دے یا چار رکعت مکمل کر لے، دونوں طرح جائز ہے، البتہ دو رکعت پر سلام پھیر دینا بہتر ہے، کیونکہ اس میں تغیر ہیئت جماعت شروع کر دی ہوئی مختصر ہے، جلد جماعت پوری ہو جائے گی (شامی ج ۱ ص ۵۲۸) ۱۲

---

(۱) عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما جعل الامام لیؤتم بہ فلا تختلفوا علیہ فاذا رکع فارکعوا ولا ترکعوا حتی یرکع وفی روایۃ اذا رفع فارفعوا ولا ترفعوا حتی یرفع وفی روایۃ اذا صلی قاعدا فصلوا قعودا اجمعون (رواہ ابو داؤد) وعن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما جعل الامام لیؤتم بہ فاذا کبر فکبروا ولا تکبروا حتی یکبر وفی روایۃ اذا رکع فارکعوا ولا ترکعوا حتی یرکع وفی روایۃ اذا صلی قاعدا فصلوا قعودا اجمعون (رواہ ابو داؤد) وعن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما جعل الامام لیؤتم بہ فاذا کبر فکبروا ولا تکبروا حتی یکبر وفی روایۃ اذا رکع فارکعوا ولا ترکعوا حتی یرکع وفی روایۃ اذا صلی قاعدا فصلوا قعودا اجمعون (رواہ ابو داؤد)

کیا بیس عصا پکڑنا مسنون ہے یا نہیں؟

(سوال ۱۱۱) [illegible]

(الجواب) [illegible] (فتح القدیر ج ۱ ص ۲۰۹) [illegible] (فتح القدیر ج ۱ ص ۲۲۲)

خطبہ کے وقت درود شریف پڑھتے یا نہیں؟

(سوال ۱۱۲) [illegible]

(الجواب) [illegible] اس وقت درود شریف پڑھنا ممنوع ہے [illegible] الا السراج الامام اللہ وملائکتہ المقربین صلوا علی حبیبہ وصفیہ ونبیہ ورسولہ محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم وعلی آلہ واصحابہ وازواجہ وبارک وسلم تسلیما کثیرا کما امرتم اللھم ارحم محمدا وآل محمد کما صلیت وبارکت وترحمت علی ابراہیم وآل ابراہیم انک حمید مجید [illegible] (فتح القدیر ج ۱ ص ۲۰۹) [illegible] (فتح القدیر ج ۱ ص ۲۲۲)

جمعہ کے خطبہ کے وقت پاؤں پر پاؤں رکھ کر بیٹھنا کیسا ہے؟

(سوال ۱۱۳) [illegible]

(الجواب) [illegible] (غنیۃ المستملی ص ۵۱۰)

خطبہ کا آغاز خلفائے راشدین کا معمول

(سوال ۱۰) ایک صاحب کہتے ہیں کہ خطبہ میں خلفائے راشدین کا نام لینا ضروری ہے اور اگر کوئی خطیب نہ لے تو اس کی امامت درست نہیں ہوتی۔ کیا یہ صحیح ہے؟ اس کا ثبوت کتاب و سنت سے چاہئے۔

(الجواب) یہ صاحب کا اپنا خیال ہے خلفائے راشدین کا نام لینا ضروری ہونا کسی حدیث سے ثابت نہیں ہے اور نہ ہی اکابر امت میں سے کسی نے یہ بات کہی ہے۔ ہاں اگر کوئی شخص خلفائے راشدین کی فضیلت کا منکر ہو تو اس کی امامت کا مکروہ ہونا ضرور ثابت ہے۔ اسی وجہ سے فقہاء نے لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی فضیلت کا منکر امامت کے لائق نہیں ہے۔ اسی طرح حضرات خلفائے راشدین کا نام لینا بھی ضروری نہیں ہے۔ البتہ اگر کوئی شخص ان کی فضیلت کا منکر ہو تو اس کی امامت مکروہ ہے۔ اسی طرح جو شخص حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر فضیلت دیتا ہو اس کی امامت بھی مکروہ ہے۔ اسی طرح جو شخص حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ پر فضیلت دیتا ہو اس کی امامت بھی

[illegible] ہے [illegible] کہ [illegible] ہے [illegible] ہے [illegible] ہے

یا خطبہ سے بعد خسوف کرنے سے خطبہ دوبارہ پڑھا جائے؟

(سوال ۲۰۲۰) خطبہ جمعہ کے بعد سے لے کر نماز پڑھنے تک خسوف ہو جائے تو خطبہ کا اعادہ کیا جائے گا؟

(الجواب) خطبہ جمعہ کے بعد اگر خسوف ہو جائے تو خطبہ کا اعادہ نہیں کیا جائے گا۔ (فتاوی رشیدیہ ص ۱۵۱) فقط واللہ اعلم بالصواب

نماز عید نماز سے پہلے پڑھنا:

(سوال ۲۰۲۱) عید کا خطبہ نماز سے پہلے پڑھنا کیسا ہے؟ جواب صحیح ہے یا غلط؟

(الجواب صحیح) عید کا خطبہ نماز سے پہلے پڑھنا جائز ہے۔ نماز پڑھنے کے بعد خطبہ کا سننا ضروری نہیں ہے۔ (فتاوی رشیدیہ ص ۱۵۱) فقط واللہ اعلم بالصواب

نماز میں آیت کریمہ "ان اللہ وملائکتہ" الخ پڑھنے پر خطبہ میں درود پڑھنا:

(سوال ۲۰۲۱) نماز میں ایک شخص نے نماز پڑھتے وقت جب یہ آیت کریمہ "ان اللہ وملائکتہ" الخ پڑھی تو خطبہ میں درود شریف پڑھنے والے نے درود شریف پڑھا تو نماز میں فضل طریق ہے یا خطبہ میں درود شریف پڑھنا افضل ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) نماز میں فضل ہے کہ خاموش رہے پس نماز میں درود شریف کا سننا درود شریف پڑھنے سے افضل ہے اس وقت بلند آواز سے درود شریف پڑھنا نماز کے لئے ایک مشغلہ ہو جائے گا۔ کذا فی شرح منیہ الکبیر۔ واللہ اعلم۔

(الجواب) خطبہ کے وقت افضل یہ ہے کہ خاموش رہے پس میں درود شریف کا سننا درود شریف پڑھنے سے افضل ہے اس وقت بلند آواز سے درود شریف پڑھنا نماز کے لئے ایک مشغلہ ہو جائے گا۔ کذا فی شرح منیہ الکبیر۔ واللہ اعلم۔

الامام ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فمن ابی حنیفۃ ومحمد انہ ینصت وعن ابی یوسف انہ یصلی سرا وبہ اخذ بعض المشائخ واکثرھم انہ ینصت وفی الخجۃ لو سکت فھو افضل (فتاوی قاضی خان برحاشیہ فتاوی عالمگیری ج ۱ ص ۱۵۱) ہدایہ میں ہے کہ خطیب جب آیت کریمہ "ان اللہ وملائکتہ" الخ پڑھے تو مقتدی نہ پڑھے۔ حضرت امام ابو یوسف سے روایت ہے کہ آہستہ پڑھے۔ اکثر مشائخ نے اس کو اختیار کیا ہے۔ اور اکثر مشائخ خاموش رہنے کو پسند فرماتے ہیں اور اگر خطیب چپ ہو جائے تو خاموش رہنا افضل ہے۔ (فتاوی عالمگیری ج ۱ ص ۱۵۱ باب صفۃ الجمعۃ) درمختار میں ہے والصواب انہ یصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم عند سماعہ فی نفسہ (درمختار ص ۷۸ ج ۱ باب الجمعۃ) اس عبارت سے معلوم ہوا کہ خطیب سے آیت کریمہ پڑھنے پر دل ہی دل میں درود شریف پڑھنا چاہئے اور زبان سے درود شریف پڑھنا ثابت نہیں ہے۔ واللہ اعلم بالصواب حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۵ ذی الحجہ ۱۳۳۱ھ

صحیح ہے۔ حبیب الرحمن عفی عنہ ۱۵ ذی الحجہ ۱۳۳۱ھ

صحیح ہے۔ کفایت اللہ کان اللہ لہ ۱۵ ذی الحجہ ۱۳۳۱ھ

صحیح ہے۔ حررہ العبد محمد عبدالحق

[illegible]

خطیب کے لئے کس جگہ کھڑا ہونا بہتر ہے؟

سوال (۱۲۲۲) خطیب کے لئے کس جگہ کھڑا ہونا بہتر ہے؟ کیا خطیب کا محراب میں کھڑا ہونا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب: الخطیب یستحب لہ ان یقوم علی موضع مرتفع عن الارض قلیلا ویکرہ للخطیب ان یتکلم فی حال الخطبۃ الا ان یکون امر مہم فلا کراھۃ کذا فی فتح القدیر، فتاوی عالمگیری ص ۶۳ ج ۱، واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب وعلمہ اتم

خطبوں کے درمیان کلام جائز ہے

سوال (۱۲۲۳) خطبہ جمعہ کے درمیان کسی سے کلام کرنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا

الجواب: الکلام بین الخطبتین لا یصح ولا یکون مبطلا لہ کذا فی الخلاصۃ، ویستحب للخطیب ان یقطع الخطبۃ ان رأی داخلا یدخل المسجد یوم الجمعۃ والامام علی المنبر کذا فی الکافی، فتاوی عالمگیری ص ۶۲ ج ۱ طبع مصطفائی، واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

خطیب عصا کس ہاتھ میں پکڑے؟

سوال (۱۲۲۴) خطیب عصا یا کمان جس ہاتھ میں پکڑے یا رکھے اس ہاتھ میں اشارہ کرنا [illegible] (الجواب باسم ملہم الصواب) [illegible] خطیب کے لئے اولیٰ ہے کہ عصا یا کمان بائیں ہاتھ میں پکڑے اور دائیں ہاتھ سے خطبہ پڑھے، اس لئے کہ دائیں ہاتھ سے اشارہ کرنا اولیٰ ہے، [illegible] عصا یا کمان بائیں ہاتھ میں لیا ہو، وفی الخانیۃ والقنیۃ الفقہی ابو اللیث فرع الجزدانین فقہ لا یأخذ السیف فی یسرہ وھو یخطب ھکذا فی المحیط، ص ۲۵۸ باب الجمعۃ، البحر الرائق ص ۱۶۸ ج ۲

ویستحب لہ ان یأخذ السیف او القضا او نحوھما بیمینہ لانہ یتمکن من الاشارۃ بالیمین ولان السلاح یطهر بہ الدین فیکون بالیمین، ویستحب ان یعتمد بشماله ولا یحرکھا لئلا یأخذ السلاح لکونہ لیس علیہ فی ما ولیہ دلیل واحد اعتمادا لان ھذا المعنی مما یختص بالامراء الذین یحتاجون عند تسلیم الخیبۃ وھذا مأمون فی ھذا الزمان فی الغالب اذ ان الامام لیس لہ تعلق بالامارۃ فی الغالب حتی یغالط احد، (کتاب الصلوٰۃ من ص ۲ ج ۲ لقطہ واللہ اعلم

خطبہ کس زبان میں پڑھا جائے؟

سوال (۱۲۲۵) [illegible] یہاں خطبہ جمعہ میں عربی کے بجائے اردو میں خطبات پڑھے جاتے ہیں، [illegible] ہے [illegible] خطبہ عربی میں پڑھا جائے [illegible] لیکن پڑھنے والے [illegible]

نے کے زمانہ سے ہے ہیں قریب ۱۰ سال پہلے سے نقاشی عربی ہو رہی تھی۔ اردو تصویر بھی ہیں کرنے کا عادت کیا ہے دل
جواب دیا جائے۔

(الجواب) اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ حضرت ﷺ نے تمام خطبات عربی میں دیئے تھے۔ صحابہ کرام رضی
عرب سے کل اردو سے ملنے میں تشریف لے جانے کے لئے وہاں کے باشندے انہیں عربی اور کتاب سے عہد عقوبات تا دین و
آج تا دین سے فیض و برکات سے مستفیض ہوتے رہے۔ ان بنا پر ۱۰ اسلامی قوموں میں تعلیم و تعلم اور تبلیغ
اور دینی تعلیم ضروری تھی اس زمانہ میں نہ ریاستیں تھیں نہ رسائل۔ نہ مطابع میں دینی کتابوں کی اشاعت ہوتی تھی
دینی تعلیم اور درس و تدریس کے ذریعہ عام مسلمانوں کے تبلیغ ہوتی تھی۔ ان تمام ضروریات کے پورا ہونے کے لئے
عربی تعلیم اور تبلیغ ضروری تھی۔ تیسرے نقطہ نظر سے اس زمانہ میں اس کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ
ہے ہیں۔ اجتہاد و تجدید کی ضرورت بھی عربی زبان میں ہے۔ ہمارے علماء اور زبان میں ہر علم کی ہدایت کی ہے۔ تحقیق
ہے مسئلہ ہے کہ یہ ایک اتفاقی بات تھی جو ہو گئی ہے سوچنے سمجھنے تصورات و خیالات و طور طریقہ اور ذہنیت کی
اصول و مصالح کے لحاظ سے کوئی اہمیت نہیں۔ حتیٰ کہ ایک سوچا سمجھا طریقہ اور نظام حکومت کی جس کی نظیر قسم
بیان کیا۔ اجتہاد و تجدید کے خطبے عربی میں پڑھے جاتے رہے اس کا پہلا جواب تو یہ ہے کہ عمل اس طرح سلف
صالحین کے زمانہ سے ہوتا رہا ہے۔ بلکہ تمام پر غور کی جائے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس اتفاقی رسم و رواج کی
بنا پر اس کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ ان تمام علماء نے زبان عربی کو کلی طور پر دینی حیثیت دی ہے جو خطبات دینی کے
اندر تھے آنحضرت ﷺ پر درود و تسلیم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لئے دعائیہ کلمات ہوتے ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ
دینی زبان قرار دیتے ہیں چوں خطبہ آنحضرت ﷺ کا حفاظ، اعظم تر الفاظ کا اہتمام، فتح آمین، اور چشم پوشی کا
ہے۔ تشہد میں وصلوٰۃ آنحضرت ﷺ (الی ان قال) عربی ہوں۔ نیز بحجت علی کرم اللہ وجہہ (مشارق انوار اب
باوجود اس کے کہ ایرانی ہے) تمام مخاطبین کی بولی ہے۔ (مسوی شرح موطا امام مالک ج ص ۱۱۱ کتاب الصلوٰۃ باب
آنحضرت ﷺ صلوٰۃ اللہ علیہ) اس سے ظاہر ہے۔ حضرات تابعین تبع تابعین اور محدثین کے زمانہ تک تمام محدثین
دینی امور کے تعلیمی کا تجربہ کیا جاتا ہے آپ بات سمجھ لیں جائے آتی ہے۔ ان خطبوں میں چند چیزیں ضروری تھیں
تھیں۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا۔ آنحضرت ﷺ پر درود۔ حضرات خلفاء راشدین کا تذکرہ۔ اور ان امور کا
عربی زبان میں ہونا۔ عربی ہونے کی اہمیت کا اندازہ اس سے بھی ہوتا ہے کہ باوجود یہ کہ عربت سے ممالک میں ان
کے مخاطب غیر عرب ہوتے تھے وہ عربی نہیں سمجھتے تھے لیکن شرق و غرب تمام ممالک اسلامیہ میں تمام مسلمانوں کا
مقرر (مسلسل و دائمی) عمل یہی رہا کہ خطبہ عربی میں پڑھا جائے (ان ص ۱۵۲)

خلاصہ یہ کہ ان خطبوں کے لئے عربی زبان صرف اتفاقی امر نہیں تھا بلکہ ان کو بھی خطبہ بنانے اور
تر قدیں حیثیت دی گئی۔

(۲) اس کی تعبیر یہ بھی ہو سکتی ہے کہ عربی زبان کو صدر اسلام سے جو دینی اہمیت حاصل ہے جو کی
صورت میں عربی زبان وہ حاصل ہو گئی ہے یہ اہمیت آج بھی ہوتی ہے اور جس طرح قرآن عظیم، حدیث، علامہ یہ اور
ان ہے اور مسلمان کی حیثیت کی کا رشتہ قرآن عظیم سے جڑا ہوا ہے۔ قرآن عظیم کی زبان سے بھی ہم اس کا تعلق

(۳) فقہاء کی اس تصریح سے معلوم ہوا کہ خطبہ کی ادائیگی کے لئے عربی زبان کا استعمال ضروری ہے، اگر ترجمہ کی اجازت دی جائے تو خطبہ کی اصل روح ختم ہو جائے گی، اور اس کے لئے کوئی ضابطہ بنانا بھی ممکن نہیں ہوگا، اس لئے کہ ترجمہ کرنے والے کی صلاحیت کا اندازہ کرنا بہت مشکل ہے، اور اس کی وجہ سے خطبہ کی روح کا ختم ہو جانا یقینی ہے، اس لئے ترجمہ کی اجازت دینا خطبہ کی اصل روح کو ختم کرنا ہے۔

(۴) آج کل بعض لوگوں نے اس کو آسان سمجھ کر اختیار کر لیا ہے، فقہاء نے اس کو ناجائز قرار دیا ہے، علامہ شامی نے اس کو حافظ عماد الدین بن الکثیر فی تفسیرہ المراد من ذکر اللہ الخطبۃ وقال السرخسی والمراد الخطبۃ وذکر الشروط ج ۲ ص ۲۵ پر نقل کیا ہے، اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ خطبہ کی اصل روح اس کی زبان میں ہے، غیر عربی زبان کا ترجمہ کبھی اس روح کو ادا نہیں کر سکتا، اس لئے عربی زبان ہی متعین کرنی ہوگی۔

(۵) خطبہ کی پابندی اس وقت تک ہے، جب تک اس کے ساتھ نماز جمعہ کے لئے شرط ہے، اگر خطبہ کے بعد نماز جمعہ پڑھی جائے تو نماز جمعہ ہو جاتی ہے، صرف خطبہ کی ادائیگی میں گناہ ہوتا ہے، اس لئے اگر کسی جگہ ایسے لوگ ہوں جو عربی زبان سے ناواقف ہوں، اور ان کے لئے خطبہ کا عربی زبان میں ہونا مفید نہ ہو، تو ایسی جگہ پر خطبہ کا ترجمہ کرنا جائز ہے، اس لئے کہ ترجمہ کرنے سے خطبہ کی اصل روح ختم ہو جاتی ہے، اس لئے ترجمہ کرنا جائز نہیں ہے، اور اس کی وجہ

بات صرف ہوگا۔ سنت یہ ہے کہ دونوں خطبے حوالِ مخصل کی ایک سورت (مثلاً سورۂ قاف یا سورۂ مرسلات) سے زیادہ نہ ہوں۔ وسکرہ ومادتہما علی قدر سورۃ من طوال المفصل (درمختار مع الجمعۃ ص ۵۸ ج ۱)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے خطبہ کو نماز کی طرح طویل کرنے کو بدعت بتایا ہے یطیلون خطبتہ ویقصرون صلوتہ (موطا امام مالک ص ۷۱)

آپ کے نزدیک عربی نہ سمجھنے والوں کے لئے خطبہ کا ترجمہ سنانا بدعت ہے۔ مگر ہمارے فقہاء نے عوام کی ہدایت کے لئے خطبہ کا ترجمہ بیان کرنے کو بھی دینی طریقہ اختیار کرنا جائز قرار دیا ہے جس کے آثار صحابہؓ کے عمل سے موجود ہیں مثلاً

(۱) صحیح بخاری کی مشہور کتاب مغازی میں ہے کہ حضرت ابوجمرہ رحمہ اللہ خطبہ سے پہلے ابن عباسؓ کے ترجمان تھے وہ احادیث بیان فرماتے تھے پھر ابن عباسؓ ان حدیثوں کو مرفوعاً بیان فرماتے تھے (ج ۱ ص ۵۸۸، ج ۲ ص ۸۵۵)

(۲) حضرت ابوالشعثاء فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے ہر جمعہ کے دن پہلے وعظ فرماتے تھے جب خطیب خطبہ کے لئے تشریف لاتے تو وہ بند کر دیتے تھے (مصنف ابن ابی شیبہ ص ۱۸۸)

(۳) حضرت حمید بن عبدالرحمٰن فرماتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ کے زمانہ خلافت میں خطبہ سے پہلے وعظ فرماتے تھے (مسند امام احمد ج ۳ ص ۴۲۹، القامۃ الجمعۃ ص ۵ موضوعات کبیر ملا علی قاری ص ۱۴۰ اصابہ فی تذکرۃ الصحابہ ج ۱ ص ۱۸۴)

آپ نے نماز سے قبل مبارک بادیں دینے اور خطبہ کے دوران کو چھوڑ کر نماز میں عربی خطبہ کو ترک کر کے اپنی زبان میں خطبہ پڑھنے اور عید کے خطبہ میں نماز سے پہلے دست کوزہ کرنے والے سو سو شہیدوں نے ثواب کا حق دار ہونے اور جنت میں تعویذ کا ثبوت ہوگا (مقدمہ شریف ص ۳۰ باب ۱ فصل ۲ باکتاب واسنت) رضاخانی اختراعات اور ان کی تائید کرنے والے تمام علماء کی آراء اور اس سنت کو زندہ کرنے والے کو بشارت دینے والے حدیث کے الفاظ ان کے سامنے ہیں (رضاخانی ملا) بھی غیر عربی میں خطبہ پڑھنے کو خلاف سنت متواترہ اور مکروہ فرماتے ہیں ملاحظہ ہو فتاویٰ احمد رضا خانی سے خطبہ کے فتوی۔

(سوال) خطبہ جمعہ کی ترجمہ اردو میں حسب عادت سنت ہے یا نہیں؟

(الجواب) (۱) خطبہ میں عربی کے سوا اردو زبان ملا کر پڑھنا خلاف سنت ہے (فتاویٰ افریقی ص ۱۳۵ سنہ ۱۳۲۴ھ ۱۲ منہ ۱۳۲۵ھ و مقدمہ شریعت ج ۲ ص ۱)

(۲) اور ترجمہ (۲) اردو میں سورتیں خلاف سنت ہیں۔ غیر عربی کا خطبہ بھی ملا کر کہ سنت متواترہ ہے (۱۰) مقدمہ شریعت ج ۲ ص ۹)

رضاخانی (۱) ان کے پیشوا مولوی ابوالحامد علی صاحب کا فتویٰ بھی یہی ہے۔

(۳) غیر عربی میں خطبہ جمعہ عربی کے ساتھ دوسری زبان خطبہ میں ملانا (ملا) خلاف سنت متواترہ ہے۔ (مقدمہ شریعت ج ۲ ص ۵۵) فقط واللہ اعلم۔

خطبہ پڑھنے کا طریقہ

[illegible] ۱۲ [illegible] [illegible] [illegible]

عوام کے لیے ان کے لئے کوئی حرج نہیں ہے بلکہ جائز ہے بلکہ مستحب ہے صحابہ کرام کے عمل سے ثابت ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص جمعہ کے دن غسل کرے پھر جمعہ کے لیے جائے اور جو کچھ اس کے مقدر میں ہے نماز پڑھے پھر خطبہ کے وقت خاموش رہے اور کچھ نہ بولے تو اس کے لیے اس جمعہ سے دوسرے جمعہ تک کے گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۲۰)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص جمعہ کے دن غسل کرے اور اچھی طرح غسل کرے پھر جلدی جائے اور پیدل جائے اور سواری پر نہ جائے اور امام کے قریب بیٹھے اور خطبہ سنے اور خاموش رہے تو اس کے ہر قدم کے بدلے ایک سال کے روزوں اور ایک سال کی راتوں کی عبادت کا ثواب ملے گا۔ (سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۱۵۱)

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص جمعہ کے دن غسل کرے اور جتنا ہو سکے پاکیزگی حاصل کرے اور تیل لگائے یا اپنے گھر میں خوشبو لگائے پھر جمعہ کے لیے نکلے اور دو آدمیوں کے درمیان جدائی نہ کرے پھر جتنی نماز اس کے لیے مقدر ہے پڑھے پھر جب امام خطبہ پڑھے تو خاموش رہے تو اللہ تعالیٰ اس کے اس جمعہ سے دوسرے جمعہ تک کے گناہ معاف کر دیتا ہے۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۲۰)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص جمعہ کے دن غسل کرے جیسا کہ جنابت کا غسل کرتا ہے پھر پہلی گھڑی میں جائے تو گویا اس نے ایک اونٹ قربان کیا اور جو دوسری گھڑی میں جائے تو گویا اس نے ایک گائے قربان کی اور جو تیسری گھڑی میں جائے تو گویا اس نے ایک مینڈھا قربان کیا اور جو چوتھی گھڑی میں جائے تو گویا اس نے ایک مرغی قربان کی اور جو پانچویں گھڑی میں جائے تو گویا اس نے ایک انڈا قربان کیا پھر جب امام خطبہ کے لیے نکلتا ہے تو فرشتے ذکر سننے کے لیے حاضر ہو جاتے ہیں۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۲۰)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص جمعہ کے دن غسل کرے اور اچھی طرح غسل کرے پھر جلدی جائے اور پیدل جائے اور سواری پر نہ جائے اور امام کے قریب بیٹھے اور خطبہ سنے اور خاموش رہے تو اس کے ہر قدم کے بدلے ایک سال کے روزوں اور ایک سال کی راتوں کی عبادت کا ثواب ملے گا۔ (سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۱۵۱)

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص جمعہ کے دن غسل کرے اور جتنا ہو سکے پاکیزگی حاصل کرے اور تیل لگائے یا اپنے گھر میں خوشبو لگائے پھر جمعہ کے لیے نکلے اور دو آدمیوں کے درمیان جدائی نہ کرے پھر جتنی نماز اس کے لیے مقدر ہے پڑھے پھر جب امام خطبہ پڑھے تو خاموش رہے تو اللہ تعالیٰ اس کے اس جمعہ سے دوسرے جمعہ تک کے گناہ معاف کر دیتا ہے۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۲۰)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص جمعہ کے دن غسل کرے جیسا کہ جنابت کا غسل کرتا ہے پھر پہلی گھڑی میں جائے تو گویا اس نے ایک اونٹ قربان کیا اور جو دوسری گھڑی میں جائے تو گویا اس نے ایک گائے قربان کی اور جو تیسری گھڑی میں جائے تو گویا اس نے ایک مینڈھا قربان کیا اور جو چوتھی گھڑی میں جائے تو گویا اس نے ایک مرغی قربان کی اور جو پانچویں گھڑی میں جائے تو گویا اس نے ایک انڈا قربان کیا پھر جب امام خطبہ کے لیے نکلتا ہے تو فرشتے ذکر سننے کے لیے حاضر ہو جاتے ہیں۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۲۰)

[illegible] آپ نے فرمایا کہ میں نے اس [illegible] ہزار دفعات لکھی ہیں، ہزار یا اس سے زیادہ [illegible] ان کی تائید سے جواب دیا ہے اس سے افضل [illegible] نے فرمایا کہ [illegible] آپ نے فرمایا کہ [illegible] ہو سکتے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کرامات سے تجاوز [illegible] حضرت میں دین کی باتیں سیکھنا لکھنا عام [illegible] ان کرامات سے افضل ہے (الشوکانی ص ۳۹ ان [illegible] فتاوی رضویہ میں اس حدیث پر دین کی کئی بحثیں [illegible] بحث میں ایسے دس کرامات [illegible] سال کی عبادت سے افضل ہے [illegible] خلف العلم [illegible] عبادة عشرة الاف سنة وقيام ليلها رواه ابن عساكر ص ۵۸)

فتاوی حدیثیہ ابن حجر مکی [illegible] ہم میں تو ہر [illegible] ہو جائے [illegible] وعلم [illegible] مسائل الطلب فی العلم افضل من قوله قل هو الله احد خمسة الاف مرة كذا فی الدار حاشیہ [illegible] بیٹھ جاتی ہو جائے تو ان کی [illegible] ہو گئی ہے تجارت میں [illegible] کہ صحابہ کرام نے [illegible] عرفی کے حج میں [illegible] خطبہ یا تعلیم دیتے ہیں تو [illegible] ہے [illegible] واللہ اعلم بالصواب۔

خطبہ کی بابت مزید وضاحت

سوال ۱۰۸ (بہاولپور) [illegible] صاحب سے خطبہ کی بابت حال کیا گیا [illegible] جواب [illegible] مال خطبہ [illegible] ہیں [illegible] اس بارے میں [illegible]

[illegible] سوال [illegible] ہیں [illegible] ہیں [illegible] خطبہ عربی [illegible] سوال [illegible] ہیں [illegible] ہیں [illegible] جواب [illegible] خطبہ [illegible] ہیں [illegible] ہیں [illegible] ہیں

یوں ہو کہ خطبہ عربی میں پڑھتے رہے اور علماء اس زمانہ تک اس سے غافل رہے اور اس کو ناجائز نہ کہا۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس زمانہ میں عربی زبان عام تھی اور ہر شخص اس کو سمجھتا تھا اور اب عجمی زبان عام ہو گئی ہے اور عربی زبان کم لوگ سمجھتے ہیں اس لئے اب عربی میں خطبہ پڑھنا ناجائز ہے۔ (فتح القدیر شرح ہدایہ ص ۱۵۲)

مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی تحریر فرماتے ہیں۔ اور اصل بات تو یہی ہے کہ جو زبان کہ عوام نہ سمجھتے ہوں اس میں خطبہ پڑھنا بے فائدہ ہے۔ مگر اردو کو خطبہ کی زبان بنانا یہ بھی کسی دلیل سے ثابت نہیں ہے۔ سنت رسول اللہ تو بظاہر یہ ہے کہ ان علاقوں میں جہاں عربی زبان عام نہ ہو وہاں کے لوگوں کو عربی زبان سکھلائی جائے۔ جیسا کہ ہمارے متقدمین علماء نے اس پر عمل کیا ہے اور متقدمین میں سے کسی نے اس کو ناجائز نہیں کہا ہے۔ (سنت خطبہ اور اس کے تقاضے ص ۱۲۲)

مفتی صاحب موصوف نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اصل سنت تو یہ ہے کہ خطبہ عربی میں پڑھا جائے اور اگر عوام نہ سمجھتے ہوں تو ان کو عربی زبان سکھلائی جائے۔ اور اگر کوئی شخص عربی میں خطبہ پڑھنا ناجائز کہے تو یہ بات صحیح نہیں ہے۔

رفع اشتباہ

(۱) اوپر جو خطبہ کا سوال ہوا اس لئے یہ ہوا ہے کہ خطبہ وعظ اور تقریر سمجھا جاتا ہے۔ حالانکہ خطبہ عبادت ہے اس لئے خطبہ وعظ اور تقریر سے جداگانہ چیز ہے۔ اس لئے خطبہ میں وہ باتیں ہونی چاہئیں جو حضرات انبیاء نے تعلیم دی ہیں۔

(۲) خطبہ کے وقت میں بھی بعض لوگوں نے تقریر شروع کر دی ہے اور فرض الزوال خطبہ پڑھا جاتا ہے اور تقریر کا اس وقت کوئی موقع نہیں ہے۔ خطبہ سے فارغ ہونا چاہئے اور زوال سے پہلے پہلے جمعہ کی نماز سے فارغ ہو جانا چاہئے۔ اس سے زیادہ کا حکم نہیں دیا گیا۔

(۳) خطبہ نماز جمعہ سے قبل پڑھا جائے۔ نماز جمعہ کے بعد خطبہ پڑھنا یا درمیان میں کچھ وقفہ دے کر خطبہ پڑھنا صحیح نہیں ہے۔ خطبہ کے بعد نماز جمعہ پڑھنا ضروری ہے۔ خطبہ کے بعد نماز جمعہ کو چھوڑ دینا جائز نہیں ہے۔

(۴) خطبہ کے وقت بات چیت کرنا ناجائز ہے۔ اگر کوئی شخص بات کرتا ہو تو اس کو منع کرنا چاہئے۔ اگر کوئی شخص خطبہ پڑھ رہا ہو تو اس کا جواب دینا بھی خطبہ پڑھنے کے حکم میں ہے۔

(۵) اگر کوئی شخص خطبہ کے وقت آئے تو اس کو بیٹھنا نہیں چاہئے بلکہ دو رکعت نماز پڑھ لینی چاہئے۔ اگرچہ خطبہ شروع ہو گیا ہو۔

(۶) اگر کوئی شخص خطبہ کے وقت آئے اور اس کو معلوم ہو کہ اگر میں بیٹھ گیا تو خطبہ سن سکوں گا اور اگر کھڑا رہا تو خطبہ نہیں سن سکوں گا تو اس کو بیٹھ جانا چاہئے۔ اگرچہ اس کو معلوم ہو کہ اگر میں بیٹھ گیا تو خطبہ سن سکوں گا اور اگر کھڑا رہا تو خطبہ نہیں سن سکوں گا تو اس کو بیٹھ جانا چاہئے۔ اگرچہ اس کو معلوم ہو کہ اگر میں بیٹھ گیا تو خطبہ سن سکوں گا اور اگر کھڑا رہا تو خطبہ نہیں سن سکوں گا تو اس کو بیٹھ جانا چاہئے۔

رہا ہے کا لیکن اس کے یہ معنے ہرگز نہیں ہیں کہ معاذ اللہ امام صاحب نے خطبہ دیا ہے کہ یا خطبہ عبادت نہیں ہے ہاں عامۃ الناس کی طرف توجہ کرکے یا عوام سے ہٹ کے جو بیٹھے ہوئے ہیں صرف "الحمد للہ" کی حد تک خطبہ ہو جاتا ہے۔ امام صاحب کی طرف اسکی نسبت منسوب کرنا امر جہلاء اور امام صاحب کے تلامذہ کی توہین ہے۔

خطبہ میں بدعت سے اجتناب:

مجمع الانہار میں ہے کہ مبتدعات میں بدعت کفریہ پر اعتقادی بدعت کے درجہ سے کم سے کم اس داخل ہیں۔ اور "مصنف" اور "مضاف" ہے۔ خصوص ہے کہ وہ بدعت کتاب و سنت کے خلاف ہو (مجلس ۱۸ ص ۱۲۵) حضرت مجدد الف ثانی فرماتے ہیں کہ کتب و مصنفین (کتاب) کا مطالعہ اجتناب کا طریقہ ہے (مکتوب ۲۸۹ ج ۲)

حضرات صحابہ کرام اور بزرگان سلف کا معمول آج کی بعض مخالف سنت عمل کو درست نہیں کرسکتا تو خود عوام بظاہر بہت ہی معمولی ہوتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بشر بن عرطاۃ کو خطبہ میں ہاتھ اٹھا کر دعا مانگتے دیکھا تو فرمایا قبح اللہ ھاتین یدیہ ان کو اللہ ذلیل و رسوا کرے ہم تو صرف کلمہ اشارہ کرتے ہوئے دیکھتے ہیں کہ آپ خطبہ میں صرف شہادت کی انگلی سے اشارہ کرتے تھے (مسلم ج ۱ ص ۲۸۴) اسی طرح ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا بھی ثابت نہیں ہے (مجلس ۱۸ ص ۱۲۵)

ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ آئے اور حضرت عبدالرحمٰن بن ام حکم کو دیکھا کہ خطبہ پڑھ رہے تھے بیٹھ گئے تو حضرت عبداللہ نے فرمایا کہ ہم نے حضور ﷺ کو دیکھا کہ جمعہ پڑھتے تھے (رسائل الارکان ص ۱۶۱ الاصل فی الکتاب)

تنویر جزیری میں ہے کہ ابن قطان بالنون مقتب بحرمان الفرقین جس نے علت کا باب کھولا اور اس نے اکثر نے اس مسئلہ کی تردید کی اور اس کی بنا پر لوگوں نے بڑی بڑی کتابیں لکھیں اس سے فرقہ ناجیہ کا پتہ چلتا ہے اور یہ کہ کتاب ہوگا (تنویر جزیری ص ۳۲ ج ۱ قبیل باب صلوٰۃ الجمعہ) اس سے ہے کہ کسی سنت کی مخالفت میں صحیح احادیث ہے ہو معدوم ہو کر فرقہ ناجیہ نہیں رہتا ہے اور ترک سنت اس پر ضرور طاری ہوتا ہے اور ہو جاتا ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی فرماتے ہیں کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خلقی اتباع کی جائے آپ علاوہ کی عادتوں کا اتباع نہ کیا جائے اور بدعات سیئہ [illegible] کا اتباع کیا جائے تو [illegible] ہے کہ اس میں کوئی ہدایت نہیں ہوتی اور اس میں کسی مرتبہ کی [illegible] کے اس میں ثواب ہوتا ہے (مکتوب نمبر ۶۷ ج ۱ ص ۳۲) سید الطائفہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے جب حقیقی محبت کی علامت پوچھی گئی تو فرمایا کہ حضور ﷺ کی سنت کے مطابق ہو اور کم از کم آنحضرت ﷺ کے کسی قول یا کسی فعل کے خلاف نہ ہو (حضرت مجدد کی سنت کا مخالف عاشق نہیں بلکہ دشمن۔ حال ہے (رحمۃ اللہ) حضرت ابوبکر بن سعداوی سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اللہ نے جتنے قبل کوئی نبی نہیں بھیجا کہ اس نے اپنے اس کی امت میں اس کے حواری اور اصحاب نہ ہوں اور وہ اپنے نبی کی سنت پر عمل نہ کرتے ہوں اور اس کی اقتداء نہ کرتے ہوں بعد میں اپنے کو ایسے لوگ پیدا ہوئے کہ وہ جو کہتے ہیں اس پر عمل نہیں کرتے اور اپنے اعمال سے مرتکب ہوتے ہیں کہ جن کا حکم ان کو نہیں دیا گیا ایسے لوگوں کے ساتھ جو شخص اپنے ہاتھ سے جہاد کرے وہ ان سے اور وہ ان سے اپنے دشمنوں سے جہاد کرے موحد ہیں اور جو ان سے دل سے جہاد کرے وہ بھی موحد ہے اور اس کے بعد کسی میں رائی کے دانے کے [illegible]

۔ پیچھے ہوئے ہیں۔ (صحیح بخاری شریف ص ۱۲۵ باب یحب الانصات یوم الجمعۃ والامام یخطب ج ۱ جزء ۴)

حدیث معاویہؓ کی وجہ سے جابت اذان خطبہ کی اجازت کا قول درست معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ فلا تنکر اجابۃ الاذان لدی یدی الخطیب و قد ثبت ذلک من فعل معاویۃ فی صحیح البخاری (عمدۃ الرعایۃ ص ۲۴۳ ج ۱ کتاب الجمعۃ)

وقد ثبت فی صحیح البخاری ان معاویۃ رضی اللہ عنہ اجاب الاذان وھو علی المنبر فقال یا ایھا الناس انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول علی ھذا المجلس حین اذن المؤذن بقول مثل ما سمعتم منی مقالتی فاذا ثبت الاجابۃ عن صاحب الشرع وصاحبہ فما معنی الکراھۃ (التعلیق الممجد علی موطا محمد رحمہ اللہ ص ۱۰۷) فثبت کما ثبت اجابۃ الاذان عن النبی صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم ومعاویہ رضی اللہ عنہ علی ما اخرجہ الطحاوی فاین الکراھۃ وتفع المغنی والسائل ص ۱۰۳)

آخر میں فقیر وقت مفتی اعظم زید عنایت الانام المفتی محمد انعام الحق غفرلہ ربہ الکارم فیصلہ نقل کر لیجئے۔

تمام متاخرین حنفیہ نے اس حدیث معاویہؓ سے جابت اذان منبری کی اجازت دی ہے۔ لیکن انہ شروع کرنے کی بالاتفاق ہیں ائمہ اجازت کہیں ہے۔ اور فتاویٰ تاتارخانیہ کے بیان میں اجابت اذان منبری [illegible] سے فضیلت اولیٰ واقدم ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ (محمد کفایت اللہ غفرلہ مدرسہ امینیہ دہلی) فقیر الانام من مسائل الاحکام از افادات علامہ سید قاضی رحمت اللہ۔ [illegible] رحمۃ اللہ ص ۱۹) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

بوقت خطبہ عصا لینا:

(سوال ۳۲۰) عیدوجمعہ میں بوقت خطبہ بالتعیین عصا لینا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔ مع حوالہ جات تحریر فرمائیں۔ المستفتی نمبر ۱۰ اپنداس کی تفصیل فرمادیں۔

(الجواب) بوقت خطبہ عصا لینا کہ ہاتھ میں رہے ثابت ہے۔ ابوداؤد شریف کی روایت میں ہے فقام متوکئا علی عصا او قوس (جلد اول، باب الرجل یخطب علی قوس ص ۱۵۹)

مدارج النبوۃ میں ہے وہ رخ تاختن خطبہ بکلیہ بر کمان یا عصا آرد ہے (باب دہم در انواع عبادات آں ص ۳۹۳) یعنی آپ ﷺ خطبہ دیتے وقت کمان یا عصا (لاٹھی) کا سہارا لیتے تھے۔

سفر السعادۃ میں ہے مسجد نبوی میں منبر بننے سے قبل بوقت خطبہ عصا یا کمان کے ذریعہ سہارا لینا آپ ﷺ سے ثابت ہے لیکن قیام منبر کے بعد بھی آنحضرت ﷺ عصا وغیرہ کا سہارا لیتے یا نہیں اس کی تصریح نہیں۔

وشمشیر ویزہ بدست گرفتن ہمہ اختیار کردہ اند یا عصائے کہ در وقت خطبہ منبر ساخت ما بعد از اتخاذ منبر متروک شد یا ہر چیز سے اعتماد کردن عصا وغیرہ آں (شرح سفر السعادۃ فصل در خطبہ ابو یعلی ص ۲۰۹)

شاید اسی لئے بعض علماء عصا لینے کو مکروہ تحریمی فرماتے ہیں لیکن صحیح بات یہ ہے کہ مکروہ نہیں بنانچہ سفر السعادۃ

خطبۂ جمعہ میں پڑھی جانے والی حدیث میں صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے نام کے ساتھ رضی اللہ عنہ کا اضافہ

(سوال ۱۳۲) ہمارے علاقہ کا ایک شخص حدیث شریف پڑھتا ہے قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ومن حولہ ابوبکر الخ اس میں جب اس حدیث کو پڑھتے وقت حضرت ابوبکر کا نام آتا ہے تو ان کے نام کے ساتھ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے عرض کیا کہ حضور ابوبکر صحابی ہیں رضی اللہ عنہ کہنا چاہئے اس نے کہا وہابی کو کیا پتہ ہے یہ فرمایا تھا رضی اللہ عنہ کسی نے یہ نہیں فرمایا تھا رضی اللہ عنہ حدیث میں اضافہ کرنا ہے ادب سے رضی اللہ عنہ کہنا چاہئے یا نہیں بینوا توجروا۔

(الجواب) ہمارے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ۱۲ خلفاء ہیں حضرات خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم اجمعین اور وہ کبار صحابہ کرام جن کا ذکر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات عشرہ کے آخر میں رضی اللہ عنہم اجمعین یا رضوان اللہ علیہم اجمعین فرمایا ہے ان کے اسماء گرامی ہمیشہ ہر جگہ ہر وقت ہر ذکر میں ساتھ رضی اللہ عنہ کے ہیں۔ صحابہ کے نام کے ساتھ رضی اللہ عنہ واجب مستحب ہونے کا حدیث میں ان کے نام نہیں پایا جاتا۔

فتح میں ہے ویستحب ان یقال رضی اللہ عنہ للصحابۃ وکذا من اخذ فی بعض کتب التابعین والفقہاء وقیل یقال صلی اللہ علی الانبیاء وعلیہ وسلم کما فی شرح المقدمۃ للقرمانی۔ (انتہی) اس کے بعد فرمایا ویستحب الترضی للصحابۃ لانہم کانوا ایدا لعون فی جلب الرضی من اللہ تعالی وجہادہم الی اعلاء دینہ وحضورہم مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما لم یحققہم من الاہتداء من جہد انہا لو نسی فہولاء رضی اللہ عنہم اجمعین وغیرہم لا یلحقہ ذم بل ہو ان شاء اللہ تعالی من اہل الارض فقد ذکر فی ردالمحتار ص ۱۵۱ ج ۱ مسائل شتی قبیل کتاب الفرائض فقط واللہ تعالی اعلم بالصواب۔

خطبۂ جمعہ سے پہلے امام کا منبر پر چڑھ کر اردو میں خطبہ شروع کرنا کیسا ہے؟

(سوال ۳۵) بعض جگہ امام منبر پر چڑھ کر اردو میں تقریر کرتے ہیں پھر ان کی طرف سے چند منٹ خطبہ ہوتا ہے پھر نماز ہوتی ہے یہ کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) خطبہ جمعہ یا عیدین سے پہلے جو تقریر کی جاتی ہے اس کا خطبہ سے کوئی تعلق نہیں ہوتا اس لئے خطبہ کے وقت منبر پر بیٹھنا مکروہ ہے اور خطبہ کے بعد بیان کرنے کا اختیار ہے۔ یہ بیان عربی میں ہو یا اردو میں ہو۔ بیان اور تقریر کا نام خطبہ رکھنا غلط ہے۔ جن لوگوں نے مسئلہ نہیں پڑھا ہے وہ سمجھتے ہیں کہ خطبہ کے بعد نماز ہوتی ہے اس لئے یہ بیان خطبہ ہے۔ ایسا نہیں ہے۔ خطبہ کے بعد نماز ہوتی ہے۔ بیان کا خطبہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ بیان کرنے والے کو خطیب کہنا غلط ہے۔ بیان کرنے والے کو واعظ کہا جاتا ہے۔ خطیب نہیں کہا جاتا۔ واللہ تعالی اعلم۔

(سوال ۳۶) ہمارے علاقہ میں ایک شخص نے یہ طریقہ نکالا ہے کہ جمعہ کے دن خطبہ سے پہلے منبر پر بیٹھ کر اردو میں تقریر کرتا ہے اس کے بعد خطبہ پڑھتا ہے اس کے بعد نماز پڑھاتا ہے۔ اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) خطبہ جمعہ سے پہلے منبر پر بیٹھ کر اردو میں تقریر کرنا مکروہ ہے۔ اس کا خطبہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ خطبہ کے بعد نماز ہوتی

عیدگاہ کی نماز اور مسجد میں پڑھنا

(سوال ۱۲۳۱) یہاں کے بعض مسلمان عیدگاہ میں نماز عید پڑھنے کے بجائے مسجد میں پڑھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مسجد میں پڑھنا افضل ہے کیونکہ مسجد میں ثواب زیادہ ہے۔ کیا یہ صحیح ہے؟

(الجواب) عیدگاہ میں نماز عید پڑھنا مسجد میں پڑھنے سے افضل ہے۔ اگر کسی شہر میں دو مسجدیں ہوں تو بڑی مسجد میں نماز پڑھنا افضل ہے۔ اسی طرح جہاں عیدگاہ اور مسجد ہو وہاں عیدگاہ میں نماز پڑھنا افضل ہے۔ مسجد میں نماز پڑھنے کی فضیلت عیدگاہ میں نماز پڑھنے کی فضیلت سے کم ہے۔ اسی وجہ سے عیدگاہ میں نماز پڑھنے کی تاکید ہے۔ اور بلا عذر شرعی عیدگاہ میں نماز عید نہ پڑھنے والے کی امامت میں نماز عید پڑھنا مکروہ ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

کھیل کود کے میدان میں نماز پڑھنا افضل ہے یا جامع مسجد میں؟

(سوال ۱۲۳۲) اکثر فرقہ تبلیغ والے اور بعض نوجوان مسلمان اس مقام میں نماز پڑھنے کو ترجیح دیتے ہیں جہاں کھیل ہوتا ہے اور کہتے ہیں کہ وہاں زیادہ ثواب ہے۔ ہمارا ایک کلب ہے جہاں کھیل ہوتا ہے۔ ہم لوگ کھیل کے میدان میں نماز پڑھتے ہیں۔ ہمارے یہاں کی مسجد میں نماز پڑھنے کی تاکید نہیں ہے۔ اس سے ہمارے کلب کی آبادی کم ہوتی ہے۔ کیا یہ صحیح ہے؟

(الجواب) عیدگاہ آبادی سے باہر ہوتی ہے۔ اس میں نماز پڑھنے کے لئے جانا اور واپس آنا دونوں مسجد میں نماز پڑھنے سے زیادہ ثواب رکھتا ہے۔ اسی وجہ سے عیدگاہ میں نماز پڑھنے کی تاکید ہے۔ اور بلا عذر شرعی عیدگاہ میں نماز نہ پڑھنے والے کی امامت میں نماز عید پڑھنا مکروہ ہے۔ اسی طرح جہاں عیدگاہ اور مسجد ہو وہاں عیدگاہ میں نماز پڑھنا افضل ہے۔ مسجد میں نماز پڑھنے کی فضیلت عیدگاہ میں نماز پڑھنے کی فضیلت سے کم

[illegible] مسجد میں نماز پڑھنا کیسا ہے اور عیدگاہ جانے کی کیا حد ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

عورتوں پر عید کی نماز ہے یا نہیں؟ اور وہ عیدگاہ جائیں یا نہیں؟

(سوال ۱۳۸) عورتوں پر عیدین کی جماعت واجب نہیں ہے لیکن اگر وہ گھر میں پڑھیں تو ان کو ثواب ملے گا یا نہیں اور پڑھنے کی بالکل اجازت نہیں ہے اور اسی طرح نہیں عید کی نماز کے لئے عیدگاہ جانے کی اجازت ہے یا نہیں؟ مفصل جواب عنایت فرمائیں فقط بینوا توجروا (از ایک خاتون کہنگی)

(الجواب) نماز جمعہ عیدین عورتوں پر واجب نہیں یہ مسئلہ معتبر کتاب ہدایہ میں ہے نماز جمعہ پر مفصل (بشرح وبسط) دیکھو ہدایہ صفحہ ۱۵۵ نماز عید اور اس کا مثل نماز جمعہ ہے صفحہ ۱۵۵ تک نماز عید کی نماز کے احکام عورت، مسافر اور مریض پر واجب نہیں ہے، نماز عید کی نماز با جماعت تنہا تنہا پڑھنا بھی سنت نہیں ہے، جماعت شرط ہے (جس طرح جمعہ میں) اور عورتوں کی جماعت مکروہ ہے۔ جماعت کا ان تنہا تنہا (امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ) سنت (یا مستحب) ہے عیدگاہ یا مسجد میں عید کی نماز پڑھ جانے کے بعد گھر میں اپنے گھر میں تنہا تنہا طور شکر یہ نفل نماز پڑھ سکتی ہیں نماز عید سے پہلے نفل پڑھنا عورتوں کے لئے بھی ممنوع اور مکروہ ہے۔ فقط۔

تفصیل جواب۔

عورتوں کے لئے جہاں تک ممکن ہو گھر کے تاریک سے تاریک کونے میں نماز پڑھنے میں زیادہ فضیلت اور ثواب ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ ایک زاویہ (کمرہ) میں نماز پڑھنے سے کمرہ کی نماز سے بہتر ہے۔ اور تہہ خانہ کو کمرہ میں نماز پڑھنا کمرہ میں پڑھنے سے بہتر ہے۔ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال صلوۃ المرأۃ فی بیتھا افضل من صلاتھا فی حجرتھا وصلوتھا فی مخدعھا افضل من صلوتھا فی بیتھا (ابو داؤد ج ۱ ص ۹۱ باب ماجاء فی خروج النساء الی المساجد)

ایک حدیث میں ہے کہ عورتوں کو جماعت سے نماز پڑھنے کے بجائے اکیلے نماز پڑھنے میں پچیس درجہ زیادہ ثواب ملتا ہے (مستدرک حاکم)

بے شک آنحضور ﷺ کے اور مبارک میں خواتین کو مسجد میں حاضر ہونے اور نماز پڑھنے کی اجازت تھی، کیونکہ خواتین کے لئے موجودہ زمانہ کا سا فتنہ و فساد کا سامنا نہ تھا نہ ہی حالات اتنے ابتر تھے، اور آنحضور ﷺ نے مقدس زمانہ میں کو خیر القرون قرار دیا ہے۔ بعد میں جو برائیاں پیدا ہوئیں لیکن ویسا نہ تھا حضرت عمرؓ نے عورتوں کو مسجد میں جانے سے منع فرمایا امام المؤمنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بھی تائید کی اور فرمایا کہ اگر آنحضور ﷺ عورتوں کی یہ حالت دیکھتے جو حضرت عمرؓ نے دیکھی ہے تو آنحضور ﷺ بھی عورتوں کو مسجد میں آنے کی اجازت نہ دیتے ان عائشۃ رضی اللہ عنہا زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم قالت لو ادرک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما احدث النساء لمنعھن المسجد کما منعت نساء بنی اسرائیل الخ (ابو داؤد شریف ج ۱ ص ۹۱ باب ماجاء فی خروج النساء الی المسجد۔

شارح بخاری علامہ عینی رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا یہ فرمان حضور انور ﷺ

...ن ذات سے بیزاری کا اعلان ہے... اس کے بعد فرماتے ہیں ...واما النسوة فنعوذ بالله من ذلك ...ہیں ان سے (نعوذ باللہ) ایسا کام (یعنی شرک) ہوا ہو (کتاب الاصل ج ۵ ص ۳۹۲)۔

لہٰذا یہ بات ثابت ہوئی کہ ان عورتوں کا یہ عمل شرک ہے جو آج کل ہمارے معاشرہ میں ہو رہا ہے... ان عورتوں کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ سے توبہ و استغفار کریں اور آئندہ کے لیے ایسا کام نہ کریں... اور ان کو چاہیے کہ ان کاموں کو چھوڑ دیں جو شرک ہیں... خواہ وہ قبر پر جانے کے بارے میں ہوں یا دیگر امور کے بارے میں جو شرک ہیں... ان کو ترک کرنے کے لیے ہر مسلمان عورت کو حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہیے... اور ان کو بیعت کرنی چاہیے... اور ان کو چاہیے کہ وہ اللہ کی نافرمانی نہ کریں... اور نہ ہی اس کے ساتھ شرک کریں... اور نہ ہی چوری کریں... اور نہ ہی زنا کریں... اور نہ ہی اپنی اولاد کو قتل کریں... اور نہ ہی کوئی ایسا بہتان لگائیں جو وہ اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان گھڑ لیں... اور نہ ہی کسی نیک کام میں نافرمانی کریں... اور نہ ہی کسی برے کام میں نافرمانی کریں... اور نہ ہی کسی برے کام میں نافرمانی کریں... اور نہ ہی کسی برے

(المختار) ہے کما لو رکع الامام قبل ان یکبر فان الامام یکبر فی الرکوع ولا یعود الی القیام لیکبر (درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۷۱۲ باب العیدین)

نوٹ:

اس صورت میں قاعدہ سے عید کو لازم ہے لیکن نماز عیدین میں کثرت ازدحام کی وجہ سے عام طور پر یہی ہوتا ہے اس لئے امام کی متابعت کو معاف کیا گیا ہے واللہ اعلم بالصواب۔

ایک ہی جگہ مجبوری کی وجہ سے عید کی نماز دو مرتبہ پڑھنا اور امام کے لئے چندہ کرنا:

(سوال ۱۳۰) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہمارے شہر میں ایک ہی عیدگاہ ہے اور عید کی نماز ۸ بجے پڑھی جاتی ہے اس میں بہت سے لوگ نماز نہیں پڑھ سکتے ہیں اس لئے ۹ بجے دوسری نماز پڑھی جاتی ہے اس میں بھی بہت سے لوگ نماز نہیں پڑھ سکتے ہیں اس لئے ۱۰ بجے تیسری نماز پڑھی جاتی ہے اس میں بہت سے لوگ نماز پڑھ سکتے ہیں اور بعض لوگ ۱۱ بجے پڑھتے ہیں اور ۱۲ بجے بھی پڑھی جاتی ہے تو ایسے ان تینوں وقت میں عید کی نماز پڑھنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) عیدگاہ میں عید کی نماز ایک ہی جماعت سے ہونا بہتر ہے اگر کوئی عذر ہو تو دوسری جماعت کرنا جائز ہے اور وہاں نماز پڑھنا ادا ہے اگر ایسا میدان کشادہ نہ ہو تو ہر محلہ میں الگ الگ میدان میں یا اپنے اپنے مکان میں نماز عید پڑھی جائے۔ بلا عذر ایک مکان خالی نہ ہونے کی وجہ سے دوسری جگہ نماز کے لئے تجویز کر دینا جائز نہیں ہے۔ بلا عذر شرعی اور بلا مجبوری ایک ہی جگہ دو بار نماز عید ادا کرنا جائز نہیں ہے۔ باوجود بھی اگر کوشش کے دوسری جگہ میسر نہ ہو سکے تو نماز نفل ہونے کا اندیشہ ہو تو دوبارہ نماز عید ادا کی جا سکتی ہے مگر امام اول کا متابعت کرنا ضروری ہے۔ پہلا امام دوسری جماعت کا نہ ہونے کی وجہ سے نماز عید کے لئے اعلان کرنے کا مجاز ہے جس کو جس قدر گنجائش ہو اپنی خوشی سے حسب مقدور چندہ دے اس میں کوئی حرج نہیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

عید کے دن فجر کی نماز قضا پڑھی تو

(سوال ۱۳۱) جس نے عید کے دن (معاذ اللہ) فجر کی فرض نماز نہیں پڑھی ہو وہ عید کی نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

(الجواب) جس نے فجر کی نماز نہیں پڑھی ہے وہ عید کی نماز پڑھ سکتا ہے فقط واللہ اعلم بالصواب۔

عید کی نماز سے پہلے حاضرین کا آواز ملا کر زور سے تکبیر وغیرہ پڑھنا:

(سوال ۱۳۲) ہمارے یہاں مقتدیوں کا یہ معمول ہے کہ عید کی نماز سے پہلے ایک دو آدمی تکبیر کہتے ہیں اور باقی لوگ ان کے ساتھ تکبیر پڑھتے ہیں اس کے بعد حاضرین آواز ملا کر جواب دیتے ہیں اس طرح الصلوٰۃ عید الفطر وذکک وہ لسنا وسکم والصلوٰۃ والسلام پڑھا جاتا ہے۔ مقصد اصلی یہ ہے کہ لوگ آہستہ آہستہ آئیں اس لئے ایسا کرتے ہیں یہ کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

جائز ورنہ نہیں تو نیز (خروج نہیں) اگر سب مجتمع ہوں بلا تداعی کے ساتھ نہیں تو حرام ہے بلکہ تنہا تنہا تکبیر کہیں اور جب عیدگاہ پہنچیں تکبیر بند کردیں (خود آہستہ آہستہ کہیں تو مجتبیٰ ہے) الکن لا علی هیئة الاجتماع الی قوله . فان ذلک کله حرام یعنی جہاں سب مجتمع ہو کر تداعی سے (اکٹھے کی رعایت کرنے سے) نہیں کہ یہ حرام ہے (جامع لاہور، ص ۲۳۳ مجلس نمبر ۲۳)

نماز کا وقت مقرر کردیا جائے اور کچھ مہلت دی جائے اور حاضرین پوری خاموشی کے ساتھ اذکار میں مشغول رہیں یا کسی عالم سے بیان کرایا جائے تاکہ انتظار میں وقت نہ ہو واللہ اعلم بالصواب۔

تکبیر قبل از خطبہ عیدین

(سوال ۱۴۳) عیدین کے خطبہ کے شروع میں خطیب کو حق تکبیر پڑھنا چاہئے اور اس کا کیا ثبوت ہے؟ بینوا توجروا (المرقوم ۱۰ ذی الحجہ)

(الجواب) خطبہ اولیٰ کے شروع میں نو بار تکبیر (اللہ اکبر اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ اکبر ۳ اللہ اکبر اللہ اکبر ۲ اللہ اکبر ۲ اللہ اکبر ۲ اللہ اکبر ۸ اللہ اکبر ۹ اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر ولله الحمد) آہستہ پڑھنا مستحب ہے۔ اسی طرح خطبہ ثانیہ میں سات بار اور خطبہ ثانیہ کے شروع میں چودہ بار آہستہ آہستہ تکبیر کہنا مستحب ہے۔ وہو مسنون بالتکبیر فی خطبة العیدین ویستحب ان یستفتح الاولی بتسع تکبیرات نسق کل مرتبة بالتهلیل والتکبیر قبل مزاله من الصبر اربع عشرة یعنی مستحب یہ ہے کہ پہلے خطبہ کو بارہ اللہ اکبر پر ہے کہنے کے بعد شروع کرے اور دوسرے خطبہ کو سات بار اللہ اکبر کہنے کے بعد شروع کرے۔ اور ثانی خطبہ شروع کرنے کے بعد منبر سے اترنے سے پہلے چودہ بار طریق مذکور تکبیر کہے (منیۃ المصلی الا بصار، درمختار مع رد المحتار ج ۱ ص ۸۳ باب العیدین) مراقی الفلاح میں ہے مرتبة بالتکبیر فی خطبة العیدین ویستحب ان یستفتح الاولی بتسع تسری والثانیة بسبع قال عبداللہ بن مسعود وهو السنة (مراقی الفلاح ص ۱۰۷ ؛ قوله تسری ای متتابعات ویکبر قبل النزول اربعة عشر کذا فی الشرح (طحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۳۱۱ ایضاً) واللہ اعلم بالصواب۔

عیدین کا وقت:

(سوال ۱۴۴) عیدین کی نماز کا وقت کب شروع ہوتا ہے طلوع آفتاب کے بیس منٹ کے بعد نہ پڑھی تو نماز صحیح ہوئی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) عیدین کی نماز کا وقت طلوع آفتاب کے بعد تقریباً پندرہ منٹ پر شروع ہوتا ہے لیکن چونکہ عید کا دن ہے لوگوں کو مسنون طریقہ سے تیار ہونا ہے، غسل، اچھے کپڑے اور خوشبو کا اہتمام کرنا ہے اور عید الفطر میں صدقۃ الفطر بھی ادا کرنا ہے اور اطراف سے بھی لوگ نماز کے لئے شہر میں آتے ہیں اس لئے نماز کا وقت اس طرح مقرر کیا جائے کہ وہ مل سکیں۔ اس قدر تعجیل کرنا کہ لوگ نماز سے رہ جائیں مناسب نہیں، وجہ شرعی بہت تاخیر کرنا بھی مکروہ ہے خاص نہیں ہاں کوئی عذر ہو تو دونوں میں اعلان کر کے اول وقت میں پڑھ سکتے ہیں جب کہ لوگوں کے نماز سے رہ

[illegible] وقت كراهة صلوة العيد من ارتفاع الشمس فلدى رمح او رمحين حتى قيد رمحين صلى الله عليه وسلم كان يصلي بعد حين مرتفع الشمس قيد رمح او رمحين فلو صلى قبل ذلك لا يكون صلوة قبل عيدا صحيحا راجع الى الفلاح مع حاشية طحطاوي ص ۳۰۶ باب العيدين فقط والله اعلم بالصواب ۲ جمادي الاولى ۳۵۶ھ

محلہ کی مسجد میں عذر شرعی کی وجہ سے عید کی نماز پڑھنا

سوال (۱۳۵) آپ ہماری شہر میرٹھ کے مقیم ہیں نے یہ امر دریافت کیا کہ مسلمان برسات کی عید کے عید گاہ میں جمع نہ ہو سکنے کی وجہ سے اپنے اپنے محلہ کی مسجد میں نماز عید پڑھتے ہیں یا نہیں اور اگر پڑھتے ہیں تو ان مسجدوں میں امام نے نماز عید پڑھائی ہے تو عید کی نماز اس وقت ہم بھی پڑھ سکتے ہیں یا نہیں اور اگر نہیں تو کیوں؟

(الجواب) اس صورت میں محلہ کی مسجد میں نماز عید پڑھ سکتے ہیں بلا عذر جانا مسجد میں یا عذر شرعی نماز عید پڑھنا نہیں ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

عورتوں کا مسجد و عیدگاہ میں جانا کیسا ہے؟

(سوال ۱۳۶) آپ فرماتے ہیں مولانا صاحب عورتوں کو عیدگاہ میں جانا کیسا ہے؟ مدلل مفصل

(الجواب) [illegible] عورتوں کا عیدگاہ میں جانا [illegible] عورتوں کا عیدگاہ میں جانا [illegible] عورتوں کا عیدگاہ میں جانا

قال لا يمنعن رجل احدكن ان ياتي المساجد فقال ابن لعبدالله فانا نمنعهن فقال عبدالله بن عمر رضي الله عنه احدثك عن رسول الله صلى الله عليه وسلم وتقول هذا فما كلمه حتى مات رواه احمد ومسلم (مشكوة شريف ص ۹۷ باب الجمعة)

ام عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتے ہیں سوا ۲ عن ام عطية قالت قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اخرجوا العواتق وذوات الخدور ليشهدن العيد ودعوة المسلمين وليعتزل الحيض المصلى متفق عليه الخامس ۵ عن ام عطية رضي الله عنها قالت امرنا ان نخرج الحيض يوم العيد وذوات الخدور فيشهدن جماعة المسلمين ودعوتهم تعتزل الحيض عن مصلاهن قالت امرأة يا رسول الله احدانا ليس لها جلباب قال لتلبسها صاحبتها من جلبابها متفق عليه (مشكوة شريف ص ۱۲۵ ۳۶ باب العيدين)

ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ فرمایا کہ ہمکو حکم کیا گیا کہ ہم حیض والی اور پردہ نشین عورتوں کو دونوں عیدوں کے دن نکالیں تاکہ وہ مسلمانوں کی جماعت اور ان کی دعا میں حاضر ہوں اور حائضہ عورتیں نماز کی جگہ سے الگ رہیں ایک عورت نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ (بخاری) کہ میں سے بعضوں کے پاس چادر نہیں ہوتی (آپ نے فرمایا) آپ نے فرمایا کہ اس کی ساتھی اپنی چادر میں سے اوڑھا لے (مشکوٰۃ شریف ص ۱۲۵)

اب آپ سے معلوم ہوا کہ عیدین کے لئے عورتوں کا نکلنا زمانہ میں شریعت کا یا حکم ہے؟ اور عورتوں کی مسجد میں حاضری کا یا ہے؟ اس روایت کا جواب کیا ہے جو آپ نے پیش فرمائی؟ فصل وار جواب تحریر فرمائیں۔ بینوا توجروا۔ الجواب اب الحامد والمصلی اما بعد۔ عورتوں کا عیدین کے لئے نکلنا اور مسجد میں حاضر ہونا ابتداء اسلام میں تھا جب تک فتنہ کا اندیشہ نہیں ہوا تھا۔ جس زمانہ میں عورتیں رسول اللہ ﷺ کے زمانہ مبارک میں عیدین کی نماز باجماعت اور عیدین کی جماعت میں حاضر ہوتی تھیں وہ زمانہ اس زمانہ کا تھا جس کو حضور ﷺ نے خیر القرون فرمایا ہے جس میں عورتوں کا نکلنا فتنہ سے خالی تھا۔ اس لئے حضور ﷺ نے عورتوں کو عیدین کی نماز کے لئے نکلنے کا حکم فرمایا تھا۔ اور عورتیں نکلتی تھیں۔ مگر جب زمانہ میں فتنہ کا اندیشہ ہوا تو حضور ﷺ نے عورتوں کے لئے مسجد میں حاضری کی ممانعت فرما دی۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے عن النبي صلى الله عليه وسلم قال لو ادرك النبي ما احدث النساء لمنعهن كما منعت نساء بني اسرائيل قلت لعمرة انساء منعن المساجد قالت نعم (مشكوة شريف ص ۹۸ باب الجمعة) یعنی حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر نبی ﷺ عورتوں میں جو نئی نئی باتیں پیدا ہو گئی ہیں ان کو دیکھ لیتے تو عورتوں کو مسجد میں آنے سے روک دیتے جیسا کہ بنی اسرائیل کی عورتوں کو روک دیا گیا تھا۔ عمرہ نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ کیا بنی اسرائیل کی عورتیں مسجد میں آنے سے روکی گئی تھیں؟ فرمایا ہاں (مشکوٰۃ شریف ص ۹۸ باب الجمعۃ) معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کے زمانہ میں جو لوگ آپ کے تجویز فرمانے سے مسجد میں حاضر ہوتی تھیں ان کو جماعت میں حاضر ہونا ثابت ہوا اور حاضر ہوتے تھے عورتوں اور بچوں کا حاضر ہونا کہ ان کو جہاد سے قبل مسجد میں جمع ہونے کا حکم ہوا تھا۔ اور بچوں کا حاضر ہونا اس لئے کہ بچوں کی طرح جماعت میں حاضر ہونے کی مکلف نہ تھی اور جماعت

ترجمہ: حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورتوں کی صف مردوں کی صف سے بدتر ہے۔ (الترغیب والترہیب ج ۱ ص ۱۹۹)

(۲) عن ابن عمر رضی اللہ عنہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المرأۃ عورۃ وانہا اذا خرجت استشرفہا الشیطان وانہا لا تکون اقرب الی اللہ منہا فی قعر بیتہا رواہ الطبرانی فی الاوسط ورجالہ رجال الصحیح۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ عورت پردہ کی چیز ہے جب وہ گھر سے نکلتی ہے تو شیطان اس کو تاکتا ہے (یعنی لوگوں کے دلوں میں اس کے متعلق برے خیالات ڈالتا ہے) اور عورت اپنے گھر کی تہ سے زیادہ کسی جگہ اللہ سے بہت قریب ہوتی ہے (الترغیب والترہیب ج ۳ ص ۱۸۸ باب الخوف)

(۳) عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال ما صلت امرأۃ من صلوۃ احب الی اللہ من اللہ مکان فی بیتہا ظلمۃ رواہ الطبرانی فی الکبیر

ترجمہ: عورت نماز میں سے زیادہ محبوب نماز اللہ کے نزدیک وہ نماز ہے جو اس نے بہت اندھیری کوٹھری میں پڑھی ہو (الترغیب والترہیب ج ۱ ص ۱۹۹)

(۴) عن ابن عمر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تمنعوا نساءکم المساجد وبیوتہن خیر لہن

ترجمہ: عورتوں کو مسجد میں آنے سے نہ روکو (مگر) ان کا گھر ان کے لئے (مسجد سے) بہتر ہے (مشکوٰۃ شریف ص ۹۶) (باب المساجد)

(۵) عن ام سلمۃ رضی اللہ عنہا قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلوۃ المرأۃ فی بیتہا خیر من صلوتہا فی حجرتہا وصلوتہا فی حجرتہا خیر من صلوتہا فی دارہا وصلوتہا فی دارہا خیر من صلوتہا فی مسجد قومہا رواہ الطبرانی فی الاوسط باسناد جید۔

(۲) حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ ... کی نماز عشاء کی نماز سے بہتر ہے اور ... کی نماز سے بہتر ہے اور ... کی نماز سے بہتر ہے۔ (الترغیب والترہیب ج ۱ ص ۱۹۹)

آپ حضور ﷺ کے جوتے کیسے اٹھا سکتے ہیں

(۱) عن ام حمید امراۃ ابی حمید الساعدی رضی اللہ عنہما انہا جاءت الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقالت یا رسول اللہ انی احب الصلوٰۃ معک قال "قد علمت انک تحبین الصلوٰۃ معی وصلوتک فی بیتک خیر من صلوتک فی حجرتک وصلوتک فی حجرتک خیر من صلوتک فی دارک وصلوتک فی دارک خیر من صلوتک فی مسجد قومک وصلوتک فی مسجد قومک خیر من صلوتک فی مسجدی" قال فامرت فبنی لها مسجد فی اقصی شیء من بیتها و اظلمه وکانت تصلی فیه حتی لقیت اللہ عزوجل رواہ احمد وابن خزیمۃ وابن حبان فی صحیحیهما

ترجمہ: حضرت ام حمید رضی اللہ عنہا نے بارگاہ نبوی ﷺ میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ مجھے آپ کے ساتھ نماز پڑھنے کا شوق ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا بیشک (مجھے) تمہارا شوق (بہت اچھا) ہے (اور دینی بہتر ہے) مگر تمہاری نماز اپنے دولت خانہ میں کمرہ کی نماز سے بہتر ہے اور کمرہ کی نماز تمہارے احاطہ کی نماز سے بہتر ہے اور تمہارے احاطہ کی نماز محلہ کی مسجد کی نماز سے بہتر ہے اور محلہ کی مسجد کی نماز میری مسجد (یعنی مسجد نبوی) کی نماز سے بہتر ہے (چنانچہ حضرت ام حمید رضی اللہ عنہا نے ارشاد سن کر اپنے گھر (کوٹھے) کے آخری کونے میں جہاں سب سے زیادہ اندھیرا رہتا تھا مسجد (نماز پڑھنے کی جگہ) بنوائی۔ وہیں نماز پڑھا کرتی تھیں۔ یہاں تک کہ ان کا وصال ہو گیا اور اپنے خدا کے حضور میں حاضر ہوئیں۔ (الترغیب والترہیب ج ۱ ص ۱۰۲ بحوالہ ابن خزیمہ)

مذکورہ بالا روایت سے چند باتیں صاف طور پر ثابت ہوتی ہیں

(۱) حضور اقدس ﷺ کے زمانہ میں عورتوں کو جماعت میں حاضر ہونے کی تاکید نہیں تھی، صرف اجازت تھی۔ ہدایت و اصلاح اسی تھی کہ عورتیں گھر ہی کی نماز کو افضل سمجھیں۔

(۲) عورتوں کا مسجد میں آنا محض اجازت و رخصت کے درجہ میں تھا، تاکید کی یا فضیلت والا آپ نے نہیں بتایا۔

(۳) حضرت ام حمید رضی اللہ عنہا نے آنحضرت ﷺ کی تعلیم و ترغیب پر عمل کرنے ہی کی غرض سے مسجد چھوڑ دی اور پوری عمر اپنی گھر والی مسجد کو فرض کے علاوہ نماز پڑھنے کی جگہ بنائے رکھی۔ یہی اور یہی اتباع اور آنحضرت ﷺ کی دلی تمنا تھی۔

پس اس قدر افسوس ہے ان لوگوں پر جو عورتوں کو مسجد میں آنے کی ترغیب دیتے ہیں آنحضور ﷺ کی تعلیم اور مرضی اور منشاء کے خلاف عمل کرتے ہیں اور فضیلت بتاتے ہیں اور اپنے اس عمل کو دنیا سے مخفی رکھتے ہیں اور عورتوں کے لئے جماعت میں حاضر ہونا ثابت ہوا تو آنحضور ﷺ کی مسجد کی نماز سے مسجد حضور کی نماز اور

مسجد حنفی کی نماز سے گھر کی نماز کو افضل نہ فرماتے تھے کیا آپ سنت میں زیادہ مواجب تھے اور سنت پر عمل کرنے میں کیا رسول اللہ ﷺ عورتوں کو گھر میں نماز پڑھنے کی ترغیب دیتے تھے اور ترک سنت کی ترغیب دیتے تھے اور اللہ تعالیٰ اپنے آپ کو رسول اللہ ﷺ سے زیادہ متقی اور اپنی مسجد کو آپ کی مسجد سے زیادہ مقدس اور اپنی عورتوں کو آپ کی عورتوں سے زیادہ مطہر و پاک باز سمجھتے ہیں

اور اس مسئلہ میں رخصت و اجازت کی ان شرطوں کے ساتھ بھی عورتیں ان خصوصیات میں شامل نہیں جن کی وجہ سے آپ نے عورتوں کو مسجد میں آنے سے روکا تھا یہ خصوصیات ان میں نہیں بلکہ ان میں آئیں۔

ابن جریر نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے قالت سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جالس فی المسجد اذ دخلت امرأۃ من مرینۃ بترفل فی زینۃ لھا فی المسجد فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یا ایھا الناس انھوا نساءکم عن التبختر فی المسجد فان بنی اسرائیل لم یلعنوا حتی تبخترت نساءھم فربما تبخترن فی المسجد۔ ترجمہ: حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں حضرت رسول مقبول ﷺ مسجد میں تشریف فرما تھے اتنے میں قبیلہ مزینہ کی ایک عورت زیب و زینت کا لباس پہنے ہوئے مٹکتی (اتراتی) ہوئی مسجد میں آئی حضرت رسول مقبول ﷺ نے فرمایا اے لوگو اپنی عورتوں کو زیب و زینت کا لباس پہنے ہوئے مسجد میں مٹکنے سے روکو کیونکہ بنی اسرائیل پر لعنت نہیں کی گئی یہاں تک کہ ان کی عورتوں نے زیب و زینت کا لباس پہنا اور مسجد میں مٹکنا شروع کر دیا۔ (زاد المعاد باب غزوۃ الفتح ص ۲۹)

اس سے صراحۃً یہ بات ثابت ہوئی کہ عورتوں کو مسجد میں آنے کی جو اجازت اور رخصت تھی وہ زینت و بناؤ کے ساتھ نہ تھی۔ اور فتنہ و فساد ہونے سے پہلے تھی۔ چنانچہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں عورتوں کی آزادی اور بے احتیاطی ظاہر ہونے لگی اور فتنہ کا اندیشہ ہوا تو امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اصحاب رضی اللہ عنہم سے تبادلہ خیال فرمایا کہ جب عورتیں مسجد میں نہ آیا کریں، اور تمام صحابہ نے اس کو پسند فرمایا۔

بدائع الصنائع میں ہے ولا باس بالخروج الی الجماعات بقلیل طیب وعلی عمر رضی اللہ عنہ انہی النساء عن الخروج ولان خروجھن الی الجماعۃ سبب للفتنۃ والفتنۃ حرام وما ادی الی الحرام فھو حرام (بدائع ج ۱ ص ۱۵۵ فی فصل وما بیان من یصلح للامامۃ)

ترجمہ: اور ان عورتوں کا تھوڑی خوشبو لگا کر جماعت میں جانا جائز ہے اس روایت کے پیش نظر جو حضرت عمر سے مروی ہے انہوں نے عورتوں کو مسجد جانے سے منع فرمایا تھا اور اس لئے کہ عورتوں کا گھر سے نکلنا فتنہ کا سبب ہے اور فتنہ حرام ہے اور جو چیز حرام تک پہنچائے وہ بھی حرام ہے (بدائع ج ۱ ص ۱۵۷)

نیز اسی میں ہے وانما خرجن فضلا کما مر اذ الخروج لحاجۃ محظور اولا اختلاف فیہ لما روی انہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا استاذنت امرأۃ احدکم الی المسجد فلا یمنعھا ولیس ما حکم بہ جمیع الصحابہ من منعھن الا لتغیر عنہ الغیرۃ التی تحدث من الا ئمۃ دون خوف الفتنۃ والجائز من الغیر فما فیہ خوف الفتنہ وذلک قولہ صلی اللہ علیہ وسلم الغیرۃ غیرتان وحدیث عائشۃ رضی اللہ عنہا ان النساء احدثن الخ

ترجمہ: اور ان خرابیوں میں سے جن کی وجہ سے نماز باجماعت میں حاضر ہونا جائز نہ ہونے کا قائل ہے، جیسے کوئی عورت خوشبو لگائے، اور آنحضرت ﷺ کے اس فرمان "اذا شهدت احدكن العشاء الخ" (یعنی جب تم میں سے کسی کی بیوی مسجد جانے کی اجازت طلب کرے تو وہ اس کو منع نہ کرے) اور صحابہ کے فعل (ان حضرات کا یہ فیصلہ ہے کہ عورتوں کو اب مسجد میں آنے سے ممانعت کی جائے۔ میں تناقض ہے اس لئے کہ وہ خوشبو جو خلق تکبر سے پیدا ہو اور اس خوشبو کی بنا پر عورتوں کو روکا جائے وہ خوشبو تو ناجائز ہے۔ رہی وہ خوشبو جو نشہ کے خوف سے پیدا ہو اور اس خوشبو کی بنا پر عورتوں کو روکا جائے تو وہ خوشبو جائز بلکہ مستحسن ہے (اور صحابہ نے اسی نشہ کے خوف کی بنا پر عورتوں کو روکنے کا فیصلہ کیا) اور حضور اکرم ﷺ کے اس فرمان "غیر چادرین کا یہی مفہوم ہے اور یہی مصداق ہے" حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت ان النساء احدثن الخ کا (حجۃ اللہ البالغہ ج ۲ ص ۹۰ الجماعۃ ص المخرج الحرف الخمسۃ) (احیاء العلوم ج ۲ ص ۴۸) (اصح السیر ج ۲ ص ۵۸۹)

یعنی شرح بخاری میں ہے کہ حضرت ابن مرزنی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ تک عورتوں کو تکبر یا بن مسجد سے نکالتے اور یہ صحابہ کی موجودگی میں ہوتا تھا، وکان ابن عمر یقوله بحصب النساء یوم الجمعة بحرجهن من المسجد (عینی شرح بخاری ج ۳ ص ۲۲۹ باب خروج النساء الی المساجد باللیل والمغلس)

اسی طرح حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بنی عورتوں کو مسجد سے نکال دیتے اور فرماتے اپنے گھر جاؤ تمہارے گھر تمہارے لئے بہتر ہیں عن ابی عمرو والشیبانی سمعت ابا عبدالله یخرج النساء من المسجد یوم الجمعة ویقول اخرجن الی بیوتکن خیر لکن رواه الطبرانی فی الکبیر باسناد لا بأس به (الترغیب والترهیب ج ۱ ص ۱۹۰) یہ بھی صحابہ کی درجہ دگی میں ہوتا تھا۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے جس اس نشہ کو محسوس کیا اور انہوں نے فرمایا لو ادرک رسول الله صلی الله علیه وسلم ما احدث النساء لمنعهن المسجد کما منعت نساء بنی اسرائیل "یعنی اگر رسول خدا ﷺ یہ حالات دیکھتے تو عورتوں کو مسجد میں آنے سے ضرور روک دیتے جس طرح بنی اسرائیل کی عورتوں کو مسجد میں آنے کی ممانعت کر دی گئی تھی (بخاری شریف باب خروج النساء الی المساجد باللیل والغلس ج ۱ ص ۱۲۰ مسلم شریف ج ۱ ص ۱۸۳)

علامہ عینی شارح بخاری فرماتے ہیں واما الیوم فنعوذ بالله آج تو اللہ کی پناہ (یعنی ہمارے کفایت المفتی ج ۳ ص ۳۹۲) علامہ عینی اپنی شرح میں دوسری جگہ تفصیل سے اپنے زمانہ کی عورتوں کی ایجاد کردہ بدعات و منکرات کا ذکر فرماتے ہیں لو شاهد عائشة رضی الله عنها ما احدثت نساء هذا الزمان من انواع البدع والمنکرات لکانت انشد انکارا و لا سیما نساء مصر فان فیهن بدعا لا توصف ومنکرات لا تنتهی الی قوله فانظر الی ما قالت الصدیقة رضی الله عنها من قولها لو ادرک رسول الله صلی الله علیه وسلم ما احدثت النساء فلیس بین هذا القول وبین وفاة النبی صلی الله علیه وسلم الا مدة یسیرة علی ان نساء ذلک الزمان ما احدثن جزءا من الف جزء مما احدثت نساء

لمعات التنقیح، ج ۳ ص ۲۳۰ باب الزکوٰۃ، الفصل الثانی

علامہ عبید اللہ رحمانی کے کلام کا خلاصہ پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ان زمانہ کی عورتوں کی بدعات و منکرات اور ان کے بے ہودہ لباس اور بناؤ سنگار کی وجہ سے ان کا باہر نکلنا حرام ہے، اگر عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا یہ حالات دیکھتیں تو ان کو مسجد جانے سے منع فرما دیتیں، جیسا کہ خود فرماتی ہیں کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کی موجودہ حالت دیکھتے تو ان کو مسجد جانے سے منع فرما دیتے، جیسا کہ بنی اسرائیل کی عورتوں کو منع فرمایا تھا۔ مرد حضرات عورتوں کی اس حالت کو دیکھ کر ان کو مسجد جانے سے منع کرتے ہیں، اور اگر کوئی عورت مسجد جاتی ہے تو اس کو طعن و تشنیع کا نشانہ بناتے ہیں، اور اس کو بے حیا اور بے شرم کہتے ہیں، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا ارشاد مذکور ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ آپ کے انتقال کے بعد کا زمانہ ہے، اس زمانہ میں عورتوں کی آزادی اس زمانہ کی عورتوں کی آزادی و منکرات کے مقابلہ میں ہزاروں حصہ کم تھی، اور فرمایا کہ اگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس زمانہ کی عورتوں کی آزادی و فیشن پرستی و بے حیائی دیکھتیں تو یہ حکم کرتیں (فضل الرحمٰن، فتاویٰ ج ۳ ص ۳۰۶)

علامہ عثمانی لکھتے ہیں صدی تیرہویں کی عورتوں کا یہ حال بیان فرما رہے ہیں، آج چودھویں صدی ہے، اس زمانہ کی عورتوں کی آرائش و بے حیائی و بے پردگی کا کیا ٹھکانہ ہے، ہر روز نئی فیشن ہو رہا ہے اور اس کی پابندی سے فیشن ایبل بن چکے ہیں، اور بڑے بڑے مہذب گھرانوں میں گھوتی ہیں، ایسے فیشن ایبل عورتوں کو مسجد جانے کی اجازت دینا جبکہ عورتوں کا مسجد جانا سنت نہ ہو بلکہ مستحب ہو، کیونکر جائز ہو سکتا ہے، عورتیں جن کی اولاد ہے، جن کی اولاد نہیں ہے، جو نوجوان ہیں، جو بوڑھی ہیں، فساق و فجار کی نگاہیں نیچی رہتی ہیں، اس کی خواہش کون کر سکتا ہے)

رہا حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا اپنے صاحبزادے پر خفا ہونا تو یہ اس لئے کہ حضرت ابن عمر نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نقل کیا "لا یمنعن رجل اھلہ ان یاتوا المسجد" اس پر صاحبزادے نے کہا "لنمنعھن" اس نے حضور کے ساتھ سوء ادب کیا، اس لئے حضرت ابن عمر نے اس کو سخت سست کہا، اور اس کو حدیث یاد دلائی کہ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یحب الدعاء (حضور قبول فرمانا (کرنا) پسند فرماتے تھے) ایک روایت میں ہے کہ ابن عمر نے کہا "انا نمنعھن" (میں تو اسے پسند نہیں کرتا) اس پر ابن عمر نے ان کو گالی دی اور کہا کہ میں تجھ سے یہ کہتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے ساتھ سوء ادب سے پیش آتا ہوں اور تو کہتا ہے کہ ہم نہیں آنے دیتے، ابن عمر نے ان طریقوں سے عورتوں کو منع کرنا اپنا ذاتی فعل سمجھا تھا، ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ مطلب نہیں سمجھا تھا کہ عورتوں کو اختیار دیا ہے، جس طرح چاہیں آئیں، جیسا کہ بعض لوگ سمجھتے ہیں (فضل الرحمٰن، فتاویٰ ج ۳ ص ۳۰۶ باب الجماعۃ وفضلھا، مطبوعہ ملتان)

یہ وہ باتیں تھیں جن کی وجہ سے ان زمانہ میں امہات المومنین نے عورتوں کو مسجد جانے سے منع فرما دیا تھا، اور اب تو ان باتوں کے علاوہ اور بہت سی باتیں ایسی پیدا ہو گئی ہیں جن کی وجہ سے عورتوں کا مسجد جانا بالکل ہی ناجائز ہو گیا ہے، اور اس کی وجہ سے عورتوں کا مسجد جانا بند کر دیا

ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ امر کا صیغہ یہاں مجبور پر مشتمل ہے کہ وجوب کے لئے ہوتا ہے جیسے قولہ تعالیٰ اقیموا الصلوٰۃ اور کبھی استحباب کے لئے ہوتا ہے جیسے فکلوا منہ واطعموا القانع والمعتر اور کبھی اباحت کے لئے ہوتا ہے جیسے واذا حللتم فاصطادوا۔ اب دیکھنا چاہئے کہ یہاں یہ امر کس وجوب کو چاہتا ہے۔ ہم نہیں کہتے کہ اس کا کوئی بھی قائل نہیں کہ یہ امر نہیں عورتوں کا جماعت میں حاضر ہونا واجب ہے اور ہم بھی اس کے قائل ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ان کو جماعتوں کی اور مسجدوں کی حاضری سے بہ وجہ افضل بتایا ہے اور ان میں حاضر ہونے کا اختیار نہیں ہے مسجدوں سے قریب ہوتی ہیں، پھر بھی گھر کی نماز افضل ہے اور عید گاہ کا تو شمار ہے ہی دور ہوتی ہے۔ وہ یہ کہ نماز عیدین واجب فرض ہیں تو جب ان کے لئے مسجد میں جانا فرض نہیں تو عیدین کی نماز میں حاضر ہونا کیونکر فرض ہوگا۔ پس جبکہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہوا اور آنحضرت ﷺ نے عورتوں کو عید گاہ میں نکلنے کا حکم فرمایا تو یہ امر وجوب پر محمول نہیں ہو سکتا (نیل الاوطار ص ۳۵۵ ج ۳ ملخصاً) اور اگر سب بھی مان لیا جائے تب بھی یہ حکم منسوخ ہوگا کیونکہ قاعدہ ہے ترک المکروہ اولیٰ من فعل المکروہ لان ترک المکروہ لھم من فعل المسنون (کبری ص ۲۱۵ ج ۲)

نیز محمد علوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عید گاہ میں عورتوں کا جانا شروع اسلام میں تھا اب کہ مسلمان کم تھے تاکہ ان سے اسلامی لشکر بڑھے اور دشمن کو زور ہو۔ اب یہ صورت حال نہیں ہے بلکہ یہ حکم ہی منسوخ ہوگیا (قولہ) قال العلوی یحتمل ان یکون ھذا الامر فی اول الاسلام والمسلمون قلیل فاریدہ التکثیر بھم۔ فعلیٰ ھذا یکون منسوخا والیوم فلا یحتاج الی ذلک۔ انتھی قولہ۔ قلت ھذہ علۃ صحیحۃ اخبرنا الثقۃ عن ابن ابی شیبۃ عن ابن عیینۃ عن ابن شھاب عن سالم عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تمنعوا نساءکم المساجد وبیوتھن خیر لھن۔ اخرجہ ابوداؤد فاذا کان الامر فی خروجھن الی المساجد ھکذا فما الاحری ان یکون ذلک فی خروجھن الی المصلی الخ (عینی شرح بخاری ص ۳۹۲ ج ۳ باب خروج النساء والحیض الی المصلی و مظہر حق ج ۱ ص ۴۲۵)

اب قرآن و حدیث کی روشنی میں فقہ حنفی کے احکام کا مطالعہ فرمائیے۔

(۱) فقیہ محدث ملا علی قاری رحمہ اللہ شرح شرعۃ الاسلام میں فرماتے ہیں۔ وانما کتبوا الیوم علی الاصغری الیوم علی الصبی فی الکل فکذلک فلیتدبر۔ ثم اعلم ان قول المصنف وعد من قولہ الجماعات الجمع والاعیاد والاستسقاء وصلاۃ الخوف ولا سیما عند الجہال الذین یحترزون بصلوٰۃ العلماء والصالحین التشبہ بھم وتحصیل الدنیا

ترجمہ۔ اور آج کل فتن کی وجہ سے ان پر بے اقتدا تمام نمازوں میں جماعتوں کی ہو یا عیدین کی ہو جمعہ کی ہو یا استسقاء کی ہو خوف کی ہو ان کے لئے ممنوع ہے اور مصنف (صاحب الدقایق شرح منتخب) کے قول الجماعات میں عیدین استسقاء اور خوف کی نمازیں بھی شامل ہیں۔ یا خصوص ان جہال کے لحاظ سے ہے جس کی وجہ سے یہ نمازیں صحیح نہیں رہتیں اور ان کے پڑھنے والے اپنی نماز سے اثبات نفسانی پورا نہیں کرتا ہے (عینی شرح کنز ص ۳۰ باب ۱۲ ملتقط)

(۲) درمختار میں ہے۔ ویکرہ حضور ھن الجماعۃ ولو لجمعۃ وعید ووعظ مطلقا ولو عجوزا لیلا علی المذھب وفی زماننا لفساد الزمان

[illegible] (۳) قال في الدر المختار ويكره الخروج للجمعة لمن سمع الاذان الا لعذر او لمن صلى الفجر في مسجد حيه ثم ذهب الى مسجد آخر لفضيلة الجماعة فيه كما في الكافي وغيره (الدر المختار مع الشامي ج ۱ ص ۵۴۹ باب الجمعة)

(۴) قال في الدر المختار ويسن للخطيب اليوم قبل الخطبة الجلوس على المنبر بقدر الاذان الاول وقيامه بعد جلوسه بقدر الاقامة كما في الكافي وغيره (الدر المختار مع الشامي ج ۱ ص ۵۵۲ باب الجمعة)

(۵) [illegible] (۶) [illegible] (۷) [illegible] (۸) [illegible] (۹) [illegible] (۱۰) [illegible] (۱۱) [illegible] (۱۲) [illegible] (۱۳) [illegible] (۱۴) [illegible] (۱۵) [illegible] (۱۶) [illegible] (۱۷) [illegible] (۱۸) [illegible] (۱۹) [illegible] (۲۰) [illegible] (۲۱) [illegible] (۲۲) [illegible] (۲۳) [illegible] (۲۴) [illegible] (۲۵) [illegible] (۲۶) [illegible] (۲۷) [illegible] (۲۸) [illegible] (۲۹) [illegible] (۳۰) [illegible] (۳۱) [illegible] (۳۲) [illegible] (۳۳) [illegible] (۳۴) [illegible] (۳۵) [illegible] (۳۶) [illegible] (۳۷) [illegible] (۳۸) [illegible] (۳۹) [illegible] (۴۰) [illegible] (۴۱) [illegible] (۴۲) [illegible] (۴۳) [illegible] (۴۴) [illegible] (۴۵) [illegible] (۴۶) [illegible] (۴۷) [illegible] (۴۸) [illegible] (۴۹) [illegible] (۵۰) [illegible] (۵۱) [illegible] (۵۲) [illegible] (۵۳) [illegible] (۵۴) [illegible] (۵۵) [illegible] (۵۶) [illegible] (۵۷) [illegible] (۵۸) [illegible] (۵۹) [illegible] (۶۰) [illegible] (۶۱) [illegible] (۶۲) [illegible] (۶۳) [illegible] (۶۴) [illegible] (۶۵) [illegible] (۶۶) [illegible] (۶۷) [illegible] (۶۸) [illegible] (۶۹) [illegible] (۷۰) [illegible] (۷۱) [illegible] (۷۲) [illegible] (۷۳) [illegible] (۷۴) [illegible] (۷۵) [illegible] (۷۶) [illegible] (۷۷) [illegible] (۷۸) [illegible] (۷۹) [illegible] (۸۰) [illegible] (۸۱) [illegible] (۸۲) [illegible] (۸۳) [illegible] (۸۴) [illegible] (۸۵) [illegible] (۸۶) [illegible] (۸۷) [illegible] (۸۸) [illegible] (۸۹) [illegible] (۹۰) [illegible] (۹۱) [illegible] (۹۲) [illegible] (۹۳) [illegible] (۹۴) [illegible] (۹۵) [illegible] (۹۶) [illegible] (۹۷) [illegible] (۹۸) [illegible] (۹۹) [illegible] (۱۰۰) [illegible]

۔ ہوتا ہے کیونکہ یہ مقام پر ہوتا ہے اور اس کی وجہ سے یہ [illegible] ہوتا ہے۔ [illegible] ۲۳۳ [illegible] الجماعة و غيرها فقط والله اعلم بالصواب وعنده اتم واحكم وهو الهادي الى الصراط المستقيم

قبرستان کی خالی جگہ میں عیدگاہ نماز پڑھنا اور اس جگہ کو مستقل عیدگاہ بنانا

سوال ۱۴: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ [illegible] قبرستان سے متصل عیدگاہ ہے [illegible] قبرستان کی خالی جگہ میں عید کی نماز پڑھتے ہیں [illegible] قبرستان کی خالی جگہ میں عید کی نماز پڑھنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا

الجواب: (۱) قبرستان کی خالی جگہ میں عید کی نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ [illegible] (۲) قبرستان کی خالی جگہ میں عید کی نماز پڑھنا مکروہ ہے [illegible] (۳) قبرستان کی خالی جگہ میں عید کی نماز پڑھنا مکروہ ہے [illegible] (۴) قبرستان کی خالی جگہ میں عید کی نماز پڑھنا مکروہ ہے [illegible] (۵) قبرستان کی خالی جگہ میں عید کی نماز پڑھنا مکروہ ہے [illegible] (۶) قبرستان کی خالی جگہ میں عید کی نماز پڑھنا مکروہ ہے [illegible] (۷) قبرستان کی خالی جگہ میں عید کی نماز پڑھنا مکروہ ہے [illegible] (۸) قبرستان کی خالی جگہ میں عید کی نماز پڑھنا مکروہ ہے [illegible] (۹) قبرستان کی خالی جگہ میں عید کی نماز پڑھنا مکروہ ہے [illegible] (۱۰) قبرستان کی خالی جگہ میں عید کی نماز پڑھنا مکروہ ہے [illegible] (۱۱) قبرستان کی خالی جگہ میں عید کی نماز پڑھنا مکروہ ہے [illegible] (۱۲) قبرستان کی خالی جگہ میں عید کی نماز پڑھنا مکروہ ہے [illegible] (۱۳) قبرستان کی خالی جگہ میں عید کی نماز پڑھنا مکروہ ہے [illegible] (۱۴) قبرستان کی خالی جگہ میں عید کی نماز پڑھنا مکروہ ہے [illegible] (۱۵) قبرستان کی خالی جگہ میں عید کی نماز پڑھنا مکروہ ہے [illegible] (۱۶) قبرستان کی خالی جگہ میں عید کی نماز پڑھنا مکروہ ہے [illegible] (۱۷) قبرستان کی خالی جگہ میں عید کی نماز پڑھنا مکروہ ہے [illegible] (۱۸) قبرستان کی خالی جگہ میں عید کی نماز پڑھنا مکروہ ہے [illegible] (۱۹) قبرستان کی خالی جگہ میں عید کی نماز پڑھنا مکروہ ہے [illegible] (۲۰) قبرستان کی خالی جگہ میں عید کی نماز پڑھنا مکروہ ہے [illegible]

(رحیمیہ جلد اول ص ۱۵۷ و ۱۵۸ عیدگاہ غرب کے مطابق ہے صحت پر حمد و مزید لیں صحیح)

(۱) جب تک عیدگاہ کے لئے موزوں جگہ میسر نہ آئے تو مجبوراً کسی دیہ میں نماز عید کے لئے ولی تجویز اس کے لئے ضلع کے حاکم یا ضلع کے افسر سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے قبرستان وسیع ہے تو خالی جگہ جہاں قبریں نہ ہوں یا وہاں کی قبریں مٹ گئی ہوں اور وہاں نشان نہ رہا ہو وہاں نماز عید پڑھی جائے تو قابل مواخذہ نہیں ہے بلکہ ایسا کرنا مصلحت ہے اور ایک تعلیم و تبشیر ہے اس سے اسلام کی شان و شوکت معلوم ہوگی اور لوگوں کے اندر عید گاہ میں نماز پڑھنے کا شوق پیدا ہوگا۔ اور شریر عیدگاہ بنانے کی فکر کریں گے تو ان شاء اللہ ماجور ہوں گے اگر اندیشہ ہو کہ قبرستان کی وقف جگہ میں عیدگاہ بنانے سے قبرستان کی وقف جگہ خارج ہو جائے گی تو مردوں کی اس کے لئے اس خالی جگہ کی فی الحال ضرورت ہے نہ آئندہ ضرورت پڑے گی اور خالی پڑی رہنے سے سرکار کی نظر پڑے گی تو قبضہ کر لے گی اور مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل جائے گا اندیشہ ہو تو ایسی حالت میں خالی جگہ پر شہری عیدگاہ بنانے کی گنجائش ہے اور جگہ کی یہ حیثیت نہ ہو اور وقف بھی نہ ہو تو سرکار کی اجازت ہے اور لوگوں کو اختیار ہے کہ جہاں چاہیں نماز پڑھیں اس کا اختیار ہے لہٰذا جو جگہ سرکار کی طرف سے قبرستان کو ملی ہے وہ بھی داخل ہے اس میں نماز پڑھ سکتے ہیں۔ فقط واللہ اعلم۔ (۲) صاحبین مردہ کے لئے کافی ہے خدا تعالیٰ آپ دونوں میں خلوص اور دینی اتفاق کی فضا پیدا کر دے۔ آمین یا رب العالمین۔

ہر شہری عیدگاہ وائٹ ہونی چاہئے:

(سوال ۱۰۸) ہمارے شہر میں عیدگاہ کے لئے بلدیہ میں خریدی کی تحریک ہوئی ہے ہمارے شہر کی فضا میں کیسی ہے جبکہ دوسرے شہر کی فضا میں ہمارے شہر کی عیدگاہ جا سکتے ہیں یا نہیں تحریر فرمائیں۔

(الجواب) ہر ایک شہری عیدگاہ وائٹ ہونی چاہئے دوسرے شہری فضا میں جو عیدگاہ ہے کسی وہ کسی شہری عیدگاہ شہر ہوں مرتب کی نماز صحیح ہو جائے گی لہٰذا آپ لوگ اپنے شہر کی فضا میں عیدگاہ بنانے کی کوشش کریں جب تک عیدگاہ نہ بنے آبادی سے باہر کوئی جگہ متعین کی جائے۔ (۱) ان جگہ میں شہر کی جامع مسجد میں عیدگی نماز پڑھ لیتے ہیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

بیمار اور ضعیفوں کے لئے جامع مسجد میں عیدگی نماز کا انتظام کرنا:

(سوال ۱۰۹) ہمارے قصبہ میں ہندو مسلمانوں نے مکانات بنا لئے ہیں قصبہ میں دو مسجدیں ہیں اور عیدگاہ بھی ہے لیکن اکثر مسلمان دور رہنے والوں کو عیدگاہ دور پڑتی ہے عیدگی نماز صرف عیدگاہ میں ہوتی ہے بہت سے بوڑھے مریض اور کمزور لوگ عیدگاہ نہیں جا سکتے اور عیدگی نماز سے محروم رہتے ہیں کیا ایسے بوڑھے مریض اور کمزور لوگوں کی خاطر عیدگاہ کے علاوہ شہر کی جامع مسجد میں عیدگی نماز کی ادائیگی کا انتظام کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) عیدگی نماز عیدگاہ ہی میں پڑھنا سنت مؤکدہ ہے لیکن جو ضعیف مریض اور معذور لوگ عیدگاہ نہ جا سکیں ان کے لئے شہری جامع مسجد میں عیدگی نماز کا انتظام کرنا بہتر ہے کبیری میں ہے۔ فان ضعف القوم عن الخروج

امر لا مام من یصلی بهم فی المصلی وروی ذلک عن علی رضی الله عنه (کبیری ص ۵۲۹ صلاۃ العید) شامی میں ہے۔ وفی الحلبیة السنة ان یخرج الامام الی الجبانة ویستخلف غیره لیصلی فی المصر بالضعفاء بناء علی ان صلوة العیدین فی موضعین جائزة بالاتفاق الخ (شامی ج ۱ ص ۷۷ باب العیدین)

مجالس الابرار میں ہے۔ ثم الخروج الی الجبانة سنة وان وسعهم الجامع لکن یستخلف الامام من یصلی فی المصر بالضعفاء والمرضی بناء علی ان صلوة العید فی الموضعین جائزة بالاتفاق۔

ترجمہ: عید گاہ جانا مسنون ہے اگرچہ جامع مسجد میں سب کی گنجائش ہو لیکن امام کسی کمزور شخص کے اندر ضعیفوں اور بیماروں کو نماز پڑھوادے اس بنا پر کہ عید کی نماز ایک شہر میں دو جگہ بالاتفاق جائز ہے (مجالس الابرار ص ۲۱۲ مجلس نمبر ۳۳) فقط واللہ اعلم۔

عید کی نماز میں شافعی امام کی اقتدا کرنا:

(سوال ۱۵۰) کوئی حنفی عید کی نماز میں شافعی امام کی اقتدا کرے تو زائد تکبیروں میں امام کی متابعت کرے یا نہیں؟ حنفی مذہب میں تو چھ تکبیریں ہیں اور امام شافعی کے نزدیک پہلی رکعت میں سات اور دوسری رکعت میں پانچ تکبیریں ہیں تو حنفی مقتدی کیا کرے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) عید کی نماز میں حنفی شافعی امام کی اقتدا کرے تو زائد تکبیروں میں بھی امام کی متابعت کرے۔ وفی زاد ابن حبیب علی ستة عشر لانه هو السنة (درمختار مع شامی ج ۱ ص ۷۸۰ باب العیدین) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

عید الاضحیٰ کی نماز سے پہلے نہ کھانا مستحب ہے:

(سوال ۱۵۱) عید الاضحیٰ کے دن مستحب یہ ہے کہ عید کی نماز تک کھانے پینے سے رکا رہے یہ حکم کس کے لئے ہے؟ قربانی کرنے والا ہے یا اس کے لئے یا سب کے لئے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) یہ حکم صرف قربانی کرنے والے کے لئے نہیں ہے سب کے لئے ہے مستحب یہ ہے کہ روزہ داروں کی طرح رہیں اور عید الاضحیٰ کی نماز کے بعد کھائیں پئیں اور اگر اپنے گھر قربانی ہے تو اپنی قربانی سے کھائے بلا نماز سے پہلے کھانا مکروہ ہے کبیری میں ہے۔ والمستحب یوم الاضحی تاخیر الاکل الی مابعد الصلوة لما فی الترمذی کان علیه الصلوة والسلام لا یخرج یوم الفطر حتی یطعم ولا یطعم یوم الاضحی حتی یصلی وقیل هذا فی حق من یضحی لا فی حق غیر والاول اصح. والاصح انه یکره الاکل قبل الصلوة هنا (کبیری ص ۵۲۳ صلاة العید) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

امام نے دوسری رکعت میں چھٹی ہوئی تکبیر کہی، اس وقت مقتدیوں نے رکوع کرلیا تو؟:

(سوال ۱۵۲) عید کی نماز کی امام صاحب پہلی رکعت میں زائد تکبیروں میں سے ایک تکبیر بھول گئے یعنی تیسری تکبیر کے بعد ہاتھ باندھنے کے بجائے دوسری تکبیر کے بعد ہی ہاتھ باندھ لیا، پھر دوسری رکعت میں قراءت کے بعد

[illegible] میں نیت کا اختلاف یا نماز کی سنت پڑھنے والے اور فرض پڑھنے والے یا مقتدیوں کے نیت کرنے کے بعد امام کا نماز کی نیت کرنا ضرر نہیں ہے۔ واللہ اعلم

(الجواب) صورت مسئولہ میں امام کا نیت کرنا جبکہ مقتدیوں کے حاصل نہ ہونے کی وجہ سے نماز فاسد ہوئی ہے [illegible] ہوجانے سے نماز فاسد ہوئی اور اعادہ لازم ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب ۱۲ شوال المکرم ۱۳۵۲ھ

عید کے روز نماز عید سے پہلے نفل کا حکم

(سوال ۵۳) کیا عید کے روز نماز عید سے پہلے نفل پڑھنے جائز ہیں یا نہیں؟ اگر مکروہ ہے تو کتابی حوالہ سے تحریر فرمائیں۔

(الجواب) نماز عید سے پہلے نفل پڑھنا مکروہ ہے۔ فی الدر المختار: (وکرہ) تنفل مطلقا (قبل صلاۃ العید) ولو بمنزلہ کما فی البحر اھ ملخصا۔ وفی الطحطاوی علی الدر المختار ج ۱ ص ۲۴۲ باب العیدین: فقط واللہ اعلم بالصواب۔

فجر کا قضا پڑھنا شافعی کے پیچھے

(سوال ۵۴) [illegible] کے پیچھے [illegible] نماز پڑھتے ہیں [illegible] مذہب کے مطابق پہلی رکعت میں [illegible] پڑھتے ہیں [illegible] مذہب کے مطابق دونوں رکعتوں میں کل پڑھتے ہیں تو [illegible] میں حنفی مقتدی شافعی امام کے طریق پر نماز پڑھے یا حنفی مذہب کے مطابق؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) [illegible] شافعی امام سے پیچھے رہ گئے [illegible] عید میں امام شافعی امام کی [illegible] شافعی امام نے [illegible] فجر میں اور نماز جنازہ میں پڑھتے [illegible] شافعی امام [illegible] ہیں [illegible] ونیتھما ان یقتدی ممن یرفع یدیہ عند الرکوع او بمن یقنت فی الفجر او بمن یکبر تکبیر الاحرام خمسا لا بعد لظھور خطاہ بیقین لان ذلک کلہ منسوخ بدلائل اقوی ترجح منسوخیۃ ان للحنفی ان یقتدی بشافعی فی صلاۃ الجنازۃ یرفع یدیہ لانہ مجتھد فیہ فھو غیر منسوخ لانہ قد قال بہ احاد من الصحابۃ وصبانی نسخہ فی الختار وقد مناہ فی او خر بحث واجبات الصلاۃ (درمختار و شامی ج ۱ ص ۹۰ باب العیدین)

نماز عید کی دوسری رکعت میں قرأت سے پہلے تکبیرات کہنے کا کیا حکم ہے

(سوال ۵۵) امام صاحب سے عید کی دوسری رکعت میں قرأت سے پہلے تکبیر کہنے کیلئے [illegible] نماز ہوئی یا نہیں؟

(الجواب) صحیح ہے فان قدم التکبیر علی القراءۃ فیھا جاز۔ (نورالایضاح ص ۱۲۸ باب صلاۃ العیدین)

و فی الشامی قولہ ان تکبیر قبلھا وبعدھا ذکر علیہ و فی بعضھا ما یوھم خلافہ وھو ما فی الحلیۃ عن المحیط کما فی البحر الرائق المفھم فی سجدۃ و فیھما و التکبیر ھو الطاری و احدا الاثر مشتھر فالواو لا تستدعی تغایر ھما ثم رأیت ما یوافق الاول فی الفتح الدر فی الفتح تمامی التصریح من الاثار فی المحیط فتوی خلاصۃ کری صحوۃ الذی یوجح من

نماز عید کی پہلی رکعت میں تکبیرات زوائد چھوٹ جائے!

سوال (۱۵۶): مسائل نماز عید کی پہلی رکعت میں تکبیرات زوائد بھول گئے تو اب کیا کریں؟

(الجواب) الرسوخ فی الوحل کا مطالعہ کریں، وہاں سورۂ فاتحہ پڑھنے کے بعد یاد آئے تو تکبیرات کہہ کر سورۂ فاتحہ دوبارہ پڑھے (۱) سورۂ فاتحہ دوبارہ پڑھنے کے بعد یاد آئی تو صرف تکبیرات کہے قرأت کا اعادہ نہیں ہے ومجالس الابرار یرفع یدیہ لتکبیر فی الرکعۃ الاولی حتی فرغ من الفاتحۃ او کبھا ثم سہا فکبر یکبر و یعید الفاتحۃ و ان سہا فکبر بعد قراءۃ الفاتحۃ والسورۃ یکبر ولا یعید القراءۃ لانہا تمت ولان التام لا یصیر ناقصا ملا علیہ الخ ومجالس الابرار ج ۲ ص ۲۲ ص ۲۱۳ بزکریا ص ۵۲۹،

عید گاہ میں دو بار دو نفل جماعت سے پڑھنا

سوال (۱۵۷): عید گاہ میں دو نفل جماعت سے پڑھنے کے بعد عید گاہ میں جماعت ثانیہ ہو رہا ہے؟

(الجواب) عید گاہ میں دوسری جماعت نہ کرنا بہتر ہے، جن کی نماز فوت ہوئی وہ اس عید گاہ میں جا کر نماز باجماعت ادا کریں جہاں نماز عید ادا کی گئی ہو (۲) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

سوال (۱۵۸): بچہ نماز عید کے لئے عیدگاہ جاتا ہے، مسجد سے وہاں جانے، آنے میں کتنا وقت لگتا ہے؟

(الجواب) بچوں کی نماز عید الاضحیٰ کے لئے عیدگاہ جانا = عیدگاہ میں جماعت کا ہونا ہے یا نہیں جانتا ہوں (۳) آپ سنت کے مطابق عمل کریں اور عادی اس کا نہ ہوں کے خلاف ہے۔ حتی لو صلی العید فی الجامع ولم یرجع الی المصلی فقد ترک السنۃ ج ۲ ص ۱۵۹ باب العیدین طحطاوی ج ۱ ص ۵۲۰ کبیری ص ۵۲۶ عمدۃ الرعایہ ج ۲ ص ۲۰۵ وغیرہ) (رکنی میں ہے عیدگاہ اسے کہتے ہیں جو شہر سے قریب ہو بعض نے کہا کہ شہر سے دو ہزار ہاتھ کے فاصلہ پر ہو اور شامی میں ہے (شہر) کی وہ جگہ مراد ہے جو شہر کی عمارت سے متصل ہو یا کہ شہر سے دو ہزار ہاتھ کے فاصلہ پر ہو اور یہ حکم بھی مثل دار کے ہے (شامی ج ۲ ص ۱۹۵ کتاب الحظر والاباحۃ فقط واللہ اعلم بالصواب

نماز عید کے لئے تجربہ کرایہ پر لینا

(سوال ۱۵۹): اہم تکلیف دہ امر یہ ہے کہ ہم لوگ ایسی جگہ رہتے ہیں جہاں نماز عید کے لئے کوئی میدان نہیں ہے اور مسجد بھی عید جمعہ وغیرہ میں مصلیوں کے لئے ناکافی ہے وہاں نے باشندوں کو بھی نماز عید کے لئے کرایہ مکان لینا پڑتا ہے، ہمارے ہاں اتنی استطاعت نہیں کہ کوئی وسیع جگہ خرید لیں لہٰذا ہم کوئی تجربہ کار سے لے کر نماز عید ادا کریں تو شرعاً اس میں کوئی حرج تو نہیں؟

نوٹ: عید سے موقع پر ہمیں بار بار تجربہ کرایہ پر لے کر نماز ادا کرنی پڑتی ہے کیونکہ یہاں دو تین مسلمان نے

---

(۱) ولا تفصلہا وحدہ لان ذلک مبطل للصلاۃ ولو بالاصلاح الخفا فی الاصح کما فی نصاب المحرر (فیہا معزی رحمہ اللہ) سلاما و حمد علیہ العطاس ولا تشمت، ولو تعمد ذلک لتذہب الی ساہ اخر فعل لا یبطل الا تاوی بعضہم واحد فی ما اصح کذا فی الخانیۃ شامی باب الصلوۃ ج ۱ ص ۴۹۳

(۲) ولا یصلی العید فی موضعین بمصر واحد الا لعذر کما فی الجمعۃ الا فی روایۃ عن ابی یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ ہو الصحیح ہکذا فی الکافی وہو المختار کذا فی الغیاثیۃ ہندیہ باب الجمعۃ ج ۱ ص ۱۴۵

(۳) ولا یخرج الصبیان الی العید الا من تستحب شہادتہ کذا فی الکافی ہندیہ باب العیدین ج ۱ ص ۱۵۰

ہے لہٰذا کے مکان میں بھی ہیں تو ان میں بلند آواز سے تکبیر کہنا کافی ہوتی ہے لیکن تجرد وقت کرنے کی وجہ سے اکثر لوگ تکبیر نہیں کہتے اس لئے تجرد کرایہ پر لے کر نماز ادا کی جاتی ہے۔

(الجواب) نماز عید کے صحیح ہونے کے لئے مسجد ہونا شرط نہیں۔ شہر اور فناء شہر میں پڑھ سکتے ہیں (ھدایہ ج ۱ ص ۱۸۴) (الطحطاوی علی مراقی الفلاح ۳۹۲) جب نماز کا وقت ختم ہونا بھی ضروری نہیں (فتح مکان اور کرایہ کے تجرد میں بھی ادا ہو جاتی ہے لیکن شرط یہ ہے کہ ان میں سب مسلمانوں کو وہاں نماز پڑھنے کی اجازت ہو (درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۱۷۰ باب الجمعہ) لہٰذا آپ کے کمرات مسجد بننے تک اپنے گھروں میں نماز پڑھ لیتے ہیں بہتر یہ ہے کہ نماز کے لئے کوئی مکان یا خیمہ خاص کر لیا جائے جہاں اذان و اقامت کے ساتھ نماز باجماعت ادا کی جائے۔ حسن ہدایہ میں ہے کہ جنگل یا کوئی ہموار زمین یا ایسی طرف میں روڈ وغیرہ پر چٹائی بچھا کر نماز پڑھ سکتے ہیں۔

(سوال ۱۵۹) کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ عیدین کی نماز عیدگاہ میں ادا کرنا سنت مؤکدہ ہے یا غیر مؤکدہ یا غیر مؤکدہ یا افضل؟

(۲) اگر سنت مؤکدہ ہے تو اس کا چھوڑنے والا گنہگار ہوگا یا نہیں؟

(۳) اگر سنت مؤکدہ ہو تو اس کے دلائل فقہ کی معتبر کتابوں سے حوالہ صفحات کے ساتھ تحریر کریں۔ بینوا توجروا۔

(الجواب) (۱) (۲) (۳) عیدین کی نماز عیدگاہ میں ادا کرنا سنت مؤکدہ ہے۔ آنحضور ﷺ مسجد نبوی کی فضیلت سے باوجود بلا عذر مسجد میں پڑھی۔ ہدایہ میں ہے۔ کان صلی اللہ علیہ وسلم یصلی العیدین فی المصلی (الی قولہ) ولم یصل العید بمسجد الا مرة واحدة اصابهم مطر فصلی بهم العید فی المسجد (ج ۱ ص ۱۲۴ باب کتاب الصلوٰۃ میں ہے۔ لانه السنة المرضية فی صلوة العيدين ان تكون فی المصلی۔ لان النبی صلی اللہ علیہ وسلم فعل صلوته فی مسجدی هذا الفضل من الف صلوة فيه سواه الا المسجد الحرام فمع هذه الفضيلة العظيمة خرج صلی اللہ علیہ وسلم الی المصلی وترکه المسجد فهو دليل واضح علی تاکید امر الخروج الی المصلی صلوة العيدين فيه (ج ۲ ص ۸۲ لكن الخروج الی الجبانة سنة مؤكدة الخ عمدة الرعاية علی شرح الوقاية ج ۱ ص ۲۰۵ فصل العيدين)

(۲) نماز عید کے لئے عیدگاہ جانا سنت مؤکدہ ہے۔ بلا عذر اس کا تارک اہل جماعت اور حق ثواب سے محروم ہے۔ درمختار میں ہے "وبالترک بلا عذر یکرہ کما لو ترک الواجب ومثله السنة المؤكدة" یعنی مکروہ تحریمی کے قریب ہے اور ثواب سے محروم ہوتا ہے جس طرح ترک واجب سے گناہگار ہوتا ہے اور سنت مؤکدہ کا بھی یہی حکم ہے (شامی ج ۵ ص ۲۹۵ کتاب الحظر والاباحة فصل)

۱۔ لا تصح الجمعة الا فی مصر جامع او فی مصلی المصر ولا تجوز فی القری لقوله علیه السلام لا جمعة ولا تشریق الا فی مصر جامع من یجوز فی جمیع ابنیة المصر یباح صلاة الجمعة طحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۳۹۲

سے جنازوں اور بیماروں کو تکلیف ہوتی ہے اور ان سے مسجد میں انتظار کرنے کی وجہ سے تباہ ہونے کا اندیشہ ہے تو عیدگاہ کو جانا ضروری نہیں ہے اور مسجد میں نماز پڑھنا بہتر ہے۔ الفتاوی الھندیۃ الخروج الی الجبانۃ سنۃ وان وسعھم الجامع لکن یستحب للامام ان یصلی بالضعفاء و لمن یشق علیہ ان یصلی فی الجبانۃ الخ (الفتاوی الھندیۃ ج ۱ ص ۱۵۰) اور اگر عیدگاہ میں نماز پڑھنے سے جنازوں اور بیماروں کو تکلیف نہ ہو تو عیدگاہ میں نماز پڑھنا افضل ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کوفہ میں کمزوروں اور بیماروں کو مسجد میں نماز پڑھنے کا حکم دیا تھا۔ (الفتاوی الھندیۃ ج ۱ ص ۱۵۰) (فتح القدیر ص ۴۲۳ ج ۱) (الجوہرۃ النیرۃ ص ۱۰۶ ج ۱) (فتاوی مولانا عبدالحی ص ۱۰۲) (فتاوی مولانا عبدالحی ص ۱۰۲) (فتاوی مولانا عبدالحی ص ۱۰۲

تکبیر ثالثہ ۔ ہاتھ اٹھائے بغیر تکبیر کہے

تکبیر رابعہ ہاتھ اٹھا کر باندھ لے (قرأت کی جاتی ہے)

دوسری رکعت میں بھی قرأت کے بعد رکوع کی تکبیر سے پہلے چار تکبیریں کہی جائیں گی۔ پہلی تین تکبیروں میں ہاتھ اٹھا کر چھوڑ دے اور چوتھی میں ہاتھ اٹھائے بغیر تکبیر کہتے ہوئے رکوع میں چلا جائے۔ مذکورہ صورت نہایہ میں رکعت کے تو فوت ہونے کا حکم نہ ہوگا۔ فقط واللہ اعلم

عورتوں کے لئے احکام عید

(سوال ۱۶۲) نماز عید کے لئے جانے کا حکم عورتوں کے لئے نہیں ہے تو دن کو غسل کرنا اور لباس جدید پہننا چاہئے یا نہیں؟

(الجواب) ہاں عید کے روز عورتوں کے لئے بھی مستحب ہے کہ وہ غسل کریں اور عمدہ لباس پہنیں کیونکہ یہ دن خوشی منانے کا ہے۔ (کبیری صلاۃ عید ص ۵۲۴)

نماز عید کے بارے میں ایک اور مسئلہ:

(سوال ۱۶۳) شہر میں پچاس ساٹھ دوسو بار دوکانیں ہیں اور یہاں کی آبادی کم ہے دوکانداروں کے پاس جنرل دیہاتی آتے ہیں اور وہ یہاں نماز عید ادا کرتے ہیں اور خطبہ بھی ایک صاحب پڑھاتے ہیں لیکن ان کے لئے عید گاہ خانہ نہیں ہے فقط کھلے میدان میں پڑھی جاتی ہے صاحب میزین کی نماز پڑھی جاتی ہے بعد تیرہ بجے دن پڑھا جاتا تو نماز صحیح ہوتی یا نہیں؟ مقتدی حضرات صرف ۳۰، ۴۰ ہوتے ہیں؟

(الجواب) صورت مسئول عنہ میں نماز عید واجب نہیں ہوئی[1] واجب یہ ہے کہ بلا عذر مسجد جامع کے اس میں جمعہ نماز ادا کریں۔ یہ واجب اور نہیں ہوتا تو صرف نماز عید کا شوق ایک جذباتی بات ہے مذہبی مسئلہ نہیں۔

نماز عید کے بارے میں ایک اور مسئلہ:

(سوال ۱۶۴) عید کے دن ایک دوسرے کو عید مبارک کہنا یا لکھنا جائز ہے یا نہیں؟

(الجواب) جائز ہے تقبل اللہ منا ومنکم اور ہے کہ عید مبارک ہو وغیرہ الفاظ کہے (درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۸۳۰ باب العیدین) واللہ اعلم بالصواب۔

عیدگاہ جانے سے قبل مسنون کیا ہے؟

(سوال ۱۶۵) عیدگاہ جانے سے قبل شیرخرما کا استعمال ہے وہ ثابت ہے یا نہیں اس کی کوئی اصلیت ہے۔ جواب تحریر فرمائیں۔

---

(۱) وشرط افتائها المصر الذي من شرط صحتها ان تؤدى في مصر حتى لا تصح في قرية ولا صحراء للقول عمن رضي الله عنه لا جمعة ولا تشريق ولا صلاة اضحى الا في مصر او مدينة عظيمة بحر الرائق ۔ باب صلاة الجمعة ج ۲ ص ۱۰۰

(۱۰ سوا دو) عید گاہ جانے سے پہلے طاق عدد کھجوریں یا کوئی دوسری میٹھی چیز کھانا مستحب ہے (درمختار، ردالمحتار، ج ۳ ص ۴۷۶) تیمور کی وجہ سے عید گاہ میں یہ چیز نہ ملے تو اس کو مسنون نہ سمجھا جائے۔ (بحر الرائق ج ۲ ص ۱۵۱) واللہ اعلم۔

عید گاہ جانے تک کل میدان میں نماز پڑھیں:

اصول (۱۱) عید گاہ جانے تک کل میدان میں نماز ادا کرنا اچھا ہے۔ یا مسجد میں؟

(الجواب) اگر شہر اور قریب کی آبادی کی مسجد عید گاہ سے بڑی ہو اور عید گاہ میں جمعہ اور عید کی نماز نہ ہوتی ہو تو پھر مسجد میں نماز پڑھنا افضل ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے ایسا ہی کیا ہے۔ عید گاہ میں نماز پڑھنے کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ یہ عید گاہ کی تعظیم ہے۔ یہ وجہ صحیح نہیں ہے۔ اس میں تعظیم نہیں ہوتی ہے۔ اس میں تو شوکت اسلام اور ان کی تعداد کی زیادتی معلوم ہوتی ہے۔ اسی لیے عید گاہ میں تمام لوگوں کے جمع ہونے کو مستحب قرار دیا گیا ہے۔ ایک بستی کے لوگ دوسری بستی کے لوگوں سے ملتے تھے۔ تاکہ دونوں بستیوں کے مسلمانوں کی شان و شوکت ظاہر ہو۔ (کبیری ص ۵۲۲) حسن المحاضرة والخطبة للملايكون مثنى من اجتماعهم بغير ذكر الله وتنويه بمعالي الدين وهم فعله مقصد آخر من مقاصد الشريعة وهو ان الامة لا بد لها من غرض يجتمع فيها اهلها لتظهر شوكتهم وتعلم كثرتهم وكذلك استحب خروج الجميع حتى الصبيان والنساء وخروت الخدور والحيض ويعتزلن المصلى ويشهدن دعوة المسلمين وكذلك كان النبي صلى الله عليه وسلم يخالف في الطريق ذهابا وايابا لتطلع اهل كلا الطريقين على شوكة المسلمين ولما كان اصل العيد الزينة استحب حسن الثياب والتنظف وسد الطريق والخروج الى المصلى (حجة الله البالغة ص ۵۰۵، ج ۲ العيدين)

یہ ہے اس طرح کا بعد از عید خطاب اور یہ ہے عید گاہ کے اس وقت تک کے لئے آبادی سے باہر ہونے کی وجہ کہ جس میں تمام مسلمان ایک ہی نماز پڑھیں اور اجتماع عظیم کے فوائد حاصل کریں۔ (واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم بالصواب)

عید گاہ میں نماز کے لئے لوگوں کا انتظار کرنا:

اصول (۱۲) عید گاہ میں نماز کے وقت سے ۱۱ بجے کے درمیان کے واقعات کو قرآن و حدیث کی روشنی میں حل فرمائیں۔

جواب: ۱۱ بجے میں ۱۰۰۰۰ سے ۱۵۰۰۰ تک مسلمان ہیں۔ ۱۱ بجے میں ایک عید گاہ اور ایک عید گاہ ہے۔ باقی ۹ بجے تک ۱۰۰۰۰ سے ۱۵۰۰۰ تک مسلمان عید گاہ میں آتے ہیں۔ چند لوگ نماز عید کے لئے وقت مقرر کر لیتے ہیں اور وقت ہوتا ہے تو ان وقت کرنے والوں سے لوگ آگے بڑھ جاتے ہیں۔ بعض لوگ آدھ گھنٹہ پہلے آتے ہیں کہ نماز کا وقت قریب ہو گا شروع کریں گے۔ امام صاحب کہتے ہیں کہ لوگوں کی نماز فوت ہو جائے گی تو جلدی نماز عید پڑھا دیتے ہیں۔

(۱) ويستحب ان يفطر قبل خروجه على تمرات او غيرها الى جملتها بدء العيدين كبيري ص ۵۲۲)
(۲) ويكره ان يقصد الامام غير مكان جمع الشريع للذي يظهر عند قصر له اعتبر في البدائع العيدين)

گے۔ ایسی حالت میں پانچ دس منٹ تاخیر کی جائے تو کیا حرج ہے؟ اگر تاخیر کی گنجائش ہو اور لوگوں کے تکیے پر نماز شروع کی جائے تو تنبیہ کار کون؟ امام صاحب یا جلد باز اصرار کرنے والے۔

(الجواب) مندرجہ ذیل ہدایات پر عمل کیا جائے تو کسی کو شکایت کا موقع نہ ملے گا۔

(۱) نماز عید کا وقت ایسا ہونا چاہئے کہ نماز فجر سے فارغ ہو کر بطریق مسنون لوگ تیاری کر کے عیدگاہ پہنچ جائیں۔

(۲) عید کے موقعہ پر کچھ لوگوں کا پیچھے رہ جانا متوقع ہے۔ لہٰذا امام اور حاضرین کو چاہئے کہ تعجلت نہ کریں وقت مقررہ کے بعد بھی پانچ سات منٹ ٹھہر کر نماز شروع کی جائے۔ بے شک حاضرین کو ایسے موقعہ پر داخلہ یا اور ضروری کام لینا چاہئے۔ امام صاحب کو مشورہ تو دے سکتے ہیں۔ لیکن نماز شروع کرنے پر اصرار نہیں کرنا چاہئے۔ امام کی بھی ذمہ داری ہے کہ حاضرین کی تکلیف کا خیال کرتے ہوئے پیچھے رہ جانے والوں کی رعایت کرے اور قرأت نظر میں اختصار کر کے تلافی مافات کر لے۔ سال میں دو ہی موقعہ آتے ہیں کہ بے نمازی بھی شرکت کرتے ہیں۔ ضعیف یا امعذور بھی ہوتے ہیں۔ نماز فوت ہوگئی تو بڑی برکتوں سے محروم رہیں گے۔ لہٰذا ان کا انتظار کیا جائے اور دعا و ذکر علی الاثر پر عمل کر کے اجر کا مستحق بنا جائے۔ البتہ جو آخری وقت میں آنے کے عادی ہیں اور ان کو حاضرین کی تکلیف کا احساس نہیں ہے۔ اور اپنی نماز کی بھی فکر نہیں ہے۔ "جاتے ہیں جاتے ہیں۔" اس طرح اپنا انتظار کراتے ہیں۔ ایسے غافل کاہل اور سست لوگوں کا انتظار کرنا ان کی عادت کو بگاڑنا ہے۔

وفی المنتقی ان لما خیر العذر فی تطویل القراءۃ لا فراک بعض الناس حرام هذا فاما لا هل البلدۃ تطویلاً وتاخیراً یشق علی الناس فالحاصل ان التاخیر القلیل لا عانۃ اهل الخیر غیر مکروہ اھ (شامی ص ۴۶۲ ج ۱ باب صفۃ الصلاۃ مطلب فی اطالۃ الرکوع للجائی بفقط واللہ اعلم بالصواب

نماز عید میں بعد میں شریک ہونے والا زوائد تکبیر کب کہے؟:

(سوال ۱۶۸) عید کی نماز شروع ہوگئی۔ امام صاحب نے قراءت شروع کی تو ایک آدمی آیا اور وہ بھی جماعت میں شریک ہوا۔ تو تکبیر کہے یا نہیں؟ اگر پہلی رکعت چھوٹ گئی اور دوسری رکعت میں شریک ہوا تو پہلی رکعت کس طرح پڑھے؟

(الجواب) اگر امام نے پہلی رکعت کی تکبیریں بعد میں قراءت پڑھتے وقت شریک ہوا تو نیت کر کے تکبیر تحریمہ کہہ کر زائد تکبیریں کہے۔ "وہ تکبیر" میں ہے۔ (وقولہ ترک) السادس (والاصح فی القیام بعد ما کبر وکبر فی الحال. یعنی اگر مقتدی امام کے تکبیر کہنے کے بعد حالت قیام میں شریک ہوا تو فوراً تکبیر اللہ کہے۔ (درمختار مع الشامی ص ۸۱ ج ۱ باب العیدین)

اور اگر دوسری رکعت میں شریک ہوا تو امام کے سلام پھیرنے کے بعد رکعت فائتہ کی ادائیگی کے لئے کھڑا ہو۔ ثنا۔ تعوذ۔ تسمیہ۔ سورۂ فاتحہ اور کوئی سورت پڑھے پھر رکوع سے پہلے زائد تکبیریں کہے۔ بقیہ نماز اپنے طریقہ سے پوری کرے۔ (ولو سبق ببعض تکبیرہ تم یکبر لثلاثۃ توالی التکبیر (درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۷۸۲

واللہ اعلم بالصواب

نماز عیدین کھلیان میں:

(سوال ۶۹) ہمارے علاقہ میں کچھ دیہات ہیں جن میں نماز عید ہوتی ہے چھوٹی مسجد میں جگہ نہیں ہوتی ہے کاری جگہ کھلیان میں نماز عید پڑھی جاتی ہے کیا حکم ہے؟

(الجواب) یوں تو اس جگہ پڑھنا مکروہ ہے اجازت کی ضرورت ہو تو حکومت سے اجازت حاصل کی جائے فقط واللہ اعلم بالصواب۔

نماز عید کے لئے مالک زمین سے اجازت لے لینی چاہئے:

(سوال ۷۰) اگر عیدگاہ میں سرکاری پروانگی نہ ملے تو کسی کی متصلہ زمین خالی پڑی ہو اس سے زمین کی اجازت سے عید پڑھنا کیسا ہے؟

(الجواب) ہاں مالک کی اجازت سے نماز عید پڑھی جا سکتی ہے فقط واللہ اعلم بالصواب۔

نماز عید دوبارہ پڑھنا:

(سوال ۷۱) اگر عید گاہ کی نماز عید پڑھ کر واپس آئے یہاں دوسرے ان عید ہوئی تو یہاں دوسرے دن نماز عید پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

(الجواب) ہاں پڑھ سکتے ہیں کیونکہ حدیث میں آیا ہے "فلیصل العید فی غدھا" نیز ہے "اذا صلی العید فی بلدۃ نہی من الغد الی قوم یصلون صلاۃ العید بلدۃ اخری فصلی معھم لم یکرہ (ص ۸)

(سوال ۷۲) اگر کوئی شخص ایک شہر میں نماز عید پڑھ کر دوسرے دن دوسری جگہ پہنچا وہاں نماز عید ہو رہی تھی۔ اس میں شامل ہوا دوبارہ پڑھی تو درست ہے یا نہیں ہے؟

(الجواب) ہاں درست ہے۔

تکبیر تشریق ایک بار کہے یا تین بار؟

(سوال ۷۳) تکبیر تشریق ایک بار کہنا مسنون ہے یا تین بار؟

(الجواب) تکبیر ایک بار کہنا واجب ہے۔ تین بار کہنا مسنون نہیں ہے۔ تین بار کہنے کو قوم نے اختیار کیا ہے حسن فوز الفقہ حاشیہ السید مجمع الانہر ج ۱ ص ۷۲ صلاۃ العید فقط واللہ اعلم بالصواب

ایام تشریق میں تکبیرات پڑھنے کا حکم

(سوال ۷۴) ایام تشریق میں تکبیر کہنا واجب ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو کہنا چاہئے یا سری؟ جہری کہنے میں اگر کوئی اعتراض کرے تو اس سے کسی نماز میں بھول آ جانے کی وجہ سے سجدہ پر چھوڑ دینا چاہئے یا آہستہ پڑھے؟

(الجواب) ایام تشریق میں نماز فرض کے بعد تکبیر کہنا واجب ہے۔ "الاجہ منہ" میں ہے مسئلہ تکبیرات تشریق بعد

پڑھنا فرض ہے جماعت نماز کا واجب ہے (ص ۶۰) اور جہر کہنے کا حکم ہے "تکبیر کہیں اور بلند اللہ اکبر" (ص ۶۲) مسبوق و لاحق کے ادا نے پر سراً کہنے کا حکم نہیں ہے جہراً ہی کہنا چاہئے۔ بات چلانا اور پر تکلف آواز نکالنا ہر حال میں ممنوع اور مکروہ ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

نماز عید الاضحیٰ کے بعد تکبیر تشریق پڑھے یا نہیں؟

(سوال ۱۷۴) عید الاضحیٰ کی نماز کے بعد تکبیر تشریق ہے یا نہیں؟

(الجواب) یہ بھی اختلافی مسئلہ ہے۔ ولا تکبیر عقیب السنن والنوافل وصلوۃ العید (فتاویٰ سراجیہ ص ۱۸) ولا یکبر عقیب الوتر وعقیب صلوۃ العید (خلاصۃ الفتاویٰ ص ۲۱۶ ج ۱ وما یتعلق بھذا کثیرات لیس ھم المشترین) قولہ المفروضات یحترز من الوتر وصلوۃ العید (الجوھرۃ النیرۃ ص ۹۶ ج ۱ باب صلاۃ العیدین) قولہ المفروضات (فتاویٰ عالمگیری ص ۱۸۳ ج ۱ ایضاً) ولا یجب عقیب صلوۃ العید ولا عقیب الوتر ولا عقیب النوافل لان تلک الصلوات لیست بمفروضۃ (مجالس الابرار ص ۲۳۱ و ۲۳۵) صلوٰۃ مسنونہ میں بدعت تک لکھا گیا ہے۔ ولا بأس بالتکبیر عقیب صلوۃ العیدین (نور الایضاح ص ۱۹۹ باب العیدین) کذا فی المبسوط ابی اللیث لتوارث المسلمین ذالک (موافی الفلاح ص ۱۰۸ ایضاً) وقید بالمکتوبۃ احترازاً عن الواجب کصلوۃ الوتر والعیدین وعن النافلۃ فلا تکبیر عقیبھا۔ وفی المجتبیٰ و الملتحیون یکبرون عقیب صلوۃ العید لانھا تؤدی بجماعۃ کالجمعۃ الخ وفی محیط ابی اللیث ولو کبر علی اثر صلوۃ العید لا بأس بہ لان المسلمین توارثوا ھکذا فوجب ان یتبع توارث المسلمین الخ (بحر الرائق ص ۶۵ ج ۲ ایضاً) لابأس بہ عقب العید لان المسلمین توارثوہ فوجب اتباعھم وعبہ البلخیون (درمختار) قولہ ولا بأس الخ (أ) کلمۃ لا بأس قد تستعمل فی المندوب کما فی البحر من الجنائز والجھاد وعنہ ھذا الموضع لقولہ فوجب اتباعھم (قولہ فوجب) الظاھر ان المراد بالوجوب الثبوت لا الوجوب المصطلح عبہ وفی البحر عن المجتبیٰ والملتحیون یکبرون عقب صلوۃ العید لانھا تؤدی بجماعۃ کالجمعۃ وھو یفید الوجوب المصطلح علیہ (درمختار مع الشامی ص ۸۷ ج ۱ ایضاً بلفظہ واللہ اعلم بالصواب۔

نماز عید قربان سے پہلے کھانا:

(سوال ۱۷۵) عید الاضحیٰ میں قربانی کرنے والے کے لئے نماز عید سے پہلے کھانا کیسا ہے؟

(الجواب) بعض نے مکروہ لکھا ہے اور بعض نے عدم کراہیت کی تصریح کی ہے۔ دونوں میں تطبیق کی صورت یہ ہے کہ جو کہتے ہیں اس سے مراد کراہت تنزیہی ہے اور جو کراہت کی نفی کرتے ہیں اس سے مراد کراہت تحریمی ہے۔ ولا یکرہ الاکل قبلھا فی المختار ای تحریماً (در المنتقی۔ شرح المنتقی مجمع الانہر ص ۷۵ ج ۱ ایضاً) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

"تکبیر تشریق کے متعلق"

(سوال ۱۷۶) تکبیر تشریق جو فرض نماز فجر سے لے کر فرض نماز کے بعد پڑھی جاتی ہے۔ یہ تکبیر چھوٹے گاؤں میں جہاں پر عید کی نماز شہر کے حکم کے مطابق صحیح نہ ہو وہاں پر پڑھا کرتے ہیں بعضوں کا کہنا ہے کہ گاؤں میں تکبیر تشریق نہیں پڑھ سکتے (بہشتی زیور) میں بھی یہ لکھا ہوا ہے کہ جہاں پر چھوٹی بستی نہ ہو شہر یا قصبہ ہو وہاں پر جمعہ واجب ہے لہٰذا آپ تفصیل سے بیان کریں کہ گاؤں میں واجب نہیں ہے تو پڑھنے کا کیا حکم ہے پڑھی جا سکتی ہے یا نہیں؟ اس کی تشریح مع حوالہ کتب مطلوب ہے۔

(الجواب) محمد بن علی حضرت امام ابو یوسف اور حضرت امام محمد کی تحقیق کے مطابق جس لوگوں پر نماز فرض ہے ان پر تکبیر تشریق بھی واجب ہے چاہے وہ مرد ہو یا عورت مقیم ہو یا مسافر، باجماعت ہے پڑھی جائے یا نہ جماعت شہر ہو یا گاؤں اسی پر عمل اور فتویٰ ہے والفتوی علی قولهما حتی یکبر المسافر واهل القری ومن صلی وحده (الجوهرة النیرة ج ۱ ص ۹۶ باب صلاة العیدین وفتح القدیر ج ۲ ص ۴۹ باب صلوٰة العیدین)

صاحب الاختیار لکھتے ہیں و العمل فی هذا الزمان علی قولهما احتیاطا فی باب العبادات (ج ۱ ص ۸۳) اور عمل اس زمانہ میں صاحبین کے قول پر ہے عبادات کے باب میں احتیاط کے لحاظ سے واللہ اعلم بالصواب۔

بڑے شہر میں متعدد جگہ عید کی نماز اور عیدگاہ قائم کرنا:

(سوال ۱۷۷) کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں۔ (۱) بڑے شہر درمیان میں ایک ندی ہونے کی وجہ سے دو حصوں میں منقسم ہے جانب شمال میں مسلمانوں کی تعداد کثیر ہے بخلاف جانب جنوب کے وہاں سوا تعداد کم ہے لیکن عیدگاہ جانب جنوب ہونے کی وجہ سے ضعفاء و بچے عورتوں کے پہنچنے میں دشواری کے ساتھ ایک حصہ یا کل خالی رہ جاتا ہے وقتی کسی دنیاوی ضرورت (بیماری، موت، آگ، وغیرہ) کی وجہ سے پبلک آدمی کا ساتھی مشکل ہے سوائے بچے اور عورتوں کے کوئی مرد اس عید میں نہیں ملتا، نیز بعض مقامات ایسے بھی ہیں کہ جہاں سے عیدگاہ کا فاصلہ تقریباً چار کلو میٹر ہے ان اعذار کے تحت شہر کے شمالی جانب کے مسلمانوں کی خواہش ہے کہ عیدگاہ کے علاوہ جانب شمال میں بھی تین بڑی مسجدیں موجود ہیں (۱) جامع مسجد (۲) لال مسجد (۳) لال دروازہ مسجد ان میں کسی مسجد میں جمعہ کی نماز ادا کی جاتی ہے۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ عیدگاہ کے علاوہ شہر کی مذکورہ بالا مسجدوں میں عیدین کی نماز قائم کر سکتے ہیں یا نہیں، مدلل و مکمل جواب مرحمت فرمائیں۔

(۲) کیا بھی شہر میں عیدگاہ کے علاوہ متعدد جگہوں پر عیدین کی نماز قائم کر سکتے ہیں یا نہیں؟ جیسا کہ دیہات و ہر شہر میں متعدد جگہوں پر عیدین کی نماز پڑھی جاتی ہے۔ بینوا توجروا۔

(الجواب) (۱، ۲) عید کی نماز صحت و صحت دین شہر کی مسجد میں ادا کرتے ہیں شرعاً جائز ہے البتہ سنت للہ نے لکھا ہے لهذا کان علی رضی الله عنه یصلی العید فی الجبانة ای المصلی ویستخلف من یصلی

بالناس بالمصلحة (الاختیار شرح المختار ج ۱ ص ۸۳ باب صلوۃ الجمعۃ) اور باب ۸۳ واجبین میں ہے ویصلی ان یستخلف من یصلی باصحاب العذر فی المصر لما روینا عن علی رضی اللہ عنہ وان لم یفعل جاز (الاختیار شرح المختار ج ۱ ص ۸۶) نجاس دریافت ہے کہ امام کا جمعہ کے لئے جانا اور نہ جانا دونوں برابر ہیں یا کوئی ایک صورت راجح ہے اور اگر راجح ہے تو کونسی صورت راجح ہے اور اگر کوئی صورت راجح نہیں ہے تو امام کو کیا کرنا چاہئے؟

الجواب: امام کا جمعہ کے لئے جانا اور نہ جانا دونوں برابر ہیں اور کوئی صورت راجح نہیں ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۵ ص ۲۱۳ ۲۱۴ مجالس الابرار ص ۲۱۳ ۲۱۴ مجلس نمبر ۳۳) نیز اگر امام جمعہ پڑھنے کے لئے نہ جائے تو اس کے لئے کوئی نائب مقرر کرنا چاہئے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۵ ص ۲۱۴ مجالس الابرار ص ۲۱۴ ۲۱۳

(۱) کیا عید الاضحیٰ کی نماز عیدگاہ یا مسجد میں پڑھنا افضل ہے یا ہر جگہ پڑھنا برابر ہے؟

(۲) اگر بارش ہو رہی ہو (یا اور کوئی عذر ہو) تو کیا مسلمانوں کی مکمل جماعت کو عیدگاہ کی بجائے مسجد میں عید کی نماز پڑھنا جائز ہے؟

(۳) عید کی نماز کے لیے کتنی دیر تک انتظار کرنا چاہیے؟

(۴) عید کے لیے کوئی خاص وقت مقرر ہے یا دن چڑھنے کے بعد کسی وقت بھی پڑھ سکتے ہیں؟

(۵) عید کی نماز سے پہلے کچھ کھانا ضروری ہے یا نہیں؟

(الجواب) (۱) عید کی نماز عیدگاہ میں پڑھنا افضل ہے۔ مسجد میں پڑھنا بلا عذر مکروہ ہے۔

(۲) اگر بارش ہو رہی ہو تو عید کی نماز مسجد میں پڑھ سکتے ہیں۔

(۳) عید کی نماز کے لیے انتظار کرنا چاہیے تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ جماعت میں شریک ہو سکیں۔

(۴) عید کی نماز کا وقت سورج نکلنے کے بعد سے زوال تک ہے۔

(۵) عید کی نماز سے پہلے کچھ کھانا مستحب ہے۔

(۷) ملاقوں کی طرف سے آنے والے لوگوں کو عید گاہ میں نماز پڑھنے میں کوئی صفائی نہیں ہوتی جب کہ نماز عید کا تعلق ہے اس کا تعلق نہ ہے میں کی خلاف ورزی کا جرم عائد ہو سکتا ہے اور نہ ہی کچھ ہو سکتا ہے اور نہ ہی کچھ ہو سکتا ہے ان سے پتا ضرور لیا جائے کہ آپ کو دلیل کرنا جائز کیوں ہے تو کوئی کاروائی کرنے والی حق حاصل کرنے یا نکالنے سے جائز حاصل کرنے کا حق نہیں ہوگا۔

(۸) عید کا وقت سورج طلوع ہونے کے بعد سے زوال تک ہے مگر مقتدی کے لئے ضروری ہے کہ امام کے ساتھ نماز عید ادا کرے اور دوسری الگ جگہ عید کا انتظار نہ کرے۔

(۹) ضرورت کی حالت میں دو عید گاہیں بنائی جا سکتی ہیں اور دوسری جامع مسجد میں عید گاہ بنانے کی اجازت نہیں ہے اور جب تک دوسری عید گاہ نہ بنے جامع مسجد میں نماز عید ادا کی جائے اور جامع مسجد کی نماز عید کو قدیم عیدین کہا جاتا ہے۔

(۱۰) مذکورہ بالا اصل عید گاہ چھوڑ کر دوسری عید گاہ میں نماز عید ادا کرنے میں واقعی ضرورت ہو تو اس کا حکم ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

مشرقی سمت عید گاہ بنانا

(سوال ۹۰۱) [illegible] میں عید گاہ کی جگہ مشرقی سمت میں منتخب کی گئی ہے جس کی لمبائی [illegible] مشرقی سمت میں عید گاہ بنانا کیسا ہے؟ جواب دیں۔

(الجواب) عید گاہ کو شرقی سمت میں بنانے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ جامع مسجد کے قریب ہی کسی مناسب جگہ میں عید گاہ بنائی جائے جہاں [illegible] واللہ اعلم بالصواب۔

کیا امام شوافع کو عید کی نماز پڑھا سکتا ہے یا نہیں؟

(سوال ۹۰۲) کیا امام حنفی عید کی نماز پڑھا سکتا ہے یا نہیں؟ اگر پڑھا سکتا ہے تو امام اپنے مقتدیوں کو تکبیرات میں کیا کہے اور مقتدی امام کی تکبیرات کے بعد تکبیر کہیں یا نہ کہیں؟ بینوا توجروا

(الجواب) [illegible] اگر امام حنفی کے پیچھے حنفی مقتدیوں کی تعداد زیادہ ہو تو امام شافعی کو امامت نہ کرنی چاہئے اور اگر شافعی مقتدیوں کی تعداد زیادہ ہو تو امام شافعی کو امامت کرنی چاہئے اور امام حنفی کو مقتدی بننا چاہئے۔ [illegible] واللہ اعلم بالصواب

عید الاضحیٰ کی نماز کے بعد تکبیر تشریق کہنا واجب ہے

(سوال ۹۰۳) عید الاضحیٰ کی نماز کے بعد تکبیر تشریق پڑھنا کیسا ہے؟ آپ کی تحریر کے بعد ۱۳ مجلد ۱۰ کتاب کے مطابق اس باب میں نماز عید الاضحیٰ کے بعد تکبیر تشریق پڑھنے یا نہ پڑھنے میں ایک سوال کے جواب میں تحریر کیا ہے

کر یہ مسئلہ اختلافی ہے، پھر آپ نے بہت ساری عبارتیں نقل کی ہیں لیکن وہ جواب اتنا واضح نہیں ہوتا جیسا آپ اس کی وضاحت فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

(الجواب) مفتی زین العابدین صاحب کی تحقیق کے بعد تکمیلہ تحقیق کیا ضرورت ہے فتاویٰ رشیدیہ میں آخری عبارتوں میں لا یجوز کا لفظ ہے اس مقام پر اس سے مراد قبیح ہے۔ واللہ اعلم۔

تجہیز و تکفین کا بیان

میت کے لئے کفن کے اقسام میں سے پہلے مرد کے لئے کفن سنت میں بھی یہ استعمال کیا جاتا ہے لفافہ ہوتا ہے جس میں میت کو لپیٹا جاتا ہے کیا یہ کفن مستحب ہے یا مندوب یا مباح مستحب ہے یا نہیں اس واسطے کہ یہ اس کے بعض علماء نے مندوب میں شمار کیا ہے کیا یہ کفن استعمال ہوتا ہے یا نہیں اور کیا اس کی ضرورت ہے یا نہیں اور شدت کے ساتھ اس کا التزام کیا جائے یا نہیں بینوا توجروا۔

(الجواب) لفافہ مستحب ہے یہ نقل کیا ہے درمختار میں ہے اور یہاں کہیں اسبوع علی الوصوء لا یسن یہ تو مطلب اس کا یہ ہے کہ یہ کفن مستحب ہے لیکن اگر یہ اس کا زیادہ استعمال ترک اولیٰ کی حد تک پہنچتا ہے کفن مندوب اور مستحب میں بھی استعمال کیا جاتا ہے اس طرح فقہاء کہتے ہیں "اس تعبیر التشریق اعقب العید" یہاں اس سے مراد استحباب ہے اس واسطے کہ مسئلہ کا اس پر توارث اور تعامل ہے یعنی جلد و بعد سے اس پر عمل درآمد ہے ان کی تائید میں وہ ادلہ ہے جو اصل مسئلہ میں ذکر کر آئے اور اختار کے مضمون کا خلاصہ یہ ہے اس کو یاد رکھنا چاہئے فقط واللہ اعلم بالصواب۔

نماز عید مسجد میں

(سوال ۱۸۲) بعض شہروں میں نماز عید مسجد میں پڑھی جاتی ہے اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) نماز عید شہر سے باہر کھلے میدان میں پڑھنا سنت ہے لہٰذا مسجد میں پڑھنا خلاف سنت ہے البتہ مسجد نبوی جیسی (یا اس سے بڑی) مسجد چھوڑ کر عیدگاہ میں نماز عید ادا فرمانے سے (جیسے پرانی) کے بغیر کبھی بھی مسجد میں نہیں پڑھی عیدگاہ دور ہونے کی وجہ سے کمزور اور ضعیف لوگ وہاں نہ پہنچ سکتے ہوں تو ایسی مجبوروں کے لئے مسجد میں پڑھنے کی گنجائش ہے، ایک مسجد کا کافی ہونا جب ہے کہ ایک سے زائد مسجدیں پڑھنے کی اجازت نہ ہے۔

وفی الخلاصة والحنابة السنة ان یخرج الامام الی الجبانة ویستخلف غیره لیصلی فی المصر بالضعفاء بناء علی ان صلاة العید فی موضعین جائزة بلا تفاوت (درمختار مع الشامی باب العیدین ج ۱ ص ۷۰۷)

لیکن شرقی عذر کے بغیر کھلا ہوا کھلا نماز عید قائم کرنا خلاف سنت ہے، اور تربیت کے تصور و منشاء (یعنی انسان تعلیم اخوت کرنے اور اسلام کی شوکت و عظمت میں فی کرنے کے مخالف ہے لہٰذا مسجد کے ذمہ داروں پر لازم ہے کہ ایسی جگہ سے مشورہ کرنے کے بعد مسجد میں نماز عید پڑھنے کے بجائے کسی میدان میں نماز عید قائم کرنے کا اہتمام کریں اگر حکومت وقت اس کی اجازت نہ دے تو ایسی جگہ پر عید پڑھنے کو چھوڑ دیں ہاں یہ ہے کہ ایسی جگہ پر کہ ایک سے زائد مسجدیں ہیں ایک مسجد میں پڑھنے کی اجازت ہے۔ واللہ اعلم۔

وغیرہ کے باوجود پانی یا امکان تیمم نہ ہونا مجبوری سے پیش نظر محلہ کی مسجد میں نماز جمعہ ادا کرتے ہیں، کیا ان پر دوسرے گاؤں کا امام مقرر کرنا ضروری ہے یعنی ایسے ہی امام کے پیچھے نماز عیدین پڑھ سکتے ہیں یا خود اپنے محلہ کا امام عید کے اعلان کرنے چند گھنٹے پہلے مقرر کرلیں تو کیا حرج ہے، بینوا توجروا۔

الجواب: مسبوق پر بھی تکبیر تشریق واجب ہے وہ اپنی باقی رکعات پوری کرنے کے بعد کہے کما وجب علی المسبوق ویکبر بعد ما قضی ما فاتہ (عالمگیری ج ۱ ص ۱۵۲ صلاۃ العیدین) اور مسبوق نے امام کے ساتھ سلام پھیرنے کے بعد تکبیر تشریق کہی تو نماز فاسد نہیں ہوئی تمام باقی رکعات پوری کرنے کے بعد تکبیر کہے۔ وذکر فی الملتقط ان المسبوق اذا سلم مع امامہ وکبر کبر التشریق مع امامہ صح فعلیہ التکبیر (کبیری ص ۴۳۹ صلاۃ العید) اور امام پھیرنے کے بعد پھر سے تکبیر تشریق کہنا اولیٰ ہے ولو کبر مع الامام لا تفسد (قولہ لا تفسد) وعلل بعدہ الظاہر نعم لو قعد قدر التشہد فی غیر محلہ (طحطاوی علی الدر ج ۱ ص ۵۶۹ صلوٰۃ العیدین) فقط واللہ اعلم بالصواب

نماز عیدین سے پہلے تکبیر تشریق پڑھنا:

(سوال ۱۹۳) آپ نے یہاں امام صاحب نماز عیدین سے قبل تکبیر پڑھتے ہیں، کیا امام صاحب تکبیر پڑھیں بلکہ مقتدی پڑھا دے تو اس میں کوئی حرج ہے بینوا توجروا۔

(الجواب) عیدگاہ پہنچنے سے پہلے پہلے امام تکبیر پڑھنے کا حکم ہے عیدگاہ پہنچنے کے بعد تکبیرات (ذکر اللہ وغیرہ میں لگ جانے) کی وجہ سے ہوسکتا ہے کہ پڑھ نہ سکے یا مشکل ہو، امام صاحب یا کسی مقتدی کے تکبیر تشریق پڑھنے یا حاضرین کا پکار تکبیر پڑھنا خلاف سنت اور مکروہ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عیدگاہ کے قرب وجوار میں قبریں ہوں تو نماز کا کیا حکم ہے؟:

(سوال ۱۹۴) آپ نے یہاں کی عیدگاہ قبرستان سے متصل ہے، عیدگاہ کی قبلہ والی دیواروں سے چند گز نیچے والے حصہ میں قبریں ہیں ایسے ہی دائیں حصہ عیدگاہ سے ملا ہوا ہے ملا خوں نے احاطہ کرلیا ہے اس کے بعد والی حصہ میں بھی قبریں ہیں، کیا عیدگاہ کے تینوں جہات میں قبریں ہیں بلا نماز عید میں کوئی خلل واقع ہوگا؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) جب قبریں عیدگاہ کی دیوار سے احاطہ عیدگاہ سے باہر ہیں تو نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں نماز بلا کراہت

(۱) ویکبر جہرا ملتقطا فی الطریق لیل وفی المصلی وعلیہ عمل الناس غنیۃ لا کبیر الست درمختار مع الشامی باب العیدین ج ۱ ص ۸۴۰

ت ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

نمازِ عیدین میں مکبر (صوت) (لاؤڈ اسپیکر) کا استعمال؟

(سوال ۸۶) ایک مکبر (صوت) (لاؤڈ اسپیکر) کا استعمال عیدین میں نماز عید کے لئے کیا جاتا ہے، مکبر عیدین نماز عید سے پہلے تکبیرات زوائد کہتا ہے، پھر امام قرأت شروع کرتا ہے، مکبر تکبیرات زوائد کہنا بند کر دیتا ہے، اور امام کی قرأت سنتا ہے، پھر امام رکوع میں جاتا ہے تو مکبر تکبیرات زوائد کہنا شروع کر دیتا ہے، اور امام کے ساتھ رکوع میں جاتا ہے، اور اسی طرح سجدہ میں جاتا ہے، اور اٹھتا ہے، اور دوسری رکعت میں بھی یہی کرتا ہے، اس طرح مکبر عیدین کا انتظام کرتا ہے، اب امام صاحب عیدگاہ میں امام کی آواز مقتدیوں کو سنوانے کے لئے لاؤڈ اسپیکر استعمال کرتا ہے، یعنی مقتدی پیچھے ہیں، اور امام صوت (لاؤڈ اسپیکر) کے سامنے ہے، مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مفتی اعظم پاکستان رحمہ اللہ کا فتویٰ اس بارے میں کیا ہے؟

(الجواب) صورت مسئولہ میں امام کی قرأت کو سننا ضروری نہیں، نہ مقتدی قرأت کریں، خاموش رہیں، ایسے میں تکبیرات زوائد کہنا ضروری نہیں، نہ قرأت میں خاموش رہنا، اس لئے مکبر کا انتظام بھی ضروری نہیں، اور امام کی آواز مقتدیوں کو سنوانے کے لئے لاؤڈ اسپیکر استعمال کرنا درست ہے۔ (کتبہ محمد شفیع عفی عنہ مفتی اعظم پاکستان ۲۷ شوال ۱۳۸۶ھ)

شہر کے بالکل قریب واقع زمین کو عیدگاہ کے لئے قبول کرنا کیسا ہے؟

(سوال ۸۷) ایک صاحب عیدگاہ کے لئے اپنی زمین وقف کرنا چاہتے ہیں، مگر وہ زمین شہر کے کنارے پر ہے، ابھی وہاں آبادی نہیں ہے، مستقبل قریب میں آبادی کی توسیع کے بعد وہ زمین شہر میں آجائے گی، پوچھنا یہ ہے کہ ان زمین دیدہ کو عیدگاہ کے لئے قبول کرنا کیسا ہے؟ قبول کر لیا جائے تو کیا عیدگاہ کی وہ زمین شہر میں ہونے کی وجہ سے اس میں نماز عید کا عدم جواز لازم آئے گا؟ (المستفتی حاجی عبدالرحمٰن صاحب کراچی ۱۴ ذیقعدہ ۱۳۸۶ھ)

(الجواب) واضح ہو کہ عیدگاہ کا شہر سے باہر نکل کر ہونا چاہئے، یہی حکم ہے، اور یہی مختار ہے (قسم حرر وحده، فيما على الخندية) وهي المصلى العام والخروج اليها (اي الخندية لصلوة العيد) سنة وان وسعهم الجامع (هو الصحيح (درمختار ص ۷۷ ج ۱ باب العيدين)

مطابق قول درمختار کے قولہ المصلی العام، وہ ہے جو صحراء میں ہو، فتاویٰ شامی ص ۵۹۰ ج ۱ باب العیدین)

مراقی الفلاح شرح نور الایضاح ص ۴۷۰ قولہ ویخرج الی المصلی لضعفة المسجد ونحو موضع فی الصحراء یسمی عند صلوة العیدین ویقال له الخندیة لکن الخروج الی الخندیة سنة مؤکدة (شرح الوقایہ ص ۲۴۵ ج ۱ باب العیدین)

بحر الرائق میں ہے قولہ الخروج الی الخندیة سنة وان وسعهم الجامع (ص ۱۲ ۲ مجلس ۳۳ برقم ۲۳۳۳ ج ۲ بزازیہ ص ۲۲۶ ج ۵ فتاویٰ سراجیہ ص ۱۱)

ان تمام عبارتوں میں لفظ خندیہ استعمال کیا گیا ہے اور یہ لفظ شہر کے معنی بالکل نہ ہونے پر دلالت کرتا ہے

(۱) اگر کسی علاقہ میں [illegible] کی وجہ سے [illegible] ہو تو [illegible] ہو [illegible] ان [illegible] ہو [illegible] ہو [illegible] ہو

عید کی نماز کے لئے جانے والے لوگوں کو نماز سے روکنا کیسا ہے؟

عید کی نماز سے پہلے عیدگاہ میں آکر برابر بیان کا پڑھ کر مفصل ہے یا

تکبیر تشریق پڑھنے پڑھنا؟

ایام تشریق میں تکبیر تشریق جہراً کہنی چاہئے

(سوال ۱۹۰) عیدالاضحیٰ میں جو حاجی تکبیرات پڑھی جاتی ہیں یعنی صرف تکبیر تشریق یا تکبیر تحریمہ بھی بلند آواز سے کہنی چاہئے یا آہستہ؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) حامداً ومصلیاً ومسلماً تکبیر تشریق جہراً بلند آواز سے پڑھنا مسنون ہے۔ والتشریق هو التکبیر عقیب الصلوٰة (هدایه ج ۱ ص ۵۵ باب العیدین) فیستحب رفع الصوت به (شرح النقایه ج ۱ ص ۱۲۰) یعنی ایک بار یا زیادہ بلند یعنی تکبیر تشریق جہراً و بلند آواز سے کہنی چاہئے۔ (۱۲ بدر منہ عفی عنہ) تکبیر تحریمہ بھی جہراً پڑھنا چاہئے۔ خلف آہستہ کا قائل ہونا مرجوح ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

نماز عید کا عیدگاہ میں سنت مؤکدہ ہونا اور اس کے تارک کا حکم

(سوال ۱۹۱) (۱) آپ فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کو حیدین کی نماز عیدگاہ میں ادا کرنا سنت مؤکدہ ہے یا غیر مؤکدہ یا افضل ہے؟

(۲) سنت مؤکدہ ہونا ان دلائل نقلی کی معتبر کتابوں سے مع حوالہ صفحات تحریر کریں۔

(۳) اگر سنت ہے تو اس کا تارک گنہگار ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) حامداً ومصلیاً ومسلماً (۱، ۲) عیدین کی نماز عیدگاہ میں ادا کرنا سنت مؤکدہ ہے۔ آنحضرت ﷺ مسجد نبوی کی فضیلت سے باوجود اس کے کہ مواظبت و تکمیل عبادت عیدین کی نماز عیدگاہ میں ادا فرمانے سے موقوف نہیں ہوتی آپ نے عید میں پڑھی ہے۔ زاد المعاد میں ہے کان صلی الله علیه وسلم یصلی العیدین فی المصلی ... الی قوله ولم یصل العید بمسجده الا مرة و احدة اصابهم مطر فصلی بهم العید فی المسجد (ج ۱ ص ۴۳ باب العیدین)

اور کتاب المدخل میں ہے السنة المرضیة فی صلاة العیدین ان تکون فی المصلی لان النبی صلی الله علیه وسلم قال صلاة فی مسجدی هذا افضل من الف صلوة فیما سواه الا المسجد الحرام ثم مع هذه الفضیلة العظیمة خرج صلی الله علیه وسلم الی المصلی لصلوة العیدین فهی سنة (ج ۲ ص ۸۲ باب العیدین)

(۳) عیدین نماز عید کے لئے سیدہ وہابیہ سنت ہے بلا عذر اس کا تارک اشد ملامت کا مستحق ہے اور ترک کرنے کا عادی گنہگار ہوتا ہے اور حضور ﷺ نے بار بار ترک پر تنبیہ کی ہے کما یأتی فہو بترکه مرتکب الواجب وملتزم السنة المؤکدة بغیر عذر وتحریمی کے ارتکاب سے آدمی گنہگار ہوتا ہے اس طرح ترک واجب سنت گنہگار ہوتا ہے اور سنت مؤکدہ کا بھی یہی حکم ہے (شامی ج ۱ ص ۶۹۵ کتاب الحظر والاباحة) شہر سے عید گاہ دور ہونے کی وجہ سے مریض اور بوڑھوں کو تکلیف ہوتی ہو تو ان کے لئے عید میں اہتمام کرنے کی فہمائش نہ چاہئے۔ اسم الجمعة فی الجماعة سنة وفی رسمهم الجامع لکن یستخلف الامام من یصلی بالضعفاء والمرضی بناء علی ان صلاة العید فی الموصعین جائزة بلا نفاق الخ یعنی عیدگاہ جانا سنت ہے اگرچہ جامع مسجد میں سب کی گنجائش

ہو باقی رہا تکبیر کا مسئلہ تو اس کو بھی اختلاف اور تفصیل سے بیان کیا جا چکا ہے جو شہر میں کمزوروں اور بیماروں کو نماز پڑھانے اس لئے کہ عیدین نماز ایسے شہر میں (جہاں جمعہ جائز ہو) واجب ہے (جہاں الاوجاز ص ۲۱۲ و ص ۲۳۲) واللہ اعلم بالصواب ۱۳ شوال ۱۳۷۹ھ۔

عیدگاہ میں نماز کے لئے لوگوں کا انتظار کرنا:

(سوال ۱۹۲) بعد سلام مسنونہ ذیل کے سوالات کے جوابات مع حوالہ قرآن وحدیث مرحمت فرمائیں۔

ہمارے گاؤں میں سات سو سے آٹھ سو مسلمان ہیں۔ گاؤں میں ایک مسجد اور ایک عیدگاہ ہے۔ بارش کے موسم کے علاوہ دوسرے اوقات میں نماز عید عیدگاہ میں ہوتی ہے۔ چند آدمی نماز عید کے لئے وقت مقرر کرتے ہیں۔ جب وقت ہوتا ہے تو اس وقت قریب بعید سے لوگ آتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ بعض لوگ آواز دیتے ہیں کہ نماز کا وقت ہوگیا شروع کیجئے۔ امام صاحب سمجھاتے ہیں کہ ان کی نماز فوت ہو جائے گی تو یہ دوبارہ نماز عید نہ پڑھیں گے۔ ایسی حالت میں پانچ دس منٹ تاخیر کی جائے تو کیا حرج ہے؟ اگر نہ خیر کی گنجائش ہو اور لوگوں کے کہنے پر نماز شروع کی جائے تو نماز کون اعادہ کرے گا امام صاحب یا جملہ بازار اصرار کرنے والے۔

(الجواب) مندرجہ ذیل ہدایات پر عمل کیا جائے تو کسی کو شکایت کا موقع نہ دے گا۔

(۱) نماز عید کا وقت ایسا ہونا چاہئے کہ نماز فجر سے فارغ ہو کر بطریق مسنون لوگ تیاری کر کے عیدگاہ پہنچ جائیں۔

(۲) عید کے موقعہ پر بعض لوگوں کا پیچھے رہ جانا متوقع ہے۔ لہٰذا امام اور حاضرین کو چاہئے کہ وقت مقررہ کے بعد بھی پانچ سات منٹ ٹھہر کر نماز شروع کی جائے۔ بے شک حاضرین کو ایسے موقع پر ذرا جلد سے کام لینا چاہئے۔ امام صاحب (مشورہ دے سکتے ہیں۔ لیکن نماز شروع کرنے پر اصرار نہیں کرنا چاہئے۔ امام کی بھی ذمہ داری ہے کہ حاضرین کی تکلیف کا خیال کرتے ہوئے پیچھے رہ جانے والوں کی رعایت کرے اور خطبہ میں اختصار کرکے ناحق مشقت نہ کرے۔ سوال میں دو موقعہ آتے ہیں کہ بے نمازی بھی شرکت کرتے ہیں۔ یہ تو ظاہر ہے کہ ایسے لوگ نماز عید کے اجر وثواب سے محروم ہیں گے۔ لہٰذا اگر ایسے لوگوں کا انتظار کیا جائے تو اس کا کوئی فائدہ نہیں۔ البتہ جو آخری وقت میں آنے کے عادی ہیں ان کو حاضرین کی تکلیف کا احساس نہیں ہے۔ اور اپنی ذمہ داری بھی فکر نہیں ہے۔ "جاتے ہیں جانے دو" اس طرح اپنا انتظار کرانے میں ایسے غافل کامل اور مست لوگوں کا انتظار کرنا ان کی عادت کو بگاڑنا ہے۔

وفی المنتقی ان تاخیر المؤذن وتطویل القراءۃ لادراک بعض الناس حرام جدا اذا مال لاھل الدنیا تطویلا وتاخیرا یشق علی الناس فالحاصل ان ذلک خیر القلیل لا عامۃ اھل الخیر عبر مکروہ (شامی ص ۴۹۳ ج ۱ باب مکروہات الصلاۃ) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

مسائل تراویح

تراویح میں دو۲ رکعت پر قعدہ نہیں کیا:

زید نے ۱۰۳ رکعت تراویح پڑھی دو رکعت پر قعدہ نہیں کیا چار رکعت پوری کرنے کے بعد سہو لازم ہوا یا نہیں اور سلام پھیرا تو نماز ہوئی یا اعادہ واجب ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) تراویح کی دو رکعتیں ہیں اور دو رکعت نفل ہوئیں۔ لکن صححوا فی التراویح انه لو صلاها کلها بقعدة واحدة ونسلیمة لیها تجزیه عن رکعتین فقط الصحیح (شامی ص ۴۵۲ ج ۱ باب الوتر والنوافل بحث المسائل التسعة عشریة ومنکوة فقط وسلم۔ علم بالصواب۔

تراویح پڑھی اور روزہ نہ رکھا تو کیا حکم ہے؟

(سوال ۹۴) ایک شخص نے تراویح پڑھی اور اعتقاد رکھتا ہے کہ روزہ کی اس کی نماز تراویح مقبول ہے یا نہیں؟

(الجواب) تراویح کا حکم تابع روزہ کے ہے جس کو روزہ کی قضا لازم ہو اس کی نماز تراویح مقبول نہیں ہوتی جس کا روزہ کا قضا لازم نہیں اس کی نماز تراویح مقبول ہے جس نے روزہ رکھا تراویح نہ پڑھی اس کا روزہ مقبول ہے اور جس نے روزہ نہیں رکھا اور تراویح پڑھی اس کی نماز تراویح مقبول نہیں ہوتی۔ حضرت عائشہ کا ارشاد ہے من افطر یوما من رمضان من غیر رخصة ولا مرض لم یعض عنه صوم الدهر کله وان صامه (رواه اصحاب السنن۔ مشکوة الشریف باب تبویبه الصوم کتاب الصوم باب تبویبه الصوم ص ۱۷۸) یعنی جس شخص نے کسی ایسے عذر کے بغیر جو شرعاً معتبر ہو مثلاً مسافر ہونا یا بیمار ہونا رمضان شریف کے کسی ایک دن کا روزہ نہ رکھا تو اگر ہمیشہ بھی روزہ رکھا کرے تو اس فضیلت کی تلافی نہیں کر سکتا جو ایک دن کا روزہ چھوڑنے سے فوت ہوئی ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

تراویح پڑھانے والا پابند شرع نہ ہو تو شرعی حکم:

(سوال ۹۵) کیا امام مقتدا حضرات کے پیچھے تراویح صحیح ہے یا نہیں؟ (۱) خلاف سنت داڑھی رکھنے والے کے پیچھے (۲) مداری وغیرہ یا اس کے نیچے (۳) داڑھی منڈانے والے کے پیچھے (۴) داڑھی ایک مشت سے کم رکھنے والے کے پیچھے (۵) ایسے شخص کے پیچھے جو سود لیتا ہو یا ناظرہ بیچتا ہو یا تجارت کرتا ہو اس کے پیچھے تراویح صحیح ہے یا نہیں؟

(الجواب) خلاف سنت داڑھی رکھنے والے کے پیچھے نماز مکروہ ہے اور جائز حرمت سے بچانا ضروری ہے اس شخص کی امامت کے قائل نہیں ہے۔ اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے لیکن حاضرین میں سے کوئی اور شخص بھی نہ ہو تو تنہا پڑھنے سے جماعت کے ساتھ پڑھنے کی چیز ہے۔ (۱) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

(۱) قوله وفاتته مع تسع وهو الجلوس على الاصح وهل المراد به من ركعت الكفار كشرت الجمعة والوتر على كل لزوم بحث شامي باب الامامة ج ۱ ص ۵۴۲

تراویح پڑھنے والے کو کتنے رکعات پڑھنی چاہئیں؟

(سوال ۲۰۰) السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مسئلہ یہ ہے کہ ہمارے محلہ کی مسجد میں تراویح کی نماز میں ایک صاحب نے ۲۰ رکعات پڑھائی۔ ان کے پیچھے ہم نے بھی پڑھی۔ ہم نے سمجھا کہ ۲۰ رکعات ہی پڑھنی چاہئیں۔ بعد میں ہمیں معلوم ہوا کہ ۸ رکعات پڑھنی چاہئیں۔ اب ہم کیا کریں؟ ۲۰ رکعات پڑھنے والے کو کیا کہنا چاہئے؟ (محمد یعقوب، ۱۰ ستمبر ۱۹۶۰ء)

(الجواب) ۲۰ رکعات تراویح پڑھنے والے کو غلطی پر کہنا غلط ہے۔ اس کو ۸ رکعات پڑھنے والے سے ثواب میں زیادتی ہے۔ اس کو ایک طرح کی فضیلت حاصل ہے۔ البتہ ۸ رکعات پڑھنا افضل طریقہ ہے۔ اگر کوئی شخص ۸ رکعات سے زیادہ پڑھے تو اس کو غلطی پر کہنا غلط ہے۔ اس کو اصلاح کی ضرورت ہے۔ اگر کوئی شخص ۸ رکعات سے کم پڑھے تو اس کو بھی

اس تحریر کے سوالات محترم جناب مفتی سید یاسر صاحب مدظلہ مکرم جناب حافظ غلام محمد شیخ محمد شفیع صاحب سورتی مکرم جناب عبدالغفور وغیرہ کی جانب سے ہوئے رہے ہیں طوالت کے خوف سے سب کو نقل نہیں کیا جا رہا ہے۔ (مرتب)

(الجواب) (باسمہ تعالیٰ وتقدس)

آج کل مسلمانوں کی اکثریت بے بنیاد ہے تراویح کی پابند نہیں اس جاہد حران اور تحیر آباد میں تو تیس رکعت کے خلاف لوگوں کی جہد مسلسل اور تبلیغ یہ اسلام کی کوئی خدمت ہے؟

شعر۔

گر مسلم ایں چنیں کہ متقین ایں چنیں
لوداع اے سنت حسن الفرق اے ورع دین

افسوس تین اس وقت جب کہ ذلیل پروہ نیز دنیا میں مسلمانوں پر مصائب کے پہاڑ ٹوٹ رہے تھے اور ساری دنیا کے مسلمان نگاہیں جوکران مظلومین کی امداد کی فکر میں لگے ہوئے تھے تب یہ سرور وی صاحب بیس رکعت کے خلاف بازار پیٹنے کے لئے عوام کی تبلیغ پر چیخ رہے تھے۔

الٰہی بھیج کسی کو جو ہمیں ایسی خدا بخشے
اے آوی تو ہوئے نکر یہ ادا بخشے

ان کی اس طرح کی زیبا حرکتوں نے ان کی جماعت کو بدنام اور رسوا کر دیا ہے جس کی بنا پر ان کی جماعت کے بعید و سمجھدار لوگ ان سے نفرت کرتے ہیں اور ان کو بجائے سرور وی کے "سر مری" (موذی کیڑے) کہنے لگے ہیں چنانچہ ترجمان دہلی کے ایڈیٹر صاحب ۱۱ اکتوبر ۱۹۵۲ء کے شمارہ میں "فتنہ سامری" کے عنوان تحریر کرتے ہیں کہ "اس عجیب انسان کی خصوصیت یہ ہے کہ بنگامہ پسندی اس کا خاص شعار ہے ان کی زندگی کے حالات بنگامہ آرائی، ہنگامہ شورشوں اور فتنوں کی ہوا خیزی اور سائکن فضا میں گھومتی انگیزی سے ہیں۔ ان کی نسبت (سامروی) ایک مکروہ خبیث الطبع "سامری" کے ساتھ ہو کر رہ گئی ہے۔ (از رکعت تراویح جدید ایڈیشن نظرات حول اسلوب القرآن آخری مطالعہ ص ۸ ج ۱)

ان سامروی صاحب کو اہل حدیث کے پیشوا مولانا شاہ اللہ کی شان میں کیا ہوا یہ کلمہ سوء شاید سامی صاحب حقیقی والد اہل حدیث ہونے کے باوجود حقیقی معنی سے بے خبر ہیں (ملاحظہ ہو) ترجمان دہلی ۱۵ اکتوبر ۱۹۵۲ء)۔

جو لوگ علم و فہم سے کام نہ لیں خود ساختہ مکمل اور ناقص العلوم ہوتے ہیں جس کے ماننے والوں کا انجام ذلت اور خسران کے سوا کچھ نہیں ہوتا ہے جس کو دنیا میں کامل مان لیتے ہیں وہ ہمیشہ فساد کے بیج بوتے رہتے ہیں اور فتنے برپا کیا کرتے ہیں۔ حضرت مولانا روم فرماتے ہیں۔

دست ناقص دست شیطان دست دیو
زانکہ اندر دام تلبیست دیو

ناقص شخص کا ہاتھ شیطان دیوہ ہاتھ ہے۔ کیونکہ یہ ناقص دیوہ ہے۔ جو کلیف نے ہاں میں نہ مارے ہے۔
نواب ہاں اور کی علم رکھتے تھے ان کے سامنے دین کی حقیقت تمام تھی ان کو دین کا اصل لئے
تھے قرآن حکیم کی ایک آیت ان الحکم الا للہ کے لفظ کو لیا ہے کہ خوف اشد حضرت علی پر اسے لگایا اور
معاذ اللہ قرآن پاک کی تکفیر ہوتی ہے ہیں نہ ہوا وہ بھی معاذ اللہ کفر اور کافر ہوا ان نے ساتھی بھی وہ ہوا اس نے
خلاف علم بغاوت بلند کر دیا۔ قرآن ان کی زبان پر تھی مگر دل میں کی تاثیر ہے کرام و مان کے نہیں
انہیں کے بارے میں آنحضرت ﷺ کی پیشین گوئی تھی یقرؤن القرآن لا یجاوز حناجرھم (الحدیث) قرآن
پڑھیں گے مگر یہ قرآن ان کے گلے سے نیچے نہیں اترے گا (بخاری شریف)
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ان کو سمجھانے کے لئے تشریف لے گئے آپ نے ارشاد فرمایا حضرت
علی کے بارے میں تمہیں کیا اعتراض ہے؟ جواب دیا کہ وہ دین کے بارے میں لوگوں کو حکم بناتے ہیں اللہ نے
فیصلے کا اختیار دیتے ہیں وہ قرآن کی صریح صاف ارشاد ہے قرآن میں ہے ان الحکم الا للہ یہ حضرت ابن عباس رضی
اللہ عنہما نے فرمایا خود قرآن میں انسان کو حکم بنانے کا حکم موجود ہے شکار حالت احرام میں اگر کوئی شکار کرے تو اس
کے لئے خدا نے یا نے جزا مقرر فرمائی ہے مثل یعنی جیسے جانور کا شکار کیا ہے ویسا ہی جانور ذبح کرے اور اس کا فیصلہ دو عادل
مسلمان کریں گے خواہ لے کر آئے "یحکم بہ ذوا عدل منکم" اسی طرح میاں بیوی کے نزاع کی صورت میں ارشاد
ربانی ہے فابعثوا حکما من اھلہ و حکما من اھلھا (سورۃ نساء) تم ایک حکم مرد کے کنبہ سے اور ایک حکم عورت کے کنبہ سے بھیجو (فیصلہ ان کے سپرد کرو)
امام دولابی صاحب تھی قرآن نے حکم دیا ہے کہ کہنے لگے اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول کا ورد کرتے ہیں اور
حدیث سے بچتے رہتے ہیں۔ غرض اس بات کی دوسری بات اسی طرح تعالیٰ جو بات فرمائی ہے اس کو نہ مانا اس لئے
خوارج نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے رفقاء کرام کو معاذ اللہ گمراہ کہا تھا مگر سارے صحابہ کرام نے ان کو قائل ایمان اور
مسلمان دین کو جو تیرہ سو برس سے تراویح کی نماز پڑھتے ہیں۔ جن میں سے پانچ سو تابعین و تبع تابعین اور
دین کے تمام مقتدر بزرگ اولیاء عظام شامل ہیں حضرت امام ابو حنیفہ حضرت امام شافعی حضرت امام مالک
حضرت امام احمد حنبل وغیرہم سب داخل ہیں سب وہابی نجدی حدیث دان اہل حدیث اور معاذ اللہ گمراہ کہتے ہیں اور
تعالیٰ صحابہ پر عمل کرکے بیس رکعت تراویح پڑھنے والے کو بدعتی قرار دیتے ہیں (وھو ما فی دلک)

شعر

انقلاب ہے دہر کی ہیئت بھی تبدیل
ان قدروں بھی نہ رہا ہے حاتم کو نہ فیل

(۱) یہ ہے تحقیق حضرت فقیر صاحب کی اس بارے میں اور ہم نے اس کو اس لئے نقل کیا ہے تاکہ ہمارے قارئین کرام کو معلوم ہو جائے کہ ہمارے اکابر کا اس بارے میں کیا موقف ہے اور ہم کس کی پیروی کرتے ہیں۔ ہمارے اکابر کا موقف ہے کہ

ہو طفیل کو کہتے طفل ا بستان جاہل
ہے آبادی کو کہتے گل مشعل قندیل
اس پہ طعنہ ہیں تانے اہل ہوس سو سب
کہ کہتے ہوائی ہو پہ کہتے گلی بیچ ہے فیل
شرک توحید کو کہتے کفے اہل حقیقت
موج گھوڑا کو کہتے ہے صرف الخیل
سامری موسیٰ عمران کو کہتے جادو گر
شق کی کرتے ہیں اسول کے بچے تاویل
سب تمہاری ہے وہ خروج ہوئے ذلت
طلق زمیں ہے کہ ہے کے لئے عزت کی دلیل

مولوی سامری صاحب کے اشعارات قابل تبصرہ کے قابل نہیں ہے والعلم عند ربی کہ حنفی ارے لا تقلیدی ہو الضلوٰۃ سے اتنا قابل لیا جائے (نماز کے پس نہ جاؤ) یا خراب کی قربتی میں تو لا ۔۔۔ ہو (تو مسجد میں نہ جایا جائے اور نکلو اور سر پیٹا کو یا بار بار پڑھا جائے ما کہ اہل قرآن حدیث کی پوری تقلید کرنے خوب جواب دیا ہے۔

(دلیل) آؤ جب تم میں شراب کہاں ہے ۔۔۔ قرآن میں ہو تو کلوا و شربوا نہ ہو
(الجواب) تمہیں قول پہ کاب تم ہیں جناب ۔۔۔ کلوا (شربوا) کے آگے واسع نہ ہو

خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ ان جرأت اور بیباکی کی جرسر مولوی صاحب نے اختیار کی ہے آپ نے آخر عمر میں محدث دہلوی، شاہ ولی اللہ، حضرت مولانا محمد قاسم کی کتاب "مکتوبات" مولانا انور شاہ صاحب کی عرف شذی، علامہ ابن ہمام کی فتح القدیر، علامہ عینی کی شرح بخاری علامہ بیہقی کی کبریٰ، علامہ علی قاری کی مرقاۃ، طحطاوی شرح درمختار کے حوالے دیئے ہیں۔ مگر تعجب ہے کہ جو عبارتیں نقل کی ہیں۔ ان میں سے ایک عبارت بھی آپ کے مدعا کے خلاف ہے۔

[illegible]

ناظرین فرمائیے اور دیانتداری کی داد دیجئے۔ یہ ایک ہی کتاب کی مثال پیش کی گئی ہے ان پر قیاس کر لیجئے۔ والاصلاح من استطاع وما توفیقی الا باللہ۔

(۱) طحطاوی:

(۱) علامہ طحطاوی حدیث کے بعد تحریر فرماتے ہیں وھذا یکون عشرون ثلاثین بعد حتی اللہ علیہ وسلم یعنی حدیث ابن عباس کی بنا پر بیس رکعت تراویح ہوئیں۔ آگے نقل کرتے ہیں (طحطاوی شرح درمختار ج ۱ ص ۲۹۶ طبع اول) پھر تحریر فرماتے ہیں بیس رکعت تراویح ہوں۔ ۱۰ اکیلیاں ہے

۲۰ اور ۲۳ پھر یہی زمانہ سلف سے آج تک اس پر برابر عمل ہوتا چلا آرہا ہے (ج ۱ ص ۱۹ ۲ صفوۃ الزکاۃ)

(۲) مراقی الفلاح:

میں ہے۔ التراویح سنۃ مؤکدۃ وھی عشرون رکعۃ باجماع الصحابۃ رضی اللہ عنہم رعشر تسلیمات کما ھو المتوارث کل لیلۃ من رمضان کما فی المراقی وغیرہ اھ وہ اجماع صحابہ سے ہے اس میں ۲۰ رکعتیں ہیں دس سلاموں سے جیسا کہ زمانہ سلف سے سلسلہ وار برابر چلا آرہا ہے (باب الوتر ص ۱۸)

(۳) الاشباہ والنظائر:

والتراویح عشرون رکعۃ بعشر تسلیمات یعنی تراویح میں ۲۰ رکعت ہیں دس سلام سے (الاشباہ فی شرح التنویر ص ۲۷ صلاۃ التراویح)

(۴) لطائف قاضی:

حضرت مولانا قاضی عبدالعلم لطائف قاضی میں تحریر فرماتے ہیں۔

(الجواب) (۱) یہ تو بدیہی ہے اور اس مسئلہ میں حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کا عمل بھی ہمارا حجت ہے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ بھی اس کو مانتے ہیں (المنتقی شرح الموطا ج ۱ ص ۱۱۲ مطبوعہ مصر) اور اس کو اختیار کرنے والے بہت سے علماء ہیں (المحلی لابن حزم ج ۴ ص ۱۷۳ مسئلہ ۴۳۰) اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد بھی ہمارا حجت ہے (نیل الاوطار ج ۳ ص ۶۰ باب ما جاء فی عدد رکعات القیام) اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا عمل بھی ہمارا حجت ہے (المحلی ج ۴ ص ۱۷۳ مسئلہ ۴۳۰) اور حضرت عمر

تراویح پڑھتے تھے وہ اس کو دیکھ کے واقعہ میں غلط ہو جاتا تھا۔ اس لئے مدینہ خالی کر دیا گیا۔ اہل مدینہ خالی کرنے پر اس لئے تیار ہوئے تھے کہ وہ اس کا مذاق اس طرح اڑاتے تھے کہ چار رکعتوں میں سورہ بقر پڑھا کرتے تھے (العرف الشذی ص ۳۲۹)۔

(۶) علامہ ابن ہمام:

علامہ ابن ہمام فرماتے ہیں، مذہب صحیح سے ثابت ہو چکا ہے کہ حضرت عمر کے زمانہ میں لوگ تراویح بیس رکعات (بالعشر) میں قراءت پڑھتے تھے جو تین سو آیتوں کے برابر ہوتی ہے اور ثعلبی نے حضرت ابی بن کعب سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر کے زمانہ میں رمضان میں ۲۰ رکعت پڑھتے تھے جس کی مذہب صحیح ہونے کی تحقیق امام نووی نے خلاصہ میں کی ہے۔ (فتح القدیر ج ۱ ص ۴۶۶ باب قیام شہر رمضان)

(۷) عینی شرح بخاری:

علامہ عینی شرح بخاری میں تحریر فرماتے ہیں کہ قعدہ اخیرہ کے سوا تراویح میں رکعت ہے امام ثانی ابو حامد محمد بن عبداللہ کہتے ہیں اس سب کی دلیل وہ روایت ہے جس کو ثعلبی نے بسند صحیح حضرت سائب بن یزید سے روایت کیا ہے کہ ہم لوگ حضرت عمر اور حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم اور حضرات تابعین رحمہم اللہ میں ۲۰ رکعات پڑھتے تھے یہ فرماتے ہیں اجماع کے بعد افضل ۲۰ ہے جو طریقہ اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ اجمعین کا ہے۔ (عمدۃ القاری شرح بخاری ج ۵ ص ۱۰۱ باب قیام النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی رمضان وغیرہ)

(۸) علامہ حصکفی:

علامہ حصکفی تحریر فرماتے ہیں۔ علم من هذه المسئلة ان المواظبة عليها عشرون ركعة بعشر تسليمات وهو مذهب الجمهور وعند مالك ستة وثلثون ركعة احتجاجا بعمل اهل المدينة وللجمهور ما رواه البيهقي بسناد صحيح عن السائب بن يزيد قال كانوا يقومون على عهد عمر رضي الله عنه بعشرين ركعة وعثمان رضي الله عنه وعلي رضي الله عنه مثله وهذا

(الدر المختار) یعنی اس مسئلہ سے معلوم ہوا کہ بیشک ہمارے نزدیک تراویح میں رکعت ہے جس پر ہمیشگی ہے اور یہی جمہور کا مذہب ہے اور امام مالک کے نزدیک چھتیس رکعت ہے۔ وہ اہل مدینہ کے تعامل سے استدلال کرتے ہیں اور جمہور کی دلیل وہ روایت ہے جس کو امام بیہقی نے بسند صحیح روایت کیا کہ حضرت عمر کے زمانہ میں لوگ ۲۰ رکعت پڑھتے تھے نیز حضرت عثمان و علی (رضی اللہ عنہم) کے زمانہ میں اور وہ طاؤس یزید بن رومان سے روایت ہے کہ حضرت عمر کے زمانہ میں لوگ رمضان میں تیئیس ۲۳ رکعت وتر ان سمیت پڑھا کرتے تھے، اور کتاب الاشراف میں حضرت علی سے محقق روایت ہے کہ آپ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ رمضان میں لوگوں کو بیس ۲۰ رکعتیں پڑھائیں۔ فرمایا یہ مشکل اجماع کے ہے۔ اس زمانہ میں روایت اگر چہ منقطع ہے مگر امام مالک کے نزدیک ایک حجت ہے اس لئے معتبر ہے۔ (کبیری ص ۴۸۱ صلوۃ وبیح نحت قوله والصحيح انهم يصلون فرادى)

(۹) [illegible] بخاری

[illegible] بخاری [illegible] علی [illegible] عن [illegible] عن [illegible] عن

[illegible] ثابت ہے [illegible] نقل کرنے کے بعد ارشاد فرمایا کہ [illegible] ثابت ہے [illegible] التحریر فی تخریج احادیث نور الایضاح ج ۲ ص ۱۲۹ الحاوی للفتاوی ج ۲ ص ۷۷ السواد مع الدرایۃ شرح صحیح البخاری ص ۲۵۲ ۲۵۳ باب قیام اللیل للشیخ [illegible] ویجوز فی العبادۃ بعض مستحبات الخلائق ص ۴۰۳ للمحدث الفقیہ شیخ اسمٰعیل الدہلوی رحمہ اللہ وھکذا قال الفقیہ المحدث السید جلال الدین الکرلانی الطخوزی رحمہ اللہ فی الکفایۃ مع الھدایۃ ج ۱ ص ۶۳ فصل فی التراویح

[illegible] باب [illegible] میں [illegible] التراویح سنۃ مؤکدۃ عشرون رکعۃ بعشر ترویحات بسکم عند الجمہور الشافعی عن ابن عباس رضی اللہ عنہ وسنۃ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یصلی فی شہر رمضان عشرین رکعۃ وبہ جزم فی فتاوی فاضیخان ج ۱ ص ۱۰۰ صفۃ التراویح

[illegible] ہے [illegible] میں [illegible] ہے [illegible] ہے [illegible] ہے

(۵) معرفۃ السنن والآثار للبیہقی ج ۴ ص ۳۷ باب ما روی فی عدد الرکعات التی قام بھا النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی شہر رمضان وما اختار لنفسہ فیما لا یجد فیہ الا بالتوقیف

(۶) مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۹۳ باب کم یصلی فی رمضان

(۷) مصنف عبدالرزاق ج ۴ ص ۲۵۰ باب قیام رمضان وکیف کان یصلی

(۸) مؤطا امام مالک ص ۹۸ باب ما جاء فی قیام رمضان

(۹) مؤطا امام مالک ص ۹۸ باب ما جاء فی قیام رمضان

(۱۰) مؤطا امام مالک ص ۹۸ باب ما جاء فی قیام رمضان

(۴) علامہ نجم الغنی فرماتے ہیں کہ تقریباً ۱۲ مرجع مشرین رکعات پر اتفاق ہوا (رسائل ارکان ص ۳۸ فصل فی صلوٰۃ التراویح)

(۱۳) اثار: حدیث ابن عباس کی تحقیق" باآخر میں ۲۰ رکعت پر تفصیل ہوا اور یہی مذہب ہے" (فتح القدیر ج ۱ ص ۴۰۰ فصل فی التراویح وثم استقر الامر علی العشرین فانہ المتوارث وحوالہ مذکورہ)

فیہ دلیل علی ان التطوع اذا قام ببعض لیلۃ ثم قطعہ لا یقضی (فتح الغفار ج ۱ ص ۲۲۳)

(۱۴) شیخ الاسلام علامہ عینی فرماتے ہیں" کانوا یقومون علی عہد عمر رضی اللہ عنہ بعشرین رکعۃ وعلی عہد عثمان وعلی مثلہ الخ" (نخبۃ الافکار مقدمہ شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۱۲۳ فضل فی قیام رمضان وتراویح) (عینی شرح بخاری شریف ج ۵ ص ۴۷۸ کتاب التہجد باب قیام النبی صلی اللہ علیہ وسلم باللیل فی رمضان وغیرہ)

(۱۵) فیض الباری شرح بخاری شریف میں ہے سأل ابو یوسف ابا حنیفۃ رحمہما اللہ تعالیٰ ھل کان لعمر رضی اللہ عنہ عہد من النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی عشرین رکعۃ فقال لہ ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ لم یکن عمر رضی اللہ عنہ مبتدعاً بل قیام لہ اصل فی زمنہ۔

(ترجمہ) حضرت امام ابو یوسف نے حضرت امام ابو حنیفہ سے سوال کیا کہ کیا حضرت عمر کے پاس بیس ۲۰ رکعات تراویح کے لئے آنحضرت ﷺ کی طرف سے کوئی سند ہے (کوئی قول یا فعل) تو حضرت امام ابو حنیفہ نے فرمایا کہ حضرت عمر اپنی طرف سے ایجاد کرنے والے نہیں تھے یقیناً ان کے پاس اس کا کوئی ثبوت تھا (فیض الباری شرح صحیح البخاری ج ۲ ص ۲۲۰ باب قیام النبی باللیل فی رمضان وغیرہ) (مراقی الفلاح ص ۱۸۱ بحر فصل فی التراویح) (بحر الرائق ج ۲ ص ۶۶ سطر باب الوتر والنوافل)

(۱۶) امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں وبہذا ناخذ" لان المسلمین قد جمعہم علیہ ذلک وراوہ حسنا وقد روی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال ما رآہ المؤمنون حسنا فہو عند اللہ حسن (ترجمہ) حضرت عمر نے ابی بن کعب اور تمیم داری کو رمضان میں امام بنا کر تراویح پڑھانے کا حکم دیا ہے) کی بناء پر اختیار کرتے ہیں اس لئے کہ صحابہ (اجماع) نے اس (بیس رکعات تراویح) پر اجماع کر لیا ہے اور اس کو اچھا سمجھا ہے اور آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ مسلمان (جماعت) جس چیز کو اچھا سمجھیں وہ خدا کے نزدیک بھی اچھا ہوتا ہے" (ص ۱۲۲ باب قیام شہر رمضان وما یقرء من الفضل)

(۱۷) المنتقی من اخبار المصطفیٰ" میں ہے کہ حضرت عمر کے زمانہ میں صحابہ تمیم داری اور ابی بن کعب رمضان میں (بیس رکعات) تراویح پڑھتے تھے (ص ۱۸۰)

(۱۸) حضرت یحییٰ بن سعید انصاری (تابعی مدینہ منورہ) سے روایت ہے ان عمر بن الخطاب امر رجلاً ان یصلی بہم عشرین رکعۃ، اسنادہ مرسل قوی (یعنی) یحییٰ حضرت عمر بن الخطاب سے ایک

صاحب ان کے قول کی تائید میں روایات صحابہ پیش کی ہے (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۹۴ باب کم یصلی فی رمضان من رکعۃ) (آثار السنن ج ۲ ص ۵۵ باب فی التراویح عشرین رکعۃ)

(۱۹) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک میں بیس رکعات تراویح اور وتر پڑھتے تھے۔ اسنادہ ضعیف فیہ ابو شیبۃ ابراہیم بن عثمان (یعنی) حضرت نبی بن عبداللہ رحمہ اللہ کی سند سے بھی یہ روایت مروی ہے (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۹۴) (آثار السنن ج ۲ ص ۵۵ باب کم التراویح)

(۲۰) حضرت ابوالحلیل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سوید بن غفلہ کو رمضان المبارک میں پانچ ترویحات بیس رکعات پڑھتے ہوئے دیکھا ہے (۱۰۰) حضرت سوید بن غفلہ رمضان میں بیس رکعات تراویح پڑھتے تھے ان میں بیس ۲۰ ترویحات پڑھتے تھے ان کی سند سے (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۹۴) (آثار السنن ج ۲ ص ۵۵ باب کم التراویح)

(۲۱) حضرت عبدالعزیز بن رفیع (حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے شاگرد) نے شاگرد ہونے میں ملاقات کرتے ہوئے دیکھا ہے کہ حضرت ابی رضی اللہ عنہ رمضان المبارک میں بیس رکعات تراویح پڑھاتے تھے اور وتر پڑھتے تھے۔ (۲۲) قال الحافظ ابن حجر رحمہ اللہ تحت حدیث عطاء والشافعی ج ۲ ص ۹۶ کتاب المصنوعۃ باب ماروی فی عدد رکعات القیام فی شہر رمضان وفیہ الدلیل ص ۹۱ وصرفہ شرح مسکوٰۃ ج ۲ ص ۷۰ باب قیام شہر رمضان)

تنبیہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ اور تمیم الداری رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تھا کہ لوگوں کو بیس رکعات تراویح پڑھائیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۹۴) (فتح الباری شرح صحیح البخاری کتاب التہجد باب قیام النبی صلی اللہ علیہ وسلم باللیل فی رمضان وغیرہ ج ۲ ص ۲۱۹ وفیہ الدلیل ص ۹۱) (نیز دیکھئے ج ۱ ص ۵۵ باب فی التراویح عشرین رکعات)

(۲۳) حضرت یزید بن خصیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں السائب رضی اللہ عنہ یعنی صحابی کو رمضان المبارک میں بیس رکعات تراویح پڑھتے ہوئے دیکھا ہے (آثار السنن ج ۲ ص ۵۶ ایضاً) (حضرت ابن ابی ذئب رحمہ اللہ بھی اسی طرح بیان کرتے ہیں)

(۲۴) حضرت داؤد بن قیس رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں اور ابان بن عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں مدینہ طیبہ میں چالیس رکعات تراویح اور وتر پڑھتے تھے۔

(تنبیہ) حضرت ابان رحمہ اللہ تراویح چالیس رکعات پڑھتے تھے تین وتر۔ اس کی تائید مراسیل ابی داؤد سے بھی ہوتی ہے (عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری باب قیام النبی صلی اللہ علیہ وسلم باللیل فی رمضان وغیرہ ج ۱ ص ۲۷ وفیہ الدلیل ص ۹۱)

(۲۵) حضرت ابوالبختری رحمہ اللہ رمضان میں پانچ ترویحات پڑھتے تھے اور تین وتر (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۹۴)

(۲۶) حضرت ابوالبختری رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ لوگوں کو نماز

(۱۲) حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں بیس رکعت اور وتر پڑھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۹۴، باب ما روی فی عدد رکعات القیام فی شہر رمضان)

(۱۳) ابن قدامہ کی مغالطہ دہی سے ہدایت قوی ہے۔ ایک مجہول راوی (ابو شیبہ) کی روایت (۲۰۳ ہجری) کو (۲۰۷ ہجری) کی روایت پر ترجیح دینا کس اصول کے تحت ہے؟ (باب قیام الشہر)

(۱۴) حضرت محمد بن کعب القرظی نے فرمایا کہ لوگ ہمیں بیسوں رکعت پڑھتے تھے اور سلام حضرت عمر بن الخطاب فی رمضان عشرین رکعۃ (تراویح) پڑھتے تھے اور ہم اس میں سورتوں کو طویل طویل پڑھتے تھے اور قیام کو (۱۰) پر ہلکا کرتے تھے۔

(۱۵) حضرت عبدالعزیز رومی نے کہا کہ علی بن ربیعہ کہتے تھے کہ علی رضی اللہ عنہ ہی رمضان میں لوگوں کو بیس رکعت تراویح اور وتر پڑھاتے تھے اور یہ رمضان میں ہی قرأت کرتے تھے (یعنی ۲۰ رکعات پڑھتے تھے اور ۴۰ رکعات نہیں پڑھتے تھے)۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۹۴، باب فی الوتر)

(۱۶) عبدالعزیز رومی کہتے ہیں کہ اسی پر ہمارے شیخ (تراویح) پڑھتے تھے اور یہی صحیح ہے۔ (ایضاً)

(۱۷) حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی (متوفی ۵۶۱ھ) لکھتے ہیں: وھی عشرون رکعۃ بخمس ترویحات کل ترویحۃ اربع رکعات بتسلیم (غنیہ الطالبین ص ۴۱۰) اور تراویح بیس رکعت ہیں پانچ ترویحوں میں ہر ترویحہ چار رکعت کے ساتھ ہے اور ہر چار رکعت کے بعد ایک اصلی اور ایک اضافی ترویحہ ہے (اور ہر ترویحہ کے بعد بیٹھ کر آرام کرنا ثابت ہے) (غنیۃ الطالبین، فضائل تراویح ص ۴۱۰)

(۱۸) امام ابن ہمام حنفی فرماتے ہیں: فالتراویح وھی عشرون رکعۃ وکیفیتھا مشہورۃ وھی سنۃ (فتح القدیر ج ۱ ص ۴۶۶) اس میں دلالت ہے اس پر کہ تراویح (طریقہ) معلوم (یعنی بیس رکعت) مؤکدہ ہے۔ (فتح القدیر ج ۱ ص ۴۶۶) اس عبارت سے ثابت ہوا کہ تراویح بیس رکعت ہیں اور یہ بات مشہور و معروف تھی۔ (فتح القدیر ج ۱ ص ۴۶۶)

(۱۹) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں لوگوں کی عام عادت بیس رکعت تراویح پڑھنے کی تھی۔ (الحاوی للفتاوی للسیوطی ج ۱ ص ۳۴۶)

(۲۰) امام ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: وصلی ابی بن کعب بالناس فی رمضان بالمدینۃ عشرین رکعۃ ویوتر بثلاث فکان ذلک سنۃ (المغنی ج ۱ ص ۸۰۳) اور ابی بن کعب نے لوگوں کو رمضان میں مدینہ میں بیس رکعت اور وتر تین رکعت پڑھائے تھے پس یہ سنت ہے۔ (المغنی ج ۱ ص ۸۰۳)

(۲۱) امام ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: وکان ابی بن کعب یقوم بالناس فی رمضان بعشرین رکعۃ ویوتر بثلاث فرأی کثیر من العلماء ان ھذا ھو السنۃ لانہ ھو الذی کان یفعلہ فی مجمع من المھاجرین والانصار ولم ینکر علیہ فکان اجماعا (المغنی ج ۱ ص ۸۰۳) اور ابی بن کعب لوگوں کو رمضان میں بیس رکعت اور وتر تین رکعت پڑھاتے تھے پس بہت سے علماء کی رائے یہ ہے کہ یہ سنت ہے کیونکہ یہ وہ عمل ہے جو ابی بن کعب مہاجرین و انصار کے مجمع میں کرتے تھے اور کسی نے اس پر نکیر نہیں کی پس یہ اجماع ہوا۔ (المغنی ج ۱ ص ۸۰۳)

(۲۲) امام ابن قدامہ حنبلی فرماتے ہیں: وکان عمر وعلی وغیرھما یامرون بعشرین رکعۃ وھو قول الجمھور (المغنی ج ۱ ص ۸۰۳) اور حضرت عمر اور علی وغیرہما رضی اللہ عنہم بیس رکعت کا حکم دیتے تھے اور یہ جمہور کا قول ہے۔ (المغنی ج ۱ ص ۸۰۳)

(۲۳) امام ابن قدامہ حنبلی فرماتے ہیں: وکان ابی بن کعب یقوم بالناس فی رمضان بعشرین رکعۃ ویوتر بثلاث فرأی کثیر من العلماء ان ھذا ھو السنۃ لانہ ھو الذی کان یفعلہ فی مجمع من المھاجرین والانصار ولم ینکر علیہ فکان اجماعا (المغنی ج ۱ ص ۸۰۳) اور ابی بن کعب لوگوں کو رمضان میں بیس رکعت اور وتر تین رکعت پڑھاتے تھے پس بہت سے علماء کی رائے یہ ہے کہ یہ سنت ہے کیونکہ یہ وہ عمل ہے جو ابی بن کعب مہاجرین و انصار کے مجمع میں کرتے تھے اور کسی نے اس پر نکیر نہیں کی پس یہ اجماع ہوا۔ (المغنی ج ۱ ص ۸۰۳)

(۲۴) امام ابن قدامہ حنبلی فرماتے ہیں: وکان عمر وعلی وغیرھما یامرون بعشرین رکعۃ وھو قول الجمھور (المغنی ج ۱ ص ۸۰۳) اور حضرت عمر اور علی وغیرہما رضی اللہ عنہم بیس رکعت کا حکم دیتے تھے اور یہ جمہور کا قول ہے۔ (المغنی ج ۱ ص ۸۰۳)

سے تجاوز کرے ابن عباس حضرت علی حضرت زبیر حضرت معاذ اور ان کے علاوہ سب کی حضرات مہاجرین و انصار رضی اللہ عنہم تھے کسی نے حضرت عمر پر اعتراض نہیں کیا ان کی تردید نہیں کی بلکہ سب نے ساتھ دیا ان کی بات کو اہمیت دی اس پر ہمیشہ پابندی سے چرتے رہے یہاں تک کہ حضرت علی نے حضرت عمر کی تعریف کی (ان کا شمار اولیاء اللہ میں ہے) ان کے لئے دعاء خیر کی (وفات کے بعد فرمایا کرتے تھے) اللہ تعالیٰ حضرت عمر کی قبر کو نور سے بھر دے جیسے حضرت عمر نے (رضی اللہ عنہ) ہماری مسجد روشن کیں آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ میرے طریقے اور خلفاء راشدین جو میرے بعد ہوں گے ان کے طریقہ کو لازم پکڑو اور تراویح کی بیس ۲۰ رکعتیں ہیں (مجالس ابرار ص ۲۸ ج ۱ تا ۱۸)

(۳۰) حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام اور تابعین کے زمانہ میں تراویح کی بیس ۲۰ رکعت مقرر ہوئی تھیں وزادت الصحابة ومن بعدهم في قيام رمضان ثلاثة اشياء الا جماع له في مساجدهم وذلك لا يدفيه التيسير على جاعتهم وعامتهم واداؤه في اول الليل مع القول بان صلوٰة اخر الليل مشهودة وهي افضل كما بنه عمر رضي الله عنه لهذا التيسير الذي نشير اليه عشرون ركعة (حجة الله البالغه ج ۲ ص ۶۷ من النوافل قيام شهر رمضان)

(۳۱) حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی فرماتے ہیں "من بعد عمر بست وسه را تقرار کرده اند در ین معنی اجماع شده بود (یعنی) صحابہ کرام نے بیس رکعت (بیس رکعت تراویح اور تین رکعت وتر) اختیار فرمائی اس عدد پر صحابہ کا اجماع ہو چکا ہے (مجموعہ فتاویٰ عزیزی ج ۱ ص ۱۱۶)

(۳۲) علامہ قطب الدین حنفی محدث دہلوی تحریر فرماتے ہیں "لیکن اجماع ہوا صحابہ کا اس پر کہ تراویح کی بیس رکعتیں ہیں (مظاہر حق ج ۱ ص ۴۳۲ باب قیام شہر رمضان)

(۳۳) علامہ شبیر احمد عثمانی فرماتے ہیں کہ صحابہ میں سے کسی نے بھی بیس رکعت سے اختلاف نہیں کیا اس لئے تمام حضرات بیس رکعت پر متفق تھے۔ فتح الملهم شرح صحيح المسلم ج ۲ ص ۳۲۰ باب الترغيب في قيام رمضان هو التراويح)

جب ان حوالجات سے روز روشن کی طرح ثابت ہو گیا کہ آفتاب نیم روز کی طرح ثابت ہو گیا کہ اگر پہلے کچھ اختلاف بھی رہا ہو مگر حضرت فاروق اعظم کے دور مسعود میں بیس رکعات تراویح پر اجماع ہو گیا۔ حضرت فاروق کی بعد باقی خلفاء راشدین (حضرت عثمان غنی اور حضرت علی) کے دور میں بیس رکعات کے اجماع کو مزید استحکام حاصل ہوا تو بیس رکعات علماء محدثین اور فقہاء کرام کے مذہب و قابل اقوال پر تعجب نہیں ہونا چاہئے۔ علامہ نووی شرح مسلم فرماتے ہیں۔

تراویح باجماعت شعار اسلام میں سے ہے جیسے نماز عید کے مشابہ ہے۔ (لانه من الشعائر الظاهرة فاشبه صلوة العيد) نووی شرح مسلم شریف ج ۱ ص ۲۵۹)

فقہاء نے بیس رکعات کو بوجہ تارکالسنۃ المؤکدۃ (تعلیقات ہدایہ ج ۱ ص ۱۲۲) تراویح کی آٹھ رکعت پڑھنے والے سنت مؤکدہ کا تارک ہونگا۔ جب ترک سنت کی بات آگئی تو ہر ایک صاحب ایمان کو ترک سنت کی وعید اور سزا سے

نا فرمانبردار بنا دیتے ہیں۔

عن عائشة رضی الله عنها ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال ستة لعنتهم و لعنهم الله و کل نبی مجاب الزائد فی کتاب الله عزوجل و المکذب بقدر الله عزوجل و المستحل حرمة الله و المستحل من عترتی ما حرم الله و تارک السنة مجمع الزوائد ج ۱ ص ۷۰

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ چھ شخص ہیں جن پر میں بھی لعنت بھیجتا ہوں اور اللہ تعالیٰ بھی ان پر لعنت کرتا ہے اور ہر ایک پیغمبر کی دعا بھی ان پر لعنت کی ہے۔ وہ شخص جو کتاب اللہ میں زیادتی کرے۔ جو تقدیر کی تکذیب کرے۔ اللہ کی چیز کو حلال قرار دے جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام فرمایا ہے اور میری آل اولاد میں سے اس کو حلال کرے جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے اور سنت کا ترک کرنے والا۔

اس کے بالمقابل ہر ایک صاحب ایمان کو یہ بشارت ہونی چاہئے کہ رمضان شریف کی ایک نفل عبادت کا ثواب فرض کے برابر ہوگا (ان شاء اللہ) کیونکہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ رمضان شریف میں کسی بھی خصلت خیر (اچھی بات) کا ثواب فرض جیسا ملتا ہے۔ من تقرب فیه بخصلة من الخیر کان کمن ادی فریضة فیما سواه (مشکوٰۃ شریف ص ۱۷۳) وفقنا الله لما یحبه و یرضاه آمین

تفصیلی جائزہ

مجیدیہ تنقیحات۔ منصفانہ فیصلے کے لئے عادلانہ شرائط اور ان کے تقاضے

اوپر کے صفحات میں مولوی صاحب کے غلط دعوے کی حقیقت بیان کی گئی ہے، جو دو اقتباسات پیش کئے گئے ہیں ان سے بیس ۲۰ رکعت کا تواتر تو درکنار معلوم ہوتا ہے۔ جہاں تک مولوی صاحب کے بلند بانگ دعووں کا تعلق ہے ان کی تردید کے لئے یہ تجزیہ کافی ہے۔ لیکن یہ فقیر چاہتا ہے کہ مسئلہ کی مزید وضاحت کی جائے۔ مولوی صاحب بظاہر ان میں سے ہیں جن کے لئے ہی کہا گیا ہے لهم اعین لا یبصرون بها ولهم آذان لا یسمعون بها۔ اگر ان کو اللہ تعالیٰ نے طلب حق کی توفیق عطا فرمائی ہے۔ وہ شبہ تحقیق کی قدر کرتے ہیں اور ایسے مخلص ہوتے ہیں کہ ارشاد ربانی ہے۔ فبشر عباد الذین یستمعون القول فیتبعون احسنه (سورہ زمر ع ۲) (اے پیغمبر میرے ان بندوں کو بشارت دو جو بات کو کان لگا کر سنتے ہیں پھر جو اچھی بات ہوتی ہے اس کو قبول کرتے ہیں اور اس پر چلتے ہیں۔ امین صاحب اخلاص طالبان حق جو بشارت خداوندی کے مستحق ہیں ہمارے مخاطب ہیں۔ وباللہ التوفیق۔)

جب کسی شخص یا کسی جماعت کی طرف سے کوئی اعتراض سننے آئے تو ایک حق پرست انصاف پسند کا پہلا فرض یہ ہے کہ وہ اس کا تتمہ کرنے اور کوئی فیصلہ صادر کرنے سے پہلے یہ دیکھے کہ وہ شخص یا وہ جماعت جس پر یہ الزام قائم کیا جا رہا ہے اس کا طرز و انداز اس کا ذاتی فکر اور اس کا کردار کیا ہے اور اس اعتراض کی نوعیت کیا ہے۔ اگر اس شخص یا اس جماعت کی کچھ مشہور و معروف خصوصیتیں ہیں جو اعتراض کرنے والے کو بھی معلوم ہیں تو ایسا ان خصوصیتوں

کو کام میں سنت نبوی اور سیرت صدیقی کے خلاف کوئی حکم دیں تو تم کیا کرو گے۔ تو آپ خاموش رہے۔ پھر دوبارہ آپ نے وہی بات فرمائی۔ تو ایک نوجوان تلوار کھینچ کر کھڑا ہو گیا اور اشارہ کرنے بھی انقلاب برپا کر دیں گے۔ حضرت عمر فاروق نے فرمایا کہ اب تک یہ جرأت باقی ہے امت مسلمہ میں ہو سکتی۔ (سیرۃ الخلفاء، الشیخین ص ۶۸)

ایک مرتبہ آپ منبر پر خطبہ کے لئے تشریف فرما ہوئے اور فرمایا اسمعوا واطیعوا (سنو اور عمل کرو) ایک شخص نے کھڑا ہو کر جواب دیا لا نسمع ولا نطیع (ہم آپ کی بات نہیں سنیں گے اور نہ آپ کا کہنا مانیں گے) فاروق اعظم نے اس اعلان کرنے والے کی گردن اڑا دینے کا حکم نہیں دیا۔ بلکہ بہت نرمی سے اعلان کرنے والے کے جواب دیا کہ آپ نے مال غنیمت کی تقسیم میں مساوات سے کام نہیں لیا۔ یہ لمبا کرتہ آپ کے حصہ میں کیسے آیا میں کہتا ہوں کہ ہم اس کی ملاپ کر ہم اس کی حلہ (پاجامہ اور تہبند) نہیں بنا سکتے اور آپ نے حلہ بنایا۔ آپ نے حصہ داری کیا ہے مساوات نہیں ہوئی۔

عمر فاروق نے فرمایا آپ نہیں دیا بلکہ اپنے صاحبزادے عبداللہ بن عمر نے فرمایا میں نے شہادت دی۔ پھر اپنے بیٹے کی شہادت پر میں نے حضرت فاروق (رضی اللہ عنہ) کی خدمت میں پیش کر دیا۔ اس طرح فاروق اعظم نے اپنے صاحبزادے سے قبل کر دیا۔ بلکہ اس کرنے والے نے اپنی برأت کی کوئی معذرت نہیں کی بلکہ نہایت مطمئن اور مستعد ہو گیا۔ اچھا اب آپ فرمائیے ہم کیا کریں گے۔ (دیکھئے الاسلام بین العلماء، الخلفاء ص ۷۲)

(گو یہ معمولی بات تھی کہ فاروق اعظم کے متعلق غلطی کا شبہ بھی ہوتا مگر مسلمانوں کی عدالت اس کی تحقیق کرنے اور فیصلہ صادر کرنے)

پھر یہ آزادی صرف مردوں کو حاصل نہیں تھی بلکہ عورتوں کو بھی تنقید کا اتنا ہی حق تھا اور وہ بھی ایسی ہی جرأت اور دلیری سے حق ادا کرتی تھیں۔

ایک مرتبہ حضرت فاروق اعظم نے خطبہ میں ہدایت فرمائی کہ چار سو درہم سے زیادہ مہر نہ دیئے جائیں۔ (آنحضرت ﷺ نے ازواج مطہرات کے یہی مہر مقرر فرمائے تھے۔ صاحبزادی محترمہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مہر بھی پانچ سو درہم ہی تھے) ایک قریشی بڑھیا نے برجستہ جرح کر دی کہ ارشاد خداوندی ہے وآتیتم احداھن قنطارا فلا تاخذوا منہ شیئا (اور تم نے چاہے کسی بیوی کو مال کا توڑا (ڈھیر) بھی دے دیا ہو اس میں سے کچھ) سورۃ نساء رکوع ۳۔ جب اللہ تعالیٰ نے قنطار پر بھی پابندی نہیں لگائی تو آپ کو کیا حق ہے کہ چار سو درہم سے زائد پر پابندی لگا دیں۔ (خلاصۃ التحقیق ص ۳۶۳)

صحابہ کرام اور بدعت سے نفرت:

یہ کہ فاروق ہیں (رضی اللہ عنہ) اب حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے کردار پر نظر ڈالئے۔ ان کا اوڑھنا بچھونا کیا تھا اور ان کی محنت کیا بن چکی تھی۔ یہ مقدس طبقہ جس کو اللہ تعالیٰ نے نبی آخر الزمان (ﷺ) کی رفاقت کے لئے منتخب فرمایا تھا۔ جس کو آخری پیغام کا حامل بنایا۔ جس دین کامل کا محافظ اول اور مبلغ تھا، جو قیامت تک رہنے والا ہے۔ وہ آنحضرت ﷺ کی سنن مبارکہ کا اتباع اور ہر شے تھا۔ بدعت اور خلاف سنت فعل سے انتہا درجہ کا امت کا

[illegible] بالوں کو اس کی کوئی نہیں پیش [illegible] سے ایک [illegible] ہیں [illegible] کی شہادت ہے [illegible] خلفاء اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان بعض الله لحداب فی الاسلام یعنی [illegible] فرمدی شریف ج ۲ ص ۲۳ باب ما جاء فی ترک الجهر ببسم الله الرحمن الرحیم) کہ [illegible] اصحاب رسول اللہ [illegible] میں سے کسی نے یہ نہیں دیکھا کہ [illegible] بدعت سے زیادہ [illegible] کسی چیز سے [illegible] رکھتا ہو۔

[illegible] کی مثالوں میں آپ نے [illegible] وقت [illegible] کہ [illegible] باتیں نہیں [illegible] عوام [illegible] کی [illegible] کھڑکھڑی [illegible] اور [illegible] ہوتی ہے [illegible] کس طرح [illegible] سے بڑے [illegible] ثابت [illegible] ہوتے ہیں [illegible] بھر [illegible] فیصلہ کے [illegible] کیا [illegible] ہے [illegible] ہیں [illegible] صحیح شریعت [illegible] کی [illegible] سے [illegible] کسی سے کوئی عمل [illegible] ہو [illegible] ثابت [illegible] ہو [illegible] ہیں [illegible] ان [illegible] ان [illegible] سے [illegible] ہیں [illegible] سے [illegible] ہیں [illegible]

(۱) ابتدائی بدعت سے سلام بند:

[illegible] عبداللہ [illegible] ایک [illegible] سلام [illegible] فرمایا [illegible] نے [illegible] اس [illegible] سے [illegible] ہیں [illegible] سے [illegible] طرف [illegible] سلام [illegible] کی [illegible] نہیں [illegible] صلح [illegible] حلال [illegible] عمر [illegible] ان [illegible] سلام [illegible] یعرف [illegible] علیک السلام فقال انه ملفنی انه قد احدث فلا تقرئه السلام (مشکوٰۃ شریف ص ۴۳ باب الایمان بالقدر)

(۲) اذان کے بعد تحویب پر ٹھہارنفرت:

[illegible] عمر [illegible] ان [illegible] کے بعد [illegible] نمازوں [illegible] کے [illegible] سے [illegible] نماز [illegible] ہیں [illegible] (نماز [illegible] ہے) [illegible] حضرت [illegible] نے [illegible] کے [illegible] ہوئے [illegible] ہیں [illegible] علی الصلوٰۃ [illegible] میں [illegible] (طحاوی ج ۱ ص ۷۹)

(۳) حضرت علیؓ نے [illegible] اذان [illegible] کے بعد [illegible] کرتے [illegible] کیا [illegible] (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص [illegible] باب [illegible] بعد [illegible] یقوم [illegible] فصل [illegible] المسجد [illegible] المسجد ص ۷۰ بحر الرائق ج ۱ ص ۲۶۱ باب الاذان [illegible] فروعہ)

(۴) حضرت ابن عمرؓ نے [illegible] کے بعد [illegible] کو [illegible] ہے [illegible] ہیں [illegible] ہیں [illegible] حضرت [illegible] سے [illegible] ہیں [illegible] سے [illegible] ہوا [illegible] ہے [illegible] مسجد [illegible] لئے [illegible] اذان [illegible] کی [illegible] عن مجاهد قال دخلت مع عبد الله بن عمر مسجدا وقد اذن فيه وحين يريد ان نصلي فيه نثوب اخذوا في نحو من عمر وقال اخرج بنا من عند هذا المبتدع ولم يصل فيه (ترمذی شریف ج ۱ ص ۲۸ باب ما جاء فی الرجل یؤذن ویقیم ۱۲ ابوداؤد شریف ج ۱ ص ۸۶) (۱۲ فتح مع ج ۲ ص ۲۲۴) (۱۲ نافع حنفی)

(تحریر فرمائیے۔ [illegible] اذان [illegible] کی [illegible] اپنے [illegible] کو [illegible] کرتے [illegible] ہیں [illegible] ہیں [illegible] ہیں

(لوگوں کو دعوت دیتے)

(۵) خلافِ سنت تقریب سے مقاطعہ:

حضرت عثمان بن ابی العاص کو فوت میں بلایا گیا تو انکار کرتے ہوئے فرمایا کہ آنحضرت ﷺ کے زمانے میں نوحہ سے روکا جاتا تھا نہ ہمیں بلایا جاتا تھا۔ (مسند احمد ج ۴ ص ۲۱۷)

(۶) تلبیہ کے ایک لفظ کے اضافہ سے ناراضگی

حضرت سعد بن مالک نے ایک حاجی کو سنا کہ تلبیہ میں لبیک ذا المعارج کہتے ہوئے سن تو فرمایا کہ ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ حج میں یہ الفاظ نہیں کہتے تھے۔ ان سعد بن مالک سمع رجلا یقول لبیک ذا المعارج فقال ما کنا نقول هذا علی عهد رسول الله صلی الله علیه وسلم (تلبیس ابلیس ص ۱۷)

(۷) حضرت ابن عباس اور حضرت امیر معاویہ کا خلاف فرماتے تھے۔ حضرت امیر معاویہ نے زمانہ حج کے تمام لوگوں کو جمع کیا۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ آنحضرت ﷺ ان دونوں رکن کے درمیان چلتے تھے اور جب ان کے علاوہ رکن اور حجر کو بوسہ نہیں دیا کرتے تھے۔ حضرت امیر معاویہ نے فرمایا اس مقدس گھر کی کوئی چیز بھی ترک نہیں کی جائے گی جس کو تعظیم دی جائے (بوسہ دیا جائے) حضرت ابن عباس نے فرمایا لقد کان لکم فی رسول الله اسوة حسنة (تمہارے لئے رسول مقبول ﷺ کی ذات میں بہترین نمونہ ہے) (اگر پتہ نہ لگے کہ کا ہر ذرہ تبرک ہے تو حجر اسود پر بوسہ نہیں دیتا ہے جو آنحضرت ﷺ سے ثابت ہے) حضرت معاویہ نے فرمایا کہ آپ کا فرمانا صحیح ہے (مسند احمد ج ۱)

تشریح:

یہ حضرات خلافِ سنت حرکت کو بوسہ دیا کرتے نہ کرنے کو ترک سنت سمجھتے تھے کیا ممکن تھا کہ وہ مسجد نبوی (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) اور زمانہ میں دخل اندازی بدعت والی بدعت دیکھیں اور خاموش رہ جائیں۔

(۸) بے وقت نوافل پر تنبیہ:

حضرت ابن عباس نے حضرت خباب کو عصر بعد نوافل پڑھتے دیکھ کر روکا اور فرمایا کہ خلافِ سنت ہے۔

(۹) حضرت علی نے عید گاہ میں نماز عید سے پہلے ایک شخص کو نفل پڑھتے دیکھا۔ اور فرمایا کہ جانتے ہو آنحضرت ﷺ نے نفل ادا کرنے کی ترغیب نہیں دی ہے۔ اس کے کرنے میں ثواب نہیں ہے لہٰذا تمہارا یہ فعل بدعت ہے اور (عبادات میں) بدعت کا ارتکاب حرام ہے۔ اندیشہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی مخالفت کی وجہ سے خدا پاک تجھے عذاب دے۔ (کما فی الاعتصام) اور ابن ابی رباح نے حضرت علی کو دیکھ کر نفل نماز کو اس لئے حرام اور سخت مذموم سمجھتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کسی نے صحابہ کی طرح نوافل کی ایسی پابندی نہیں کی جیسی حضرات نے کی تو اس سے ان کا مقصد یہ ہوتا تھا کہ کہیں لوگ ان نوافل کو فرض نہ سمجھ لیں (جیسا کہ نمبر ۲ میں گذر چکا ہے)

(۱۰) مخصوص وقت سے پہلے خطبہ پر حاکم وقت کا تنبیہ:

حضرت ابو سعید خدری نے فرمایا کہ ہمارے پہلے خطبہ پڑھنے سے زیادہ تر لوگ نماز پڑھ کر چلے جاتے تھے۔ (ابن ماجہ)

(۱۱) بیت المقدس کے خلاف خطبہ پڑھنے پر عتاب و برہمی:

حضرت کعب بن مرہ نے بصرہ کے حاکم کو خلاف سنت خطبہ پڑھتے دیکھا تو فرمایا۔ (ترجمہ) میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر فرماتے سنا۔ (ترجمہ) جو شخص جمعہ کے دن بیت المقدس کی طرف منہ کر کے خطبہ پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کے منہ کو جہنم کی طرف پھیر دے گا۔ (ابن ماجہ)

(۱۲) خطبہ کے پرچم اور قاضی (جج) کو تنبیہ:

حضرت ابو جحیفہ نے فرمایا کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ آپ نے خطبہ کے لئے ایک پرچم منگوایا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ خطبہ کے لئے پرچم منگواتے تھے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ خطبہ کے لئے پرچم منگواتے تھے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ خطبہ کے لئے پرچم منگواتے تھے۔

(۱۳) خطبہ کے وقت میں خلاف سنت ہاتھ اٹھانے پر تنبیہ:

ایک شخص کو جمعہ کے دن خطبہ کے وقت ہاتھ اٹھاتے دیکھا تو حضرت ابن عمر نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ خطبہ کے وقت ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے۔ (ابن ماجہ)

(۱۴) جمعہ کے دن مسواک کرنے کی تاکید:

(۱۵) جمعہ کے دن غسل کرنے کی تاکید:

(۱۶) جمعہ کے دن خوشبو لگانے کی تاکید:

[illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]

(۱۲) خلاف سنت تسبیح وتہلیل اور ذکر اللہ پر ناراضگی:

[illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [

یا قرآن [illegible] دیا بلکہ [illegible] ہے۔

۲ [illegible] ہے [illegible] کے بعد [illegible] علی رسول اللہ [illegible] میں [illegible] پڑھے جانے والے معمولی باتوں کو [illegible] دی جاتی تھیں، [illegible] نہیں کرتے تھے [illegible] قرار دے [illegible] کس طرح برداشت کرتے تھے [illegible] بلکہ [illegible] ہوتی تھیں اور جن کے لئے [illegible] سے زیادہ [illegible] پڑھی جاتی تھیں [illegible] جاتی تھیں۔

(۳۲) حضرت سعد بن ابی وقاص کی وفات [illegible] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے چاہا [illegible] میں [illegible] تشریف نہ لائیں اس لئے [illegible] کی۔ آپ نے جنازہ کی نماز مسجد میں پڑھی جائے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص [illegible] عراق سے [illegible] مدینہ میں [illegible] ہیں [illegible] سوئیں حضرت عائشہ [illegible] رضی اللہ عنہا [illegible] مسجد [illegible] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس [illegible] کو [illegible] یا [illegible] ہوئے [illegible] (صحیح مسلم شریف ص ۳۱۲ ج ۱ باب)

(۳۳) آنحضرت [illegible] ہے [illegible] حضرت [illegible] ان کو [illegible] ہو [illegible] کہ [illegible] کا [illegible] ہے۔

(۳۴) [illegible] نے [illegible] فرمایا [illegible] آنحضرت [illegible] کا [illegible] فرمان [illegible] یا [illegible] فیصلہ کے [illegible] حضرت [illegible] فیصلہ بدل دیا۔ (ترمذی ابواب [illegible] ص ۱۶۵)

[illegible] حضرت [illegible] کے [illegible] کیوں [illegible] کی [illegible]

(۳۵) حضرت [illegible] نے [illegible] کا فیصلہ [illegible] حضرت علی رضی اللہ عنہ [illegible] آپ نے اس کی مخالفت کی اور [illegible] پیش کی کہ آنحضرت [illegible] نے فرمایا کہ تین قسم کے آدمی مواخذہ [illegible] میں [illegible] ہوتے ہیں (۱) جب تک [illegible] (۲) [illegible] جب تک [illegible] (۳) مجنون جب تک [illegible] آئے۔ حضرت عمر نے فرمایا [illegible] فیصلہ [illegible] نے [illegible] (ابن ماجہ باب القاضی ص ۱۷۰) حضرت عمر نے [illegible] فیصلہ [illegible] نہیں [illegible] بلکہ آپ نے حضرت علی کا [illegible] دیا [illegible] کو [illegible] پر [illegible] دیا اور [illegible] کہ [illegible] ہے [illegible] حضرت عمر نے [illegible] یا خلو لا عمی فہلک عمر [illegible] (بخاری [illegible] ص ۱۰۰۱ ج ۲)

[illegible] حضرت [illegible] کو [illegible] کا [illegible] حضرت [illegible] کا [illegible] فیصلہ [illegible] کے [illegible] کی [illegible] دوسرے [illegible] کا [illegible] کرنا [illegible] ہے۔

(۳۶) [illegible] ابواب [illegible] رقمطراز ہیں [illegible] حدیث [illegible] قال [illegible] ہذا [illegible] حدیث [illegible] فی القرآن [illegible] ہے [illegible] کسی [illegible] ہے [illegible] کہ [illegible] کرنا [illegible] ہے [illegible] (تحفۃ الاحوذی ج ۲ ص ۵۶)

اتباع سنت کا شوق:

حضرت حق جل مجدہ نے (۱) آنحضرت ﷺ کو حکم فرمایا۔

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی (سورہ آل عمران)

آپ فرما دیجئے کہ (اے مسلمانو!) اگر تمہیں اللہ سے محبت ہے تو اس کی عملی صورت یہ ہے کہ میری اتباع کرو اور میرے نقش قدم پر چلو۔

(۲) مسلمانوں کو تنبیہ فرمائی۔

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ تا آخر آیت سورہ احزاب ع ۳

بے شک تم لوگوں کے لئے یعنی اس شخص کے لئے جو اللہ سے اور روز آخرت سے ڈرتا ہو اور کثرت سے ذکر الٰہی کرتا ہو رسول اللہ کی ذات مبارک میں ایک عمدہ نمونہ ہے۔

آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا اور سچ ہے خدا کا ارشاد یہ فرمایا۔

لا یومن احدکم حتی یکون ھواہ تبعا لما جئت بہ (مشکوٰۃ مصنوع باب الاعتصام)

(یعنی) تم میں سے کسی کا بھی ایمان کامل نہ ہوگا جب تک یہ صورت نہ ہو کہ اس کی ہوا (اس کا جذبہ اور رجحان خاطر) اس کے تابع نہ ہو جائے جس کو لے کر میں آیا ہوں۔

صحابہ کرام اللہ اور رسول کے ان ارشادات مبارکہ کی مثال کامل اور بہترین نمونہ تھے۔ ایک طرف ان کو محبت سے بھی اور سخت ترین غربت کی جس کی مثالیں گذشتہ صفحات میں گذریں۔ دوسری جانب آنحضرت ﷺ کی اتباع کے حریص۔ نقش قدم کے متلاشی اور سید الانبیاء محبوب رب العالمین کے ارشادوں پر جان دینے والے تھے (رضی اللہ عنہم اجمعین) اس سلسلہ میں بے شمار مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں تبرکاً چند مثالیں لکھی جا سکتی ہیں۔ ہم چار مختصر چند مثالیں پیش کر رہے ہیں۔

(۱) آنحضرت ﷺ منبر پر تشریف فرما ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے جو شخص جائے حضرت عبداللہ ابن مسعود مسجد کے دروازے پر ہیں (جہاں جوتیاں اتاری جاتی ہیں) جیسے ہی یہ ارشاد کان میں پڑا وہیں بیٹھ جاتے ہیں (مسلم شریف)

(۲) آنحضرت ﷺ امامت فرما رہے ہیں۔ مقتدیوں نے دیکھا ہیں دفعہ تھوکنے نکال رہے ہیں۔ جس سے جوتیاں میں عمل ہے وہ بھی فوراً اتار دیتے ہیں۔ نماز سے فراغت کے بعد آنحضرت ﷺ نے فرمایا آپ صاحبان نے نعل کیوں اتار دیئے۔ صحابہ نے عرض کیا اس لئے کہ حضور نے اتار دیئے تھے (ﷺ) ارشاد ہوا میں نے تو اس لئے اتارے تھے کہ جبرئیل علیہ السلام نے مجھے بتایا کہ نعل میں کچھ نجاست لگی ہوئی ہے۔ (ابوداؤد شریف ص ۱۰۲ باب الصلوٰۃ فی النعل)

(۳) آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ جب غصہ آئے تو اگر کھڑا ہے تو بیٹھ جائے اور بیٹھا ہے تو لیٹ جائے۔ غصہ جاتا رہے گا۔ سیدہ ابوذر غفاریؓ بیٹھی ہوئی تھیں پالی رہے تھے ایک شخص نے ایسی حرکت کی کہ پالی کی پال ٹوٹ گئی

[illegible] پانی باہر نکل آیا۔ پھر پہلے حضرت ہاجرہ آئیں، پھر آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہوا کہ آپ وہیں بیٹھیں اور پانی میں بیٹھ گئیں۔ [illegible] کپڑا لے کر پیچھے ہو لیے۔ مگر آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تعمیل میں تاخیر نہ ہونی چاہئے۔ (سنن الکبریٰ ج ۵ ص ۱۵۲)

(۳) آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ کھانے کی چیز گر جائے تو اس کو چھوڑ نہ دو بلکہ ان کھا لو۔ شیطان اس سے خوش ہوتا ہے۔ تم بیچارہ کو خوش مت کرو۔ بلکہ خوش ہو کر اس کو اٹھا لو اور تین بار صاف کر کے باقی کھا لو۔

ایک مرتبہ حضرت حذیفہؓ ان پر ان کے دست مبارک سے حوالہ کر لیا۔ وہاں کچھ لوگ موجود تھے جو بیل رہے تھے ان نے ریشمی کپڑے کا اضافہ بہت معیوب سمجھا۔ حضرت حذیفہؓ فرمانے لگے تو کیا نے ایسا ریشم یہ جنت نہ کیجئے یہاں تک موجود ہیں جو اس بات کو بہت قبیح سمجھتے ہیں۔ حضرت حذیفہ نے یہ بات جواب دیا۔ الا ترک سنۃ حبیبی لھو لا۔ الحفاء۔ کیا ان لوگوں کی خاطر میں اپنے محبوب (ﷺ) کی سنت ترک کر دوں۔ التشریع فی الاسلام ص ۱۸۷ تا ۱۸۸ مختصر

(۵) سیدنا عمر فاروقؓ کے زمانہ خلافت میں بیت اللہ شریف لے گئے۔ جب حجر اسود کو بوسہ دینے لگے تو فرمایا میں جانتا ہوں تو پتھر ہے۔ نہ کسی کو نفع پہنچا سکتا ہے نہ نقصان۔ اگر میں نے یہ نہ دیکھا ہوتا کہ آنحضرت ﷺ نے تجھ کو بوسہ دیا ہے تو میں ہرگز بوسہ نہ دیتا۔ (بخاری شریف وغیرہ کتاب الحج باب ما ذکر فی الحجر الاسود ج ۱ ص ۲۰۷)

(۶) خانہ کعبہ میں ایک خزانہ تھا۔ اس میں سونے چاندی کی قیمتی چیزیں بھیجی جایا کرتے تھے۔ وہ اس خزانہ میں جمع کر دی جاتی تھیں۔ اسلام نے ان چیزوں کی اجازت نہیں دی۔ اس خزانہ کو ختم بھی نہیں کیا۔ حضرت شیبہؓ کہتے ہیں کہ ایک روز حضرت عمرؓ نے مجھ سے کہا آپ تشریف فرما تھے۔ آپ نے فرمایا میں چاہتا ہوں کہ خانہ کعبہ میں جو کچھ ظاہری زینت (مال وغیرہ) ہے سب تقسیم کر دوں۔ میں نے عرض کیا کہ آپ کے رفیق (ﷺ) نے تو ایسا نہیں کیا (جیسے ہی یہ ارشاد فرمایا فوراً ہی) دونوں آدمیوں میں سے ایک میں بھی کرتا ہوں۔ (بخاری شریف ص ۲۵۴ کتاب اللباس باب سترۃ الامام)

(۷) ان کے علاوہ آنحضرت ﷺ نے ان کے دو قیام مقامات یاد رکھے تھے جہاں آنحضرت ﷺ نے نماز پڑھی تھی۔ یہ کوئی کام نہیں تھا (بخاری) انہوں نے ان روایت سے ان تمام مقامات کا پتہ لگایا۔ (ص ۲۰۷ باب اسم ما جاء فی طریق المدینہ ۔۔۔ واضح رہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ جانا ثابت ہے تو جہاں جہاں آنحضرت ﷺ نے نماز پڑھی تھی۔ وہاں وہاں پڑھنا جہاں جہاں قیام کیا تھا وہاں وہاں قیام کرنا [illegible] عبداللہ بن عمرؓ نے درمیان ایک کھجائی میں تشریف لے جاتے آنحضرت ﷺ نے قضاء حاجت کی تھی پھر وضو کیا تھا۔ حضرت ابن عمرؓ بھی اللہ تعالیٰ اس کھجائی میں جاتے اور جہاں آنحضرت ﷺ نے وضو یا قضاء حاجت فرمائی تھی وضو کرتے۔ (بخاری شریف ص ۲۲۶ کتاب الصلوٰۃ باب النزول بین العرفۃ والجمع)

(۸) ۷۳ھ میں حضرت عبداللہ بن زبیرؓ شہید کر دیئے گئے۔ تاریخ اسلام کے مشہور نظام الدین نے وفات پائی۔

کو نہ بتایا گیا۔ جب کارندہ آیا تو لوگوں میں بہت تشویش پھیلی ہوئی تھی اور یقین تھا کہ اس موقع پر دوبارہ جنگ چھڑ جائے گی۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے سفر حج کا ارادہ کیا۔ سامبزادوں نے منع کیا کہ جنگ کا خطرہ ہے۔ ممکن ہے آپ کو راستہ ہی میں روک لیں۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے جواب دیا۔ جب آنحضرت ﷺ نے (صلح حدیبیہ کے وقت) جنگ کا ارادہ کیا تھا تب بھی بہت خطرہ تھا۔ آنحضرت ﷺ کے فیصلہ کی وجہ سے جنگ کا خطرہ ختم ہوگیا۔ پھر فرمایا اگر مجھے روک دیا گیا تو آنحضرت ﷺ کی دوسری سنت ہوگی۔ آنحضرت ﷺ کو بھی دو طرف سے روک دیا تھا۔ آپ نے حدی ذبح کی اور احرام ختم کر دیا تھا۔ میں بھی ہدی کا جانور ساتھ لے جا رہا ہوں اگر مجھے روک دیا گیا تو میں بھی وہی کروں گا جو آنحضرت ﷺ نے کیا تھا۔ (بخاری شریف ص ۲۲۴ باب الحواف احصار)

صلح حدیبیہ کا مشہور واقعہ ہے کہ آنحضرت ﷺ چودہ سو جاں نثاروں کی ساتھ عمرہ کے لئے تشریف لے گئے۔ مکہ معظمہ کے قریب مقام حدیبیہ تک پہنچے تھے کہ مشرکین مکہ نے آگے بڑھنے سے روک دیا۔ آنحضرت ﷺ نے جنگ نہیں کی صلح کر لی۔ کفار قریش کی طرف سے عروہ بن مسعود بات چیت کرنے آئے۔ جو گفتگو کی اس کی تفصیل کا یہ موقع نہیں ہے۔ یہاں یہ عرض کرنا ہے کہ عروہ بن مسعود نے واپس جا کر مشرکین میں صحابہ کرام کا جو رنگ دیکھا تو اس نے واپس جا کر قریش کے سرداروں سے کہا۔

حضرات! میں بادشاہوں کے درباروں میں جاتا رہتا ہوں شاہ ایران اور شاہ روم کے دربار میں بھی گیا ہوں۔ میں شاہ حبش نجاشی کے دربار میں بھی گیا ہوں۔ میں نے کسی بادشاہ کے جاں نثاروں کو اپنے بادشاہ کی اتنی تعظیم کرتے ہوئے نہیں دیکھا جتنی تعظیم محمد کے ساتھی محمد کی کرتے ہیں (بخدا) خدا کی قسم میں نے یہ دیکھا کہ محمد کھنکارتے ہیں تو اس کیساتھ کھنکار (لعاب دہن) کو زمین پر گرنے نہیں دیتے (کھنکار کی تعمیل ہوتی ہے تو وہ لعاب اس کو چہرے پر اور اپنے بدن پر مل لیتے ہے (گویا عقیدت آمیز) جہاں کسی بات کا اشارہ دیتے ہیں وہ تعمیل کرنے کے لئے لپکتے ہیں۔ محمد وضو کرتے ہیں تو جو پانی گرتا ہے اس پر اس طرح ٹوٹ پڑتے ہیں کہ معلوم ہوتا ہے آپس میں لڑ پڑیں گے۔ جہاں آپ نے کچھ بولنا شروع کیا سب دم بخود خاموش ہو جاتے ہیں اور حالت یہ ہے کہ محمد کی تعظیم کی وجہ سے نظر اٹھا کر نہیں دیکھتے۔ بخاری شریف ص ۳۷۹ باب الشروط فی الجہاد والمصالحۃ مع اہل الحرب و کتاب الشروط مع الناس واللفوں

افسوس پا رسول اللہ پر اس طرح جاں نثاری اور فدائیت کی تعلیم دینے والے مسلمانوں کو آج کل کیا ہو گیا ہے کہ جو فدائی کارنامے دین کو زمین پر گرنے نہیں دیتے تھے وہ رسول اللہ ﷺ کی کسی سنت کو نظر انداز کر دیں؟

تراویح اور حفاظت قرآن

ان غلبا جمعه وقرآنه

[illegible] ہے کہ [illegible] تراویح کو [illegible] کی ضعیف [illegible] سے [illegible] پیش کیا جاتا ہے اور [illegible] نے [illegible] کی [illegible] ہے [illegible] ہے [illegible] ہے

عمر نے حضرت ابوبکر کے پاس جانے کا ارادہ کیا تو انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بھی اس کام کے لئے منتخب نہیں فرمایا اللہ نے میرا سینہ بھی اس کام کے لئے کھول نہیں دیا جس کے لئے اس نے عمر کا سینہ کھول دیا ہے میں بھی اسے وہی جواب دیتا جو عمر نے دیا تھا اس پر حضرت ابوبکر نے زید بن ثابت کو بلایا جو اس وقت نوجوان تھے اور عقل مند تھے ہم آپ کو متہم نہیں کرتے تھے آپ وحی لکھا کرتے تھے اب آپ ابوبکر کے پاس جائیے اور جو وہ پوچھیں اس کا جواب دیجئے۔ زید بن ثابت کہتے ہیں کہ اگر ابوبکر مجھے کسی پہاڑ کو منتقل کرنے کا حکم دیتے تو میرے لئے اس سے زیادہ آسان ہوتا کہ میں قرآن کو جمع کروں۔ میں نے کہا کہ آپ وہ کام کیسے کریں گے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا۔ ابوبکر نے کہا کہ اللہ کی قسم یہ بہتر کام ہے۔ ابوبکر مجھے بار بار کہتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس کام کے لئے میرا سینہ بھی کھول دیا جس کے لئے ابوبکر و عمر کا سینہ کھولا تھا۔ میں نے کھجور کی شاخوں، پتھر کی تختیوں اور لوگوں کے سینوں سے قرآن کو جمع کرنا شروع کیا۔ سورۃ توبہ کی آخری آیتیں میں نے صرف ابوخزیمہ انصاری کے پاس پائیں۔ وہ آیتیں یہ ہیں:

لقد جاءکم رسول من انفسکم عزیز علیہ ما عنتم حریص علیکم بالمؤمنین رؤف رحیم۔ فان تولوا فقل حسبی اللہ لا الہ الا ھو علیہ توکلت وھو رب العرش العظیم۔

ابوبکر کے بعد عمر کے پاس قرآن کا یہ نسخہ رہا۔ پھر اللہ نے ان کی روح قبض کر لی۔ اس کے بعد یہ نسخہ حفصہ کے پاس رہا۔

(۲) عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں قرآن کی جمع و تدوین

عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں قرآن کی جمع و تدوین کا کام ایک نئے انداز سے ہوا۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ اسلام کی فتوحات کا دائرہ وسیع ہوا اور مختلف علاقوں کے لوگ اسلام میں داخل ہوئے۔ ان لوگوں نے قرآن کو مختلف قراءتوں کے ساتھ سیکھا تھا۔ ان میں سے بعض قراءتیں ایسی تھیں جو بعض لوگوں کے لئے مشکل تھیں۔ اس صورت حال کو دیکھ کر حذیفہ بن یمان نے عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا کہ امت کو اس اختلاف سے بچائیے۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس پیغام بھیجا کہ وہ صحیفے ان کے پاس بھیج دیں تاکہ ان کی نقلیں تیار کرا کے واپس کر دی جائیں۔ حفصہ نے صحیفے بھیج دیئے۔ عثمان نے زید بن ثابت، عبداللہ بن زبیر، سعید بن عاص اور عبدالرحمن بن حارث بن ہشام کو بلایا۔ انہوں نے صحیفوں سے نقلیں تیار کیں۔ عثمان نے تین قریشی اصحاب سے کہا کہ جب تمہارا زید بن ثابت سے کسی لفظ میں اختلاف ہو تو اسے لغت قریش پر لکھنا کیونکہ قرآن انہی کی زبان میں نازل ہوا ہے۔ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ جب نقلیں تیار ہو گئیں تو عثمان نے صحیفے حفصہ کو واپس کر دیئے اور نقلیں تمام علاقوں میں بھیج دیں۔ عثمان نے حکم دیا کہ اس کے علاوہ جو صحیفے یا مجموعے ہیں ان کو جلا دیا جائے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔

(۳) قرآن کی جمع و تدوین کا تیسرا مرحلہ

عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جو نسخے تیار کئے گئے تھے ان میں بھی کچھ کمی رہ گئی تھی۔ اس کمی کو دور کرنے کے لئے علی رضی اللہ عنہ نے ابوالاسود دؤلی کو حکم دیا کہ وہ اعراب لگائیں۔ ابوالاسود نے اعراب لگائے۔ اس کے بعد حجاج بن یوسف نے نحویوں کی ایک جماعت سے اعراب لگوائے۔ اس طرح قرآن کا یہ نسخہ ہم تک پہنچا۔

(۴) قرآن کی جمع و تدوین کا چوتھا مرحلہ

قرآن کی جمع و تدوین کا چوتھا مرحلہ وہ ہے جس میں قرآن کو حرکات و نقاط سے مزین کیا گیا۔ اس کام کی ابتدا عبدالملک بن مروان کے زمانے میں ہوئی۔ اس کام کو حجاج بن یوسف نے مکمل کیا۔ حجاج نے اس کام کے لئے دو آدمیوں کو مقرر کیا۔ ایک نصر بن عاصم لیثی اور دوسرے یحییٰ بن یعمر عدوانی۔ ان دونوں نے مل کر حرکات و نقاط لگائے۔ اس کام کے لئے حجاج نے ایک اور کمیٹی بھی بنائی تھی جس میں عبداللہ بن ابی اسحاق، عنبسہ بن معدان، میمون بن فارس، یزید بن ابی مسلم اور حسن بصری شامل تھے۔ ان لوگوں نے بھی اس کام میں حصہ لیا۔

(۵) قرآن کی جمع و تدوین کا پانچواں مرحلہ

قرآن کی جمع و تدوین کا پانچواں مرحلہ وہ ہے جس میں قرآن کو سورتوں، آیتوں اور رکوعوں میں تقسیم کیا گیا۔ اس کام کی ابتدا بھی عبدالملک بن مروان کے زمانے میں ہوئی۔ اس کام کو حجاج بن یوسف نے مکمل کیا۔ حجاج نے اس کام کے لئے دو آدمیوں کو مقرر کیا۔ ایک نصر بن عاصم لیثی اور دوسرے یحییٰ بن یعمر عدوانی۔ ان دونوں نے مل کر حرکات و نقاط لگائے۔ اس کام کے لئے حجاج نے ایک اور کمیٹی بھی بنائی تھی جس میں عبداللہ بن ابی اسحاق، عنبسہ بن معدان، میمون بن فارس، یزید بن ابی مسلم اور حسن بصری شامل تھے۔ ان لوگوں نے بھی اس کام میں حصہ لیا۔

(۶) قرآن کی جمع و تدوین کا چھٹا مرحلہ

قرآن کی جمع و تدوین کا چھٹا مرحلہ وہ ہے جس میں قرآن کو سورتوں، آیتوں اور رکوعوں میں تقسیم کیا گیا۔ اس کام کی ابتدا بھی عبدالملک بن مروان کے زمانے میں ہوئی۔ اس کام کو حجاج بن یوسف نے مکمل کیا۔ حجاج نے اس کام کے لئے دو آدمیوں کو مقرر کیا۔ ایک نصر بن عاصم لیثی اور دوسرے یحییٰ بن یعمر عدوانی۔ ان دونوں نے مل کر حرکات و نقاط لگائے۔ اس کام کے لئے حجاج نے ایک اور کمیٹی بھی بنائی تھی جس میں عبداللہ بن ابی اسحاق، عنبسہ بن معدان، میمون بن فارس، یزید بن ابی مسلم اور حسن بصری شامل تھے۔ ان لوگوں نے بھی اس کام میں حصہ لیا۔

(۷) قرآن کی جمع و تدوین کا ساتواں مرحلہ

قرآن کی جمع و تدوین کا ساتواں مرحلہ وہ ہے جس میں قرآن کو سورتوں، آیتوں اور رکوعوں میں تقسیم کیا گیا۔ اس کام کی ابتدا بھی عبدالملک بن مروان کے زمانے میں ہوئی۔ اس کام کو حجاج بن یوسف نے مکمل کیا۔ حجاج نے اس کام کے لئے دو آدمیوں کو مقرر کیا۔ ایک نصر بن عاصم لیثی اور دوسرے یحییٰ بن یعمر عدوانی۔ ان دونوں نے مل کر حرکات و نقاط لگائے۔ اس کام کے لئے حجاج نے ایک اور کمیٹی بھی بنائی تھی جس میں عبداللہ بن ابی اسحاق، عنبسہ بن معدان، میمون بن فارس، یزید بن ابی مسلم اور حسن بصری شامل تھے۔ ان لوگوں نے بھی اس کام میں حصہ لیا۔

(۸) قرآن کی جمع و تدوین کا آٹھواں مرحلہ

قرآن کی جمع و تدوین کا آٹھواں مرحلہ وہ ہے جس میں قرآن کو سورتوں، آیتوں اور رکوعوں میں تقسیم کیا گیا۔ اس کام کی ابتدا بھی عبدالملک بن مروان کے زمانے میں ہوئی۔ اس کام کو حجاج بن یوسف نے مکمل کیا۔ حجاج نے اس کام کے لئے دو آدمیوں کو مقرر کیا۔ ایک نصر بن عاصم لیثی اور دوسرے یحییٰ بن یعمر عدوانی۔ ان دونوں نے مل کر حرکات و نقاط لگائے۔ اس کام کے لئے حجاج نے ایک اور کمیٹی بھی بنائی تھی جس میں عبداللہ بن ابی اسحاق، عنبسہ بن معدان، میمون بن فارس، یزید بن ابی مسلم اور حسن بصری شامل تھے۔ ان لوگوں نے بھی اس کام میں حصہ لیا۔

(۹) قرآن کی جمع و تدوین کا نواں مرحلہ

قرآن کی جمع و تدوین کا نواں مرحلہ وہ ہے جس میں قرآن کو سورتوں، آیتوں اور رکوعوں میں تقسیم کیا گیا۔ اس کام کی ابتدا بھی عبدالملک بن مروان کے زمانے میں ہوئی۔ اس کام کو حجاج بن یوسف نے مکمل کیا۔ حجاج نے اس کام کے لئے دو آدمیوں کو مقرر کیا۔ ایک نصر بن عاصم لیثی اور دوسرے یحییٰ بن یعمر عدوانی۔ ان دونوں نے مل کر حرکات و نقاط لگائے۔ اس کام کے لئے حجاج نے ایک اور کمیٹی بھی بنائی تھی جس میں عبداللہ بن ابی اسحاق، عنبسہ بن معدان، میمون بن فارس، یزید بن ابی مسلم اور حسن بصری شامل تھے۔ ان لوگوں نے بھی اس کام میں حصہ لیا۔

(۱۰) قرآن کی جمع و تدوین کا دسواں مرحلہ

قرآن کی جمع و تدوین کا دسواں مرحلہ وہ ہے جس میں قرآن کو سورتوں، آیتوں اور رکوعوں میں تقسیم کیا گیا۔ اس کام کی ابتدا بھی عبدالملک بن مروان کے زمانے میں ہوئی۔ اس کام کو حجاج بن یوسف نے مکمل کیا۔ حجاج نے اس کام کے لئے دو آدمیوں کو مقرر کیا۔ ایک نصر بن عاصم لیثی اور دوسرے یحییٰ بن یعمر عدوانی۔ ان دونوں نے مل کر حرکات و نقاط لگائے۔ اس کام کے لئے حجاج نے ایک اور کمیٹی بھی بنائی تھی جس میں عبداللہ بن ابی اسحاق، عنبسہ بن معدان، میمون بن فارس، یزید بن ابی مسلم اور حسن بصری شامل تھے۔ ان لوگوں نے بھی اس کام میں حصہ لیا۔

(۱۱) قرآن کی جمع و تدوین کا گیارہواں مرحلہ

قرآن کی جمع و تدوین کا گیارہواں مرحلہ وہ ہے جس میں قرآن کو سورتوں، آیتوں اور رکوعوں میں تقسیم کیا گیا۔ اس کام کی ابتدا بھی عبدالملک بن مروان کے زمانے میں ہوئی۔ اس کام کو حجاج بن یوسف نے مکمل کیا۔ حجاج نے اس کام کے لئے دو آدمیوں کو مقرر کیا۔ ایک نصر بن عاصم لیثی اور دوسرے یحییٰ بن یعمر عدوانی۔ ان دونوں نے مل کر حرکات و نقاط لگائے۔ اس کام کے لئے حجاج نے ایک اور کمیٹی بھی بنائی تھی جس میں عبداللہ بن ابی اسحاق، عنبسہ بن معدان، میمون بن فارس، یزید بن ابی مسلم اور حسن بصری شامل تھے۔ ان لوگوں نے بھی اس کام میں حصہ لیا۔

(۱۲) قرآن کی جمع و تدوین کا بارہواں مرحلہ

قرآن کی جمع و تدوین کا بارہواں مرحلہ وہ ہے جس میں قرآن کو سورتوں، آیتوں اور رکوعوں میں تقسیم کیا گیا۔ اس کام کی ابتدا بھی عبدالملک بن مروان کے زمانے میں ہوئی۔ اس کام کو حجاج بن یوسف نے مکمل کیا۔ حجاج نے اس کام کے لئے دو آدمیوں کو مقرر کیا۔ ایک نصر بن عاصم لیثی اور دوسرے یحییٰ بن یعمر عدوانی۔ ان دونوں نے مل کر حرکات و نقاط لگائے۔ اس کام کے لئے حجاج نے ایک اور کمیٹی بھی بنائی تھی جس میں عبداللہ بن ابی اسحاق، عنبسہ بن معدان، میمون بن فارس، یزید بن ابی مسلم اور حسن بصری شامل تھے۔ ان لوگوں نے بھی اس کام میں حصہ لیا۔

(۱۳) قرآن کی جمع و تدوین کا تیرہواں مرحلہ

قرآن کی جمع و تدوین کا تیرہواں مرحلہ وہ ہے جس میں قرآن کو سورتوں، آیتوں اور رکوعوں میں تقسیم کیا گیا۔ اس کام کی ابتدا بھی عبدالملک بن مروان کے زمانے میں ہوئی۔ اس کام کو حجاج بن یوسف نے مکمل کیا۔ حجاج نے اس کام کے لئے دو آدمیوں کو مقرر کیا۔ ایک نصر بن عاصم لیثی اور دوسرے یحییٰ بن یعمر عدوانی۔ ان دونوں نے مل کر حرکات و نقاط لگائے۔ اس کام کے لئے حجاج نے ایک اور کمیٹی بھی بنائی تھی جس میں عبداللہ بن ابی اسحاق، عنبسہ بن معدان، میمون بن فارس، یزید بن ابی مسلم اور حسن بصری شامل تھے۔ ان لوگوں نے بھی اس کام میں حصہ لیا۔

(۱۴) قرآن کی جمع و تدوین کا چودہواں مرحلہ

قرآن کی جمع و تدوین کا چودہواں مرحلہ وہ ہے جس میں قرآن کو سورتوں، آیتوں اور رکوعوں میں تقسیم کیا گیا۔ اس کام کی ابتدا بھی عبدالملک بن مروان کے زمانے میں ہوئی۔ اس کام کو حجاج بن یوسف نے مکمل کیا۔ حجاج نے اس کام کے لئے دو آدمیوں کو مقرر کیا۔ ایک نصر بن عاصم لیثی اور دوسرے یحییٰ بن یعمر عدوانی۔ ان دونوں نے مل کر حرکات و نقاط لگائے۔ اس کام کے لئے حجاج نے ایک اور کمیٹی بھی بنائی تھی جس میں عبداللہ بن ابی اسحاق، عنبسہ بن معدان، میمون بن فارس، یزید بن ابی مسلم اور حسن بصری شامل تھے۔ ان لوگوں نے بھی اس کام میں حصہ لیا۔

(۱۵) قرآن کی جمع و تدوین کا پندرہواں مرحلہ

قرآن کی جمع و تدوین کا پندرہواں مرحلہ وہ ہے جس میں قرآن کو سورتوں، آیتوں اور رکوعوں میں تقسیم کیا گیا۔ اس کام کی ابتدا بھی عبدالملک بن مروان کے زمانے میں ہوئی۔ اس کام کو حجاج بن یوسف نے مکمل کیا۔ حجاج نے اس کام کے لئے دو آدمیوں کو مقرر کیا۔ ایک نصر بن عاصم لیثی اور دوسرے یحییٰ بن یعمر عدوانی۔ ان دونوں نے مل کر حرکات و نقاط لگائے۔ اس کام کے لئے حجاج نے ایک اور کمیٹی بھی بنائی تھی جس میں عبداللہ بن ابی اسحاق، عنبسہ بن معدان، میمون بن فارس، یزید بن ابی مسلم اور حسن بصری شامل تھے۔ ان لوگوں نے بھی اس کام میں حصہ لیا۔

(۱۶) قرآن کی جمع و تدوین کا سولہواں مرحلہ

قرآن کی جمع و تدوین کا سولہواں مرحلہ وہ ہے جس میں قرآن کو سورتوں، آیتوں اور رکوعوں میں تقسیم کیا گیا۔ اس کام کی ابتدا بھی عبدالملک بن مروان کے زمانے میں ہوئی۔ اس کام کو حجاج بن یوسف نے مکمل کیا۔ حجاج نے اس کام کے لئے دو آدمیوں کو مقرر کیا۔ ایک نصر بن عاصم لیثی اور دوسرے یحییٰ بن یعمر عدوانی۔ ان دونوں نے مل کر حرکات و نقاط لگائے۔ اس کام کے لئے حجاج نے ایک اور کمیٹی بھی بنائی تھی جس میں عبداللہ بن ابی اسحاق، عنبسہ بن معدان، میمون بن فارس، یزید بن ابی مسلم اور حسن بصری شامل تھے۔ ان لوگوں نے بھی اس کام میں حصہ لیا۔

(۱۷) قرآن کی جمع و تدوین کا سترہواں مرحلہ

قرآن کی جمع و تدوین کا سترہواں مرحلہ وہ ہے جس میں قرآن کو سورتوں، آیتوں اور رکوعوں میں تقسیم کیا گیا۔ اس کام کی ابتدا بھی عبدالملک بن مروان کے زمانے میں ہوئی۔ اس کام کو حجاج بن یوسف نے مکمل کیا۔ حجاج نے اس کام کے لئے دو آدمیوں کو مقرر کیا۔ ایک نصر بن عاصم لیثی اور دوسرے یحییٰ بن یعمر عدوانی۔ ان دونوں نے مل کر حرکات و نقاط لگائے۔ اس کام کے لئے حجاج نے ایک اور کمیٹی بھی بنائی تھی جس میں عبداللہ بن ابی اسحاق، عنبسہ بن معدان، میمون بن فارس، یزید بن ابی مسلم اور حسن بصری شامل تھے۔ ان لوگوں نے بھی اس کام میں حصہ لیا۔

(۱۸) قرآن کی جمع و تدوین کا اٹھارہواں مرحلہ

قرآن کی جمع و تدوین کا اٹھارہواں مرحلہ وہ ہے جس میں قرآن کو سورتوں، آیتوں اور رکوعوں میں تقسیم کیا گیا۔ اس کام کی ابتدا بھی عبدالملک بن مروان کے زمانے میں ہوئی۔ اس کام کو حجاج بن یوسف نے مکمل کیا۔ حجاج نے اس کام کے لئے دو آدمیوں کو مقرر کیا۔ ایک نصر بن عاصم لیثی اور دوسرے یحییٰ بن یعمر عدوانی۔ ان دونوں نے مل کر حرکات و نقاط لگائے۔ اس کام کے لئے حجاج نے ایک اور کمیٹی بھی بنائی تھی جس میں عبداللہ بن ابی اسحاق، عنبسہ بن معدان، میمون بن فارس، یزید بن ابی مسلم اور حسن بصری شامل تھے۔ ان لوگوں نے بھی اس کام میں حصہ لیا۔

(۱۹) قرآن کی جمع و تدوین کا انیسواں مرحلہ

قرآن کی جمع و تدوین کا انیسواں مرحلہ وہ ہے جس میں قرآن کو سورتوں، آیتوں اور رکوعوں میں تقسیم کیا گیا۔ اس کام کی ابتدا بھی عبدالملک بن مروان کے زمانے میں ہوئی۔ اس کام کو حجاج بن یوسف نے مکمل کیا۔ حجاج نے اس کام کے لئے دو آدمیوں کو مقرر کیا۔ ایک نصر بن عاصم لیثی اور دوسرے یحییٰ بن یعمر عدوانی۔ ان دونوں نے مل کر حرکات و نقاط لگائے۔ اس کام کے لئے حجاج نے ایک اور کمیٹی بھی بنائی تھی جس میں عبداللہ بن ابی اسحاق، عنبسہ بن معدان، میمون بن فارس، یزید بن ابی مسلم اور حسن بصری شامل تھے۔ ان لوگوں نے بھی اس کام میں حصہ لیا۔

(۲۰) قرآن کی جمع و تدوین کا بیسواں مرحلہ

قرآن کی جمع و تدوین کا بیسواں مرحلہ وہ ہے جس میں قرآن کو سورتوں، آیتوں اور رکوعوں میں تقسیم کیا گیا۔ اس کام کی ابتدا بھی عبدالملک بن مروان کے زمانے میں ہوئی۔ اس کام کو حجاج بن یوسف نے مکمل کیا۔ حجاج نے اس کام کے لئے دو آدمیوں کو مقرر کیا۔ ایک نصر بن عاصم لیثی اور دوسرے یحییٰ بن یعمر عدوانی۔ ان دونوں نے مل کر حرکات و نقاط لگائے۔ اس کام کے لئے حجاج نے ایک اور کمیٹی بھی بنائی تھی جس میں عبداللہ بن ابی اسحاق، عنبسہ بن معدان، میمون بن فارس، یزید بن ابی مسلم اور حسن بصری شامل تھے۔ ان لوگوں نے بھی اس کام میں حصہ لیا۔

(۲۱) قرآن کی جمع و تدوین کا اکیسواں مرحلہ

قرآن کی جمع و تدوین کا اکیسواں مرحلہ وہ ہے جس میں قرآن کو سورتوں، آیتوں اور رکوعوں میں تقسیم کیا گیا۔ اس کام کی ابتدا بھی عبدالملک بن مروان کے زمانے میں ہوئی۔ اس کام کو حجاج بن یوسف نے مکمل کیا۔ حجاج نے اس کام کے لئے دو آدمیوں کو مقرر کیا۔ ایک نصر بن عاصم لیثی اور دوسرے یحییٰ بن یعمر عدوانی۔ ان دونوں نے مل کر حرکات و نقاط لگائے۔ اس کام کے لئے حجاج نے ایک اور کمیٹی بھی بنائی تھی جس میں عبداللہ بن ابی اسحاق، عنبسہ بن معدان، میمون بن فارس، یزید بن ابی مسلم اور حسن بصری شامل تھے۔ ان لوگوں نے بھی اس کام میں حصہ لیا۔

(۲۲) قرآن کی جمع و تدوین کا بائیسواں مرحلہ

قرآن کی جمع و تدوین کا بائیسواں مرحلہ وہ ہے جس میں قرآن کو سورتوں، آیتوں اور رکوعوں میں تقسیم کیا گیا۔ اس کام کی ابتدا بھی عبدالملک بن مروان کے زمانے میں ہوئی۔ اس کام کو حجاج بن یوسف نے مکمل کیا۔ حجاج نے اس کام کے لئے دو آدمیوں کو مقرر کیا۔ ایک نصر بن عاصم لیثی اور دوسرے یحییٰ بن یعمر عدوانی۔ ان دونوں نے مل کر حرکات و نقاط لگائے۔ اس کام کے لئے حجاج نے ایک اور کمیٹی بھی بنائی تھی جس میں عبداللہ بن ابی اسحاق، عنبسہ بن معدان، میمون بن فارس، یزید بن ابی مسلم اور حسن بصری شامل تھے۔ ان لوگوں نے بھی اس کام میں حصہ لیا۔

(۲۳) قرآن کی جمع و تدوین کا تیئیسواں مرحلہ

قرآن کی جمع و تدوین کا تیئیسواں مرحلہ وہ ہے جس میں قرآن کو سورتوں، آیتوں اور رکوعوں میں تقسیم کیا گیا۔ اس کام کی ابتدا بھی عبدالملک بن مروان کے زمانے میں ہوئی۔ اس کام کو حجاج بن یوسف نے مکمل کیا۔ حجاج نے اس کام کے لئے دو آدمیوں کو مقرر کیا۔ ایک نصر بن عاصم لیثی اور دوسرے یحییٰ بن یعمر عدوانی۔ ان دونوں نے مل کر حرکات و نقاط لگائے۔ اس کام کے لئے حجاج نے ایک اور کمیٹی بھی بنائی تھی جس میں عبداللہ بن ابی اسحاق، عنبسہ بن معدان، میمون بن فارس، یزید بن ابی مسلم اور حسن بصری شامل تھے۔ ان لوگوں نے بھی اس کام میں حصہ لیا۔

(۲۴) قرآن کی جمع و تدوین کا چوبیسواں مرحلہ

قرآن کی جمع و تدوین کا چوبیسواں مرحلہ وہ ہے جس میں قرآن کو سورتوں، آیتوں اور رکوعوں میں تقسیم کیا گیا۔ اس کام کی ابتدا بھی عبدالملک بن مروان کے زمانے میں ہوئی۔ اس کام کو حجاج بن یوسف نے مکمل کیا۔ حجاج نے اس کام کے لئے دو آدمیوں کو مقرر کیا۔ ایک نصر بن عاصم لیثی اور دوسرے یحییٰ بن یعمر عدوانی۔ ان دونوں نے مل کر حرکات و نقاط لگائے۔ اس کام کے لئے حجاج نے ایک اور کمیٹی بھی بنائی تھی جس میں عبداللہ بن ابی اسحاق، عنبسہ بن معدان، میمون بن فارس، یزید بن ابی مسلم اور حسن بصری شامل تھے۔ ان لوگوں نے بھی اس کام میں حصہ لیا۔

(۲۵) قرآن کی جمع و تدوین کا پچیسواں مرحلہ

قرآن کی جمع و تدوین کا پچیسواں مرحلہ وہ ہے جس میں قرآن کو سورتوں، آیتوں اور رکوعوں میں تقسیم کیا گیا۔ اس کام کی ابتدا بھی عبدالملک بن مروان کے زمانے میں ہوئی۔ اس کام کو حجاج بن یوسف نے مکمل کیا۔ حجاج نے اس کام کے لئے دو آدمیوں کو مقرر کیا۔ ایک نصر بن عاصم لیثی اور دوسرے یحییٰ بن یعمر عدوانی۔ ان دونوں نے مل کر حرکات و نقاط لگائے۔ اس کام کے لئے حجاج نے ایک اور کمیٹی بھی بنائی تھی جس میں عبداللہ بن ابی اسحاق، عنبسہ بن معدان، میمون بن فارس، یزید بن ابی مسلم اور حسن بصری شامل تھے۔ ان لوگوں نے بھی اس کام میں حصہ لیا۔

(۲۶) قرآن کی جمع و تدوین کا چھبیسواں مرحلہ

قرآن کی جمع و تدوین کا چھبیسواں مرحلہ وہ ہے جس میں قرآن کو سورتوں، آیتوں اور رکوعوں میں تقسیم کیا گیا۔ اس کام کی ابتدا بھی عبدالملک بن مروان کے زمانے میں ہوئی۔ اس کام کو حجاج بن یوسف نے مکمل کیا۔ حجاج نے اس کام کے لئے دو آدمیوں کو مقرر کیا۔ ایک نصر بن عاصم لیثی اور دوسرے یحییٰ بن یعمر عدوانی۔ ان دونوں نے مل کر حرکات و نقاط لگائے۔ اس کام کے لئے حجاج نے ایک اور کمیٹی بھی بنائی تھی جس میں عبداللہ بن ابی اسحاق، عنبسہ بن معدان، میمون بن فارس، یزید بن ابی مسلم اور حسن بصری شامل تھے۔ ان لوگوں نے بھی اس کام میں حصہ لیا۔

(۲۷) قرآن کی جمع و تدوین کا ستائیسواں مرحلہ

قرآن کی جمع و تدوین کا ستائیسواں مرحلہ وہ ہے جس میں قرآن کو سورتوں، آیتوں اور رکوعوں میں تقسیم کیا گیا۔ اس کام کی ابتدا بھی عبدالملک بن مروان کے زمانے میں ہوئی۔ اس کام کو حجاج بن یوسف نے مکمل کیا۔ حجاج نے اس کام کے لئے دو آدمیوں کو مقرر کیا۔ ایک نصر بن عاصم لیثی اور دوسرے یحییٰ بن یعمر عدوانی۔ ان دونوں نے مل کر حرکات و نقاط لگائے۔ اس کام کے لئے حجاج نے ایک اور کمیٹی بھی بنائی تھی جس میں عبداللہ بن ابی اسحاق، عنبسہ بن معدان، میمون بن فارس، یزید بن ابی مسلم اور حسن بصری شامل تھے۔ ان لوگوں نے بھی اس کام میں حصہ لیا۔

(۲۸) قرآن کی جمع و تدوین کا اٹھائیسواں مرحلہ

قرآن کی جمع و تدوین کا اٹھائیسواں مرحلہ وہ ہے جس میں قرآن کو سورتوں، آیتوں اور رکوعوں میں تقسیم کیا گیا۔ اس کام کی ابتدا بھی عبدالملک بن مروان کے زمانے میں ہوئی۔ اس کام کو حجاج بن یوسف نے مکمل کیا۔ حجاج نے اس کام کے لئے دو آدمیوں کو مقرر کیا۔ ایک نصر بن عاصم لیثی اور دوسرے یحییٰ بن یعمر عدوانی۔ ان دونوں نے مل کر حرکات و نقاط لگائے۔ اس کام کے لئے حجاج نے ایک اور کمیٹی بھی بنائی تھی جس میں عبداللہ بن ابی اسحاق، عنبسہ بن معدان، میمون بن فارس، یزید بن ابی مسلم اور حسن بصری شامل تھے۔ ان لوگوں نے بھی اس کام میں حصہ لیا۔

(۲۹) قرآن کی جمع و تدوین کا انتیسواں مرحلہ

قرآن کی جمع و تدوین کا انتیسواں مرحلہ وہ ہے جس میں قرآن کو سورتوں، آیتوں اور رکوعوں میں تقسیم کیا گیا۔ اس کام کی ابتدا بھی عبدالملک بن مروان کے زمانے میں ہوئی۔ اس کام کو حجاج بن یوسف نے مکمل کیا۔ حجاج نے اس کام کے لئے دو آدمیوں کو مقرر کیا۔ ایک نصر بن عاصم لیثی اور دوسرے یحییٰ بن یعمر عدوانی۔ ان دونوں نے مل کر حرکات و نقاط لگائے۔ اس کام کے لئے حجاج نے ایک اور کمیٹی بھی بنائی تھی جس میں عبداللہ بن ابی اسحاق، عنبسہ بن معدان، میمون بن فارس، یزید بن ابی مسلم اور حسن بصری شامل تھے۔ ان لوگوں نے بھی اس کام میں حصہ لیا۔

(۳۰) قرآن کی جمع و تدوین کا تیسواں مرحلہ

قرآن کی جمع و تدوین کا تیسواں مرحلہ وہ ہے جس میں قرآن کو سورتوں، آیتوں اور رکوعوں میں تقسیم کیا گیا۔ اس کام کی ابتدا بھی عبدالملک بن مروان کے زمانے میں ہوئی۔ اس کام کو حجاج بن یوسف نے مکمل کیا۔ حجاج نے اس کام کے لئے دو آدمیوں کو مقرر کیا۔ ایک نصر بن عاصم لیثی اور دوسرے یحییٰ بن یعمر عدوانی۔ ان دونوں نے مل کر حرکات و نقاط لگائے۔ اس کام کے لئے حجاج نے ایک اور کمیٹی بھی بنائی تھی جس میں عبداللہ بن ابی اسحاق، عنبسہ بن معدان، میمون بن فارس، یزید بن ابی مسلم اور حسن بصری شامل تھے۔ ان لوگوں نے بھی اس کام میں حصہ لیا۔

(۳۱) قرآن کی جمع و تدوین کا اکتیسواں مرحلہ

قرآن کی جمع و تدوین کا اکتیسواں مرحلہ وہ ہے جس میں قرآن کو سورتوں، آیتوں اور رکوعوں میں تقسیم کیا گیا۔ اس کام کی ابتدا بھی عبدالملک بن مروان کے زمانے میں ہوئی۔ اس کام کو حجاج بن یوسف نے مکمل کیا۔ حجاج نے اس کام کے لئے دو آدمیوں کو مقرر کیا۔ ایک نصر بن عاصم لیثی اور دوسرے یحییٰ بن یعمر عدوانی۔ ان دونوں نے مل کر حرکات و نقاط لگائے۔ اس کام کے لئے حجاج نے ایک اور کمیٹی بھی بنائی تھی جس میں عبداللہ بن ابی اسحاق، عنبسہ بن معدان، میمون بن فارس، یزید بن ابی مسلم اور حسن بصری شامل تھے۔ ان لوگوں نے بھی اس کام میں حصہ لیا۔

(۳۲) قرآن کی جمع و تدوین کا بتیسواں مرحلہ

قرآن کی جمع و تدوین کا بتیسواں مرحلہ وہ ہے جس میں قرآن کو سورتوں، آیتوں اور رکوعوں میں تقسیم کیا گیا۔ اس کام کی ابتدا بھی عبدالملک بن مروان کے زمانے میں ہوئی۔ اس کام کو حجاج بن یوسف نے مکمل کیا۔ حجاج نے اس کام کے لئے دو آدمیوں کو مقرر کیا۔ ایک نصر بن عاصم لیثی اور دوسرے یحییٰ بن یعمر عدوانی۔ ان دونوں نے مل کر حرکات و نقاط لگائے۔ اس کام کے لئے حجاج نے ایک اور کمیٹی بھی بنائی تھی جس میں عبداللہ بن ابی اسحاق، عنبسہ بن معدان، میمون بن فارس، یزید بن ابی مسلم اور حسن بصری شامل تھے۔ ان لوگوں نے بھی اس کام میں حصہ لیا۔

(۳۳) قرآن کی جمع و تدوین کا تینتیسواں مرحلہ

قرآن کی جمع و تدوین کا تینتیسواں مرحلہ وہ ہے جس میں قرآن کو سورتوں، آیتوں اور رکوعوں میں تقسیم کیا گیا۔ اس کام کی ابتدا بھی عبدالملک بن مروان کے زمانے میں ہوئی۔ اس کام کو حجاج بن یوسف نے مکمل کیا۔ حجاج نے اس کام کے لئے دو آدمیوں کو مقرر کیا۔ ایک نصر بن عاصم لیثی اور دوسرے یحییٰ بن یعمر عدوانی۔ ان دونوں نے مل کر حرکات و نقاط لگائے۔ اس کام کے لئے حجاج نے ایک اور کمیٹی بھی بنائی تھی جس میں عبداللہ بن ابی اسحاق، عنبسہ بن معدان، میمون بن فارس، یزید بن ابی مسلم اور حسن بصری شامل تھے۔ ان لوگوں نے بھی اس کام میں حصہ لیا۔

(۳۴) قرآن کی جمع و تدوین کا چونتیسواں مرحلہ

قرآن کی جمع و تدوین کا چونتیسواں مرحلہ وہ ہے جس میں قرآن کو سورتوں، آیتوں اور رکوعوں میں تقسیم کیا گیا۔ اس کام کی ابتدا بھی عبدالملک بن مروان کے زمانے میں ہوئی۔ اس کام کو حجاج بن یوسف نے مکمل کیا۔ حجاج نے اس کام کے لئے دو آدمیوں کو مقرر کیا۔ ایک نصر بن عاصم لیثی اور دوسرے یحییٰ بن یعمر عدوانی۔ ان دونوں نے مل کر حرکات و نقاط لگائے۔ اس کام کے لئے حجاج نے ایک اور کمیٹی بھی بنائی تھی جس میں عبداللہ بن ابی اسحاق، عنبسہ بن معدان، میمون بن فارس، یزید بن ابی مسلم اور حسن بصری شامل تھے۔ ان لوگوں نے بھی اس کام میں حصہ لیا۔

(۳۵) قرآن کی جمع و تدوین کا پینتیسواں مرحلہ

قرآن کی جمع و تدوین کا پینتیسواں مرحلہ وہ ہے جس میں قرآن کو سورتوں، آیتوں اور رکوعوں میں تقسیم کیا گیا۔ اس کام کی ابتدا بھی عبدالملک بن مروان کے زمانے میں ہوئی۔ اس کام کو حجاج بن یوسف نے مکمل کیا۔ حجاج نے اس کام کے لئے دو آدمیوں کو مقرر کیا۔ ایک نصر بن عاصم لیثی اور دوسرے یحییٰ بن یعمر عدوانی۔ ان دونوں نے مل کر حرکات و نقاط لگائے۔ اس کام کے لئے حجاج نے ایک اور کمیٹی بھی بنائی تھی جس میں عبداللہ بن ابی اسحاق، عنبسہ بن معدان، میمون بن فارس، یزید بن ابی مسلم اور حسن بصری شامل تھے۔ ان لوگوں نے بھی اس کام میں حصہ لیا۔

(۳۶) قرآن کی جمع و تدوین کا چھتیسواں مرحلہ

قرآن کی جمع و تدوین کا چھتیسواں مرحلہ وہ ہے جس میں قرآن کو سورتوں، آیتوں اور رکوعوں میں تقسیم کیا گیا۔ اس کام کی ابتدا بھی عبدالملک بن مروان کے زمانے میں ہوئی۔ اس کام کو حجاج بن یوسف نے مکمل کیا۔ حجاج نے اس کام کے لئے دو آدمیوں کو مقرر کیا۔ ایک نصر بن عاصم لیثی اور دوسرے یحییٰ بن یعمر عدوانی۔ ان دونوں نے مل کر حرکات و نقاط لگائے۔ اس کام کے

پر ہجت ہوئی اور تقریباً میں حضرت ابی بن کعب اور بعض اسی طرح شرح صدر ہو گیا جیسے سیدنا حضرت عمر فاروق کو پہلے ہو چکا تھا۔ تب آپ نے حضرت ابوبکر صدیق کے ارشاد پر عمل شروع کیا (کنز العمال ج ۲ ص ۲۸۴) اور اس طرح تدوین قرآن کا باقاعدہ آغاز ہوا۔

واقعات کا ایک سلسلہ ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں: بیدہ حقیقت تکمیل ہے ان وعدوں کی جو قرآن حکیم میں آیتوں میں کیا گیا تھا۔

الف۔ انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون (ب) اور ولا تحرک به لسانک لتعجل به ان علینا جمعه وقرآنه

حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں:

بایہ واضح کہ جمع کردن تعیین قرآن عظیم ہا در مصاحف تعیین حفظ آں شد کہ خدائے تعالیٰ بر تو دلہا مساعدت بدہ وعدہ آں فرمودہ وفی الحقیقت ایں جمع فعل حق است وانجاز وعدہ اوست کہ بروست تعیین مگھو یا مت۔ (ازالۃ الخفاء ج ۱ ص ۱۱۱) چاہئے کہ حضرت شیخین (حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما) کا قرآن حکیم کو مصاحف میں جمع کرنا۔ قرآن حکیم کے تحفظ کا راستہ اور طریقہ جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے اوپر لازم فرمایا تھا اور اس کا وعدہ کیا تھا (کہ ارشاد ہوا تھا ہم ہی ہیں اس کے محافظ) درحقیقت یہ جمع کرنا حضرت حق جل مجدہ کا فعل اور اپنے وعدہ کو پورا کرنا تھا جس کا ظہور حضرت شیخین کے دست مبارک پر ہوا۔

دوسری آیت (ب) کی تفسیر کرتے ہوئے حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ اپنے نبی (ﷺ) سے فرماتے ہیں آپ اس فکر میں نہ پڑیں کہ جو آیتیں نازل ہو رہی ہیں وہ کس طرح یاد رہیں گی اور یاد رکھنے کی خاطر آپ اپنی زبان کو حرکت دینے کی مشقت میں مشغول نہ کریں۔ یہ کام آپ کا نہیں ہے یہ ہمارا کام ہے جس کا مطلب آپ کی تبلیغ (وحی الٰہی کو سنانے) کے وقت سے عرصہ بعد ہوگا۔ آپ کا کام یہ ہے کہ جب حضرت جبرائیل کی زبانی اس کی تلاوت کی جائے تو آپ کان لگا کر سنتے رہیں۔ "چوں بزبان جبرائیل تلاوت آں نمائیم در پے استماع آں باش۔"

حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ اس وعدہ خداوندی کی تکمیل کی پہلی منزل تو یہ تھی کہ جیسے ہی حضرت جبرائیل علیہ السلام سے آپ وحی الٰہی سنتے تھے بفضلہ تعالیٰ حفظ میں جم جاتی تھی۔ چنانچہ امور خرق عادت (اور معجزہ) یہ ہوتا تھا کہ قرآن پاک یاد کرنے میں کبھی آیت کے یاد کرنے میں جو مشقت امت کو برداشت کرنی پڑتی ہے (کہ بار بار یاد کرتے ہیں تب آیت یاد ہوتی ہے) آنحضرت ﷺ کو یاد کرنا تو درکنار دہرانے کی ضرورت بھی نہیں ہوتی تھی۔ خود بخود یاد ہو جاتی تھی۔

دوسری منزل یہ تھی کہ حضرات شیخین کو اس طرح جمع قرآن پر آمادہ کیا۔ یعنی علینا جمعه (یہ وعدہ) اس کا تابع کرنا (کیا کرنا) کی وعدہ داری کی عملی صورت تھی۔ (ازالۃ الخفاء ص ۵۰ و ص ۵۱)

حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ فاروق اعظم ہی کی وہ شخصیت ہے جو تجمیع قرآن اور اشاعت قرآن کے سلسلہ میں آنحضرت ﷺ اور امت کے درمیان واسطہ بنی۔ آج کسی بھی گروہ اور کسی بھی طبقہ کا مسلمان قرآن شریف

[illegible] حضرت فاروق اعظم [illegible] ہیں [illegible] حضرت فاروق کا احسان عظیم اس پر ہوا ہے۔

حضرت شاہ صاحب [illegible] تفصیل [illegible] کے بعد اجمالاً خلاصہ فرماتے ہیں۔

اول مرتبہ [illegible] ظاہر اور برملا [illegible] فرمایا [illegible] حضرت فاروق اعظم [illegible] کی تحقیق کہ مضمون [illegible] نہ [illegible] ہاشد و [illegible] ان طلبنا [illegible] فاروق اعظم [illegible]

[illegible] کہ یہ [illegible] اس نے دل میں [illegible] [illegible] زوال [illegible] اور اس کو [illegible] حضرت [illegible] نے [illegible] للحافظون" [illegible] ان طلبنا [illegible] کے [illegible] لیے [illegible] آلہ [illegible] فاروق اعظم [illegible] [illegible] فاروق اعظم ہیں۔

حضرت شاہ صاحب [illegible] خلافت اور [illegible] خلافت علی [illegible] تفصیل سے بیان کرتے ہیں [illegible] حضرت فاروق اعظم نے [illegible] [illegible] [illegible] ایک [illegible] کے بارے میں [illegible] تحقیق [illegible] [illegible] [illegible]

جماعت صحابہ معیار حق ہے

کتاب اللہ اور احادیث مقدسہ کی روشنی میں

علامہ مودودی صاحب نے یہ لکھ کر لکھا ہے کہ

"نبی صاحب نے کیسے واضح الفاظ میں بات کہہ دی ہے۔ فالیتہ الرسول (صحابہ) کے بعد میں زیادہ (میں ہو) رہا ہے تو اختلاف دیکھے گا۔ اب بتائیے کہ اس صورت میں انصاف کیا ہے کہ ہمارے لئے خدا پاک نے نبی صاحب کی فرمان کی روشنی میں اجتہاد کرنا فرض قرار دیا ہے یا ان لوگوں کو جن پر بالکل اس کا اطلاق نہیں ہوتا۔ یعنی اسلام شریعت کے قواعد سے عاجز لوگوں کو یا ان لوگوں کو جو اس کی اہلیت رکھتے ہیں۔ ایک (صحابہ) کا زمانہ صدیوں (۱۴ سو سال) تک پھیلے ہوئے مجتہدین کے زمانہ کے مقابلہ میں کتنا مختصر ہے (یہی بات ص ۱۰۰ پر بھی لکھی ہے)

یہ لوگ کون ہیں جن کو نبی صاحب نے صحابہ کرام میں (رضی اللہ عنہم) اس جملہ میں مودودی صاحب یہ بھی فرما رہے ہیں۔

اب یہی تو انصاف کی بات ہے کہ خدا نے اللہ تعالیٰ نے قرآن کی اشاعت اور قرآن کی تفسیر کی ذمہ داری ہے یا لوگوں کی جن کو اسلام شریعت کے قواعد سے عاجز اللہ تعالیٰ نے کسی حقیر کو دیا ہے" (وقد غلط ما)

ان فقرات کا واضح اور مجمل مطلب یہ ہے کہ مودودی صاحب کہہ رہے ہیں کہ صحابہ کرام کی پیچھے والوں کی ہدایت قرار دے رہے ہیں جس طرح ہم جیسے لوگوں کا کردار کوئی شرعی بحث اور معیار حق نہیں ہے تو صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کو بھی معیار حق اور ان کے کردار و معمولات و عادات شرعی نہیں ہونے چاہئیں مگر ان کے لئے یہ ہیں کہ مودودی صاحب کو کتاب اللہ کی خبر ہے تو آنحضرت ﷺ کے ارشادات کی بھی خبر ہے۔ آپ کے ارشادات و فرمودات کلام خدا کی توضیح ہوتی ہے تو ان حضرات کے متعلق آنحضرت ﷺ کے ارشاد گرامی کے مصداق ہے "لا یجاوز حناجرھم" یعنی محض منہ زبان سے ادا ہوتا ہے دل تک نہیں پہنچتا۔

حضرت مولانا عبدالقدوس صاحب رحمانی نے اپنی مشہور تصنیف "ازالۃ الاوہام" میں قرآن پاک کی آیات سے ثابت کیا ہے کہ صحابہ کرام کی جماعت ہی حق ہے اور ان کے بعد صرف جماعت صحابہ ہی ہے جس کو دنیا میں کامیابی کی آسمانی سند عطا کی جا چکی ہے اور جو یقینی معیار حق ہیں۔ مظہر حق مولانا سید محمد میاں صاحب دہلوی نے ان آیات کو بہت سی سورتوں اور مناسب ترتیب کے ساتھ جمع کر دیا ہے اور ان کو اپنی کتاب "ازالۃ الخفا" کی بہترین شرح ہے تفصیل کے لئے ان کتابوں سے رجوع کرنا چاہئے ہم یہاں صرف تین آیتیں پیش کرتے ہیں جن کو خود آپ کے مولانا نے بھی پیش کیا ہے۔

ارشاد ربانی ہے۔

۱ فانزل اللہ سکینہ علی رسولہ و علی المؤمنین و الزمھم کلمۃ التقوی و کانوا احق بھا

وعلمها . وكان الله بكل شئ عليما (سورۂ فتح ع ۳)

ترجمہ ۔ پس نازل کیا اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے سکون (اور اطمینان) اپنے رسول پر اور مومنین پر اور ان کو لازم یا دِ تقویٰ کی بات پر (چپکائی ان پر تقوے کی بات) اور یہ مومنین اس کی سب سے زیادہ مستحق تھے ۔ اور اس کے اہل تھے ۔ (اس رتبہ حسنہ کی ضرورت نہیں ہے کہ آنحضرت ﷺ کے دور مسعود میں جو مومنین تھے ۔ وہ صحابہ ہی تھے) اور اللہ تعالیٰ ہر بات کا پورا علم رکھتا ہے ۔

۲ ۔ دوسری آیت ولكن الله حبب اليكم الايمان وزينه في قلوبكم وكره اليكم الكفر والفسوق والعصيان اولئك هم الراشدون فضلا من الله ونعمة والله عليم حكيم (سورۂ حجرات ع ۱)

ترجمہ ۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے محبوب کر دیا تمہارے لئے ایمان (تمہارے دلوں میں اس کی محبت نوت کوٹ کر بھر دی) اور ایمان کو آراستہ کر دیا (جما دیا) تمہارے دلوں میں اور تمہارے اندر پوری کراہیت پیدا کر دی کفر سے فسق سے اور حکم عدولی سے ۔ یہی ہیں وہ جو راہ راست پر ہیں (راشد ہیں) اللہ تعالیٰ کے فضل و انعام سے اور اللہ بہت جاننے والا اور بڑی حکمت والا ہے (سورۂ حجرات ع ۱۳)

کلام اللہ شریف سے بڑھ کر کس کی شہادت ہو سکتی ہے ؟ کسی کو معیار حق اس لئے قرار نہیں دیا جا سکتا کہ اس میں فسق و کفر یا ظلم عدوان کے جراثیم ہوتے ہیں لیکن جن برگزیدہ ہستیوں کو اور پوری کائنات کے جن منتخب افراد کو آنحضرت ﷺ کی رفاقت کا شرف حاصل ہوا ان کے متعلق کتاب اللہ شریف کی شہادت یہ ہے کہ ان جراثیم سے ان کے دماغ پاک ہو چکے ہیں ان کے مقدس دلوں میں کفر و عصیان اور فسق و فجور کے جراثیم نہیں رہے بلکہ ان سے کراہیت اور ان باتوں سے نفرت ان کے پاک دلوں میں رچ گئی ہے ۔ کفر و فسق کے برخلاف ایمان کی محبت ان مقدس دلوں میں کوٹ کوٹ کر بھری گئی ہے اور ان کے دلوں میں ایمان کو سجا دیا گیا ہے ۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر سکون نازل ہوا ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے کلہ تقویٰ ان پر چپکا دیا ہے (اور روح تقویٰ کو ان کے رگ و پے میں جاری اور ساری کر دیا ہے ۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس مقدس جماعت کو اپنی خوشنودی قسمت عطا فرمائی ہے کہ یہ جماعت اس کی اہل ہے کہ کلہ تقویٰ ان کے سر کا تاج اور ان کی سیرت و جبلت کا پیوند بن جائے ان خصوصیتوں کی بنا پر ان برگزیدہ شخصیتوں کے متعلق کتاب اللہ کا اعلان اور فیصلہ یہ ہے ۔

اولئك هم الراشدون ○

یہی ہیں (وہ جو راہ راست پر ہیں) ۔

۳ ۔ تیسری آیت ۔ السابقون الاولون من المهاجرين والانصار والذين اتبعوهم باحسان رضي الله عنهم ورضوا عنه (سورۂ توبہ)

آگے بڑھ کر اسلام لانے میں پہل کرنے والے اور جو اچھے کردار کے ساتھ ان کے تابع ہوئے ہیں اور ان کے بعد ایمان لائے ہیں اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا اور وہ اپنے خدا سے راضی ہو گئے ۔

اب معیار حق کے معنی مقرر فرمائیے اور خود فیصلہ کیجئے کہ جن کے تقدس کی شہادت خود قرآن مجید دے رہا ہے ۔ جن کو واضح الفاظ میں "راشد" فرما رہا ہے اور اس بات کا اعلان کر رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہے ۔

کیا کسی صاحب ایمان کے لئے گنجائش ہے کہ ان پاکباز مقدسین کی جماعت کو معیار حق نہ قرار دے۔ احادیث رسول اللہ ﷺ آیات کتاب اللہ کی تشریح اور توضیح ہوا کرتی ہیں۔ اب چند احادیث کے مطالعہ سے ذہن کو نور اور ضمیر کو روشن کیجئے۔

۱۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ میری امت پر وہ سب کچھ آئے گا جو بنو اسرائیل پر آیا ہے۔ وہ اسرائیل کے بہتر ۷۲ فرقے ہو گئے تھے میری امت کے بھی بہتر ۷۲ فرقے ہو جائیں گے وہ سب دوزخی ہوں گے بجز صرف ایک امت (ناجی ہوگی) صحابہ کرام نے عرض کیا۔ وہ جماعت کونسی ہے۔ ارشاد ہوا۔ ما انا علیہ واصحابی وہ جماعت وہ ہے جس میں میں اور میرے ساتھی ہیں۔ (ترمذی شریف مسند احمد ابوداؤد بحوالہ مشکوٰۃ شریف باب الاعتصام)

۲۔ ارشاد ہوا۔ ما بقی احد ممن اصحابی یموت بارض الا بعث قائدا و نورا لھم یوم القیامۃ (ترمذی شریف ج ۲ ص ۲۲۶ ابواب المناقب)

میرے اصحاب میں سے کوئی بھی صحابی جس سرزمین میں وفات پائے گا قیامت کے روز اس سرزمین والوں کے لئے قائد اور نور بن کر اٹھے گا۔

۳۔ نیز ارشاد ہوا۔ اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم۔ (مشکوٰۃ شریف باب المناقب)

میرے ساتھیوں کی مثال ستاروں جیسی ہے جس کی اقتداء (پیروی) کرلو گے۔ ہدایت پا جاؤ گے۔

۴۔ نیز ارشاد ہوا۔ ان اللہ نظر الی قلوب العباد فاختار محمدا فبعثہ برسالتہ ثم نظر فی قلوب العباد فاختار لہ اصحابہ فجعل انصار دینہ و وزراء نبیہ فما رآہ المسلمون حسنا فھو عند اللہ حسن و ما رأوہ المسلمون قبحا فھو عند اللہ قبیح (اتحاف الخیرۃ المھرۃ ص ۸ مجالس الابرار ج ۱ ص ۳۰ مواعظ امام محمد ص ۱۱۲ اس کی سند صحیح ہے۔ البدایۃ والنہایۃ ج ۱۰ ص ۳۲۸)

اللہ تعالیٰ نے بندوں کے دلوں پر نظر ڈالی پس محمد (ﷺ) کو رسالت کے لئے انتخاب فرمایا۔ پھر بندوں کے دلوں پر نظر فرمائی تو آپ کے اصحاب کو آپ کے لئے منتخب فرمالیا۔ ان اصحاب کرام کو آپ کے دین کی مدد کا وزیر اور اپنے نبی (ﷺ) کے وزیر بنایا۔ پس یہ اصحاب کرام انصار اللہ اور [illegible] ہیں اس لئے یہ جو بھی اچھا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی بہتر ہے اور جس کو یہ برا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی برا ہے۔

۵۔ نیز ارشاد ہے کہ تمام امتیوں میں سب سے بہتر وہ میرے [illegible] ہیں۔ پھر ان کا درجہ جو میرے دور والوں سے متصل ہیں پھر ان کا درجہ جو ان سے متصل ہیں۔ اس کے بعد کذب پھیل جائے گا۔ لوگ بے دھڑک جھوٹی گواہی دینے لگیں گے۔ (بخاری شریف و غیرہ ترمذی ابواب المناقب باب ماجاء فی فضل من رأی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وصحبہ)

(نوٹ) حدیث نمبر ۵ نے واضح کر دیا کہ حدیث نمبر ۱ میں مسلمان سے مراد صحابہ کرام ہی ہیں اور صحابہ کرام ہی کا ان میں سے کسی کام کو اچھا سمجھنا اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے۔

یہ چند روایتیں صحابہ کرام سے متعلق ہیں جو اس بات کی وضاحت کے لئے کافی ہیں کہ حضرات صحابہ معیار حق

ہیں ان کی اتباع اتباع حق ہے۔ مگر تراویح کا مسئلہ عام صحابہ کے علاوہ حضرت فاروق اعظمؓ اور حضرت علیؓ سے متعلق ہے جیسا کہ سابق روایتوں میں گذر چکا ہے۔ حضرت عمرؓ نے بہت سی جماعتوں کو ایک جماعت بنایا اور حضرت علیؓ نے اس کی تائید کی۔ اس پر مسرت ظاہر فرمائی اور خود اپنے دور میں بھی عمل کیا۔ یہ دونوں بزرگ خلفاء راشدین میں سے ہیں۔ خلفاء راشدین کی خصوصیت یہ ہے کہ ان کے طریقہ کو بھی آنحضرت ﷺ نے سنت فرمایا ہے اور حکم فرمایا ہے کہ اس کو مضبوطی سے سنبھالے رکھیں دانتوں اور کونچلیوں سے پکڑ لیں۔ عضوا علیها بالنواجذ۔ (بخاری شریف وغیرہ مشکوٰۃ باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ ص ۳۰)

سامروڈی صاحب فرماتے ہیں۔ "دین۔ اسلام۔ شریعت قائم کرنے کا حق کیا اللہ تعالیٰ نے کسی کو دیا ہے۔" بے شک صحابہ کرام (معاذ اللہ) نیا دین، نیا اسلام یا نئی شریعت نہیں بنا سکتے، نہ معاذ اللہ کسی نے دین یا نئی شریعت یا نئے اسلام کی بحث ہے۔

بحث ہے سنت رسول اللہ ﷺ کی۔ آپ کے احکام کو سمجھنے اور آپ کے منشاء مبارک کو عملی جامہ پہنانے کی۔

بحث یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے ارشادات و اشارات اور آپ کے منشاء مبارک کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بہتر سمجھ سکتے ہیں یا سامروڈی صاحب اور ان کے ہم مشرب۔ اور اگر سامروڈی صاحب جیسے لوگ آڑے آتے ہیں تو معیار حق کون ہیں؟

سابق احادیث نے یہ بتادیا کہ ایسے موقع پر صحابہ کرام ہی (رضی اللہ عنہم) معیار حق ہیں انہیں کی تعمیل واجب اور انہیں کی اتباع اتباع شریعت ہے۔ علماء حق کا یہی فیصلہ ہے۔

سیدنا حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرمایا کرتے تھے۔ کسی کی اتباع اور اقتداء کرنی ہو تو حضور اکرم ﷺ کے صحابہؓ کی ہی اقتداء کرو۔ خدا پاک نے اس بہترین جماعت کو اپنے بہترین رسول کی صحبت اور دین کی اقامت کے لئے پسند فرمایا ہے۔ لہذا تم ان کے فضل (بزرگی) کو پہچانو اور انہی کے نقش قدم پر چلو، وہ سیدھے اور صاف راستے پر تھے عن ابن مسعود قال من كان مستنا فليستن بمن قد مات فان الحي لا تؤمن عليه الفتنة اولئك اصحاب محمد صلى الله عليه وسلم كانوا افضل هذه الامة ابرها قلوبا واعمقها علما واقلها تكلفا اختارهم الله لصحبة نبيه ولاقامة دينه فاعرفوا لهم فضلهم واتبعوهم على اثارهم وتمسكوا بما استطعتم من اخلاقهم وسيرهم فانهم كانوا على الهدى المستقيم (مشکوٰۃ شریف ص ۳۲ کتاب العلم)

اور حسن بصریؒ فرماتے ہیں۔

"یہ جماعت پوری امت میں سب سے زیادہ نیک دل، سب سے زیادہ گہرے علم کی مالک اور سب سے زیادہ بے تکلف جماعت تھی خدائے تعالیٰ نے اپنے رسول کی رفاقت کے لئے اسے پسند کیا تھا، وہ آپ کے اخلاق اور آپ کے طریقوں سے مشابہت پیدا کرنے کی سعی میں لگی رہا کرتی تھی، اس کو جس بھی تھی تو اسی کی تلاش تھی تو اسی کی۔" اس کعبہ کے پروردگار کی قسم وہ جماعت صراط مستقیم پر گامزن تھی" (الموافقات ج ۴ ص ۸۰، بحوالہ جہان الدین ص ۴۶)

حضرت محمد بن سیرینؒ سے حج کا ایک مسئلہ پوچھا گیا تو آپ نے کہا کہ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمان غنیؓ اس کو مکروہ سمجھتے تھے، اگر یہ علم تھا تو وہ مجھ سے زیادہ (قریب و حدیث کے) عالم تھے اور اگر ان کی ذاتی رائے تھی تو ان کی

ے اور ان سے افضل ہے (مع ان الحق ج ۲ ص ۳)

حضرت امام اوزاعی فرماتے ہیں کہ ان علماء کی بے ادبی سے ڈرو جنہوں نے علماء سے اختلاف کیا ہے اور ان کی نافرمانی کی ہے۔ (جامع بیان العلم ج ۲ ص ۳۹)

حضرت امام مالک کا بیان ہے کہ اگر تم نے ہر اس شخص کی بات کو لینا شروع کر دیا جس نے تمہارے سامنے اپنے آپ کو عالم ثابت کیا تو تم اپنے اختیار کردہ دین کی وجہ سے گمراہ ہو جاؤ گے (جامع بیان العلم ج ۲ ص ۳۹)

حضرت حسن بصری فرماتے ہیں۔ فارض نفسک مع فقیہ یامرہ بالزھد ولا نفسہ فاسمع علی ملامۃ فقیہ فوق کل الجھدی ما اعطی علیہ لقد سفتمر فیہ الخ

(اے بھائی) اپنے آپ کو ایسے فقیہ کے ساتھ لگا دے جو اپنے آپ کو اور اپنے نفس کو زہد کی طرف بلاتا ہو۔ اور ایسے فقیہ کی ملامت کو سن کر اس کی اطاعت کر۔ کیونکہ ایسا فقیہ ہر ہدایت کرنے والے سے بڑھ کر ہے (اور اس کی ملامت کو سن کر اس کی اطاعت کرنا) اس کا حساب یہ ہوگا کہ تم خود اپنی ذات سے آگے بڑھ جاؤ گے (تم سے آگے نکل جاؤ گے) (اور تم سے آگے خیال کیا جائے گا) (جامع بیان العلم ج ۲ ص ۱۵۵ باب فی لزوم الجماعۃ)

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی فرماتے ہیں کہ [illegible] اس اختلاف سے [illegible] آیا ہے [illegible] ان میں سے [illegible] آیات القرآن [illegible] ان میں سے [illegible] ان آیات کریمہ [illegible] ان کے [illegible] ان کے [illegible] ان کے

آپ نے اس جماعت اور تعلیم پر حضرت ﷺ بالدوام قرآن حال و مقال فہمیدہ اور ان کو علیہ حاضر نہ کردہ واجب التسلیم ہے (فتاوی عزیزیہ ج ۱ ص ۱۵۷)

(ترجمہ) حق و باطل کا معیار صحابہ کرام تابعین کی سمجھ ہے جس پر وہ ان سے آنحضرت ﷺ کی تعلیم سے قرآن حال و مقال آ رہا ہے کافر سمجھے (اس میں کوئی غلطی نہیں بتائی اس کا تسلیم کرنا واجب ہے)

ابو خلیل خلیفہ عادل حضرت عمر بن عبدالعزیز فرماتے ہیں ما سن رسول الله صلى الله عليه وسلم ولا له الأمر من بعده سنة الا حسبها تصديق لكتاب الله واستعمال لطاعة الله ومعونة على دين الله ليس لاحد تغييرها ولا النظر في رأي من خالفها فمن خالفها واتبع غير سبيل المؤمنين ولاه الله ما تولى واصلاه جهنم وساءت مصيرا : (جامع فضل العلم لابن عبدالبر)

(ترجمہ) رسول اللہ ﷺ نے کبھی کچھ طریقے مقرر فرمائے ہیں اور آپ ﷺ کے بعد حضور ﷺ کے جانشین خلفاء راشدین نے بھی کچھ طریقے مقرر فرمائے ہیں کہ ان کا اختیار کرنا کتاب اللہ کی تصدیق ہے اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر عمل پیرا ہونا اور خدا کے دین کی مدد کرنا ہے کسی کو ان کے تغیر و تبدل کا حق نہیں پہنچتا اور نہ ان کی مخالفت کرنے والوں کی رائے قابل التفات ہے جو ان طریقوں کے خلاف کرے اور ایسا ایمان کے طریقے کے خلاف چلے گا اللہ تعالیٰ اس کو اسی طرف موڑ دے گا جس طرف کہ اس نے رخ کیا ہے، پھر اس کو جہنم میں داخل کرے گا اور جہنم بہت بری جگہ ہے (التشریع فی الاسلام ج ۲ ص ۴۹)

بیس ۲۰ رکعت کے خلاف غیر مقلدوں کے غلط دلائل اور ان کے جوابات

دلیل اول:

عن ابی سلمة بن عبدالرحمن انه اخبره انه سال عائشة كيف كانت صلوة رسول الله صلى الله عليه وسلم في رمضان فقالت ما كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يزيد في رمضان ولا في غيره على احدى عشرة ركعة يصلي اربعا فلا تسل عن حسنهن وطولهن ثم يصلي ثلثا فقلت يا رسول الله انك تنام قبل ان توتر فقال يا عائشة ان عيني تنامان ولا ينام قلبي بخاری شریف ، کتاب التہجد ب ۵ ج ۱ ص ۵۴۹ و ج ۱ ص ۲۶۹

(ترجمہ) حضرت ابوسلمہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت عائشہ سے پوچھا کہ آنحضرت ﷺ کی نماز رمضان میں کیسے ہوتی تھی؟ حضرت عائشہ نے فرمایا کہ آپ ﷺ نہ رمضان میں نہ دیگر مہینوں میں گیارہ رکعت سے زیادہ پڑھتے تھے نہایت حسن سے چار رکعت پڑھتے تھے ان کی خوبی اور طوالت کی بات نہ پوچھو پھر چار رکعت پڑھتے تھے ان کی بھی خوبی اور طوالت کا حال نہ پوچھو پھر تین رکعت وتر پڑھتے، حضرت عائشہ نے فرمایا کہ میں نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں عرض کی یا رسول اللہ آپ وتر پڑھنے سے پہلے سو جاتے ہیں؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اے عائشہ میری آنکھیں سوتی ہیں میرا دل نہیں سوتا (بخاری شریف)

سامروی صاحب اور ان جیسے مدعیان صدیث کی کوتاہ بینی اور فہم حدیث کی صلاحیت سے محرومی پر تعجب ہوتا ہے کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اس نماز کا تذکرہ فرمارہی ہیں جو رمضان شریف کے علاوہ باقی مہینوں میں بھی سال بھر پڑھی جاتی ہے اور ظاہر ہے سوال بھی انہی دس نمازوں سے متعلق تھا جو پڑھتی تھیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب میں فرمایا کہ آنحضرت ﷺ رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔ ایسی بے ہودہ بات معمولی انسان بھی نہیں کرسکتا چہ جائیکہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا جیسی فہیم صاحب سلیقہ ام المومنین رضی اللہ عنہا؟ اب کھلی ہوئی بات ہے کہ جو نماز رمضان اور غیر رمضان میں سال بھر پڑھی جاتی ہے وہ تراویح نہیں بلکہ تہجد کی نماز ہے تراویح کے متعلق خود بخاری شریف کی روایت پہلے گذر چکی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے تین روز پڑھائی تھی۔ پھر صحابہ کرام تشریف لائے مگر آنحضرت ﷺ تشریف نہیں لائے اور نماز نہیں پڑھائی۔ یہیں سے یہ روایت صحیح ہیں موجود ہے کہ یہ نماز صرف تین دن پڑھی گئی جس میں صحابہ کی جماعت شامل ہوئی آنحضرت ﷺ نے نماز پڑھائی تو ان تراویح کو تہجد پر محمول کرنا بلادلیل قرینہ کیسے ہے؟ کیا آنحضرت ﷺ تمام سال پڑھتے تھے۔ مگر کبھی اس میں اس طرح اجتماع ہوا۔ نہ کبھی صحابہ کی جماعت ہی نے آنحضرت ﷺ نے تہجد میں کبھی جماعت صحابہ کو نماز پڑھائی۔ یہی وجہ ہے کہ محققین حدیث علماء کبار نے تصریح کردی ہے کہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے نماز تہجد کے متعلق یہ تصریح فرمائی ہے۔

شارح صحیح بخاری محدث جامی شمس الدین کرمانی فرماتے ہیں۔ لعل السواد بها صلوة الوتر والسوال والجواب واردان علیه (حدیث شریف میں تہجد مراد ہے حضرت ابوسلمہ کا (نہ کورہ بالا) سوال اور حضرت عائشہ کا جواب تہجد کے متعلق تھا)۔

آگے تحریر فرماتے ہیں۔ او هو معارض بما روی انه صلی الله علیه وسلم صلی بالناس عشرین رکعة لیلتین (اگر تہجد مراد نہ ہو تو یہ روایت اس روایت سے معارض ہوں گی جس میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے دو رات تک بیس بیس رکعتیں پڑھائی۔ وروایة السنت مقدمة علی روایة النافی (اور قاعدہ کی صورت میں (بیس رکعت والی روایت جو ثبت ہے وہ مقدم ہوگی کیونکہ اصول حدیث کی رو سے ثبت مانی پر مقدم ہوتی ہے۔ الکوکب الدری شرح صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۵۲، ۱۵۵ کتاب التہجد باب قیام النبی باللیل فی رمضان وغیرہ۔

(۲) حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں۔ "صحیح آنست کہ آنچہ آنحضرت ﷺ گزارد بہ تہجد و بے وتر یازدہ رکعت باشد (اور صحیح یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ گیارہ رکعت (وتر کے ساتھ پڑھتے تھے، وتہجد کی نماز تھی۔ (اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۵۴۳)

(۳) حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ "آں روایت محمول برنماز تہجد است کہ در رمضان وغیرہ رمضان یکساں بود (وہ روایت نماز تہجد پر محمول ہے کہ رمضان وغیر رمضان میں برابر تھی (مجموعہ فتاویٰ عزیزی ج ۱ ص ۱۲۵)

(۴) حضرت امام مغربی فرماتے ہیں کہ۔ وقد اوتر رسول الله صلی الله علیه وسلم بركعة وثلاث وخمس وهكذا بالأوتار الى احدى عشرة ركعة والرواية مترددة في ثلث عشرة وفي

حدیث شاذ سبع عشرة وکیف هذه الرکعات التی ما سمعنا بها وما صلاة اللیل وهو انتهی (احیاء العلوم ج ۱ ص ۲۰۲ وراجع الفواتح)

(۲) آنحضرت ﷺ نے ایک رکعت تین رکعت پانچ رکعت سات رکعت نو رکعت اور گیارہ رکعت سے وتر ادا فرمائے ہیں یہ روایات متعدد ہیں اور ایک حدیث شاذ میں سترہ رکعت بھی آئی ہیں اور یہ تمام روایتیں جن سے متعلق ہم نے تفصیلاً کلام کیا ہے آنحضرت ﷺ سے رات میں پڑھنے کی ہیں۔

ان تصریحات علماء حدیث سے ایک اور بھی واضح بات یہ ہے کہ امام حدیث نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث کو تہجد کے باب میں نقل کیا ہے۔ ملاحظہ ہو مسلم شریف ج ۱ ص ۲۵۴ وعدد رکعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی اللیل الخ مسند ابو داؤد ج ۱ ص ۱۹۲ ابواب قیام اللیل باب فی صلوة اللیل ترمذی شریف ج ۱ ص ۵۸ باب ماجاء فی وصف صلوة النبی ﷺ باللیل نسائی شریف ج ۱ ص ۱۵۴ کتاب قیام اللیل وتطوع النهار باب کیف الوتر ثلاث موطا امام مالک ص ۳۲ باب ماجاء فی صلوة اللیل صلوة النبی ﷺ فی الوتر امام محمد بن نصر مروزی نے اپنی مشہور کتاب "قیام اللیل" میں قیام رمضان کا باب باندھا اور بہت سی حدیثیں اور روایتیں نقل فرمائی ہیں مگر ایک روایت یا حدیث بھی نقل نہیں فرمائی اس لئے کہ ان کے نزدیک یہ حدیث تراویح سے متعلق ہیں دیکھئے قیام اللیل ص ۱۵۹ ۔ ۱۶۰ اسی طرح ابن قیم نے بھی زاد المعاد ج ۱ ص ۸۹ میں قیام اللیل (تہجد) کے بیان میں نقل کی ہے مراد ان کی کتاب میں یہ روایت رمضان کی جماعت کے ساتھ نماز تراویح کے ساتھ نہیں ہوگی ہوتو نماز تراویح سے متعلق روایت تہجد نہیں ہوسکتی ہے۔ تہجد بھی تراویح کی طرح رمضان کی ایک عبادت ہے اس مناسبت سے تراویح کے ساتھ نقل کی جاسکتی ہے۔ پس اگر بالفرض نہیں نقل کی تو آگے والی نقل قطعی نہیں ہو سکتا۔ اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال

علاوہ ازیں ان روایات کے متعلق حافظ حدیث امام قرطبی کا یہ قول بھی نظر انداز نہ ہونا چاہئے کہ بہت سے اہل علم نے ان روایات کو مضطرب کہا ہے (فتح شرح صحیح بخاری کتاب التہجد ص ۱۷۰ ج ۳ طبع جدید)

خلاصہ یہ کہ ان روایات سے آٹھ رکعت تراویح کے لئے کسی بھی طرح دلیل نہیں بن سکتی ہے برخلاف بیس رکعت کے متعلق حضرت ابن عباس کی حدیث کی واقفت پر صحابہ کا اجماع ہو چکا ہے جمہور امت نے اس کو قبول کر لیا ہے امام ابوداؤد فیصلہ کرتے ہیں۔ اذا تنازع المحدثان عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ینظر بما اخذ به اصحابه (ابو داؤد شریف ج ۱ ص ۲۳۳ کتاب المناسک باب نحر البدنة للمحرم وتقلیدها) پس جب جمہور امت کا عمل بیس رکعت پر ہے تو بیس رکعت ہی پڑھنا چاہئے اور ان حدیثوں کو جو بیس رکعت کے خلاف ہیں "جن کے متعلق ابن عبدالبر کا قول گزرا" ان کو ترک کر دینا چاہئے اور اسی پر عمل ہے۔

(۱) امام مالک رحمہ اللہ (وفات ۱۷۹ھ) فرماتے ہیں۔ اذا جاء عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم حدیثان مختلفان وبالقلبان ان ابابکر وعمر عملا باحد الحدیثین وترکا الاخر کان ذلک دلیلا علی ان الحق فیما عملا به یعنی جب آنحضرت ﷺ سے دو مختلف حدیثیں آجائیں اور ہمیں معلوم ہو کہ

حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما نے ان میں سے کسی ایک پر عمل کیا ہے اور دوسرے کو ترک کر دیا ہے تو یہ اس بات کی دلیل ہوگی کہ جس حدیث پر انہوں نے عمل کیا ہے وہی صحیح اور حق ہے (التعلیق الممجد علی موطا امام محمد ص ۳۶)

(۴) امام ابوداؤد سجستانی (المتوفی ۲۷۵ھ) عمل اہل المدینہ کو حجت قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔ اذا رأیت اصحابنا یجمعون علی شیء فاعلم انہ مروی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ینظر ما اجمعوا علیہ اصحابہ۔ یعنی جب ہمارے مختلف محدثین آپس میں متفق ہو جائیں تو دیکھا جائے گا کہ صحابہ نے کس پر عمل کیا ہے جس پر انہوں نے عمل کیا ہے وہی حق ہے (ابوداؤد شریف ج ۱ ص ۲۳ کتاب الصلوٰۃ باب رفع الیدین فی الصلوٰۃ)

(۳) امام المجتہد ابوبکر جصاص رحمہ اللہ (المتوفی ۳۷۰ھ) فرماتے ہیں۔ متی روی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم خبران متضادان وظہر عمل السلف باحدھما کان الذی ظہر وعمل السلف بہ اولی سالا لبات یعنی جب آنحضرت ﷺ سے دو حدیثیں متضاد مروی ہوں اور ان میں سے کسی ایک حدیث پر سلف کا عمل رہا ہو تو وہی اولیٰ بالثبات ہوگی (احکام القرآن للجصاص ج ۱ ص ۷۱ باب القول فی بسم اللہ الرحمن الرحیم فصل وما الجہر بہا)

(۴) امام بیہقی رحمہ اللہ (المتوفی ۴۵۸ھ) عثمان داری سے نقل فرماتے ہیں۔ لما اختلفت احادیث الباب ولم یتبین الراجح منہا نظرنا الی ما عمل بہ الخلفاء الراشدون بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم فرجحنا بہ احد الجانبین ا ہ یعنی جب کسی بات کی مختلف حدیثیں آئی ہوں اور راجح کا تعین نہ ہو سکے تو ہم خلفاء راشدین کے عمل کو دیکھیں گے اور اس سے ترجیح دیں گے یعنی اس کے مطابق عمل کریں گے (فتح الباری شرح صحیح البخاری ج ۳ ص ۲۲۹ باب قیام النبی باللیل فی رمضان وغیرہ)

(۵) محدث خطیب بغدادی (المتوفی ۴۶۳ھ) اپنی تاریخ میں امام مالک رحمہ اللہ (المتوفی ۱۹۹ھ) سے نقل کرتے ہیں کہ لو کان ھذا الحدیث ھو المعمول بہ لعملت بہ الائمۃ ابو بکر وعمر وعثمان بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ ان یصلی الامام قاعداً ومن خلفہ قعوداً۔ یعنی اگر یہ حدیث معمول بہ ہوتی کہ امام (عذر کی وجہ سے) بیٹھ کر نماز پڑھے تو مقتدی بھی بیٹھ کر ہی نماز پڑھیں۔ تو اس پر رسول خدا ﷺ کے بعد کے ائمہ حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان ضرور عمل کرتے (تاریخ بغداد ج ۶ ص ۳۲۶ مطبوعہ مصر)

(۶) محقق ابن ہمام رحمہ اللہ (المتوفی ۸۶۱ھ) لکھتے ہیں کہ ومما یصحح الحدیث ایضا عمل العلماء علی وفقہ یعنی جن احادیث کی صحت معلوم کی جاتی ہے ان میں سے ایک یہ ہے علماء اس کے موافق عمل کریں (تو یہ دلیل ہے حدیث کے صحیح ہونے کی۔ (فتح القدیر ج ۱ ص ۳۳۰ فصل باب ایقاع الطلاق)

(۷) حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ (المتوفی ۱۱۷۶ھ) فرماتے ہیں۔

"اتفاق سلف دوارث ایشاں اصل عظیم است در باب۔ یعنی اتفاق سلف اور ان کا توارث فقہ میں اصل عظیم ہے (الانصاف مطبع یلی ص ۸۵)

(۸) حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (المتوفی ۱۲۳۹ھ) فرماتے ہیں "میزان در معرفت حق و باطل فہم صحابہ و تابعین است آنچہ ایں جماعت از تعمیم حضرت ﷺ بافہام قرآن عالی و مقال فصیحہ واند دریں نکتہ ظاہر گردد کہ سبب قبول امت یعنی حق اور باطل کشف کے لئے میزان اور معیار صحابہ کبار و تابعین کا فہم ہے جو اس جماعت نے

رسول اللہ ﷺ کی تعلیم سے حال اور متقبل قرائن کے انضمام کے ساتھ سمجھا ہے جب کہ اس فہم میں غلط و خلاف نہ کی گئی ہو تو وہ فہم واجب القبول ہے (مجموعہ فتاویٰ عبدالحی ج ۱ ص ۱۵۷)

دلیل ثانی:۔

آٹھ رکعت کے متعلق حضرت جابرؓ کی روایت (قیام اللیل ص ۹۰) پر سماعروی صاحب کو بہت ناز ہے اور مباہلہ کے لئے تیاری بتلاتے ہیں مگر عجیب بات یہ ہے کہ اس کی سند قابل اعتبار نہیں ہے اس سند کے رجال کے متعلق ائمہ فن کے ارشادات ملاحظہ فرمائیے۔ سند میں ایک راوی "ابن جریج مکی" ہیں جن کے متعلق ناقدین حدیث بزرگان کرام کے تبصرے ملاحظہ فرمائیے:۔

(۱) وھو ضعیف۔ وہ ضعیف ہے (حافظ ذہبی)

(۲) کثیر المناکیر۔ بہت منکر حدیث بیان کرتا ہے (یعقوب بن شیبہ)

(۳) لیہ نظر۔ اس میں نظر (اعتراض) ہے (امام بخاری)

(۴) کذبہ ابو زرعہ۔ وہ جھوٹا ہے (ابوزرعہ)

(۵) اشھد انہ کذاب۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ جھوٹا ہے (اسحاق کوسج)

(۶) فی کل شی یحدث عن عطاء ما لیس من حدیث اجر اعلی اللہ منہ کان یأخذ احادیث الناس فیقلب بعضہ علی بعض (ترجمہ) ہر چیز میں حدیثیں بیان کرتا ہے اللہ پر اس سے زیادہ جری شخص میں نے نہیں دیکھا لوگوں کی حدیثوں کو بدل دیتا ہے (صریح جزء)

(۷) واللہ یکذب خدا کی قسم یہ جھوٹا ہے (ابن خراش)

(۸) لیس بحجۃ معتبر نہیں (امام نسائی) (میزان الاعتدال ج ۳ ص ۵۹۔۴۹)

دوسرے راوی یعقوب بن عبداللہ اشعری القمی کے متعلق۔

(۱) لیس بالقوی قوی نہیں ہے (دارقطنی) میزان الاعتدال ج ۴ ص ۴۴۴)

تیسرے راوی عیسیٰ بن جاریہ کے متعلق:۔

(۱) عندہ مناکیر اس کے پاس منکر حدیثیں ہیں (ابن معین)

(۲) منکر الحدیث منکر الحدیث ہے (نسائی)

(۳) متروک متروک الحدیث ہے (نسائی)

(۴) منکر الحدیث منکر الحدیث ہے (ابوداؤد۔ خلاصہ)

(۵) ضعفاء میں شمار ہے (میزان الاعتدال ج ۲ ص ۳۱۱)

بلوغ المرام میں حضرت جابرؓ سے روایت کی ہے کہ اس میں رکعت کی تعداد ذکر نہیں ہے۔ دیکھئے بلوغ المرام (۴۳۔۴۲) دوسرا اضطراب یہ ہے کہ وتر فرض ہو جانے کے خوف سے آنحضرت ﷺ کے باہر تشریف نہ لانے کا ذکر ہے۔ حالانکہ احادیث صحیحہ میں تراویح کا ذکر ہے۔ (میزان الاعتدال ج ۲ ص ۴۳۔۴۲)

یہ بیس رکعت والوں کی پکی دلیل ہے۔ کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی مخالفت کر کے اپنی عزت خراب کرو ہے ہیں افسوس!

شیشے کے مکاں میں بیٹھ کر پتھر نہ پھینکئے
دیوار اپنی پہ حماقت تو دیکھئے

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

بیس رکعت تراویح کے متعلق سامرودی صاحب کا ایک شگوفہ اور اس کی تردید:

(سوال ۱۹۰۹) غیر مقلد سودی عبدالخلیل سامرودی کہتے ہیں کہ مولانا عبدالحق محدث دہلوی نے اپنی کتاب فتح المنان میں ۳۲۲ میں لکھا ہے کہ بیس ۲۰ رکعت کی روایت حضور ﷺ سے ثابت نہیں، مہربانی فرما کر تحریر فرمائیں کہ کیا یہ صحیح ہے؟ اور یہ بھی بتائیں کہ علماء حضرت شاہ ولی اللہ اور شاہ عبدالعزیز وغیرہ کا مسلک کیا رہا ہے۔ بیس رکعت کا ثبوت کیا ہے۔ اس مسئلہ میں وضاحت فرمائیے۔

(الجواب) حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا یہ عقیدہ ہرگز نہیں کہ حضرت ابن عباسؓ کی روایت بالکل غیر ثابت بلکہ ان کا یہ اجتہاد غلط ہے بلکہ آپ مذکور روایت کی تائید فرمارہے ہیں۔ آپ کو بیس رکعت تراویح کے مخالف کہنا باطل غلط ہے۔ آپ بیس رکعت کے قائل ہیں۔ بیس ۲۰ کے خلاف آپ کا قول وعمل ثابت نہیں، آپ تنہا ہی نہیں بلکہ ہندوستان کے مشہور علماء محدثین حضرت شاہ ولی اللہ، حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی وغیرہ جملہ علماء محدثین بیس ۲۰ رکعت کے قائل ہیں۔ ان ۲۰ سے کم پر مواظبت کسی سے ثابت نہیں۔ ملاحظہ ہو کتاب حجۃ اللہ البالغہ ج ۲ ص ۲۷ (فتاویٰ عزیزی ج ۱ ص ۱۲۵) (ازالۃ الخفاء ص ۳۰۲)

حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی اپنی کتاب فتح المنان میں تحریر فرماتے ہیں کہ فالظاهر انه ثبت عنده صلوٰة النبی صلی الله علیه وسلم عشرین ركعة كما جاء فی حدیث ابن عباس رضی الله عنه فاختاره عمر رضی الله عنه۔ یعنی ظاہر یہ ہے کہ صحابہ کرام کے زمانہ کے آنحضرت ﷺ کا بیس ۲۰ رکعت تراویح پڑھنا ثابت ہو چکا تھا جیسے کہ حضرت ابن عباسؓ کی حدیث میں وارد ہے اس لئے حضرت عمرؓ نے بیس ۲۰ رکعت اختیار فرمائیں اور فرماتے ہیں کہ

صحیح آنست کہ آنحضرت ﷺ گذارد در رمضان نماز تہجد بے جماعت کہ بیست رکعت باشد و ابن ابی شیبہ از ابن عباس آورد کہ آنحضرت ﷺ گذارد در رمضان بیست رکعت بود یعنی اور صحیح یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ جو گیارہ رکعت (مع الوتر) پڑھتے تھے وہ تہجد کی نماز تھی اور ابن ابی شیبہ حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے جو پڑھی ہیں وہ بیس ۲۰ رکعت ہیں (اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۵۳۳) اور فرماتے ہیں کہ ذہبیا کہ صحت رسیدہ است کہ قیام میکرد در عہد عمرؓ بیست رکعت۔ یعنی صحیح طور پر ثابت ہو چکا ہے کہ حضرت عمرؓ کے دور میں صحابہ کرام بیس ۲۰ رکعت پڑھتے تھے (اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۵۲۷) اور "ثابت بالسنۃ" میں تحریر فرمایا ہے کہ ہمارے نزدیک تراویح میں ۲۰ رکعت سنت ہے کہ بیہقی نے سند صحیح کے ساتھ روایت کی ہے کہ حضرت عمرؓ کے دور میں صحابہ کرام ۲۰ رکعت پڑھتے تھے۔ نیز

حضرت عثمان اور حضرت علیؓ کے زمانہ میں بھی یہی عمل رہا۔ (ص ۲۰۳)

یہ ہے اصل حقیقت اور آپ کا عقیدہ دیوبندی مگر آپ کہتے ہیں کہ حضرت شیخ محدث دہلوی حضرت ابن عباسؓ کی روایت کو "بالکل لچر" کہتے ہیں۔ آپ ہیں ۲۰ رکعت کے مخالف تھے۔ واقعہ یہ ہے کہ حضرت ابن عباسؓ اور حضرت عمرؓ دونوں صحابی ہیں ان کے درمیان کوئی ضعیف راوی نہیں جس سے حدیث ابن عباسؓ ضعیف کہی جائے، اور جس کتاب میں ضعیف حدیث کی بنیاد پر ہو اور جس کی اکثر صحیح بنیاد پر تھا بعد ابن کی پیروی کرنے والے کس طرح دھوکا کھا سکتے ہیں جو صاحب یہ فرمائیں کہ بعد راویوں کے اعتبار سے حدیث مذکور پر ضعیف نہیں ہے البتہ سند میں ایک ضعیف راوی ابو شیبہ ابن عثمان شامل ہوتے ہے بعد والوں نے اعتبار سے روایت مذکور "روایۃ" ضعیف کہی جا سکتی ہے مگر "درایۃ" صحیح ہی ہوئی ہے کہ خلفاء راشدین اور بیشمار صحابہ کا یہی ۲۰ رکعت پر عمل رہا خلیفہ اس کے معتبر ہونے کی دلیل ہے۔ علامہ عینی فرماتے ہیں۔ وھو الحجۃ لتصحابۃ علی عشرین فریضۃ صحۃ ھذہ الروایۃ یعنی کتاب میں ۲۰ رکعت پر دلالت اس بات کا قرینہ ہے روایت سے کہ حضرت ابن عباسؓ کی روایت صحیح ہے۔ (ارشاد الاركان ص ۲۲۸ فصل فی صلوۃ التراویح)

آنحضرت ﷺ نے ہر رات کے ساتھ اور حیات کے شریف صحابہ کو آخری اور دائمی عمل میں رکعت کا ہے۔ لیکن حضرت امام مالک فرماتے ہیں رکعت تراویح کے بارے میں اس علم میں نہیں آئی اختلاف ہے۔ لیکن ۲۰ کے ساتھ ۳۱ رکعت کے قائل ہیں جیسے کہ اس پر دلیل قائل ہے لیکن کثرت کا دامن عقیدہ ہے جو حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ اور دوسرے صحابہ سے بروی روایتوں سے ۲۰ رکعت ہے۔ یہی قول امام طحاوی، ثوری اور ابن الہمام کا ہے۔ امام شافعی فرماتے ہیں میں نے اہل مکہ کو ۲۰ رکعت پڑھتے دیکھا ہے۔ (فتح القدیر شرح ہدایہ ج ۱ ص ۴۹۹ ابواب التطوع باب صلوۃ اللیل و قیام شہر رمضان) اب روایت کے ان قائل کی بنا پر کیسے یقین آ جائے کہ ابراہیم بن عثمان نے ۲۰ رکعت کے بارے میں سچ کہا ہے اس کا ہی صحیح ہو۔ (فتاوی ثنائیہ ج ۱ ص ۴۰۰) تصدیق ہو جانے اس کو جھٹلانا تحقیق ہے اور سراسر بے انصافی اور ظلم ہے۔ رہا محدثین کا تراویح ۲۰ رکعت کو ایک قولی بحث ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ ۲۰ رکعت کے مخالف ہیں اور وہ ۲۰ رکعت پڑھتے نہ تھے۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور ابن ہمام وغیرہ ان کو اس طرح مخالف قرار دیا جاتا ہے ان کا عمل ۲۰ رکعت سے کم نہ تھا۔

یہاں یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین، محدثین، فقہاء، مفسرین کی تائید کے لئے ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

اے ایمان والو تم اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور تم میں جو اولوالامر ہیں ان کی بھی (قرآن حکیم)

حضرات علماء راشدین اولوالامر کے سب سے پہلے مصداق ہیں ملاحظہ اول حدیث کے امام حدیث صدیق حسن صاحب کی تفسیر فتح البیان فی مقاصد القرآن (ج ۲ ص ۵۸۵)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد وما اتکم الرسول فخذوہ (حشر) اور رسول ﷺ تم کو دیں لے لو اس کو قبول کرو (قرآن حکیم)

آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ میرے بعد کے لوگ بہت اختلاف دیکھیں گے اس وقت میرا اور میرے خلفاء راشدین کا طریقہ مضبوطی سے پکڑے رہیں (ابوداؤد شریف ص ۲۵۳ کتاب السنۃ باب لزوم السنۃ)

مذکورہ آیات واحادیث کی بنا پر ہمارے لئے لازم ہوجاتا ہے کہ خلفاء راشدین اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فرمانبرداری کریں۔ علاوہ ازیں آنحضرت ﷺ کا فرمان عالی ہے کہ میرے بعد ابوبکر و عمر کی اقتداء کرو (مشکوٰۃ شریف ص ۵۶۰ باب مناقب ابی بکر وعمر) اور ارشاد فرمایا کہ میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں ان میں سے جس کی بھی تم اقتداء کرو ہدایت پاؤ گے (مشکوٰۃ شریف ص ۵۵۴ باب مناقب الصحابہ)

اور حدیث میں ہے کہ جس طریقہ کو مسلمان پسند کریں وہ اللہ کو بھی پسندیدہ ہے۔ جس طریقہ پر میرے صحابہ ہیں وہ طریقہ حق و نجات و بہتر ہے (مشکوٰۃ شریف ص ۳۰ باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ)

حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ میرے صحابہ کی وصیت کو ضبط و یاد رکھو یعنی ان کی وصیت پر عمل کرو (ترمذی شریف ج ۲ ص ۱۲۲ ابواب المناقب مناقب عبداللہ بن مسعود)

اب حضرات جن مسلمانوں کو بدعتی و بدعقیدہ صحابہ کہتے ہیں وہ ملاحظہ فرمائیے فرماتے ہیں۔ ہم ہیں سے کسی کو فخر آتا ہے تو وہ اصحاب محمد ﷺ ہی کی اقتداء کرے۔ اللہ تعالیٰ نے سب سے بہترین جماعت حضور ﷺ کے صحابہ کی صحبت اور دین کی حفاظت کے لئے منتخب فرمایا ہے۔ لہذا ہمیں ان کی عظمت پہچاننا اور تسلیم کرنا چاہئے۔ ان کے نقش قدم پر چلنا اس لئے ضروری ہے وہ واضح راہ راست پر تھے۔ (ابوالحسنات ج ۲ ص ۸۰)

اور حضرت حسن شہادت دیتے ہیں کہ اس کعبہ کے رب کی قسم کہ صحابہ کی یہ جماعت صرف حق پر تھی (ابوالحسنات ج ۲ ص ۸۰ بحوالہ تہذیب التہذیب)

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی فرماتے ہیں کہ فرقہ ناجیہ کی علامت کے بارے میں حضور ﷺ کا فرمان ہے ما انا علیہ واصحابی۔ یعنی نجات پانے والا فرقہ وہ ہے جو میرے اور میرے صحابہ کے طریقہ پر ہو۔ پھر حضرت مجدد صاحب فرماتے ہیں۔ بظاہر یہ فرمانا کافی تھا کہ جس پر میں ہوں۔ مگر آنحضرت ﷺ نے صحابہ کا ذکر بھی اپنے ساتھ فرمایا اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ بتانا مقصود ہے کہ میرے اصحاب کا طریقہ وہی طریقہ ہے جو میرا طریقہ ہے۔ لہذا نجات کی راہ صحابہ کی اتباع میں منحصر ہے۔ جیسے خداوند تعالیٰ نے فرمایا من یطع الرسول فقد اطاع اللہ یعنی جس نے رسول ﷺ کی اطاعت و اتباع کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔ اللہ کی اطاعت ہے اور رسول اللہ ﷺ کی فرمانبرداری کرنا عین اللہ کی فرمانبرداری ہے اسی طرح حضور ﷺ کی اتباع کا دعویٰ کرنا اور تبھی ہی ہوسکے طریقہ کی پیروی کی حفاظت کرنا یہ دعویٰ بلا دلیل یا ظنی ہے بلکہ اس طرح کی اتباع درحقیقت آپ کی فرمان نافرمانی کی وجہ سے نجات کی گنجائش نہیں ہوسکتی ہے۔ ویحسبون انھم علی شیء الا انھم ھم الکاذبون یعنی وہ سمجھتے ہیں کہ ہم کسی حقیقت پر ہیں مگر جان لو کہ وہ جھوٹے ہیں (قرآن الحکیم) یہی حال ان فرقہ کا ہے اور اس میں کچھ شبہ نہیں کہ یہ جماعت نے اصحاب رسول ﷺ کی اتباع کو لازم بنالیا ہے وہی اہل سنت والجماعت ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی کوششوں کو مشکور فرمائے۔ (مکتوبات ج ۱ ص ۳۰۳ مکتوب نمبر ۸۰)

حضرت ابن عباسؓ (المتوفی ۶۸ھ) نے اس مکتب کی بنیاد رکھی۔ ان کے شاگرد عکرمہؒ نے اسے آگے بڑھایا۔ ان میں آپ پڑھتے ہیں کہ حضرات صحابہ کرام نے جو علم حاصل کیا تھا وہ بھی اپنے ساتھ لے گئے۔ اس کے بعد تابعین کا دور آیا۔ یہ حضرات صحابہ کرام سے براہ راست علم حاصل کرنے والے تھے۔ ان کے پاس صحابہ کرام کی طرف سے جو علم آیا تھا اس کے بارے میں ان حضرات کو پوری طرح واقف ہونا چاہئے تھا۔ ان حضرات کے بارے میں ان کی بصیرت تامہ اور فہم رسا حاصل تھی۔ ان کی یہ بات ہر چیز کی حقیقت تک پہنچتے تھے اور ہم سے زیادہ ان کی حقیقت اور شریعت کے مطالب کو سمجھتے تھے اس کے باوجود آپ کہتے ہیں کہ (اے میرے تمہارے اختلاف میں) اگر تم پر ہمارے اس کا مطلب یہ ہوا کہ تم اپنے آپ کو ہمارے صحابہ کے بھی افضل سمجھتے ہو تو ظاہر ہے کہ یہ خیال کرنا اتفاق اور گمراہی ہے۔ (اعلام الموقعین ج ۳ ص ۲۸۵ تا ۲۸۶ ملخصاً)

ایک مرتبہ حضرت علیؓ نے خوارج کو سمجھانے کے لئے فرمایا تھا کہ تم حضرات قرآن کا علم ہمارے مقابلہ میں زیادہ رکھتے ہو۔ حضرت علیؓ نے آیت ان الحکم الا للہ میں لے کر فرمایا ہے قرآن بول رہا ہے جس بارے میں یہ ارشاد ہے اس کی حقیقت ان کو سمجھانے کے لئے آپ نے خوارج سے فرمایا تم نے ایک قرآن نے میرے لئے بولنا ہے اور کچھ نہیں بولنا (مخاطب یہ تھا کہ قرآن کی حیثیت کی صورت یہی ہے کہ اس کے جاننے والے جو سمجھتا ہیں اس کی حیثیت قرآن کی ہوتی ہے) پھر فرمایا کہ ان لوگوں نے (میں خدا) (غلط) ہوا۔ طرح آن ان کو اپنا لیا کیا ہے کہ یہ سمجھتے ہو کہ قرآن سے زیادہ قرآن کے جاننے والے

غرض ان تین حضرات کے پڑھنے والے حق پر ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان میں سے سوائے ان کی تمام احادیث کو جو ان کے اصول و روایات معتبرہ کے مطابق عمل کرنے والے ہیں، وہ کبھی نہ کھانے والے ہیں۔ ہم سے پڑھنے والے ہیں کہ رمضان کے مہینہ میں ایسی بات سے محروم ہیں جس پر خلفاء راشدین صحابہ کرام تابعین عظام تبع تابعین، مفسرین محدثین نے عمل کیا تھا۔ ان کے خلاف کتنی ہی احادیث صحیحہ ثابت ہو چکی ہیں۔ ایک ایک پڑھنے والے میں ہزاروں ایسے حضرات موجود ہیں جن کو ان احادیث کی صحت کا علم ہے لیکن وہ ان کو نہیں مانتے اور نہ ہی ان احادیث پر عمل کرتے اور ان کو تسلیم کرتے ہیں۔

خدا کرے ہم ۲۰ رکعت پڑھنے والے حضرات سے یہ عرض کریں کہ آپ ہمارے ساتھ ۲۰ پر عمل کر لیجئے ہم آپ کے ساتھ نماز خلفاء راشدین کی پڑھ لیں۔ لیس الامر دصی اللہ عنہ وسلم

باقی رہا احمد و داؤد شمس الائمہ حضرت امام قاسم بن قطلوبغا کی قدس اللہ سرہ العزیز کا تین ۲۰ رکعات کے بارے میں فیصلہ کن قول پڑھنے۔

(صوبہ اعلیٰ) ان کی خدمت میں عرض ہے کہ ایک شخص جس نے حضرات صحابہ کرام کو ہمیشہ ۲۰ رکعات پڑھتے ہوئے پایا ہے اور جس نے کبھی ان حضرات کو ۸ رکعات پڑھتے نہیں دیکھا ہے اور نہ ہی ان کے بارے میں کوئی روایت ہی اس کے علم میں ہے اور ان کا ۲۰ رکعات پڑھنا ثابت ہے (حضرت امام ابو حنیفہ کے اقوال کے مطابق جو جواب دیا ہے وہ درج ذیل ہے)

(الجواب) باقی رہی تراویح اس میں آج کل کے کاموں نے تخفیف کر ڈالی ہے یعنی ۲۰ رکعت کی بجائے ۸ رکعت پڑھتے ہیں۔ اس کا بہت ہی زیادہ گلہ کیا جاتا ہے۔ یہ بات کوئی سمجھتا نہیں کہ ۸ رکعت حدیث میں آئی ہے تو پھر ۲۰ رکعت کیوں پڑھتے ہیں۔ تہجد اور تراویح ہے اور تراویح اور وتر ہے تو ۸ رکعت تہجد ہیں ۲۰ ہی رکعت ہیں۔

حضرت عمر کے زمانہ میں بیس رکعت تھیں اس زمانہ سے آج تک کسی نے بیس ۲۰ رکعت تراویح بدعت نہیں کہی تھی (فتاویٰ انوری) میں ۲۰ رکعت پڑھتے تھے آخر آج کل ایسے عالی ان پڑھ عالم پیدا ہوئے ہیں کہ انہوں نے حضرت عمر اور صحابہ پر کہ ۲۰ کی تعداد کو بدعت کہا ہے اور ۳۶ کی دلیل لیا کہ حضرت عمر سے پہلے بیس ۲۰ رکعت پڑھی نہ جاتی تھی۔ یہ بالکل غلط ہے حضرت عمر کے زمانہ میں ۲۰ رکعت خاص اہتمام سے پڑھی جانے لگی اس سے یہ پہلے لازم ہوا کہ کبھی بیس ۲۰ رکعت نہ پڑھی جاتی تھی۔ البتہ اتنے اہتمام اور جماعت کثیر کے ساتھ نہ پڑھی جاتی تھی کہ الفقہ متوارث ہیں سے پڑھی جاتی تھی حضرت عمر نے سب کو ایک باجماعت سے پڑھنے کا انتظام کر دیا۔

دیکھئے اپنے حال کی لاانتظامی پر قیاس کر کے کسی خالی کو اتنا معیوب نہیں سمجھتے تھے جب حضرت عمر نے دیکھا کہ لوگ خالی خالی نماز پڑھنا معیوب سمجھتے بلکہ اس کا ثواب آپ سے اپنی آنکھوں میں پایا اور ان کو اس نماز میں نے نکاح عالی کے ذریعہ سے نکاح عالی کے لئے کمر باندھ لی کہ اس سے بہتر کوئی نکاح عالی کا طریقہ جماعت کا ہو۔ اس نے خاندان کی ایجاد ہے اور حضور اقدس ﷺ کے وہ طریقہ نہیں ہے اس اسی طرح تیس ۳۰ رکعت تراویح کو حضرت عمر نے آپ سے دیکھا کہ ایک بڑی ایسی فضیلت ہوئی اس کو کھونا چاہئے اور خاص کے معنی یہ ہوئے کہ حضرت عمر نے نہ تھا آپ کے زمانہ کے بعد بھی نہ رہتے تھا مگر بالقصد حق تھے آپ جھگڑا کی حدت کو توڑ کر دو اور اپنی حدت جوڑ لی۔ جب آپ نے ثواب دیکھا کہ حضرت عمر اور صحابہ کرام کو رکھنے والے کون ہیں آخر حضرت عمر اور صحابہ کرام کی اتباع کا حکم تو حدیث صحیح میں ہے۔ [illegible] حدیث نہیں ہے۔ غیر مقلد وہابی صاحب سے ان کا مطلب دریافت کریں جو کچھ کہیں وہ تمہارا ہوا جاتے ہیں اور تیس ۳۰ رکعت کو فضول کہتے ہیں۔

(۱) علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین من بعدی (۲) اقتدوا بالذین من بعدی ابوبکر وعمر (۳) اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اہتدیتم (نصیحۃ العقائد ص ۳۱ ۸ ۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

تراویح اور وتر کے متعلق متفرق مسائل

(سوال ۱۹۹) تراویح پڑھانے کے لئے یاد حافظ ہے اور قرآن سننے والا عالم نہیں تو ایسی حالت میں وتر کی نماز کے بعد قرآن مجید کھول کر سنے یا نہ سنے بالقصد سے کتاب دیکھنا یا نہ دیکھنا کیا مضر قرآن مجید اپنے سامنے رکھ کر نماز پڑھا جائے تو کیا حکم ہے؟ میں نے خود سنے کے لئے یا نہ سنے میں اس طرح نماز پڑھی ہے؟ کیا اکمال جو امام صاحب ہیں وہ ایسا کرتے ہیں کہ کھول کر دیکھنا صحیح نہیں ہے۔ اہل حدیث نے فاوی کے مطابق پڑھ سکتے ہیں۔ اہل اشرفی نگر یا ہے اس سے آگاہ فرمائیں؟

(الجواب) امور مسئولہ میں جب امام کے پیچھے مقتدی ہیں تو کھول کر قرآن مجید میں دیکھ کر پڑھنے سے تو حفظ قرآن مجید ماتھ میں نہ جانے کا یا آنکھوں میں پردہ پڑنے کا ضرر نہیں پر رکھنے کا ضرر ہے بار بار ورق پلٹنے کا۔ رکوع کے وقت قرآن مجید بٹھانے گا اور دوبارہ اپنی طرف کھینچنے کا اور قرآن مجید میں سے کھول کر امام کو بتلانے گا یا امام کو بتلانے گا تو قرآن مجید معلم اور مقتدی بار معلم بنیں گے اس عمل [illegible] کا ابطال نماز ہو جانے کی [illegible] قال فی الھدایۃ ان حمل المصحف

والنظر فيه وتقليب الاوراق عمل كثير ولا به فلقن من المصحف فصار كما اذا تلقن من غيره
حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے لیھا فا امیر المومنین ان نوم الناس فی المصحف وان
یوموا الا محتلم. (عینی شرح ہدایہ ج : ص ۸۱۵ باب مایفسد الصلوٰۃ وما یکرہ فیھا) یعنی حضرت
عمر فاروقؓ نے حکم فرمادیا کہ ہم قرآن شریف میں دیکھ کر لوگوں کی امامت کریں۔ نیز ہدایت کردی تھی کہ صرف بالغ
شخص ہی امامت کرسکتا ہے۔ حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا یہی مسلک ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کے علاوہ حضرت سعید بن
المسیب حضرت حسن بصری حضرت شعبی حضرت نخعی اور حضرات غیر مقلدین کے متقدمین ابن حزم ظاہری کا مسلک بھی
یہی ہے البتہ اگر قرآن شریف یا وہ رکوع یا سورت جو پڑھ رہا ہے وہ اس کو حفظ یاد ہے اور سامنے قرآن شریف کھلا رکھا
ہے اس پر نظر پڑ جاتی ہے یا اس پر نظر ڈال رہا ہے اور پڑھ رہا ہے۔ مثلاً سورۂ اخلاص حفظ یاد ہے اور حفظ کے اعتماد پر پڑھ
رہا ہے۔ سامنے قرآن شریف میں یہی سورت اس کے سامنے کھلی ہوئی ہے یا دیوار پر لکھی ہوئی ہے وہ اس پر بھی نظر
ڈال رہا ہے اور پڑھ رہا ہے تو اس صورت میں نماز فاسد نہیں ہوتی۔ نماز ہو جائے گی کیونکہ یہاں نماز میں دیکھنے اور یاد
کرنے کا عمل نہیں ہو رہا ہے قال فی شرح الھدایۃ للعلامۃ العینی واذا کان یحفظہ عن ظھر القلب وھو
مع ذلک ینظر فی المکتوب او علی المحراب فھو اولا فلا اشکال انہ یجوز (ج ۱ ص ۸۴۷ ایضاً)

جو صاحب حفظ یاد ہونے کی صورت میں قرآن شریف میں دیکھ کر پڑھنے کو نماز میں جائز قرار دیتے ہیں وہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ایک عمل سے استدلال کرتے ہیں۔ جس کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک ترجمہ باب میں بلا اسناد کے نقل کر دیا ہے۔ جس کے الفاظ یہ ہیں۔ کانت عائشۃ یؤمھا عبدھا ذکوان من المصحف ص ۹۲ باب امامۃ العبد والمولیٰ (ترجمہ حضرت عائشہؓ (رضی اللہ عنہا) کی امامت کیا کرتے تھے ان کے غلام ذکوان قرآن شریف سے) مگر اس عمل سے استدلال درست نہیں ہے کیونکہ اس میں یہ نہیں ہے کہ حضرت ذکوان کو قرآن شریف یاد نہیں تھا بلکہ یاد تھا، وہ قرآن شریف سے پڑھتے تھے اور اس طرح پڑھ کر امامت کیا کرتے تھے۔ یہ بات قرین قیاس بھی نہیں ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا جیسی صاحب علم اور صاحب فضل ام المومنین نماز جیسی اہم عبادت کے لئے ایسے غلام کو امام بنائیں جس کو قرآن شریف یاد نہ ہو اور ہمیں کی طرح قرآن شریف دیکھ کر پڑھتا ہو۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی اس سے یہ استدلال نہیں کیا۔ اسی لئے قسطلانی نے اس واقعہ کو "لمامۃ العبد والمولیٰ" کے ساتھ میں پیش کیا ہے۔ یعنی یہ کہ زید غلام یا آزاد کردہ غلام اگر خاتون یا خود اپنے آقا کی امامت کرسکتا ہے)

حقیقت یہ ہے کہ یہ واقعہ اس زمانہ کا ہے جب دنیا میں صرف ایک مصحف تھا۔ احادیث اور تاریخ کی کتابوں میں بڑی تفصیل سے یہ واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ سب سے پہلے حضرت صدیق نے حضرت عمرؓ کی تحریک پر قرآن پاک کتابی شکل میں مرتب کرایا۔ یہ نسخہ حضرت ابوبکرؓ کے پاس محفوظ تھا۔ آپ کی وفات کے بعد خلیفہ دوم کے سپرد کیا گیا۔ جو ان کی صاحبزادی ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس محفوظ رہا۔ بخاری شریف ص ۷۴۵ و ص ۷۴۶ باب جمع القرآن۔ اس دور میں قرآن شریف دیکھ کر پڑھنے کا رواج بھی نہیں تھا۔ صحابہ کرام کے مقدس سینے قرآن پاک سے محافظ خانے تھے۔ یہی حال ان کے شاگرد (تابعین) کا بھی تھا۔ اس دور میں اس ایک مصحف کو جو حضرت ابوبکرؓ کے یہاں محفوظ تھا دیکھنا اس کی زیارت کرنا یا اس کی تلاوت کرنا بہت عجیب اور قابل فخر تھا۔ اس روایت میں

اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ حضرت ؓ دیکھ کر یاد نہیں کرتے تھے بلکہ خاص بات یہ ہے کہ اپنی یاد کو مصحف شریف سے ملاتے تھے اور پھر اس طرح اپنی یاد کو قرآن شریف سے ملا لیتے تھے اور مقابلہ کر لیتے تھے پھر نماز میں اس کو پڑھتے تھے۔ یہ صورت اس زمانہ کے حالات کے بھی مناسب ہے اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ان احتیاط کے بھی مناسب۔ نیز حضرت ؓ کو اس صورت میں نماز ہی نہیں پڑھنا تھی بلکہ اپنی یاد کا مصحف شریف سے مقابلہ کرتے رہتے تھے اور حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کی موجودگی میں یہ مقابلہ ہوتا ہے۔ بہر حال حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اس عمل کو اس موقع پر استدلال میں پیش کرنا مناسب نہیں بلکہ واقعات سے ناواقفیت کی دلیل ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

وتر پڑھنے والے کے پیچھے تراویح پڑھنے والا:

(سوال ۲۰۰) امام صاحب نے غلطی سے عشاء کی نماز کے بعد وتر شروع کر دیے اور مقتدی نیت تراویح شامل تھے سلام کے بعد کہا کہ امام صاحب نے غلطی کی پھر بقیہ چار رکعت تراویح پڑھائی اب دریافت طلب یہ ہے کہ تراویح ہوئے یا نہیں؟ نیز امام صاحب کیسے ہیں کہ ۸ رکعت اقتدا کا دعویٰ ہے اس صورت میں پہلے وتر معتبر نہ تھے۔ امام نے دوبارہ وتر پڑھائے۔

(الجواب) مذکورہ صورت میں امام صاحب کی پہلی وتر نماز معتبر ہے مقتدی کی نہ پہلی وتر نماز معتبر ہے اور نہ دوسری کیونکہ پہلی مرتبہ میں نماز وتر کی نیت نہ تھی۔ دوسری مرتبہ میں اگرچہ وتر کی نیت تھی مگر وتر پڑھتے ہوئے کی اقتدا کی تھی اس لئے یہ بھی معتبر نہیں (کبیری)

تراویح کی نیت سے وتر کی اقتدا کی تو شرعاً کیا حکم ہے؟:

(سوال ۲۰۱) اگر تراویح سمجھ کر وتر پڑھنے والے کی اقتدا کر لے تو وتر صحیح ہے یا نہیں؟

(الجواب) نماز معتبر نہیں۔ ہاں اگر صورت میں امام کے سلام کے بعد چوتھی رکعت پڑھ لے تو بہتر ہے۔ یہ چار رکعت نفل ہو جائے گی۔ (کبیری ص ۳۹۲)

(سوال) امام صاحب وتر کی دوسری رکعت میں بجائے بیٹھنے (قعدہ) کے تیسری رکعت کے لئے کھڑے ہو گئے قوم کے قعدہ دینے سے پھر بیٹھ گئے۔ اب تیسری رکعت پوری کر کے تشہد کے بعد سجدہ سہو کیا تو وتر ہوئے یا نہیں؟

(الجواب) امام صاحب وتر کا قعدہ دانستہ بھول گئے۔ تو اب نہ بیٹھنے سے صرف سجدۂ سہو سے وتر صحیح ہو جاتے۔ کھڑے ہونے کے بعد بیٹھنے سے نماز فاسد نہیں ہوئی اب سجدہ سہو کرے۔ پھر نماز صحیح ہو جاوے گی ضرورت نہیں (۱)

(۱) وفيها اقتدى به على ظن أنه في تراويح لا وتر هو في وتر فنوى محمد وبعض اليهود أنه وتر فصحا لا شيء عليه أخر صلوة الوتر وسع)

(۲) ومن سها وكان اماما او منفردا عن القعود الاول من الفرض ولو عمدا وهو الوتر عاد الله الله وجوبا مالم يسجد قدما في ظاهر الرواية وهو الاصح ... وان عاد الساهي الى القعود الاول لله بعدما سجد قائما اختلف التصحيح في فساد صلاته ولو صححهما عدم الفساد فعلى الفلاح على حاشية طحطاوي ص ۲۵۳

عورتوں کو تراویح میں جماعت کرنا کیسا ہے؟

(سوال ۲۰۲) عورتیں اپنی تراویح باجماعت ادا کر سکتی ہیں یا نہیں؟

(الجواب) عورتوں کو چاہئے کہ اپنے گھروں میں نماز تراویح اور دیگر نوافل تنہا تنہا پڑھیں ان کے لئے جماعت سنت مکروہ تحریمی ہے۔ البتہ اگر ایسی مشکل پیش آ جائے کہ مرد کوئی نہیں صرف عورتیں ہی عورتیں ہیں تو وہ جماعت کی نماز میں امام کی اقتداء کریں۔ (در مختار مع الشامی ج ۱ ص ۵۲۸) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

تراویح میں چار رکعت کے بعد دعا کرنا کیسا ہے؟

(سوال ۲۰۳) امام صاحب تراویح میں چار رکعت پر دعا کرتے ہیں تو بعد آمین دعا نہیں، بلکہ تراویح کے بیچ چار رکعات پر دعا کرنا ثابت ہے یا نہیں؟

(الجواب) تراویح میں اجازت ہے چاہے تسبیح پڑھے چاہے جماعت کرے چاہے خاموش رہے یا نفل پڑھے (در مختار مع الشامی) البتہ امام اور قوم کے اتفاق دعا کرنے کو ضروری سمجھنا اور دعا نہ کرنے والوں پر اعتراض کرنا درست نہیں اس اعتراض دعا کرنے تو منع نہیں۔

وتر نماز میں تراویح کی نیت کرنا شرعاً کیسا ہے؟

(سوال ۲۰۴) تراویح کی رکعت بھول سے رہ گئی اور نماز وتر شروع کر دی قعدہ اولیٰ میں تراویح کی فائتہ یاد آ گئی اب تراویح کی نیت کرے اور رکعت پر سلام پھیر دے تو کیا حکم ہے؟

(الجواب) یہ رکعت نہیں ہوئی بنا کر لی۔ (فتاویٰ قاضی خان ج ۱ ص ۲۳۳)

نابالغ بچہ تراویح پڑھا سکتا ہے؟

(سوال ۲۰۵) بارہ سال کا بچہ جو نابالغ ہے تراویح پڑھا سکتا ہے یا نہیں؟

(الجواب) مختار و صحیح قول یہ ہے کہ نابالغ تراویح میں بھی نابالغ بچہ بالغوں کی امامت نہیں کر سکتا۔ (ھدایہ ج ۱ ص ۱۰۳)

نابالغ بچہ تراویح میں اقتدا دے تو کیا حکم ہے؟

(سوال ۲۰۶) نابالغ بچہ تراویح میں امام صاحب کو بھول بتانے یا نہیں؟ اس سے نماز فاسد ہوتی ہے یا نہیں؟

۱۔ (ویکرہ تحریما جماعۃ النساء ولو فی التراویح فی غیر جماعۃ خارج المسجد)

۲۔ (ویستحب فی کل اربعۃ بتسلیمۃ وکذا بین کل خمسۃ والوتر ویجوز فی غیر ذلک بتسلیم واحدۃ وقالوا ترکہ وکرہ وصلاۃ قاعد بلا عذر ولو وراء قائم بحث صلاۃ التراویح)

۳۔ (امام یقضی فی الوتر علی طریقہ ثم یتم التراویح فیما یصلی ویکتفی بذکر واحد ثم یسلم واحدۃ فیسلم علی رأس رکعتین لیدخل ذلک فی کل وتیح لانہ حامل لنیۃ التراویح وتیح بذکر التراویح افضل فی الشہر وحکمہ

۴۔ (ولا یصح فیہ شیء حال من یقتدی بہ لانہ صبی) (المختار انہ لا یجوز فی الفرض کما لا یجوز فی النفل المعین کما فی الخلاصۃ)

(الجواب) ہاں دو بچے نماز میں ہوا رکعت سے زائد ہو جائے گی (گنگوہی علی ہدایہ، ص ۱۹۵)

تراویح میں سجدۂ تلاوت کے بعد سورۂ فاتحہ دوبارہ پڑھنے کا حکم

(سوال ۲۰۷) تراویح میں سجدۂ تلاوت ادا کرنے کے بعد جائے گی آیت پڑھنے کے سورۂ فاتحہ پڑھ کر اس کو شروع کرے تو سجدہ اعادہ ہے یا نہیں؟ سورۂ فاتحہ کی تکرار ہوتی ہے۔

(الجواب) سورت شروع کرنے سے پہلے اگر سورۂ فاتحہ کو مکرر پڑھ دے تب تو سجدہ ہو جائے گا کیونکہ فاتحہ کے بعد بلا تاخیر سورۃ شروع کرنا واجب قضا میں تاخیر ہو جانے اور واجب کی تاخیر سے سجدہ لازم ہوتا ہے لیکن سورت سے پہلے میں جب سورۂ فاتحہ کے بعد قرأت شروع کر دیا تھا تو سورت یعنی قرأت شروع کرنے میں تاخیر نہیں ہوئی فاتحہ کے فوراً بعد شروع کر دی اب اگلا فرض رکوع کا ہے کہ کل کی ادائیگی قرأت کے بعد ہونی چاہئے مگر قرأت کی ولی حد معین نہیں جتنی چاہے قرأت کرے۔ میں جس سورت کی چاہے قرأت کرے رکوع سے پہلے اس کو مختصر اور طویل قرأت کرنے کا اختیار ہے اس میں تقویم و تاخیر سے سجدہ سہو لازم نہیں آتا کما فی الدر المختار تحت قولہ تکرہ تکرار ھا اما لو قرأھا قبل السورۃ مرۃ وبعدھا مرۃ فلا تحت کما فی حاشیہ الطحطاوی ج ۱ ص ۲۲۹ باب صفۃ الصلاۃ مطلب فی واجبات الصلاۃ بخلاف ما لو اعادھا بعد السورۃ (فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۷۶ الباب الثامن عشر فی سجود السہو) پس اس صورت میں سجدہ سہو نہیں آئے گا۔

نماز عشاء باجماعت پڑھنے والا تراویح گھر پر پڑھے تو کیا حکم ہے؟

(سوال ۲۰۸) زید جماعت سے نماز عشاء پڑھنے والا تراویح گھر میں تنہا پڑھتا ہے تو کیا درست ہے یا نہیں؟

(الجواب) تراویح باجماعت ہی ادا کرنے کی حدیث میں کندھ علی اللفظ یہ ہے کہ کفل کی مسجد میں تراویح باجماعت ادا کرتا ہو اور کوئی شخص اپنے مکان میں تنہا ادا کرے تو کہنا نہ ہوگا مگر جماعت کی فضیلت سے محروم رہے گا۔ (رد المحتار مع الشامی ج ۲ ص ۴۶۰ باب الوتر والنوافل مبحث صلاۃ التراویح)

(سوال) ہمارے محلہ کی مسجد میں تراویح ختم ہوتی ہے تراویح کی تک نماز پڑھتے ہیں پھر ختم ہو جاتے ہیں تو ہم [illegible] مسجد میں تراویح ادا کریں تو کیا حرج ہے؟

(الجواب) اگر میں جماعت تراویح باجماعت محلہ کی مسجد میں ضروری ہے آپ اپنی اپنی مسجد میں تراویح پڑھنی چاہئے۔ چاہے مصلی تم ہوں کہ محلہ کی مسجد میں تراویح نہ ہوگی تو سب اس تک جماعت ہوں گے۔ (شامی ص ۴۶۰ باب الوتر والنوافل مبحث صلاۃ التراویح)

تراویح پڑھانے پر معاوضہ

(سوال ۲۰۹) حفاظ کرام تراویح کے لئے دو پیسے متعین کرتے ہیں یا متولی سے کہتے ہیں کہ جو آپ چاہیں دیں یہ متولی صاحب کہتے ہیں کہ ہم اپنی خوشی سے جو دیں گے دیں گے تو ان طریقوں کی تعیین جائز ہے۔

۱؎ صح انہ عمل کالمعلوم بالصلاۃ

(الجواب) بے شک تراویح میں اجرت لینا دینا ناجائز ہے۔ لینے والا اور دینے والا دونوں گنہگار ہوتے ہیں۔ اس سے اچھا یہ ہے کہ الم ترکیف سے تراویح پڑھی جائے۔ بعد الفراغ پڑھنا اور بعد الفراغ پڑھنا دونوں جائز ہے۔ مگر اس زمانہ میں یہ کہاں ہے۔ ایک مرتبہ پیسے نہ دیئے جائیں تو حافظ صاحب دوسری دفعہ نہیں آئیں گے تو اب نفع کہاں رہا۔ اصل مسئلہ یہی ہے مگر وہ مشکلات بھی نظر انداز نہ ہونی چاہئیں جو ہر سال اور تقریباً ہر ایک مسجد کے نمازیوں کو پیش آتی ہیں۔ اس بنا پر ایک قابل عمل شکل یہ ہے کہ جہاں بعد الفراغ تراویح خوان حافظ نہ ملے وہاں تراویح پڑھانے والے کو ماہ رمضان کے لئے نائب امام بنایا جائے اور اس کے ذمہ ایک یا دو نماز سپرد کی جائے تو اس قدر حیلہ سے تنخواہ لینا دینا جائز ہو جائے گا کیونکہ امامت کی اجرت کو جائز قرار دیا گیا ہے۔ مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب کا فتویٰ ہے۔

"اگر رمضان المبارک کے مہینے کے لئے حافظ کو تنخواہ پر رکھ لیا جائے اور ایک دو نمازوں میں اس کی امامت معین (مقرر) کر دی جائے تو یہ صورت جواز کی ہے۔ کیونکہ امامت کی اجرت (تنخواہ) کی فقہاء نے اجازت دی ہے۔" محمد کفایت اللہ کان اللہ لہٗ۔ ۲۷ شعبان ۱۳۲۷ھ۔

حضرت مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہی مفتی مظاہر علوم فرماتے ہیں۔

"اصل مذہب تو عدم جواز ہی ہے۔ لیکن حالت مذکورہ میں حیلہ مذکور کی گنجائش ہے۔" محمود گنگوہی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔ ۵ شعبان ۱۳۲۷ھ۔

امام تراویح وغیرہ میں قرأت کیسی آواز سے پڑھے:

(سوال ۲۱۰) امام تراویح وغیرہ جہری نمازوں میں قرأت کس قدر زور سے پڑھے۔

(الجواب) افضل اور بہتر ہے کہ امام جہری نمازوں میں بلا تکلف اس قدر جہر سے پڑھے کہ مقتدی قرأت سن سکے اس سے زیادہ تکلف کر کے پڑھنا مکروہ اور منع ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔ ولا تجهر بصلاتك ولا تخافت بها وابتغ بين ذلك سبيلا (بنی اسرائیل ع ۱۲) اور نہ تم اپنی نماز میں زیادہ زور سے پڑھو اور نہ بالکل آہستہ پڑھو ان کے بیچ درمیانی راہ اختیار کرو۔ مفسرین فرماتے ہیں کہ نماز میں درمیانی آواز سے قرأت کرنی چاہئے اس سے قلب پر اثر ہوتا ہے نہ اس قدر زور سے پڑھے کہ قاری اور سامع دونوں کو تکلیف ہو کر اس سے حضور قلب میں خلل آ جائے (خلاصۃ الفتاویٰ ج ۳ ص ۳۰، تفسیر فتح المنان ج ۵ ص ۹۶) فقہاء کرام جہر سے پڑھنے میں دو باتیں ضروری قرار دیتے ہیں اول یہ کہ پڑھنے والا اپنے اوپر غیر معمولی زور نہ ڈالے (یہ مکروہ ہے) دوسرے یہ کہ دوسروں کو تکلیف نہ ہو۔ مثلاً تہجد کے وقت کوئی سو رہا ہے یا کچھ لوگ اپنے کام میں مصروف ہیں آپ ان کے پاس کھڑے ہو کر اتنی بلند آواز سے قرأت کرنے لگیں کہ ان کے کام میں خلل ہو یہ بھی مکروہ ہے۔ ان دو باتوں کے بعد تیسری بات یہ ہے کہ جماعت کی کمی زیادتی کا لحاظ کرتے ہوئے اس کے موجب قرأت کرے۔ مثلاً مقتدیوں کی تین صفیں ہیں، آپ اتنی بلند آواز سے پڑھیں کہ تیسری صف تک آواز پہنچتی رہے یا اس سے زیادہ زور سے پڑھیں کہ باہر تک آواز پہنچے۔ فقیہ ابو جعفر کا قول یہ ہے کہ جتنی بلند آواز سے پڑھیں اچھا ہے بشرطیکہ پڑھنے والے پر تعب نہ ہو اور کسی کو ایذا نہ پہنچے۔ مگر دوسرے فقہا کا قول یہ ہے اور راجح یہی ہے کہ بقدر ضرورت آواز بلند کریں یعنی صرف اتنی بلند کریں کہ تیسری صف تک آواز پہنچ جائے

[illegible] ... [illegible] ... [illegible] ... [

اذکار مسنونہ ہیں؟ تلاوت اور تسبیح وغیرہ مشغول رہنے والے دو ہو بندی کہتے ہیں۔ لہٰذا وضاحت بیان کیا جائے۔
(الجواب) تراویح میں ہر ترویحہ کے بعد امام یا مقتدی مل کر دعا کرنے کا دستور معمول سنت نہیں ہے۔ شریعت مطہرہ نے اجازت دی ہے کہ چاہے تلاوت کرے افضل پڑھے دعا مانگے تسبیح تحلیل یا درود وغیرہ اذکار میں مشغول رہے یا چپ بیٹھے اختیار ہے کسی چیز کو ضروری یا لازم شریعت مطہرہ کی نہیں ہوئی عبادت میں افضل سے فائدہ ہے اور ادنیٰ سے ثواب، تلاوت افضل درود وغیرہ سے افضع ہے لہٰذا طریقہ مذکورہ قابل ترک ہے جس کا ہونی چاہئے اگر اس طرح کرے وہ سرے سے خارج نہ ہوگا ثواب ضرور مل جائے گا (درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۶۶۱)[1] اس بارے میں دیوبندی، بریلوی کا مسئلہ لکھا اور نہ جہالت اور دلل ہے۔ بریلوی حضرات کی مشہور کتاب بہار شریعت میں ہے کہ اس بیٹھنے میں اختیار ہے کہ چپ بیٹھے یا کچھ پڑھے یا تلاوت کرے یا درود شریف پڑھے یا چار رکعت نفل ادا کرے جماعت سے تسبیح پڑھے سبحان ذی الملک والملکوت سبحان ذی العزۃ والعظمۃ والقدرۃ والکبریاء والجبروت سبحان الملک الحی الذی لا ینام ولا یموت سبوح قدوس ربنا ورب الملئکۃ والروح لا الٰہ الا اللہ نستغفر اللہ نسئلک الجنۃ ونعوذبک من النار (ج ۳ ص ۳۱)

تراویح باجماعت سنت ہے یا نہیں:

(سوال ۲۱۵) تراویح باجماعت مسجد میں پڑھنا کیا ضروری ہے؟ گھر میں پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟
(الجواب) تراویح مسجد میں باجماعت پڑھنا سنت ہے مگر سنت کفایہ ہے یعنی مسجد میں اکثر تراویح کی جماعت نہ ہوئی تو اہل محلہ گنہگار ہوں گے اور تارکین سنت بھی اگر بعضوں نے باجماعت مسجد میں اور بعض نے گھر میں ادا کیے تو ترک سنت کا گناہ نہ ہوگا مگر جماعت اور مسجد کی فضیلت سے محروم رہیں گے (صغیری ص ۴۰۸ فصل فی التراویح)

داڑھی منڈے کا تراویح پڑھانا:

(سوال ۲۱۶) جو حافظ کہ داڑھی منڈا ہے اس کے پیچھے تراویح پڑھنے کا کیا حکم ہے؟
(الجواب) داڑھی منڈانا حرام ہے اور داڑھی منڈانے والا فاسق شرع ہے لہٰذا ایسے کو تراویح کے لئے امام بنانا جائز نہیں ایسے امام کے پیچھے تراویح پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ (شامی ج ۱ ص ۵۲۲)[2]

نابالغ کو امام بنانا:

(سوال ۲۱۷) حافظ نابالغ ہے تقریب البلوغ (مراہق) ہے تو کیا اس کو تراویح میں امام بنا سکتے ہیں۔
(الجواب) نابالغ بالغوں کا امام نہیں بن سکتا۔ لہٰذا اس کو تراویح کے لئے امام نہیں بنایا جا سکتا۔[3]

---

(۱) (ویتخیر بین کل اربعۃ بقدر ما ذکر بین الخمسۃ والعشر ویخیر بین تسبیح وقرأۃ وسکوت وصلاۃ فرادی بیت الترویحۃ والاقل قالوا صحت صلاۃ التراویح)
(۲) قولہ والفاسق من الفسق وھو الخروج عن الاستقامۃ ولعل المراد بہ من یرتکب الکبائر کشرب الخمر والزنی واکل الربا ونحو ذلک بأب الامامۃ)
(۳) وعلی قول أبی یوسف یصح لا قتداء الصبی فی التراویح والسنن والمختار کما فی فتاوی قاضی خان المختار انہ لا یجوز فی الصلوات کلھا کذا فی الھدایۃ الفصل الثالث فی بیان من یصلح اماما لغیرہ فتاوی عالمگیری ج ۱ ص ۹۲

تراویح سمجھ کر وتر میں اقتداء کرنا:

(سوال ۲۱۸) امام کے وتر شروع کرنے کے بعد مقتدی نے تراویح سمجھ کر اس کی اقتداء کی تو اب وتر ادا ہوں گے یا نہیں؟
(الجواب) صورت مسئولہ میں امام کے سلام پھیرنے کے بعد چوتھی رکعت شامل کر کے نماز کو تمام کرے اور یہ چار رکعت نفل ہو جائیں گی وتر ابھی ذمہ باقی رہیں گے ان کو ادا کرنا ہوگا (صغیری ص ۳۱ فصل فی التراویح)

تراویح میں قرأت قرآن کے وقت بیٹھے رہنا:

(سوال ۲۱۹) تراویح کے وقت بعض لوگ پیچھے بیٹھ رہتے ہیں اور امام جب رکوع میں جاتا ہے تو کھڑے ہو کر رکوع میں شامل ہو جاتے ہیں اس کا کیا حکم ہے۔
(الجواب) اس طرح کرنا منع ہے۔ (عالمگیری ج ۱ ص ۱۱۹)[1]

مقتدی تراویح میں قعدۂ اخیرہ میں سو جائے:

(سوال ۲۲۰) مقتدی تراویح کے قعدۂ اخیرہ میں سو جائے۔ جب امام نے سلام پھیرا تو بیدار ہوا تو اب کیا کرے؟
(الجواب) صورت مسئولہ میں تشہد پڑھ کر سلام پھیر لے نماز صحیح ہو جائے گی (صغیری ص ۳۰)

یکبارگی تراویح میں بیس ۲۰ رکعت کی نیت کرنا:

(سوال ۲۲۱) تراویح کی بیس رکعت کے لئے شروع میں ایک مرتبہ نیت کرنا کافی ہوگا یا ہر دو رکعت پر نیت کرنا پڑے گی؟
(الجواب) تراویح کے لئے شروع میں بیس رکعت کی نیت کافی ہے۔ ہر دو رکعت پر نیت کرنا شرط نہیں مگر بہتر ہے واللہ اعلم

(سوال ۲۲۲) تراویح کی دوسری رکعت میں اخیری قعدہ چھوڑ کر تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہوا اب قیام کے بعد قومہ نے لقمہ دیا مگر بیٹھا نہیں تیسری رکعت پوری کر کے چوتھی رکعت بھی پڑھ لی اور سجدۂ سہو کر لیا، اسی طرح تراویح کی چار رکعات پوری کی، پھر اعادہ رکعت ادا کی پہلی چار پڑھی ان چار رکعات پر ترویحہ نہیں کیا تھا، بلکہ دو رکعت کو نفل اور دو رکعت کو ترویحہ خیال کیا آیا ان چار رکعات میں دو رکعت تراویح کی شمار ہوں گی یا نہیں۔ یا چار رکعات نفل ہوگئی ان دونوں رکعتوں کا اعادہ ضروری ہے یا نہیں؟ اگر اعادہ ہے تو نام وقومیت کر اعادہ کرے یا تنہا تنہا۔ بینوا توجروا۔
(الجواب) آپ نے نفلی کی مقتدی نے بالقصد دیا، وہ صحیح تھا آپ پر لازم تھا کہ بیٹھ جاتے لیکن جب چار رکعات پر سجدۂ سہو کیا ہے تو تراویح ہوگئی۔ اعادہ کی حاجت نہیں۔

---

(۱) ویکرہ للمقتدی ان یقعد فی التراویح فی احد الاربعین او ترکہ یقوم کذا اذا علم الامام بہ کذا فی الخلاصۃ وھو الصحیح۔ وفصل فی الخلاصۃ التراویح ج ۱ ص ۱۱۹)
(۲) فلو سلم فی التراویح مع الامام او قبلہ لکن شرع معہ جاز کما فی المنیہ وغیرھا فتاوی عالمگیری۔ فصل فی التراویح ج ۱ ص ۱۱۹)
(۳) صحیح ہے کیونکہ ان چار رکعتوں میں سے جو اخیر تراویح کی اداء ہوئی یہ مسئلہ اسی باب میں تراویح کی دوسری رکعت میں قعدہ کرنے کے قیاس پر ہے یہ مسئلہ ہے کہ امام نے غلطی کی مقتدی نے نہیں کی دیکھا جاوے۔

تراویح کے وقت نیند کا غلبہ ہو تو کیا حکم ہے:

(سوال ۲۲۲) تراویح کے وقت نیند کا غلبہ زیادہ ہو منہ پر پانی چھڑکنے کے باوجود نیند ہوتے تو جماعت ترک کرکے سونے کے لئے گھر جا سکتا ہے؟

(الجواب) جی ہاں۔ جا سکتا ہے اس میں کچھ حرج نہیں غلبہ نوم کے وقت نماز پڑھنا مکروہ اور منع ہے۔ نیند پوری ہونے کے بعد بقیہ تراویح وقت کے اندر (جس وقت تک) پڑھ لے۔ (صغیری ص ۲۱۱)

رکعات تراویح میں اختلاف واقع ہو جائے:

(سوال ۲۲۳) رکعات تراویح کے بارے میں مقتدی حضرات کے درمیان اختلاف ہو بعضے کہتے ہیں کہ بیس ہوئیں اور بعضے کہتے ہیں کہ نہیں ۲۰ ہوئیں تو اب کس کا قول معتبر ہوگا؟

(الجواب) امام جس طرف ہوگا اس جماعت کا قول معتبر ہوگا۔ (۱)

(سوال ۲۲۴) امام اور مقتدی وتر کو اٹھا دو رکعت ہوئی یا تین ۳؟ تو کیا کیا جائے دو رکعت اور پڑھی جائے؟

(الجواب) اب اگر شک نہ جائے تو دو رکعت اور پڑھ لی جائے۔ لیکن جماعت نہیں۔ علیحدہ علیحدہ پڑھ لیں (صغیری ص ۲۰۸)

نماز عشاء پڑھنے والا تراویح اور وتر باجماعت پڑھ سکتا ہے:

(سوال ۲۲۵) جس شخص نے نماز عشاء پڑھی ہو وہ تراویح اور وتر باجماعت پڑھ سکتا ہے؟

(الجواب) پڑھ سکتا ہے۔ (صغیری)

(سوال ۲۲۶) جس شخص نے تراویح جماعت سے نہ پڑھی ہو وہ نماز وتر جماعت سے ادا کر سکتا ہے۔

(الجواب) ادا کر سکتا ہے۔ (۲) فقط واللہ اعلم

تراویح میں درمیان سورہ بسم اللہ جہراً پڑھی جائے یا سراً:

(سوال ۲۲۵) تراویح میں جب کہ دفعۃً قرآن ختم کر رہا ہو تو اس کو ہر سورت کے شروع میں بسم اللہ الرحمن الرحیم جہراً پڑھنا چاہئے یا سراً؟ ہمارے یہاں اس سلسلہ میں دو رائے ہیں ان میں یہ کہ پڑھنا چاہئے۔ دوسری رائے یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ کے مسلک پر عمل ہوگا اور پورا قرآن میں صرف کسی ایک بیک بسم اللہ جہر پڑھی جائے کی ہر سورت کے شروع میں نہیں ہم کس رائے پر عمل کریں۔ بینوا توجروا۔

(الجواب) نماز فرض قرآن کی تلاوت میں امام قراءت کے مسلک کا اتباع کیا جائے اور نماز میں امام اعظم ابوحنیفہ کے مسلک کی پیروی کی جائے۔ تکبیر تحریمہ سے کر سلام پھیرنے تک پوری نماز امام اعظم کے مسلک کے موافق

(۱) اذا صلی الامام بقوم وہم یعدون فقال بعض القوم صلی ثلاث رکعات وقال بعضہم صلی رکعتین ما حاصلہ لا عبرۃ بعدد القوم فتاوی عالمگیری فصل فی التراویح ج ۱ ص ۱۱۴

(۲) واذا صلی بعض شیئا من التراویح ثم جاء بعد ما سلم الامام مع صلاۃ الامام مع صلاۃ الامام ان یصلی الوتر معہ ہو الصحیح کذا فی الغیبۃ فتاوی عالمگیری فصل فی التراویح ص ۱۱۴

پڑھی جائے۔ اس لئے ان کی مخالفت کی جائے یہ خلاف ہے۔

(الجواب) یہ بیان ہے کہ [illegible] الخ قال في الكفاية من المحيط و الثالث انه لا يجهر عند في الصلوة عندنا خلافا للشافعي رفي خارج الصلوة اختلافات الروايات و المشائخ في السجود و السنة في يخفي السجود دون التسبيه و الصحيح انه يجهر بهما و لكن يسمع نفسه من القراءة و هم يجهرون بهما الا حمزة فانه يخافت (ہندی ج ۱ ص ۷۵) یہ صفحہ الصلوۃ سے معلوم ہوا کہ نماز کے اندر خفیہ سے تلاوت یا اذکار کا حکم امام کو سنوانا جائز نہیں ہے۔ اس لئے خلیفہ کو اس سے احتراز کرنا چاہئے۔ اور طلاق نماز میں داخل اور قرآن وغیرہ کلام ہونا اس عبارت سے واضح ہے کہ اجماع امام کرخی کا ہے۔ اجماع صلوۃ نہیں ہے۔ صلوۃ میں اس کے ہم نے اپنے [illegible] مفصل لکھا ہے (فتاویٰ دار العلوم ج ۳ ص ۲۶۳ تا ۲۶۵)

اس طرح [illegible] نہیں ہے۔

(الجواب) امام اعظم اس سے متعین ہونے سے ان کی جرأت کا ثبوت ہوتا ہے کہ کسی قائل کے سب غلط ہونے کا حکم صاف مصحف قرآن کا ثبوت ہے کسی خاص عورت یا مرد سے کا جواز نہیں پس اس کا مقتضی یہ ہے کہ ایک جماعت اجنبیہ عورت سے سیکھنے کا قرآن پڑھانا ہو گا۔ کوئی بھی فقہاء اس کے نہیں ہوئے ہیں کیونکہ مفضی الی الحرام کا حکم حرام کا ہوتا ہے۔ [illegible] پڑھنے قرآن کا [illegible] ہے اس لئے اس کا قرار تعلق ہے آلے کے تعلق سے اور اس میں محذور بالاتفاق ہے۔ ۱۲ ذی قعدہ ۱۳۳۴ھ کذا فی [illegible] (امداد الفتاویٰ ص ۳۰۹ جلد اول) فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

تیس ۳۰ رکعت کے بعد اجتماعی دعا کیسا ہے؟

(سوال ۳۲۲) [illegible] یہاں اپنے محلہ کے آخری [illegible] بعد العشاء تیس رکعت کے بعد اجتماعی دعا کا رواج ہے [illegible] اپنے اپنے طور پر دعا مانگ لیتے تھے بازار میں مشغول رہتے تھے لیکن سال [illegible] نے اجتماعی صورت دعا کی اس پر بعض نے اعتراض کیا کہ نفل میں دعا کرنا کیسی ہے؟ ضرورت کیا ہے؟ اور اس طرح دعا کرنے میں کون سی طریقہ ہو جاتی ہے لہذا دریافت طلب امر یہ ہے کہ آپ کے نزدیک اللہ اور رسول کا کون سا طریقہ پسندیدہ ہے؟ توجروا۔

(الجواب) اور اجتماعی چار رکعت کے بعد توقف کا حکم سنت ہے بیان آخری تراویح کی وتر کی اور اہمیت اس سے جو پہلے چار تراویح کی وجہ حاصل ہے [illegible] سے مصرح ہے کہ متقدمین پڑھ کر ان کو ادا نہ ہوتے تھے وتر تراویح کے ساتھ ملا دیتے تھے یہاں تک [illegible] متقدمین پڑھ کر ان کو ادا نہ ہوتے چھوڑ دیا جانے لگا [illegible] یہاں تک کہ [illegible] عشرین رکعۃ بتصرف قادر ورنہ تو مرسلا ان عمر اقام الناس علی القیام بالف رکعۃ (بذل المجہد [illegible] عشرین رکعۃ بتصرف قادر ورنہ تو مرسلا ان عمر اقام الناس علی القیام بالف رکعۃ (بذل المجہد [illegible] ص ۳۰)

اسی طرح [illegible] ہے [illegible] (الجوہر النقی [illegible] ص ۴۹۶ ج ۲) وکذا فی المحیط والبزازیۃ وکذا فی الخلاصۃ والبزازیۃ وکذا فی الہدایۃ وغیرہا (الجوہر النقی [illegible] ص ۴۹۶ ج ۲) وکذا فی المحیط والبزازیۃ وکذا فی الخلاصۃ والبزازیۃ وکذا فی الہدایۃ وغیرہا

علی القوم لا یجلس هکذا فی الشرح فهم محصورون فی هذا الحاوی ان شاؤا سجدوا وان شاؤا قعدوا اه کذا فی الکبیری واهل مکة یطوفون اسبوعا بعد خمس ترویحات اهل المدینة یصلون اربع رکعات فرادی کذا فی المحیط فتاوی عالمگیری ج ۱ ص ۱۱۶ مصر فی التراویح)

(ایضاً اگر کسی نے یاد کرتے کرتے آخر پارہ یا کچھ سورتیں یاد کیں اور تراویح میں ختم قرآن کا وعدہ کیا تو ایسا شخص عذر کی وجہ سے آخری پارہ یا سورتیں چھوڑ سکتا ہے اور آخری تراویح میں اتنا قرآن پڑھنے سے مقتدیوں کو ختم قرآن کا ثواب مل جائے گا یہ ظاہر ہے واللہ اعلم بالصواب

تراویح میں ختم قرآن کے وقت آخری رکعت میں الم سے مفلحون تک پڑھنا

(سوال ۲۲۷) تراویح میں جب ختم قرآن کیا جاتا ہے تو امام صاحب کو کون سی سورت سے تراویح کی آخری دو رکعتوں میں پہلی رکعت میں سورۂ فلق اور دوسری رکعت میں سورۂ والناس اور قل اعوذ برب الناس تک پڑھنی چاہئے یا الم سے مفلحون تک پڑھنا چاہئے آپ اس کا جواب شریعت کی رو سے دیں بینوا توجروا

(الجواب) تراویح میں ختم قرآن کے وقت آخری دو رکعتوں میں سورۂ قل اعوذ برب الناس (سورۂ فلق و سورۂ الناس) پڑھنا اور رکعتوں میں سورۂ فلق اور سورۂ والناس پڑھنا مکروہ ہے کذا فی الدر المختار (مگر مفلحون تک پڑھنے پر صحت سے حکم دیا ہے وفی ابی نصر لو قرأ فیهما من یختم القرآن فی الصلوٰة الا قل یقرأ فی الثانیة الا خلاص وفی الرکعة الاولی یقرأ ما یقرأ فی الرکعة الثانیة یقرأ اساس من الکتاب وشیئا من سورة البقرة الی قوله صلی الله علیه وسلم قال شیخ الاسلام الاحسن الاستحباب ای الختم الصحیح النهی (کبیری مع حلیہ ص ۳۶۳ شہاب) فیما ذکرہ من القرآن فی الصلوٰة وما لا یکرہ (الخ) یؤخذ من هذا ان من ختم فی التراویح یقرأ فی الاخیرتین من اول البقرة الی المفلحین اور سورۂ فلق اور سورۂ والناس نہ پڑھے جیسا کہ بعض لوگ پڑھتے ہیں یہ ختم قرآن سے ثابت نہیں ہے واللہ اعلم بالصواب

کیا قرآن کی تراویح پڑھانا عاقل و صدوار یوں میں سے ہے؟

(سوال ۲۲۸) امام صاحب باوجود وقت کی نماز پڑھنے کے پڑھاتے ہیں تو قرآن پاک تراویح میں ختم کرنے سے عاجز ہیں مجبوری کی وجہ سے کہ کسی حافظ سے تراویح پڑھانے کی عادت نہیں کی ہے۔ کتنی دفعہ امام صاحب کو سمجھایا کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ قرآن پاک کی تراویح پڑھانا امام کی ذمہ داری میں ہے اور وقت طلب امر ہے کوئی حفیظ قرآن پاک کی تراویح پڑھانا امام کی ذمہ داریوں میں سے ہے اور یا امام کو اس پر مجبور کیا جا سکتا ہے بینوا توجروا

(الجواب) تراویح میں جب کہ امام قرآن پاک ختم کرنے سے عاجز ہو تو ختم کرنے کا تکلف نہ کرے پڑھانے کے ذمہ دار ہیں اگر مقتدی تراویح میں قرآن پاک سننے کی سعادت حاصل کرنا چاہتے ہیں تو ان کا انتظام کریں اور جو اللہ تراویح پڑھانے والا مل سکے تو اس کا انتظام کریں یہ کہنے کا اب وقت نہیں رہا کہ حافظ نہیں ملتا ہے وہ ذمہ داریوں میں سے کوئی ذمہ داری نہیں ہے اور تراویح میں پڑھانے کی توانائی اس سے نکل سکتی ہے کہ مجبوری ہے (فتاویٰ

[illegible] ۱۳۲۹ھ [illegible] [illegible] [illegible]

(الجواب) صحیح یہ ہے کہ جس نے عشاء کی نماز پڑھی اس نے وتر پڑھ لیے اور تراویح پڑھ لی تو وتر کا اعادہ نہیں ہے وھذا لم یشمل الفوض مع الامام قبل لا یشفعہ فی التراویح ولا فی الوتر وکذا اذا لم یصل معہ التراویح لا یشفعہ فی الوتر والصحیح انہ یشفعہ فی ذالک کلہ الخ (صغیری ص ۲۱۰ ملاۃ التراویح) (کبیری علی الدر المختار) واللہ اعلم بالصواب

تراویح پڑھانے والی کو خوشی سے ہدیہ پیش کیا جائے تو وہ قبول کر سکتا ہے یا نہیں؟

(سوال ۲۲۲) حفاظ جو کہ تیس سات سال سے تراویح پڑھاتے ہیں اگر کوئی شخص ان کو بھی پیسے یا غیر چیز پیش کرے تو لے سکتے ہیں یا نہیں؟ بعض لوگ خوشی سے کچھ ہدیہ پیش کرنا چاہتے ہیں تو کیا ہدیہ لے سکتے ہیں یا نہیں؟ بعض حفاظ اس کو استعمال میں لاتے ہیں اختلافوں کی وجہ سے نماز تراویح میں روزانہ پڑھنے والوں میں اور قرآن سنانے والوں میں اختلاف ہے

(الجواب) آپ سات سال سے تراویح پڑھاتے ہیں اور ہدیہ نہیں لیتے اگر امسال بھی اسی طرح تراویح پڑھا رہے ہیں اور کوئی خوشی سے کچھ پیش کرے یا ضرورت سے قبول کر لیتے اگر کوئی ہدیہ نہیں لیتے تو بہتر ہے ہدیہ لینے کا طے نہیں ہے یہ اس کی عمل ہے جو ہدیہ نہیں لیتا ہے اس کو ہدیہ نہیں لینا چاہیے اور جو ہدیہ لیتا ہے اس کو ہدیہ لینا چاہیے اس لئے لوگوں کو اجازت دے دیے کہ وہ دل میں جانوں نہ لیا جائے غریب کو دے دی جائے تو بھی لینا چاہیے اور اگر آپ امام ہیں تو آپ امام کے لئے ہدیہ نہیں لیتے اس لئے کہ آپ نے تراویح کے لئے تعین کیا تو امام واجب کی بات کرنے نہیں رکھا تھا۔ (فقط واللہ اعلم) حررہ العبد محمد کفایت اللہ عفی عنہ ۲۶ رمضان ۱۳۳۸ھ

تراویح میں سجدہ سہو کیا تو وہ کتنی قائم اعادہ ہیں؟

(سوال ۲۲۳) تراویح میں بیٹھنا بھول گئے اور سجدہ سہو کر لیا اور سجدہ سہو کے بعد یاد آیا کہ بیٹھنا بھول گئے تھے اس صورت میں دو سجدے سہو کے فرض تھے یا ایک ہی سجدہ سہو کافی ہو گیا اور نماز ہو گئی یا نہیں؟ اگر نماز ہو گئی یا نہیں تو کیا نماز کا اعادہ واجب ہے یا نہیں؟ اعادہ واجب ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

(الجواب) نماز تراویح میں ایک سجدہ زائد ہو جانے کی وجہ سے نماز فاسد نہیں ہوتی ہے نہ اعادہ واجب ہے یہ اس وقت کے اندر اندر اعادہ ہے ایک دو نمازوں کی جماعت سے اور جماعت تباہ ہو جاتی ہے۔ (فقط واللہ اعلم بالصواب)

تراویح میں ختم قرآن کے بعد شیرینی تقسیم کرنا!

(سوال ۲۲۴) مضان المبارک میں تراویح میں ختم قرآن ہوتا ہے اس دن شیرینی تقسیم کرنا کیسا ہے جائز ہے یا ناجائز؟

(۲) شیرینی صرف ایک شخص کی طرف سے تقسیم ہوتی ہے یا چندہ کر کے تو یہ ضرورت ہے یا نہیں؟ (۳) شیرینی جماعت خاص میں تقسیم ہوتی ہے یا عام میں کی جاتی ہے؟ بینوا توجروا (۴) کیا وقت ہوا ہے؟ (بینوا توجروا)

(۱) ولا یتنفل بعد وتر بجماعۃ ای علی سبیل التداعی (الدر المختار) وکرہ تحریما لا تنزیہا (الی قولہ) وعن ابی یوسف لا بأس بہ اذا لم یجعل سنۃ (مراقی الفلاح علی ہامش طحطاوی) فصل فی صلاۃ التراویح ص ۲۰۲ وفی الفتاوی من ترک قضاء سنۃ بعذر او بلا عذر فلیس لہ ان یؤدیہا بجماعۃ لانہ یؤدی الی ترک الجماعۃ (تاتارخانیہ) الفصل الرابع عشر فی قضاء التراویح

(الجواب اضروری نہیں ہے لوگوں نے اسے ضروری سمجھ لیا ہے اور بڑی پابندی کے ساتھ عمل کیا جاتا ہے۔ لوگوں کو چندہ دینے پر مجبور کیا جاتا ہے۔ مسجدوں میں بچوں کا احتلام اور تبدیل وغیرہ خرابیوں کے پیش نظر اس دستور کو موقوف کر دینا ہی بہتر ہے۔

(۲) امام مسجد یا اور کوئی شخص قرآن کی خوشی میں کبھی کبھی شیرینی تقسیم کرے اور مسجد کی حرمت کا خیال رکھا جائے تو درست ہے۔

(۳) مسجد کا فرش خراب ہو تو مثل چٹائی وغیرہ مسجد کی چیز سے اگر ضرورۃً آسکے تو درست ہے بشرطیکہ اس کو دوسرے پر تقسیم کیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ ۱۲ رمضان المبارک ۱۳۳۶ھ۔

چند حفاظ کر تراویح پڑھائیں تو درست ہے یا نہیں؟

(سوال ۲۳۵) ہمارے یہاں مسجد میں پانچ حافظ کر تراویح پڑھاتے ہیں۔ پہلے حافظ صاحب پانچ رکعت پڑھاتے ہیں دوسرے حافظ صاحب پانچ رکعت پڑھاتے ہیں تیسرے حافظ صاحب پانچ رکعت اور پھر چوتھے پانچ رکعت پڑھاتے ہیں کیا درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) افضل یہ ہے کہ ایک ہی حافظ کل تراویح پڑھائیں مگر دو حافظ جید و باصحت حفظ ہوں اور تعداد حفاظ تراویح پڑھائیں تو یہ بھی درست ہے۔ تراویح دو دو پڑھی جاتی ہے۔ والافضل ان یصلی التراویح بالجماعۃ واحد فان صلوھا بالمناوبۃ فالمستحب ان یکون انصراف کل واحد علی کمال الترویحۃ فان انصرف علی تسلیمۃ لا یستحب ذلک فی الصحیح (الفتاوی الھندیۃ) والمگیری ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ قلمی التراویح فقط واللہ اعلم بالصواب۔

تراویح میں سوال میں مندرج کلمات پڑھنا کیسا ہے؟

(سوال ۲۳۶) ہمارے یہاں تراویح شروع کرنے سے قبل ایک حافظ صاحب یہ کلمات پڑھتا ہے۔ اصلوٰۃ التراویح سنۃ حمکم اللہ لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ والحمد للہ الذی لم یتخذ ولدا ولم یکن لہ شریک فی الملک الخ پڑھنے کے بعد یہ کلمہ کہتا ہے یا کریم المعروف بانعامہم الاحسان احص لنا دینا باحسانک القدیم یا اللہ یا اللہ یا اللہ تفضل من اللہ ونعمۃ ومغفرۃ ورحمۃ لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر ولہ الحمد۔ پڑھتا ہے۔ اور پانچ رکعت کے بعد علیہ محمد المصطفی صلی اللہ علیہ وسلم لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر ولہ الحمد پڑھتے کے بعد یہ کلمہ الحروف الخ پڑھتا ہے اور دوسرے تروایحہ میں خلیفۃ رسول اللہ بالصادق والتحقیق امیر المؤمنین سیدنا ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ لا الہ الا اللہ پڑھتا ہے۔ اور پھر تیسرے تروایحہ میں ذی المسجد والمنبر والمحراب امیر المؤمنین سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ لا الہ الا اللہ پڑھتا ہے۔ چوتھے تروایحہ میں جامع القرآن کامل الحیاء والایمان امیر المؤمنین سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ لا الہ الا اللہ الخ اور پانچویں تروایحہ میں اسد اللہ الغالب منقوم العجائب والغرائب بعلم المعارف والحقائق امیر المؤمنین سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ لا الہ الخ

[illegible] لا إله إلا الله [illegible] لا إله إلا الله [illegible]

تراویح پر اجرت لینا

[illegible]

تراویح میں دوسری رکعت میں قراءت طویل کرنا

(سوال ۲۳۸) کتاب دین پر فرماتے ہیں حافظ صاحب تراویح کی پہلی رکعت میں قراءت مختصر اور دوسری رکعت میں قراءت طویل پڑھتے ہیں۔ تراویح کی پہلی رکعت میں قراءت طویل اور دوسری میں مختصر ہونی چاہئے۔ حافظ صاحب کہتے ہیں کہ حنفیہ کا مذہب پہلی رکعت میں قراءت مختصر اور دوسری رکعت میں کوئی حد قراءت کی مقرر نہیں ہے جتنا چاہے طویل پڑھے۔ واضح مرحمت فرمائیں بالتفصیل جواب دیں۔

(الجواب) تراویح پوری امت سے بجماعت پڑھی جاتی ہے اس لئے مقتدی پر لازم ہوجاتی ہے لہٰذا امام جس رکعت میں قراءت کرے مقتدی کو اس وقت ہونٹ ہلانا چاہئے تو قائل رہتے کبھی کسی کی عادت ہوتی ہے کہ پہلی رکعت طویل پڑھتا ہے۔ تراویح کا مسئلہ ہدایہ میں ہے کہ پہلی رکعت میں دوسری رکعت کی قراءت طویل نہ کرے یہ ہے۔ [illegible] اور امام محمد سے فرمایا کہ تراویح کی رکعتوں کے درمیان کتنا وقفہ کرے تو فرمایا کہ دو رکعتوں کے درمیان بیٹھنے کا اندازہ ہے۔ [illegible] ویستحب الصمت بین کل رکعتین عندنا وعند محمد رحمہ اللہ یقرأ الفرائض الا وبی علی لانہ هکذا فی محیط السرخسی (عالمگیری ج ۱ ص ۱۱۵ وفیہ قال فی الذخیرہ کبیری ص ۳۸۰ ا فقط واللہ اعلم بالصواب۔

تراویح کے بعد باری باری ہر ختم پر ختم قرآن کرنا کیسا ہے؟

(سوال ۲۳۹) ماہ رمضان میں رات کو تراویح کے بعد ختم قرآن کا معاملہ جاری ہے ترتیب وار سب ہی ختم کے لئے ہوتے ہیں اور قرآن پڑھتے ہیں اس طرح قرآن ختم کرنا کیسا ہے؟ جس روز سے ختم شروع ہوا ہے اس روز سے ختم تک کتنی جماعت سے ضیافتیں ہونی چاہئے تو فرمائیں۔

(الجواب) ختم قرآن کو یہ طریقہ کہ باری باری ختم کرتے ہوں ممنوع نہیں ہے۔ بلکہ مستحب ہے۔ ہاں ختم پر ضیافت کرنا بدعت ہے۔ جو شخص ختم قرآن کا شوق رکھتا ہو تو کسی جگہ جاکر پڑھ لیا کریں اور اس ختم پر جس کو مرضی ہو اب جو ختم پڑھے اور سب مل کر دعا پڑھتے ہیں ختم بھی ہوجائے گا اور اصل مقصد بھی ہوجائے گا۔ حاضرین میں سے کوئی ختم خواں بھی ہوں۔ کچھ ہوا کہ ختم کیں پڑھ لیتے ان کی ضیافت بھی ہوجاتی ہے یہ بھی ایک سلسلہ قائم ہوجاتا ہے واللہ اعلم بالصواب۔

امام تراویح سامع کا لقمہ لینے تک خاموش رہنے کا حکم ہے؟

(سوال ۲۴۰) ہمارے یہاں تراویح میں حافظ صاحب سے ایک غلطی ہوئی تو پیچھے سے سامع نے لقمہ دیا اور پوری

آیت پڑھی آتی (امام صاحب خاموش رہے یہ آیت یہ ہے "ام حسبتم ان تترکوا ولما یعلم اللہ الذین جاھدوا منکم ویعلم الصابرین" تک تو کچھ نہ بولے بعد کو کہا کیوں نہیں؟ اگر واجب ہوتے تو ان کو بتلانا ضروری تھا اعادہ ضروری ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) قرأت تراویح کا واجبی اعادہ کی ضرورت نہیں۔ حافظ کے لقمہ دینے کے لئے ضرور تھا امام کا اس قدر خاموش رہنا مفسد صلوٰۃ نہیں ہے اور بعد کو بھی ضرورت نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

ایک شخص فرض اور وتر پڑھائے اور حافظ صرف تراویح پڑھائے تو کیسا ہے؟

(سوال ۳۴۰) ہمارے یہاں امام صاحب عشاء کی فرض نماز اور وتر پڑھاتے ہیں اور دوسرے حافظ صاحب تراویح پڑھاتے ہیں تو اس میں کوئی مضائقہ ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) کوئی مضائقہ نہیں۔ حضرت فرض نماز اور وتر پڑھاتے تھے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ تراویح پڑھاتے تھے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔ واذا احرزت التراویح ساغ لمن علی ھذا الوجہ ان یصلی الفریضۃ احدھم ویصلی التراویح الآخر وقد کان عمر رضی اللہ عنہ یؤمھم فی الفریضۃ وابو یوسف رضی اللہ عنہ یؤمھم فی التراویح کذا فی السراج الوھاج (عالمگیری ج ۱ ص ۷۲ فصل فی التراویح) واللہ اعلم

تراویح میں تنہا عورتوں کی جماعت:

(سوال ۳۴۱) ہمارے یہاں دو لڑکیاں حافظ قرآن ہیں اگر وہ تراویح میں قرآن شریف سنائیں تو بھول جائیں گی اس بناء پر ایک مولوی صاحب نے تراویح باجماعت پڑھانے کی اجازت دی ہے۔ محلہ کی عورتیں شامل ہوکر باجماعت تراویح ادا کرتی ہیں۔ حنفی مذہب میں اس کی اجازت ہے یا نہیں؟ تفصیل جواب عنایت فرمائیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) عورت حافظہ سے قرآن سننے کی جب کہ بھول جانے کا اندیشہ ہے تب بھی تراویح باجماعت کی اجازت نہیں تنہا تنہا پڑھیں۔ عورتوں کے لئے باجماعت مکروہ تحریمی ہے اگرچہ تراویح ہو "لانہ لا یندب لھا الجماعۃ" (حلبی ص ۱۵۵) جماعتھن (وحدھا) ولو امام ابو حنیفۃ مکروہۃ وقالا وغیرھما جائزۃ (درمختار ص ۱۰۰ ج ۱) ترجمہ۔ امام ابو حنیفہ کے نزدیک عورتوں کی جماعت مکروہ ہے اور دوسرے ائمہ کے نزدیک جائز ہے۔ (ش ۳۵)

حضرت عائشہ نے عورت کی آواز کو عورت (قابل ستر) قرار دیا ہے۔ چنانچہ بدائع میں ہے "ویروی قال علیہ السلام صوت المرأۃ عورۃ فاذا رفعت صوتھا بالقراءۃ فقد کشفت عورتھا" (بدائع ج ۱ ص ۱۲۳) ترجمہ۔ فقہاء کی معتبر کتاب "بدائع" میں ہے کہ عورت کی آواز عورت (قابل ستر) ہے جب اس نے

(۱) (ویکرہ) تحریما جماعۃ نساء ولو) فی التراویح (فی الاصح) فی الکتاب تحت قولہ ولو فی التراویح فالاصح الکراھۃ فی کل ماشرع فیہ جماعۃ فرجحن فرادی وفی الشامی (قولہ فی الکتاب) ای الدر المختار مع الشامی باب الامامۃ ص ۵۱۵ ج ۱

فرماتے ہیں کہ اس قول کے مطابق عورت قرأت زور سے پڑھے گی تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ (ملا بد منہ ص ۳۰) جوابص ۵ دلیل ہے بالا ان المرأة لا ترفع صوتها لان صوتها عورة مگر عورت تکبیر تشریق کہنے میں اپنی آواز بلند کرے گی اس کی "دلیل عورت (مسترات اس ۲ مسئلہ نمبر ۳۵)

بیس رکعت تراویح سنت ہے یا بدعت ہے:

(سوال ۲۲۳) بیس ۲۰ رکعت تراویح باجماعت سنت ہے یا بدعت کچھ لوگ غیر مقلدین بدعت کہتے ہیں۔ کیا یہ صحیح ہے بینوا توجروا۔

(الجواب) بیس ۲۰ رکعت تراویح باجماعت سنت مؤکدہ ہے اس پر سب کا تعامل ہے اور اجماع حجت شرعیہ ہے۔ لہٰذا بدعت کہنا گمراہی ہے اور رافضی کی موافقت کرنا ہے حضرت عمر خلفاء راشدین میں سے ہیں اور آنحضرت ﷺ نے خلفاء راشدین کے طریقہ کو لازم قرار دیا ہے فرماتے ہیں۔ علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین المهديين متفق باب الاعتصام بالكتاب والسنة ص ۳۰ اور ارشاد فرماتے ہیں۔ اقتدوا بالذين من بعدی ابی بکر و عمر رضی اللہ عنہما مشکوۃ باب مناقب ابی بکر و عمر صفحہ ۵۵۴ اور ابو نعیم نے حذیفہ الیمانی کے حوالہ سے نقل کیا ہے روی ابو نعیم من حدیث عروبة الکندی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال سمعت بعد انباء فاحببتها الی ان نومی ما احدث عمر رضی اللہ عنہ یعنی رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ میرے بعد بہت نبی ہوں گے مجھے ان میں سب سے زیادہ محبوب وہ چیز ہوگی جس کو عمر نے ایجاد کیا ہو تم سب اس کو لازم کرنا اور اپنے اوپر لازم کر لینا۔ (بحوالہ طحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۳۳۹ فصل فی صلاۃ التراویح)

فتح الاسلام ماسر جد الدین فتح شارح فتح بخاری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ اقام فرماتے ہیں سیرة العمر لا شک فی ان فی فعلها ثواب وفی ترکها عقاب لانا امرنا بالاقتداء بها لقوله علیه الصلوة والسلام اقتدوا بالذین بعدی ابی بکر و عمر فاذا کان الاقتداء بهما مامورا به یکون واجبا وتارک الواجب یستحق العقاب والعتاب.

یعنی ۲۰ حضرت عمرؓ کے طریقہ پر عمل کرنے میں بلاشبہ ثواب ہے اور اس کے ترک کرنے میں عقاب ہے اس لئے کہ حضور اکرم ﷺ کے اس قول مبارک "اقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر و عمر" میں کہ آپ کی اقتداء کا حکم کیا گیا ہے تو جب ان دو حضرات کی اقتداء مامور بہ (جس پر عمل کرنے کا حکم دیا گیا) ہے تو یقیناً اقتداء کرنا واجب ہوگا۔ اور واجب کو ترک کرنے والا عقاب اور عتاب کا مستحق ہوتا ہے۔ (بحوالہ فتاوی لبانم الملة والدین ص ۴۷۸ ج ۳)

حافظ ابن تیمیہ فرماتے ہیں۔ قد ثبت ان ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کان یقوم بالناس عشرین رکعة فی رمضان ویوتر بثلاث فرأی کثیر من العلماء ان ذلک هو سنة لانه قام بین المهاجرین والانصار ولم ینکره منکر.

بے شک یہ ثابت شدہ امر ہے کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ رمضان المبارک میں لوگوں کو بیس ۲۰ رکعت تراویح اور تین رکعت وتر پڑھاتے تھے۔ بیس رکعت کی سنت ہونے کی وجہ یہ ہے کہ بیس رکعت کی موجودگی میں بیس ۲۰ رکعت پڑھاتے تھے کسی نے بھی ان کے اس فعل پر انکار واعتراض نہیں کیا (اگر بیس رکعت سنت نہ ہوتی تو مہاجرین وانصار ضرور اعتراض کرتے) (فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۱ ص ۱۹۱)

شیخ احمد رومی فرماتے ہیں:۔ والصحابة حينئذ متوافرون منهم عثمان وعلي وابن مسعود والعباس وابنه والزبير ومعاذ وغيرهم من المهاجرين والانصار ولم يرد عليه واحد منهم بل ساعدوه ووافقوا وامروه بذلك ووافقوا عليها حتى ان عليا أتى عليه ودعاله بالخير وقد قال نور الله مضجع عمر كما نور مساجدنا وقد قال النبي صلى الله عليه وسلم عليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين المهديين من بعدي وهي عشرون ركعة

یعنی:۔ (اس زمانہ میں جب کہ حضرت عمرؓ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو بیس ۲۰ رکعت تراویح پڑھانے کے لئے مامور کیا) اس وقت صحابہ بکثرت موجود تھے ان میں حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت ابن مسعودؓ، حضرت عباسؓ اور ان کے صاحبزادے، حضرت عبداللہؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت معاذؓ اور ان کے علاوہ سب ہی مہاجرین وانصار موجود تھے۔ کسی نے حضرت عمرؓ پر اعتراض نہیں کیا (رد آپ کی تردید تو کیا کی بلکہ سب نے آپ کا تعاون کیا اور آپ کی موافقت اور تائید کی اور اس کو جاری ورائج کیا اور صحابہ پابندی سے پڑھتے رہے یہاں تک کہ حضرت علیؓ نے حضرت عمرؓ کی تعریف کی اور ان کی لئے دعائے خیر کی (حضرت عمرؓ کی وفات کے بعد فرمایا کرتے تھے) اللہ تعالیٰ حضرت عمرؓ کی قبر کو نور سے بھر دے جیسے حضرت عمرؓ نے ہماری مسجدیں نور کردیں۔ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے میرے طریقہ اور خلفائے راشدین جو میرے بعد ہوں گے ان کے طریقہ کو لازم پکڑنا۔ اور تراویح کی بیس ۲۰ رکعتیں ہیں۔ (مجالس ابرار ص ۷۹ مجلس نمبر ۲۸ فی بیان کیفیۃ التراویح وفضلہا۔)

محدث کبیر حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ فرماتے ہیں۔ عمل فاروقیؓ (بیس ۲۰ رکعت تراویح) کو امت نے اختیار کیا اور یہ سنت شرعیہ ہے یعنی سنت مؤکدہ ہے دلیل آنحضور ﷺ کا قرار ہے۔ عليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين المهديين ہے۔ (العرف الشذی ج ۱ ص ۲۱۰ ب ماجاء فی قیام شھر رمضان)

ان عبارات سے واضح ہوگیا کہ بیس رکعت پر تراویح صحابہ کا اجماع ہوچکا تھا۔ لہٰذا یہ بدعت نہیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

تراویح میں ایک مرتبہ ختم قرآن مجید سنت مؤکدہ ہے:

(سوال ۴۴۳) رمضان میں تراویح میں ایک قرآن ختم کرنا فقہاء نے سنت لکھا ہے اس سے کوئی سنت مؤکدہ یا غیر مؤکدہ؟ مفصل ومدلل جواب مرحمت فرمائیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) باسمہ تعالیٰ۔ صحیح مذہب اور قول اصح یہ ہے کہ تراویح میں ایک قرآن ختم کرنا سنت مؤکدہ ہے۔ تو ہم کی

والختم مرة سنة هو كذا في الهداية شرح بداية ج ۱ ص ۱۳۱ فصل في التراويح والتهجير على ان السنة الختم مرة فلا يترك لتكسل القوم فالحاصل ان التصحيح في المذهب ان الختم سنة (البحر الرائق ج ۲ ص ۶۹ ۱۹ باب الوتر والنوافل) (وبالختم بالتراويح يثبت على سنة على القول (مرقاة شرح مشكوٰة ج ص ۱۶۴ باب قيام شهر رمضان) وأكثر المشايخ على ان السنة فيها الختم مرة فلا يترك لتكسل القوم وهداية ج ص ۱۳۱ فصل في التراويح وقوله ولا يسرع لكسل القوم تأكيد في مطلوبية الختم وفيه تخفيف على الناس لا تطويل (فتح القدير ج ۱ ص ۴۶۹ وايضاً السنة في التراويح فما هو الختم مرة فلا يترك لكسل القوم والختم مرتين فضيلة والختم ثلاث مرات فضيلة (فتاوىٰ عالمگيري، فصل في التراويح ص ۱۱۴)

(ترجمہ) رمضان المبارک میں تراویح میں قرآن کریم ختم کرنا سنت ہے (یعنی) قیام رمضان میں ختم قرآن کریم ایک مرتبہ سنت ہے (ہدایہ ص ۱۳۱) لیکن بعض فقہاء کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ قرآن مجید کا ختم سنت ہے (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ص ۱۶۴) بعض فقہاء کہتے ہیں کہ سنت دو مرتبہ ختم قرآن مجید ہے اور بعض کہتے ہیں کہ تین مرتبہ قرآن مجید ختم کرنا سنت ہے (فتاویٰ عالمگیری) اور بعض فقہاء کہتے ہیں کہ ختم قرآن مجید کے بارے میں لوگوں کی حالت کے مطابق عمل کیا جائے اگر لوگ سستی کریں تو ایک مرتبہ ختم قرآن مجید سنت ہے اور اگر لوگ سستی نہ کریں تو دو مرتبہ ختم قرآن مجید سنت ہے اور اگر لوگ سستی نہ کریں تو تین مرتبہ ختم قرآن مجید سنت ہے (البحر الرائق ج ۲ ص ۶۹ باب الوتر والنوافل)

اگرچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ثابت ہے کہ آپ نے کبھی رمضان میں پورا قرآن مجید ختم نہیں کیا اور نہ ہی آپ سے کسی اور صحابی سے ثابت ہے کہ انہوں نے رمضان میں پورا قرآن مجید ختم کیا ہو (فتح الباری شرح صحیح بخاری ج ۴ ص ۲۰۲) (التوضیح شرح الجامع الصحیح ج ۸ ص ۱۰۰) (عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری ج ۵ ص ۴۶۰) (نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار ج ۳ ص ۶۰) (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج ۴ ص ۱۶۴) (شرح سنن ابی داؤد ج ۱ ص ۲۰۲) (التوضیح شرح الجامع الصحیح ج ۸ ص ۱۰۰) (عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری ج ۵ ص ۴۶۰) (نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار ج ۳ ص ۶۰) (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج ۴ ص ۱۶۴) (شرح سنن ابی داؤد ج ۱ ص ۲۰۲)

ایک حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان میں بعض لوگوں کو تہجد پڑھتے ہوئے دیکھا تو فرمایا کہ یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ ہم قرآن پڑھتے ہیں حالانکہ قرآن پڑھنے والے تو وہ ہیں جن کے دل میں قرآن پڑھتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے اچھا کیا تم نماز پڑھو (ترجمہ) (باب قیام شہر رمضان ابن ماجہ ص ۹۰)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تراویح کے لئے یا امام کی تکاسل کو مقصد ختم قرآن سے اس حدیث سے ثابت ہوا کہ [illegible]

---

(۱) [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم وصار فی صدر [illegible] حتی یقوم فیما یظن من طول القیام حتی یقال قد نام حتی ذهب طائفة من الليل نهض فتسوك وتوضأ كما كان يفعل ثم قام حتى يقال قد رقد حتى

کتب حدیث ثابت ہیں ہے کہ خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروقؓ نے تراویح کی امت کے لئے حافظوں کو بلا کر ان کی قرات سنی پھر تیز پڑھنے والوں کو تین ختم کرنے کا حکم دیا۔ (یعنی ہر عشرہ میں ایک ختم مہینے میں تین ختم سے ہیں اور ہر عشرہ کی الگ فضیلت ہے حدیث میں ہے۔ اولہ رحمۃ واوسطہ مغفرۃ واخرہ عتق من النار) اور درمیانی تیز پڑھنے والے (یعنی تدا پڑھنے والے) کو دو ختم کرنے کے لئے فرمایا۔ اور آہستہ یعنی ترتیل سے پڑھنے والے کو ایک ختم کرنے کے لئے کہا۔ اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو ان کے شوق اور ہمت کے موافق مذکورہ احکام میں سے کسی ایک میں قطعاً ہدایت فرمائی۔ عن ابی عثمان النهدی قال دعا عمر بن الخطاب رضی الله عنه بثلثة من القراء فاستقرأهم فامر احدهم فقرأ ثلثين بقرة ثم قرأ الناس بثلثين اية في كل ركعة وامر الاوسطهم ان يقرء خمسا وعشرين وامر بطأهم ان يقرء بعشرين اية وكذا رواه الطبري عن عاصم والسنن الكبرى مع الجوهر النقي باب قدر قراءتهم في قيام شهر رمضان ج ۲ ص ۴۹۷ (مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۲ ص ۳۹۳)

کبیری شرح منیہ میں ہے۔ وروی البیهقی باسناده عن ابی عثمان النهدی قال دعا عمر بثلثة من القراء فاستقرأهم فامر احدهم فقرأ ثلثين بقرة ثم قرأ الناس بثلثين اية في كل ركعة وامر اوسطهم بخمسة وعشرين اية وامر بطأهم بعشرين اية قال القاضي خان وقال بعضهم وهو رواية الحسن عن ابی حنیفة یقرء فی کل رکعات عشر ایات وهو الصحیح لان فیه تخفیفا علی الناس و تحصیل السنة وهو الختم مرة واحدة لان عدد رکعات التراویح فی تلک اللیلة ست مائة و آیات القرآن ستة آلاف وثلثی فاذا قرء فی کل رکعة عشر آیات یحصل الختم. والفضیلة فی الختم مرتین وینبغی للامام وغیره اذا صلی التراویح وعاد الی منزله وهو یقرأ القرآن ان یصلی عشرین رکعة یقرأ فی کل رکعة عشر آیات حتی یقرأ تتمة الفضیلة وهی الختم مرتین انتهی وفی الهدایة واکثر المشائخ علی ان السنة فیها الختم فلا یترک لکسل القوم قال الشیخ کمال الدین ابن الهمام قوله ولا یترک لکسل القوم تاکید فی مطلوبیة الختم وانه تخفیف علی الناس لا تطویل کما صرح به فی النهایة واذا کان امام مسجد حیه لا یختم فله ان یترک الی عشرة انتهی (صلوۃ التراویح کبیری شرح منیۃ المصلی ص ۳۸۸)

صلوۃ مسعودی میں ہے۔ مسئلہ۔ در تراویح سنت است کہ قرآن ختم کند و سہ پارہ روے اختلاف است کہ دوسے چند ختم کند بروایت امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ سہ ختم در ہر دو روز سے یک ختم کند و ہفتے گفتہ اند کہ یک ختم کند و نہی تمام کبیری الدین میگوید کہ امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ سہ امام بیکبار از جہت گذاردن تراویح یکے را گفت تو سہ ختم کن دیگے را فرمود کہ تو دو ختم کن دیگے را فرمود کہ تو یک ختم کن ازگاہ معلوم کرد امر کردہ گفت ہر کہ قوی حال است باید کہ سہ ختم کند و ہر کہ میانہ حال است باید کہ دو ختم کند و ہر کہ ضعیف حال است باید کہ یک ختم کند یعنی واجب است کہ ختم کردن سنت است و در خواندن قرآت در وے اختلاف است امیر المومنین گفتہ است کہ در ہر رکعتے سی آیت خواند تا کل در رمضان سہ ختم شود و در ہر دو روز سے یک ختم شود ظاہر روایت آنست کہ در ہر رکعتے دہ آیت خواند کل در رمضان یک ختم

(فتاویٰ قاضی خان علی ہامش الہندیہ ج ۱ ص ۸۸)

قاضی خاں میں ہے۔ اختلف فی مقدار القراءۃ فی التراویح اختلف المشائخ فیہ قال بعضھم یقرء فی کل شفع مقدار ما یقرء فی صلوٰۃ المغرب لان التطوع اخف من المکتوبۃ فصار خلف المکتوبات وھو المغرب وھذا لیس بصحیح لان بھذا لمقدار لا تحصل الختمۃ فی التراویح۔ والختمۃ فی التراویح مرۃ واحدۃ سنۃ وقال بعضھم یقرء مقدار ما یقرء فی العشاء لانھم تلعشاء، وقال بعضھم یقرء فی کل رکعۃ من عشرین ایۃ الی ثلثین۔ وقال بعضھم وھو روایۃ الحسن عن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ یقرء فی کل رکعۃ عشرایات وھو الصحیح لان فیہ تخفیف علی الناس وبہ تحصل السنۃ وھی الختمۃ مرۃ واحدۃ فی التراویح (قاضی خان ج ۱ ص ۱۱۱)

امیر المؤمنین حضرت عمر بن الخطاب نے سات آدمیوں کو قرآن مجید کے مختلف آخر حضرت عثمان کی دلیل دیتے ہوئے آپ اس کا حکم فرمایا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ جیسے اعلم الصحابہ ان کو سیکڑوں سے اور خلفائے راشدین کے بعض ان کی صورت آنحضرت ﷺ کے مبارک زمانہ میں کبھی نہیں ہوئی آنحضرت ﷺ کی بیان مقاصد شریعت کے لحاظ سے ان کا تین سنت اور تین بدعت ہونا ظاہر ہے۔ لہٰذا ان کو ختم قرآن کی وجہ سے صورت آنحضرت ﷺ کے مبارک زمانہ میں نہ ہونے کی وجہ سے بدعت کہنا کسی طرح صحیح نہیں ہے۔ اس کے علاوہ مختلف زمانوں اور حالات کے لحاظ سے آنحضرت ﷺ کے بہت سے فیصلے ایسے ہیں جو سنت ہونے کے باوجود آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں عمل میں نہیں آئے۔

اصول الشاشی مشہور و معتبر کتاب ہے اصول الشاشی میں ہے السنۃ عبارۃ عن الطریقۃ المسلوکۃ المرضیۃ فی باب الدین سواء کانت من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم او من الخلفاء الراشدین رضی اللہ عنہم۔ قال علیہ الصلوٰۃ والسلام علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین عضوا علیھا بالنواجذ

(سنت اس طریقہ مرضیہ مسلوک فی الدین کو کہتے ہیں جس پر آنحضرت ﷺ نے خود عمل کیا اور آپ کے بعد خلفائے راشدین نے آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے۔ میرے طریقہ کو اور میرے بعد خلفائے راشدین کے طریقہ کو لازم پکڑو)

(اصول الشاشی ص ۲۰۰ المجلد الاول فی التمییز بین الفعل فی الفرض)

اس لئے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں [illegible] (حجۃ اللہ البالغہ ج ۱ ص ۱۱۸ باب الاقتداء بالسنن والخلفاء الراشدین) اس سے ثابت ہے کہ خلفاء راشدین کی سنت بھی (حجۃ اللہ البالغہ ج ۱ ص ۱۱۸ باب الاقتداء بالسنن والخلفاء الراشدین) اس سے ثابت ہے کہ خلفاء راشدین کی سنت بھی

حضرت علامہ قاری رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ [illegible] حضرت ﷺ کی سنت ہے جس کا یہ فعلکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین (فعلیکم بعضوا علیھا بالنواجذ) شرح مسلک ج ۱ ص ۳۲۲ ملا علی قاری)

محدث علامہ انور شاہ کشمیری قدس سرہ فرماتے ہیں "عمل فاروقی (بیس رکعت تراویح) اور سنت کے اختیار کی اور سنت شریعہ ہے جس سنت مؤکدہ ہے۔ دلیل آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے۔ علیکم بسنتی وسنۃ

الجمعۃ واقر اسمین الجمعۃ بسبیح ۱۲ منہ (ت) الدرالمختار کتاب الصلوٰۃ باب قیام شہر رمضان ۱

نماز تراویح میں ختم قرآن کی رات ہے اس میں ختم کا اعلان کیا جاتا ہے۔ بعض لوگ اس سے منع کرتے ہیں وہ بدعت ہے اس میں قرآن کریم کی بے ادبی ہے اور قرآن کا ساتھ نہیں ختم ہوجاتا وغیرہ اعتراضات کرتے ہیں ان سب کا جواب دینا اور ان کا رد کرنا ضرور ہے۔ اس سنت پر ہمیشہ اکثر مسلمین عامل رہے ہیں اور ہیں اور ان شاء اللہ تعالٰی رہیں گے اور ایسے امر پر اعتراض کرنا جس پر ہمیشہ سے جمہور مسلمین عامل رہے ہیں اور ہیں اور ان شاء اللہ تعالٰی رہیں گے اس امر کی دلیل ہے کہ اعتراض کرنے والے کا دل مسلمانوں کی طرف سے صاف نہیں اور وہ ان کے حال پر خیر خواہی نہیں کرتا اسی لئے ہم نے اس رسالہ کا نام مانع الاعتراض عن ختم القرآن فی التراویح رکھا ہے۔ اس رسالہ میں ہم نے ان اعتراضات کا جواب دیا ہے اور ان کا رد کیا ہے اور ان شاء اللہ تعالٰی ہر اعتراض کا جواب دیں گے اور ہر اعتراض کا رد کریں گے۔ اللہ تعالٰی ہی سے ہم توفیق چاہتے ہیں اور اسی پر ہمارا بھروسا ہے اور وہی ہمارا کارساز ہے۔

اعلم ان ختم القرآن فی التراویح سنۃ ثابتۃ بالحدیث والاجماع وتعاملہ الخلف بعد السلف فی جمیع الاعصار والامصار ولم ینکرہ الا اھل البدع والاھواء والاشرار وھذا ھو الحق الذی لا محید عنہ ولا مرید لہ الا من اعمی اللہ بصرہ وبصیرتہ وقد بسطت الکلام علیہ فی رسالتی المسماۃ بالزلال الانقی فی سنیۃ الختم فی التراویح بالقرآن المجید فی شہر الصیام والقیام وفی رسالتی المسماۃ بالنہی الاکید عن ترک الختم فی التراویح بالقرآن المجید ۱۲ منہ (ت)

اعلم ان ختم القرآن فی التراویح سنۃ ثابتۃ بالحدیث والاجماع وتعاملہ الخلف بعد السلف فی جمیع الاعصار والامصار ولم ینکرہ الا اھل البدع والاھواء والاشرار وھذا ھو الحق الذی لا محید عنہ ولا مرید لہ الا من اعمی اللہ بصرہ وبصیرتہ وقد بسطت الکلام علیہ فی رسالتی المسماۃ بالزلال الانقی فی سنیۃ الختم فی التراویح بالقرآن المجید فی شہر الصیام والقیام وفی رسالتی المسماۃ بالنہی الاکید عن ترک الختم فی التراویح بالقرآن المجید ۱۲ منہ (ت)

ختم قرآن کریم تراویح میں سنت ثابتہ ہے حدیث اور اجماع اور تعامل خلف بعد سلف جمیع اعصار وامصار سے اس پر اہل بدع واہواء واشرار کے سوا کسی نے انکار نہیں کیا اور یہی حق ہے جس سے عدول نہیں اور جس کا ارادہ نہیں مگر وہ جس کی بصارت وبصیرت اللہ تعالٰی نے اندھی کردی ہے۔ میں نے اس مسئلہ پر اپنے رسالہ مسمّاۃ بالزلال الانقی فی سنیۃ الختم فی التراویح بالقرآن المجید فی شہر الصیام والقیام اور رسالہ مسمّاۃ بالنہی الاکید عن ترک الختم فی التراویح بالقرآن المجید میں مفصل کلام کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

الدرالمختار کتاب الصلوٰۃ باب قیام شہر رمضان ۱ / ۵۰۱

ختم قرآن کریم تراویح میں سنت ہے حدیث سے اور اجماع سے اور تعامل خلف بعد سلف سے جمیع اعصار وامصار میں اس پر اہل بدع واہواء واشرار کے سوا کسی نے انکار نہیں کیا اور یہی حق ہے جس سے عدول نہیں اور جس کا ارادہ نہیں مگر وہ جس کی بصارت وبصیرت اللہ تعالٰی نے اندھی کردی ہے۔ میں نے اس مسئلہ پر اپنے رسالہ مسمّاۃ بالزلال الانقی فی سنیۃ الختم فی التراویح بالقرآن المجید فی شہر الصیام والقیام اور رسالہ مسمّاۃ بالنہی الاکید عن ترک الختم فی التراویح بالقرآن المجید میں مفصل کلام کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

الدرالمختار کتاب الصلوٰۃ باب قیام شہر رمضان ۱ / ۵۰۱

ختم قرآن کریم تراویح میں سنت ہے حدیث سے اور اجماع سے اور تعامل خلف بعد سلف سے جمیع اعصار وامصار میں اس پر اہل بدع واہواء واشرار کے سوا کسی نے انکار نہیں کیا اور یہی حق ہے جس سے عدول نہیں اور جس کا ارادہ نہیں مگر وہ جس کی بصارت وبصیرت اللہ تعالٰی نے اندھی کردی ہے۔ میں نے اس مسئلہ پر اپنے رسالہ مسمّاۃ بالزلال الانقی فی سنیۃ الختم فی التراویح بالقرآن المجید فی شہر الصیام والقیام اور رسالہ مسمّاۃ بالنہی الاکید عن ترک الختم فی التراویح بالقرآن المجید میں مفصل کلام کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

الدرالمختار کتاب الصلوٰۃ باب قیام شہر رمضان ۱ / ۵۰۱

(۱) ردالمحتار کتاب الصلوٰۃ باب الوتر والنوافل داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۴۵۵ و ۴۵۶ (۲) منیۃ المصلی فصل فی التراویح سہیل اکیڈمی لاہور ص ۴۱۲ تا ۴۱۸ (۳) تصنیف منیف مسمّٰی بہ منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ص ۱۱۷ تا ۱۱۸ (۴) تصنیف لطیف مسمّٰی بہ مہر منیر مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ص ۱۱۷ تا ۱۱۸ (۵) تصنیف منیف مسمّٰی بہ مہر منیر مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ص ۱۱۷ تا ۱۱۸ (۶) تصنیف منیف مسمّٰی بہ مہر منیر مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ص ۱۱۷ تا ۱۱۸ (۷) تصنیف منیف مسمّٰی بہ مہر منیر مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ص ۱۱۷ تا ۱۱۸

[illegible] عادت اس کی رعایت سے [illegible] ان مقصد سے پڑھتے ہیں تو دوسرا میں مذکور ہے کہ جس جماعت سے ملے [illegible] ہیں ان کے بموجب پڑھا جائے گا۔ مقتدی پر جماعت ادا کرنے سے جماعت کا ثواب مل جاتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کاؤں کی عورتوں کو سنانے کے لئے مائک میں تراویح پڑھانا کیسا ہے؟

[illegible] کاؤں کی عورتوں کو سنانے کے لئے تراویح [illegible] مسجد [illegible] میں پڑھنی جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: [illegible] مائک میں تراویح پڑھنا مکروہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

تراویح کی تین رکعتیں پڑھ کر سو گیا تو کیا حکم ہے؟

[illegible] تراویح نے تین رکعت پڑھی اور تین رکعت پڑھ کر سلام پھیر لیا، پوری کی تو کس صورت میں [illegible] تراویح [illegible] بعض لوگ کہتے ہیں کہ تین رکعت کی تین رکعتیں نہیں ہوتیں اس لئے تراویح کی نیت [illegible] تین رکعت نفل نیت کرکے پڑھ لیں۔ بینوا توجروا۔

(الجواب) [illegible] تراویح پڑھتا [illegible] پڑھ کر سو گیا [illegible] قرآن پڑھا گیا ہے اس کا اعادہ کرنا ہوگا۔ تین رکعت نفل نہ ہوں گی۔ وفی انوار حاشیۃ نور الایضاح صلی التطوع ثنتا ولم یقعد علی الرکعتین لا یصح [illegible] شامی ج ۱ ص ۴۵۲ باب الوتر والنوافل) فقط واللہ اعلم بالصواب

تراویح میں دو رکعت پر قعدہ کرنا بھول گیا اور چار رکعت پر قعدہ کیا تو کیا حکم ہے؟

[illegible] تراویح نے آخری قعدہ میں سہو [illegible] (یعنی قعدہ [illegible] یا نہیں) یا رکعت پوری نہ ہونے کے [illegible] دو رکعت [illegible] یا چار رکعت تراویح کی ہو گئیں؟ کیا سنت نوافل میں آخری قعدہ [illegible]

[illegible] وبتکبیر الافتتاح وحدہا [illegible] وفی [illegible] وفی [illegible] من [illegible] جمعہ [illegible] وفی [illegible] ج ۱ [illegible] وفی [illegible] [illegible] ج ۱ [illegible] [illegible] [illegible]

نہیں ہے اس صورت میں فرض ادا کرنے میں کیا صرف تاخیر ہورہی ہے یا فرض فوت ہورہا ہے؟ تفصیل سے فرمائیں۔ بینوا توجروا۔ (حیدرآباد)

(الجواب) نفل میں ہر دو رکعت کے بعد قعدہ کرنا ضروری ہے لہٰذا نفل نماز میں دو رکعت پر قعدہ نہ کیا تو نماز فاسد ہوجائے گی۔ وفي التتار خانية لو صلى التطوع ثلاثاً ولم يقعد على الرابعة فالأصح انه يفسد لو سهواً و ثمانياً بقعدة واحدة اختلفوا فيه والأصح انه يفسد استحساناً وقياساً اه (شامی ج ۱ ص ۶۵۲ باب الوتر والنوافل)

البتہ چار رکعت اور چار سے زیادہ ۶، ۸، ۱۰، ۱۲، ۱۴، ۱۶، ۱۸، ۲۰ رکعت تراویح پڑھی جائے اور درمیان کا قعدہ نہ کیا جائے تو مجموعہ کو لیتے ہوئے دو رکعت نماز تراویح متعدد ہونے کی بعض فقہاء قائل ہیں۔ اور ان حضرات کے نزدیک قعدہ متحمل ہوکر آخر میں آجائے گا تو فرض کی ادائیگی میں صرف تاخیر ہوئی جس کی تلافی سجدہ سہو سے ہوجائے گی۔ تراویح سنت مؤکدہ ہے باجماعت ادا کی جاتی ہے۔ اس لئے اس کا درجہ فرض اور واجب کے قریب قریب ہے۔ محض نفل نہیں ہے۔ اس لئے تراویح میں بعض فقہاء دو رکعت کی ادائیگی کے قائل ہیں۔ شامی میں ہے لكن صحح في التراويح انه لو صلاها كلها بقعدة واحدة وتسليمة انها تجزئ عن ركعتين فقد اختلف التصحيح اه (شامی ج ۱ ص ۶۵۲ باب الوتر والنوافل) فقط واللہ اعلم بالصواب

۱۴ شوال المکرم ۱۳۹۹ھ۔

تراویح پڑھانے پر اجرت لینا اور دینا کیوں درست نہیں؟

(سوال ۲۵۰) ماہ رمضان المبارک میں تراویح کے لئے حافظ صاحب کو رکھا جاتا ہے سنانے والے حافظ کو مسجد کے چندوں سے تین وقت تین پیڑی (چٹائی) کا خرچ دیا جاتا ہے اور آخر میں اچھی خاصی رقم بھی دی جاتی ہے یا نہیں؟ مگر سنا ہے کہ یہ ناجائز ہے تو کیوں؟ جب کہ یہ مسئلوں کی ضرورت ہے۔ یا فرض کفایہ صحیح ہے اور مسجد کے پاس اتنی رقم نہیں ہے اور کوئی شخص یہ ہدایہ پڑھنے کا مسئلہ لے تو صحیح ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔ (از کھلوڈ ضلع سورت)

(الجواب) اصل حکم تو یہی ہے کہ طاعات پر اجرت لینا اور دینا ناجائز ہے مگر متاخرین نے قاری دین کی ضرورت کو ملحوظ رکھ کر تعلیم قرآن، امامت، اذان وغیرہ چند چیزوں پر اجرت لینے دینے کے جواز کا فتویٰ دیا ہے، جن چیزوں کو مستثنیٰ کیا ہے جواز کا حکم انہی میں محصور ہے گا۔ تراویح مستثنیٰ کردہ چیزوں میں نہیں ہے اس لئے اصل مذہب کی بنیاد پر تراویح پر اجرت لینا ناجائز ہی رہے گا۔ شامی میں ہے۔ وقد انتفت كلمتهم جميعاً على التصريح بأصل المذهب من عدم الجواز ثم استثنوا بعده ما علمته فهذا دليل قاطع وبرهان ساطع على ان المفتى به ليس هو جواز الاستئجار على كل طاعة بل على ما ذكروه فقط مما فيه ضرورة ظاهرة نبه الحرونى عن أهل المذهب الخ (شامی ج ۵ ص ۳۶ کتاب الاجارة)

تراویح کی ادائیگی ختم قرآن پر موقوف نہیں الم ترکیف سے بھی پڑھی جاسکتی ہے اس لئے اس میں ضیاع دین بھی نہیں ہے۔ لہٰذا مسجد کے پیسوں سے حافظ کو اجرت وغیرہ دینا صحیح نہ ہوگا۔ اصل مسئلہ یہی ہے مگر مشکلات بھی

تحریر فرمائی ہے کہ ہر سال ربیع الاول میں میلاد شریف کی مجلسیں ہوتی ہیں اس کے متعلق آپ کا کیا ارشاد ہے؟ (جواب) فتاویٰ رشیدیہ (جلد اول ص ۳۳۹) (جدید ترتیب کے مطابق فتاویٰ رشیدیہ جلد اول ص ۳۳۹) پر ملاحظہ فرمائیں۔ (۲۲۳ مرتب) یہ مسئلہ بھی حضرت مفتی صاحب کے فتاویٰ کی تائید سے واضح ہو گیا۔ (۲۲۴ مرتب) واللہ اعلم بالصواب۔ ۲۰ شوال ۱۳۹۹ھ

تراویح کے نائب امام کا تراویح کا اصل امام کی تنخواہ کم کر سکتے ہیں یا نہیں؟

(سوال ۲۵۲) امام تراویح کا نائب مقرر کرنا اور اصل امام کی تنخواہ کم کرنا جائز ہے یا نہیں؟ (۲۲۵ مرتب) بعض مساجد میں حافظ صاحب تراویح پڑھتے ہیں اور اصل امام صاحب سے نماز عشاء و وتر کے بعد کی اول رات ان کی تنخواہ میں کمی کرتے ہیں یہ جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) اصل امام صاحب جس پابندی کے ساتھ نماز میں حاضر رہتے ہیں کہ (اور یہ حاضری سب ایک سا نہیں ہوتا ہے) اس کے لحاظ سے ان کی تنخواہ میں کمی کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔ ۲۰ شوال ۱۳۹۹ھ

لڑکا جب پندرہ برس کا ہو جائے تو وہ شرعاً بالغ ہے تراویح پڑھا سکتا ہے

(سوال ۲۵۳) عیسوی تاریخ پیدائش ۲ جون ۶۳ء سے انگریزی سن کے اعتبار سے ۱۵ سال کی عمر ہوتی ہے۔ ۱۵ سال کی عمر ہونے کے بعد ۱۵ سال کی عمر ہونے کی تاریخ سے تراویح پڑھا سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) آپ نے جو تحریر فرمایا ہے وہ انگریزی سن کے اعتبار سے پندرہ برس کی عمر ہونے کی تاریخ کے بارے میں ہے اس طریقہ اندازہ سے کسی کی عمر کا پتہ لگانا شرعاً ضروری نہیں ہے۔ پندرہ برس سے پہلے احتلام کی علامت (یعنی انزال منی) پائی جائے تو پندرہ برس کی عمر سے لڑکا (ہی طرح لڑکی کو بھی) شرعاً بالغ سمجھا جائے گا۔ (۲۲۶ مرتب) اس کی تائید میں ہے (فإن لم يوجد فبلوغ الغلام بالسن وهو تمام خمس عشرة سنة عندهما وعند أبي يوسف) وقال محمد (ثمانية عشر سنة) وقال أبو حنيفة (وهي الصحيح) وبه يفتى لكن عندهما خمس عشرة سنة عند أبي يوسف) والصحيح أن هذا اختلاف زمان لا حجة كذا في الكنز والدرر وغيرهما (درمختار ج ۵ ص ۱۳۲ فصل بلوغ الغلام) واللہ اعلم بالصواب

مقرر امام تراویح پڑھانے کا حق دار ہے

(سوال ۲۵۴) کسی ایک مسجد میں امام دو ہیں اور میں نے تراویح سے پہلے یہ شرط لگائی تھی کہ میں ۱۰ تراویح پڑھاؤں گا اب مسجد کے متولی میری موجودگی میں دوسرے حافظ کو بلانا چاہتے ہیں کیا ایسا کرنا شرعاً جائز ہے؟ بیان کا فضل ہو تو تراویح پڑھانے کا حق زیادہ کس کو ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) تراویح پڑھانے کا حق مقرر امام کا ہے۔ امام [illegible] تراویح پڑھانے کا [illegible] حکم نہیں دے سکتے۔ [illegible] واللہ اعلم بالصواب

[illegible] وسلم [illegible] ما [illegible] [illegible] [illegible]

گھر میں نابالغ لڑکے کی اقتدا میں محرم و غیر محرم عورتیں تراویح پڑھیں تو کیا حکم ہے؟

(سوال ۴۵۰) اگر گھر میں نابالغ لڑکا تراویح پڑھائے اور اس کے ساتھ عورتیں بھی ہوں اور پیچھے بعض عورتیں محرم ہوں اور بعض نامحرم ہوں تو کیا حکم ہے؟

(الجواب) نابالغ لڑکا امام ہو تو اس کی وجہ سے اس کے ساتھ غیر محرم عورتیں بھی نماز میں شریک ہونے سے فساد نماز نہیں آتا ہے اور نہ ہی نماز کا ثواب کم ہوتا ہے البتہ نامحرم عورتوں کا شامل ہونا مکروہ ہے اس پر محرم عورتوں کا شامل ہونا بھی مکروہ ہے۔ تراویح میں بھی اصل یہی ہے اس میں ان کو رعایت نہ ملے گی۔

فقط واللہ اعلم بالصواب۔

ختم قرآن کی شب حفاظ کو پھولوں کا ہار پہنانا

(سوال ۴۵۱) اس مسجد میں جس رات تراویح میں قرآن ختم ہوتا ہے اس رات حافظ صاحب کی خدمت کے لئے پھولوں کا ہار دیا جاتا ہے۔ یہ عمل کیسا ہے؟ اس کا کیا ثواب ہے؟ کیا حافظوں اور امام کو ہار میں نے تراویح میں ثواب ہے اور مقتدیوں کو نہیں ہے یا ہر ایک کو ہے؟ بینوا توجروا

(الجواب) اب آخر قرآن کی شب حفاظ کو پھولوں کا ہار پہنایا جاتا ہے یہ دن بدن رواج پکڑتا جاتا ہے اس میں اسراف بھی ہے۔ اسلامی ہدایت فضول خرچی سے روکتی ہے اور ہار پہنانے میں کوئی ثواب کی بات نہیں پائی جاتی ہے اس لئے ثواب کی بات کہنے والے کی بات سراسر غلط ہے۔ ایسی بدعات کا ترک کرنا ضروری اور خلاف شرع ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

(۱) رمضان المبارک میں امام و مؤذن کے لئے چندہ کرنا۔ (۲) تراویح میں ختم کے دن شیرینی تقسیم کرنا۔ (۳) مکان پر شکرانہ ختم کے دن مسجد میں تحفۃً کھجوری دینا

(سوال ۴۵۲) [illegible] کہ رمضان المبارک میں امام و مؤذن کے لئے چندہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ [illegible] مسجد میں [illegible] ہے یا نہیں؟ [illegible] کیا ہے؟ [illegible] کھجوریں دینا [illegible] ہے یا نہیں؟

(الجواب) [illegible] امام صاحب کی [illegible] ۱۲۵ روپیہ [illegible] ۱۰۰ روپیہ [illegible] ۲۵ روپیہ [illegible] مؤذن صاحب کی [illegible] ۱۰۰ روپیہ [illegible] ۲۵ روپیہ [illegible] تراویح ہوتی ہے۔ ہم نے سنا ہے کہ [illegible] شامل کئے ہوئے [illegible] کی تنخواہوں کی [illegible] نے [illegible] مرحمت کئے ہیں [illegible] مقتول قرآن کی [illegible] ساتھ کے ساتھ [illegible] کے مقابلہ میں

[illegible] بکر [illegible] الحفاظ [illegible] عظیم [illegible] علی الضعف [illegible] [illegible] [illegible]

۵۰-۶۰ روپے کم دے۔ چندہ دینے والوں کی فہرست میں ایک رکن نے امام صاحب کی خدمت میں پیش کی تو انہوں نے اس سے فرمایا "اتنی رقم میں تمہارا نام نہیں لکھا جائے گا" مراد امام صاحب کی یہ تھی کہ اس مسجد میں چندہ کمیٹی کے اتنے رکن ہیں۔ اس رکن نے اعلان کیا "فلاں کی بات سنیے تو امام صاحب نے کہا چندہ دینے والے کا نام اس لئے لیا جاتا ہے کہ حضرات دل کھول کر اس میں اضافہ کریں" اس نے اضافہ کیا اور چندہ ۱۰۰ روپے ہو گیا۔ اس کے بعد امام صاحب کو شکایت ہے اور لوگوں نے سامنے شکوہ کرتے ہیں اور یہ بھی کہتے ہیں کہ زیادہ تر چندہ کی رقم واپس کر دیں۔ اس صورت میں چندہ دینے والے آپ کی خدمت میں پیش کر دیا ہوں۔ جواب عنایت فرمائیں۔

(۱) مسجد میں (۱) امام کی عزت میں رمضان المبارک میں امام و مؤذن کے لئے چندہ جمع کرنے کا رواج چلا آ رہا ہے کیا یہ رواج برقرار رکھنا اور عقیدوں کا عمل کرنا جائز ہے؟

(۲) مقتدی حضرات اس چندہ کو امام و مؤذن کا حق سمجھ کر دیں اور امام و مؤذن اس چندہ کو اپنا حق سمجھ کر لیں تو کیا حکم ہے؟

(۳) امام صاحب چندہ کی رقم کو اپنا حق سمجھ کر اپنے حق کا مطالبہ کریں تو ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا اور ایسے امام کا نماز میں پڑھانا کیسا ہے؟

(۴) چندہ کی رقم کم کر دینا کیسا ہے تو کیا حکم ہے؟

(۵) تراویح میں ختم قرآن کے موقع پر مسجد میں شیرینی تقسیم کرنا کیسا ہے؟

(۶) مسجد میں ایک نیا طریقہ جاری کیا گیا وہ یہ کہ مصلی امام نے تراویح پڑھانے کے لئے اپنے ایک مرید کو اپنے مقرر کیا اور ختم قرآن کے دن سے ۲۰ دن پہلے مسجد میں اپنے اس مرید کو امام کی حیثیت سے ایک شخص نے متعارف کرایا اور امام صاحب کے تعلق کی قدر کرتے ہوئے کہا "آپ ہمارے لئے مثل والد ہیں" "تم ان کو بلایا ہے" امام صاحب کا فعل درست ہے؟

(الجواب) (۱) تنخواہ معقول نہ ہونے کی بنا پر امام اور مؤذن کے لئے چندہ کیا جاتا اور مصلی حضرات بخوشی چندہ دیتے ہیں اور تنخواہ کی کمی کو پورا کیا جاتا ہے اور چندہ جبراً نہیں لیا جاتا ہو تو مضائقہ نہیں۔ ہاں اس طریق امر مسنون میں ادائیگی کی جو ان کا کفارہ کیسے ہو گا اور دوسری طرف مؤذنین کے اجیر تو ہیں کہ تنخواہ معقول دی جائے اور چندہ کی رسم کو ختم کر دیا جائے۔ فقط۔

(۳) چندہ و تراویح پڑھانے کی اجرت کے طور پر کیا جاتا ہو تو یہ طریقہ صحیح نہیں ہے اور تراویح پڑھانا مکروہ ہو جائے گا۔ فقط۔

(۴) چندہ دینے والے کی خوشی دیتے ہوں اور امام و مؤذن کی مدارت مقصود ہو تو مضائقہ نہیں ہے۔ فقط۔

(۵) شیرینی تقسیم کرنے کے لئے مسجد کی وقف رقم استعمال کرنا یا چندہ کرنا درست نہیں ہے البتہ کوئی شخص اپنی طرف سے شیرینی تقسیم کرے تو قابل اعتراض نہیں ہے۔ فقط۔

(۶) امام کا اپنے شاگرد کو اس کی حوصلہ افزائی کے لئے تنخواہ دینا درست ہے۔ قابل اعتراض نہیں ہے۔ اخلاص شرط ہے۔ صورتوں میں سے کوئی بھی تنخواہ سے ہو سکتا ہے۔ تراویح پڑھانے کی اجرت کے طور پر دینا درست نہیں

ے اللہ تعالیٰ ہم سب کو صحیح طریقہ پر قرآن پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

تراویح سے متعلق ایک اہم مسئلہ

(سوال ۱۵۶) ہمارے یہاں مسجد میں رمضان کا ختم ہو جانے کے بعد ایک مجلس منعقد کی جاتی ہے جس میں ختم قرآن کی دعا کی جاتی ہے اور اس مجلس میں ایک مجمع جمع ہوتا ہے۔ اس مجلس کے انعقاد کی وجہ سے مسجد میں نمازیوں کا ہجوم کم ہو جاتا ہے۔ بعض مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ بعض لوگ ختم قرآن کی مجلس میں شریک ہونے کی وجہ سے آخری رکعت میں شامل ہوتے ہیں۔ اس سے ان کی نماز ناقص ہو جاتی ہے۔

رمضان شریف سے پہلے تراویح کے لئے حافظ کا تقرر اور انتخاب بھی عجیب تماشا ہوتا ہے۔ حافظ کا تقرر اس طرح ہوتا ہے کہ جو حافظ سب سے بڑی رقم طلب کرتا ہے یا احسان جتا دیتا ہے کہ میں تراویح پڑھنے کے لئے دوسری جگہ سے بلایا گیا ہوں مگر آپ کی محبت کی وجہ سے آ گیا ہوں۔ اس کا انتخاب کر لیا جاتا ہے۔ بعض مرتبہ تو حافظ کی قرأت کی وجہ سے بھی اس کا انتخاب کر لیا جاتا ہے۔ بعض مرتبہ حافظ کی قرأت پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ اس کی قرأت صحیح نہیں ہے۔ اس کا خیال رکھا جاتا ہے کہ تراویح پڑھانے والا حافظ زیادہ تیز نہ ہو۔ اس سے ختم قرآن کی مجلس میں شریک ہونے والے بعض حضرات کو بھی تکلیف ہوتی ہے۔ بعض حضرات تو اس مجلس میں شرکت کو ضروری سمجھتے ہیں اور بعض حضرات کو اس مجلس میں شرکت کی وجہ سے تراویح میں شرکت کا موقع نہیں ملتا۔

بھی اس کا ویسا ہی اہتمام کرے کہ ہم نے بنانے سنوارنے اور سبز بوٹی تراویح پڑھی اور ختم کیا تو بعد میں آنے والے بھی ویسا ہی کریں گے اس کی ذمہ داری ہم پر ہوگی اور گناہ میں ہمارا بھی حصہ ہوگا۔

قرآن پڑھنے میں صحت کا لحاظ زیادہ ضروری ہے، حروف بدل جانے سے جیسے س کی جگہ ص، ت اور ط کی جگہ ت وغیرہ پڑھنے سے معنی بدل جاتے ہیں اور بھی اس قسم کی غلطی سے معنی بدل جاتے ہیں۔ معنی اختلاف اور انکہار کی غلطی معنی خفی ہے اس سے نماز تو فاسد نہ ہوگی مگر بڑی فضیلتوں سے محروم ہو جائے گی، رمضان المبارک جیسے مقدس اور مبارک مہینہ میں بھی اگر تراویح میں ختم قرآن باقاعدہ اور پوری دلچسپی اور شوق و ذوق سے نہ کیا جائے تو اس سے زیادہ محرومی اور کیا ہو سکتی ہے؟

مجالس الابرار میں ہے۔ فانهم قد جعلوا التلاوة عادة لا عبادة يتقرب بها الى الله تعالى على ما شرطه رسول الله صلى الله عليه وسلم فيها من القراءة وغيرها فيتخذون صلاتها خلف امام لا يتم الركوع والسجود والقومة والجلسة ولا يرتل القرآن كما امر الله به بل هو من غاية السرعة رفع في المسجد الجلي متروك معظم حروف الكلمة او سر كلها الخ یعنی۔ ان لوگوں نے تراویح کو عبادت بنا رکھا ہے تاکہ عبادت کر کے جس سے قرب الٰہی حاصل کریں اور اس شرط کے موافق جو رسول اللہ ﷺ نے قراءت وغیرہ کی تراویح میں شرط کی ہے، پس اپنے امام کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں جو پورے رکوع اور سجود اور قومہ اور جلسہ نہیں کرتا اور جس طرح خدا کا حکم ہے اس طرح قرآن کو صاف صاف نہیں پڑھتا بلکہ نہایت جلدی کے سبب حرفوں پر حرکات کے رہ جانے سے بھی اوقات غلطی واقع ہوتی ہے۔

اور فتاویٰ بزازیہ میں ہے کہ غلط پڑھنا بالاتفاق حرام ہے اور دوسرے فتاویٰ میں ہے کہ اگر امام غلط پڑھتا ہو تو اس میں کچھ مضائقہ اور حرج نہیں کہ انسان اپنی مسجد چھوڑ کر دوسری مسجد میں چلا جائے اور چلے جانے سے وہ گنہگار نہ ہوگا اس لئے کہ اس کا مقصد پرہیزگار کے پیچھے نماز پڑھنے اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ جس نے پرہیزگار عالم کے پیچھے نماز پڑھی اس نے گویا کسی پیغمبر کے پیچھے نماز پڑھی اور اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اگر کسی (شریر) نمازی سے محلہ کی مسجد چھوڑ دے تو گنہگار نہ ہوگا اب ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جو بلا عذر مسجد جانا چھوڑ دیتے ہیں اور نئی مسجدوں میں جاتے ہیں جہاں طرح طرح کے راگ اور غلطیاں ہوتی ہیں اور ایسا امام تلاش کرتے ہیں جو نہ ٹھیک سے بھرتا ہے اور نہ قرآن کو ٹھیک ٹھیک صحیح طور سے پڑھتا ہے بلکہ بعض اوقات ایسے امام پر اعتراض کرتے ہیں جو پورے طور سے رکوع اور سجدے کرتا ہے اور قرآن شریف ٹھیک ٹھیک پڑھتا ہے اور اس سے بھاگتے ہیں اور ان لوگوں میں شامل ہو جاتے ہیں جنہوں نے اپنے دین کو کھیل بنا رکھا ہے، اور دنیوی زندگی نے ان کو دھوکا دے رکھا ہے اور وہ آخرت سے خالی ہیں۔

سوم شک جس نے تراویح اس صورت سے پڑھی کہ قومہ جلسہ اور طمانیت کو جس کی ادنیٰ مقدار رکوع اور سجدے میں ایک تسبیح کے برابر ہے چھوڑ دیا تو وہ گنہگار اور دوزخ کے عذاب کا مستحق ہوگا اس لئے کہ یہ سب چیزیں امام ابو یوسف اور امام شافعی کے نزدیک فرض ہیں ان چیزوں کے چھوڑنے سے ان حضرات کے نزدیک نماز باطل ہو جاتی ہے امام ابو حنیفہ اور امام محمد کے نزدیک (مذکورہ چیزیں) ایک روایت میں واجب ہیں ان کے چھوڑنے سے نماز کا ادا نہ ہونا

والد ہے تو اسے اور دوسرا فریق یہ ہے کہ لڑکی بالغ ہے اور اس کی رائے سے کہ وہ اپنی ماں کا پیچھا نہ کرے والد خلاف ہے اور اس کے ساتھ رہنے کا خواہش مند ہے اور ان لوگوں میں سے ہے جو اس کو شش و پنج میں مبتلا کرتے ہیں اور وہ نہیں جانتی کہ کیا کام کرے ہیں اور وہ ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے اس کو اس طرف سے وہ بات پیش آئی جس کا ان کو گمان نہ تھا تو کیا لڑکی اپنے والد سے علیحدہ ہو جائے گی اور اختیار ہے؟

پھر یہاں ایک خلجان ہے جس سے نکلنا ضروری ہے تاکہ جس نکتہ میں اختلاف اور حق کی جانب میں ہو وہ اس سے تمسک حاصل نہ کرے وہ یہ ہے کہ تواریخ میں آیا ہے اور یہ واقعات میں ایک تو سنہ اور ایک مہینہ اور پھر ان دونوں میں تعداد (یعنی ان کو اعشاریہ سے ظاہر کرنا) ہے اور ان دونوں میں سے کسی ایک کی تعداد میں غلطی ہو جاتی ہے اور تقویم اور حساب میں سے کسی ایک میں بھی غلطی ہو جاتی ہے اور ان دونوں میں سے کسی ایک کی غلطی ہو جاتی ہے تو ہمیں گمان ہوتا ہے اور تقویم اور حساب دونوں میں غلطی ہو جاتی ہے تو ہم اس گمان ہوتا ہے اور ۸۰ دن (یعنی تو سنہ اور حساب) چھوٹ گئے تو سب مل کر ای ۸۰ دن ہو جاتے ہیں اور اگر اس نے سر تواریخ کا گمان بھی ہو لیکن تو سب مل کر ایک سو نو گمان ہو جاتے ہیں اور اس کے ساتھ اس زمانہ کے لوگوں کا اختلاف بھی ملا لیں تو اب تو مدت سنہ ۱۰۰۰ھ سے پہلے ہو جاتی ہے اور اس نے ساتھ ماہ ہجری کو چھوڑ دیا ہے اور اس کا ترک اولیٰ ہے اس کا سبب ہو جاتا ہے کہ اس وقت سے لے کر اب تک اور تمام قیامت تک جو بھی مدت گزرے گی اس کے بعد اس کے جاننے والے اس مدت کو ۱۰۰۰ھ سے شمار کریں گے اور اس میں ۸۰ دن کا اختلاف ہو جائے گا اور اس کے ساتھ ہی ۱۰۰ھ سے پہلے ہو جائے گا

عبادت و عمومت اور تقرب الٰہی کا ذریعہ سمجھ کر ادا کرنے کی فکر کریں، کچھ وقت زیادہ صرف ہو تو اس کو مال نہ لیا جائے کہ وقت عبادت میں شمار صرف ہوا ہے۔

تراویح جتنا مستحب قبل نصف شب ہے اسی لئے قراءت قرآن کے تین درجے مقرر کئے ہیں، قلیل، متوسط، کثیر۔ قلیل میں آسانی پڑھا جاتا ہے مقدار میں اس سے تہائی اور حضر میں اس سے تہائی مگر شرط یہ ہے کہ سنت و مستحب میں کوئی فرق نہ آنے پائے۔

خدا تراویح کی حکمت کو سمجھنے اور اس میں ہونے والی غلطیوں کی اصلاح فرمائے۔ اللہ تعالیٰ تمام مومنین کو توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔ واللہ اعلم بالصواب۔

گھر میں عورتوں کو تراویح پڑھانا کیسا ہے؟

(سوال ۲۵۸) امام قرآن پڑھ کر تراویح سنا دیتے ہیں کہ (جس میں محرم اور غیر محرم عورتیں ہوں) قرآن کی آواز عورتوں کے حلق سے نکلتی ہے، اور محرم کی آواز بھی اس طرح غیر محرم کو پہنچتی ہے، حافظ قرآن سے حافظ قرآن پڑھتے ہیں، ہر قرآن نہ چاہیے کہ بلند آواز سے پڑھے، جیسا کہ عورتوں کی آواز نہ ہونی چاہیے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) (۱) گھر کا آدمی حافظ قرآن ہو اور وہ گھر میں تراویح پڑھائے اور اس کے پیچھے گھر کی محرم و غیر محرم عورتیں تراویح پڑھیں تو جائز ہے، محلہ یا بستی میں سے عورتوں کو جمع کرنے کی اجازت نہیں کہ فتنہ کا خوف ہے، اور اجازت ہوتی تو مرد کو کیوں ہو سکتی؟

درمختار میں ہے۔

کما تکرہ امامۃ الرجل لھن فی بیت لیس معھن رجل غیرہ ولا محرم منہ کاختہ و زوجتہ او امتہ اما اذا کان معھن ذ ٰلک فی المسجد لا فی محترز مع الشافعی بدائع الا ملاء ج ۱ ص ۵۲۹۔

جیسا کہ مکروہ ہے مرد کا گھر میں عورتوں کی امامت کرانا، اور ان عورتوں کے ساتھ نہ کوئی مرد اجنبی نہ محرم عورتوں میں سے کوئی عورت ہو جیسے امام کی بیوی اگر سب کوئی مرد ہو یا کوئی محرم عورت ہو تو مکروہ نہیں۔ واللہ اعلم۔

نماز عشاء کی چار رکعت تنہا پڑھ لینے کے بعد جماعت میں شامل ہوا تو کیا جماعت والی چار رکعت تراویح میں شمار کی جائیں گی؟

(سوال ۲۵۹) رمضان شریف ایک بیماری نے گھر میں نماز عشاء پڑھی۔ پھر تھوڑی دیر سوئی تو مسجد میں ایک جماعت ہو رہی تھی۔ وہ آدمی تراویح کی نیت سے اس میں شامل ہوا تو یہ چار رکعت تراویح میں شمار ہوں گی یا نہیں؟

(الجواب) صحیح یہ ہے کہ تراویح میں شمار نہ ہوں گی۔ کیونکہ تراویح کا وقت چار فرضوں سے کم ہے مگر وہ ایک مستقل سنت مؤکدہ ہے اس کی خصوصیت کا تقاضا یہ ہے۔ "فتاویٰ قاضی خاں" میں ہے۔ اذا صلی الفرض مع مقتدیا ثم یصلی المکتوب خلفہ فانہ لا یجوز (فصل فی صلوۃ التراویح ص ۱۰۰ ج ۱) وہ متصل بمفترض فی غیر التراویح (التنویر الابصار) اما فیھا فلا یصح الا اقتداء بالمفترض

علی انفرادہ تراویح ثم یصلی علی انفرادہ نفل مطلق (شامی ص ۵۵۴ ج ۱ باب الامامۃ) فقط واللہ اعلم بالصواب

کیا جماعت والی نماز قضا میں شمار کی جا سکتی ہے؟

(سوال ۲۶۰) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ جماعت قضا میں شامل ہوا تو قضا صحیح ہوئی یا نہیں؟

(الجواب) صورت مسئولہ میں قضا صحیح ہے امام کی نماز وقتی ادا ہے اور مقتدی کی قضا ہے۔ یہ دونوں نمازیں مختلف ہیں جیسا کہ "نور الایضاح" میں ہے۔ وان لایکون الامام مصلیاً فرضاً غیر فرضہ (نور الایضاح) (ولا یفترض بمتنفل ومفترض فرضاً آخر) (درمختار) قولہ وبمفترض فرضاً آخر سواء اتفقا بأن فرض الامام ظہر الیوم وفرض المقتدی ظہر الیوم (درمختار مع الشامی ص ۵۵۲ ج ۱ باب الامامۃ) فقط واللہ اعلم بالصواب

مسجد کے اوپر پیچھے تراویح کی دو جماعت:

(سوال ۲۶۱) ہمارے یہاں رمضان المبارک میں عشاء کے بعد جماعت خانہ میں ایک یا دو پارہ کی تراویح پڑھتے ہیں اور مسجد کی چھت پر تین پارہ کی۔ تراویح دو ہوتی ہے ایک ہی مسجد میں اس طرح کی دو جماعتیں ہو سکتی ہیں؟ وضاحت اور تصریح فرما کر ثواب دارین حاصل فرمائیں (عبدالرحمٰن، جانب ہبلی، کرناٹک)

(الجواب) اختیار و افضل صورت یہ ہے کہ تمام مسلمان عشاء کی نماز ایک جماعت کے ساتھ ادا کریں اس کے بعد جو حضرات تین پارہ کی تراویح پڑھنا چاہتے ہیں وہ اسی گھر میں پڑھیں مسجد کی چھت یا مسجد کی دوسری منزل پر نہ جائیں، دوسرے مقام پر تراویح کی جماعت کی چھت پر چڑھنے کے حکم میں ہے جس کی تفصیل ضرورت کے وقت ہی دیکھ لی جائے جو چاہے مزید تفصیل اور دلائل کے لئے ملاحظہ ہو فتاویٰ رضویہ جلد سوم ص ۳۱۰ (جدید ترتیب کے مطابق طروحات صلوٰۃ میں۔ رمضان نماز عشاء اور تراویح مسجد کی چھت پر ادا کی جائے اس کے تحت دیکھ لیا جائے منہ عفی عنہ) نیز جلد ششم ص ۴۰۹ (جدید ترتیب کے مطابق باب الامامۃ والجماعت کے ذیل میں۔ رمضان مسجد کی چھت پر جماعت کرانے کے تحت دیکھ لیا جائے منہ عفی عنہ) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب ۱۷ شعبان المعظم ۱۳۱۰ھ۔

مسجد کا مستقل امام تراویح پڑھانے کی اجرت لے سکتا ہے یا نہیں؟:

(سوال ۲۶۲) تراویح کا پڑھانا (اجرت) لینا جائز ہے یا نہیں؟ یہ ہو ایک مسجد کا امام ہے اور اسی مسجد میں تراویح پڑھاتا ہے وہ کہتا ہے کہ رمضان امر دیگر ہے اس مسجد کی طرف سے تو کچھ ملتا ہے امامت کا پیسہ ہے تراویح کا نہیں کیا یہ بات درست ہے اور یہ لینا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) صورت مسئولہ میں اس امام سے زیادہ کے لئے اجرت کے طور پر مسجد کے پیسے لینا جائز ہوگا اس لئے کہ جو شخص کسی مسجد میں پہلے سے امام مقرر ہو تو اس کی ذمہ داریوں میں یہ بھی شامل ہے کہ وہ رمضان المبارک میں تراویح بھی پڑھائے جس طرح اس کی ذمہ داری میں یہ بھی ہے کہ جمعہ کی نماز پڑھائے موقع آجائے تو عیدین کی نماز بھی

پڑھنے جانے کی خبر پہنچی ہے اور امام مقرر ہوا ہے تو اس کی حیثیت (مثلاً ماہانہ تنخواہ یا اور کوئی مقدار ہو) تراویح میں قرآن شریف سنانے سے مانع نہیں ہوتی وہ اجرت کیلئے سنانے کا مستحق ہے (امداد المفتین ص ۳۸۴ ۳۸۳ جدید) تراویح میں ختم قرآن کی وجہ سے جو اجرت دی جاتی ہے کیا قرآن کی تراویح پڑھانے امام کی ذمہ داری ہے جس سے بچنے کے لئے دوسرے کے ذمہ لگا دی جاتی ہے؟ جواب اس لئے اجرت ہوتی ہے کہ اس سے مسجد میں مقرر کچھ دینے کے علاوہ جو کچھ مسجد کی طرف سے دیا جائے گا وہ تراویح کی وجہ سے نہیں ہوگی اس کا مامور ہونا بالکل ظاہر ہے جیسے کہ مسجد کا امام ہوں اور امامت کی تنخواہ لیتا ہوں اس کے لئے میں مسجد کا نوکر بالکل ہی ہے مقرر امام کے بارے میں ان کو حیلہ کرنا کسی درست نہیں اس کی تنخواہ تو پنجگانہ نمازوں اور تراویح پڑھانے کی ہے مستقل اجرت یا خاص رمضان المبارک میں تنخواہ میں اضافہ کس بنیاد پر؟ ہاں البتہ کوئی حافظ رمضان المبارک میں امامت کے علاوہ تراویح کے لئے مقرر کیا جائے تو اس کے لئے بھی تنخواہ کی وجہ سے یہ صورت نہیں ہے کہ وہ ویسے ہی تراویح پڑھائے لیکن اگر کسی جگہ لوگ تراویح پڑھانے والے حافظ اور مقتدی قرآن پاک سننے کی سعادت حاصل کرنا چاہتے ہوں تو مجبوراً یہ صورت اختیار کی جاسکتی ہے حافظ صاحب اور مضان المبارک کے لئے کہیں امام مقرر کرنے والے ہوں وہ ایک دو نمازیں ان کے علاوہ پڑھیں اور سنا دیں اور سنا تو تراویح بھی پڑھا سکتے تو اس وجہ سے مسجد کے نوکر ہونے سے اب امام کی تنخواہ کے علاوہ پر پیسے لینا جائز ہوگا جس کی تفصیل فتاویٰ رحیمیہ ۱۰ جلد اول ص ۳۲۹ ص ۳۵۰ میں ہے نیز فتاویٰ رحیمیہ جلد ۶ اور پہلے جلد ۱ ص ۲۶۲ بھی ملاحظہ فرمائیں۔ (احسن الفتاویٰ کی باب میں تراویح پڑھانے پر معاوضہ کے عنوان کے تحت دیکھا جائے صحیح جواب)

امام صاحب رحمہ اللہ تراویح پڑھانے پر مقتدی اپنی خوشی سے جو پیش کریں اس کو لینا جائز ہے اور اس کی گنجائش ہے امام صاحب کا تعین رقم کا مطالبہ کرنا اور نہ ملنے پر شکایت کرنا درست نہیں ہے اور جس نہ ہوتی چاہئے قرآن مجید بہت تنظیم و تکریم سے حفاظ لازم کہ اس کی تلاوت کی قدر اور اس پر نظر رکھنا چاہئے اجرت کی رقم اپنے ذمہ لیکر کوئی اور تنظیم سے پڑھتے ہیں وہ ان **لفرقة لشتى من الدنيا لا يجوز وان الاحد و المعطى** کہ اس یعنی کسی حقیر چیز کے لئے آخرت کا جائز ہے لینے اور دینے والے دونوں گنہگار ہیں (شامی ج ۶ ص ۶۸۷ جدید) کے فرمایا ہے (مرتب) (بحر ج ۵ ص ۱۲۷)

یہ مشکل ہونا چاہئے کہ مسجد کا مقرر امام جس امام سے اور تراویح کے لئے جو حافظ مقرر کیا ہے ان کی تنخواہ میں فرق کیوں ہوتا ہے؟ امام تراویح کی اجرت کس چیز کا بدلہ ہے؟ اصل مذہب یہ ہے کہ عبادت پر اجرت لینا جائز نہیں مگر فقہاء نے بعض ضرورت کی وجہ سے خود کے لئے تعلیم قرآن امامت اذان وغیرہ چند چیزوں کو مستثنیٰ کر دیئے اور ان پر اجرت لینے دینے کے جواز کا فتویٰ دیا ہے مگر وہ مستثنیٰ چیزیں اس میں شامل نہیں اس لئے اصل مذہب کی بنیاد پر تراویح پر اجرت لینا جائز نہ ہونا چاہئے کہ تراویح کی ادائیگی محض قرآن پر موقوف نہیں اس لئے کہ قرآن پڑھی جاسکتی ہے اس لئے اس میں حیاء دین بھی نہیں بلکہ تراویح میں قرأت مثل عبادت مجردہ ہے جس پر اجرت لینا جائز نہیں ہے شامی میں ہے **وان افواد الاستئجار من طلبا لا يجوز وان الاحد و المعطى آثمان لان ذلك ليسه الاستيجار على القراءة ونفس الاستيجار عليه لا يجوز فكذا ما اشبهه كما صرح بذلك في عدة كتب من مشاهير كتب المذهب وانما افتى المتاخرون بجواز الاستيجار على تعليم القرآن**

الصلاۃ وعللوہ بالضرورۃ وھی خوف ضیاع القرآن ولا ضرورۃ فی جواز الاستیجار علی التلاوۃ کما اوضحت ذلک فی انباء الحیی وسبانی بعض ذلک فی باب الاجارۃ الفاسدۃ ان شاء اللہ تعالی (شامی ج ۱ ص ۴۶۷ باب قضاء الفوائت قبیل باب سجود السہو)

تنویر مختار میں ہے: ولا یأخذ الاجر علی الطاعات مثل الاذان والحج والامامۃ وتعلیم القرآن والفقہ ویفتی الیوم بصحتھا لتعلیم القرآن والفقہ والامامۃ والاذان ویجبر المستحق علی دفع ما قرر الخ (درمختار) شامی میں ہے: قولہ ویفتی الیوم بصحتھا لتعلیم القرآن الخ قال فی الھدایۃ وبعض مشائخنا رحمہم اللہ تعالی استحسنوا الاستیجار علی تعلیم القرآن الیوم لظھور التوانی فی الامور الدینیۃ ففی الامتناع ضیاع حفظ القرآن علیہ الفتوی اھ ۔ وزاد فی مختصر الوقایۃ ومتن الاصلاح تعلیم الفقہ واقرہ فی متن المجمع الامامۃ ومثلہ فی متن الملتقی وزاد فی البحر وزاد بعضھم الاذان والاقامۃ والوعظ وذکر المصنف معظمھا ولکن الذی فی اکثر الکتب الافتصار علی ما فی الھدایۃ فھذا مجمع ما نص بہ المتأخرون من مشائخنا الی قولہ ۔ والصواب ای بقال علی تعلیم القرآن فان الخلاف فیہ کما علمت لا فی القراءۃ المجردۃ فانہ لا ضرورۃ فیھا الی قولہ ۔ والاستیجار علی مجرد التلاوۃ لم یقل بہ احد من الائمۃ وانما تاخروا فی الاستیجار علی التعلیم (درمختار وشامی ص ۵۵ ج ۶ باب الاجارۃ الفاسدۃ ملتقطا واللہ تعالی اعلم بالصواب)

تراویح میں کس تاریخ کو قرآن شریف ختم کیا جائے:

(سوال ۲۶۳) رمضان المبارک میں ستائیسویں کو ختم قرآن مجید رضی اللہ تعالی عنہم بعض کے عمل سے ثابت ہے یا نہیں؟ اور اس کو ضروری قرار دینا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) تراویح میں ایک ختم قرآن سنت مؤکدہ ہے اس کی پوری تفصیل بحث فتاوی رضویہ جلد چہارم باب تراویح میں ہے ایک مرتبہ ختم قرآن میں سنت مؤکدہ ہے کہ تراویح کے تحت وکیلا ہے ص ۳۴۱ ص ۳۴۲ میں ہے ستائیسویں شب کو ختم کرنے کا دستور ہوگیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ۲۷ ویں شب مبارک اور بڑی رات ہے اس کی فضیلت میں حدیثیں وارد ہوئیں اس غرض سے قرآن پاک ختم کیا جاتا ہے جس طرح رمضان المبارک میں غرض حصول زیادتی ثواب زکوۃ ادا کرنے کا دستور ہوگیا ہے (کہ اس کو سنت سمجھے بغیر اس پر عمل کرے) تو قابل اعتراض نہیں ہے اسی طرح ۲۹ ویں رمضان المبارک کی شب میں قرآن ختم کرنے کی بھی فضیلت آئی ہے (حدیثیں شرحیں میں ہیں) مسئلہ ہے: ختم التراویح سنۃ مؤکدۃ یحسن فی الثالثۃ والعشرین ۔ (خلاصہ الفتاوی ص ۶۳ ج ۱ کتاب الصلوۃ الفصل الثالث فی التراویح)

فتح القدیر میں ہے: حسن قراءۃ القرآن بما تعارفہ فیھا یختمہ مرۃ فی الشھر لا ما تصنعہ المتقدون بہ فانا فصلنا ان براعی حالھم (ص ۳۴۳ تراویح) الجزء الثانی مطبوعہ البستی

کتب خانہ اسلبول فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

تراویح میں ہونے والی کوتاہیوں سے بچنا ضروری ہے

(سوال ۲۶۴) تراویح میں بعض حفاظ ایسی چیزیں پڑھتے ہیں کہ جن کی وجہ سے نماز میں خلل واقع ہوتا ہے اور بعض حفاظ اتنی جلدی پڑھتے ہیں کہ سننے والوں کو سمجھ میں نہیں آتا کہ انہوں نے کیا پڑھا اور بعض حفاظ اس طرح جلدی جلدی پڑھتے ہیں کہ ان کی قرأت میں صحت اور بھولی یا نہیں آتی (بینوا توجروا انشاء اللہ تعالیٰ)

(الجواب) تراویح سنت مؤکدہ ہے اور اس میں ایک مرتبہ قرآن مجید ختم کرنا بھی سنت ہے (دلائل کے لئے ملاحظہ ہو فتاویٰ رحیمیہ ص ۳۰۵ ج ۳ و ص ۲۱۲ ج ۴ فتاویٰ رشیدیہ کا حوالہ دیا) قرآن مجید پڑھنے میں سنت کا لحاظ رکھنا بہت ضروری ہے ورنہ ایسا پڑھنے سے حق میں ادا ہو جائے گا یا نہیں اس میں شبہ ہے یا نہیں کی شبہ نہیں ہوتا ہے بلکہ نہیں ادا ہوتا ہے بلکہ نفل پڑھنا کہا جاتا ہے اور نفل پڑھنے سے فرض ادا نہیں ہوتا ہے اس لئے ضرور ہے کہ تراویح میں ایک مرتبہ قرآن مجید ختم کرنے کی سنت ادا ہو جائے اور اظہار عجلت کی نفی ہو جائے اس سے نماز تو فاسد نہیں ہوتی ضروری فضیلتوں سے محرومی ہو جاتی ہے۔ مسلمان ایسے مقدس مہینہ میں اگر تراویح میں باقاعدہ اور پوری محنت و کوشش اور ذوق و شوق سے قرآن مجید ختم کر لیا جائے تو اس سے زیادہ محرومی اور کیا ہو سکتی ہے!

تیز پڑھنے والے حفاظ کی خدمت میں ان کے قرأت کے استاد کے حوالہ سے عرض کیا جاتا ہے کہ تراویح میں اور عام نماز میں پڑھا جاتا ہے تو وہ بھی اس سے تیز اور بعض میں اس سے تیز تر ثابت ہے کہ صحت و صفائی میں کوئی خلل نہ آنے پائے۔ تو تراویح میں جلدی جلدی پڑھتا ہے کہ پاس والے مقتدیوں کو بھی سمجھ میں نہیں آتا تو ایسی قرأت نہ ہونے کے برابر ہے اور اگر ایسی غلطی ہو جائے کہ جس سے معنی بدل جاتے ہیں تو ایسی صورت میں کسی کی بھی تراویح صحیح نہ ہوگی اور ہزار امام میں تراویح کے اندر ایک مرتبہ قرآن ختم کرنے کی جو سنت ہے وہ سنت بھی نہیں ادا ہوگی۔

لہٰذا لازم ہے کہ صحیح صحیح پڑھے تمام شروط مخارج سے ادا کرنے کا اہتمام کرے اور مقتدیوں پر بھی لازم ہے کہ ایسے شخص کو امام بنائیں (فرض نماز ہو یا تراویح) جو قرآن مجید صحیح صحیح پڑھتا ہو۔ آج کل حفاظ اور قاریوں نے تراویح میں بہت ہی ایذا دہی اختیار کر رکھی ہے اس سبب سے جلد تراویح پوری ہوتی ہے اور جو حافظ صاحب یا حافظ صاحبہ جلد تر پڑھنے کے مطابق رکوع نہیں کرتے ہیں تو ان کو بھی ایسا کرنا چاہئے اس کی رعایت کرنا چاہئے اس کی تعریف کی جاتی ہے اس قدر اس کی بات ہے یہ صورت نہیں ہے کہ ان قرآن (قرآن چھوڑنے) میں داخل ہے۔

مفسر قرآن حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ آیت قرآنی وقال الرسول یارب ان قومی اتخذوا ھذا القرآن مھجورا (ترجمہ اور (اس دن) رسول (ﷺ حق تعالیٰ سے کافروں کی شکایت کرے گا) کہ اے میرے پروردگار میری (اس قوم نے) اس قرآن کو (بوجہ نہ سننے عمل نہ کرنے) بالکل چھوڑ رکھا تھا) کی تفسیر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں (قرآن کی تعمد یعنی نہ کرنا اس میں تدبر نہ کرنا اس پر عمل نہ کرنا اس کی تلاوت نہ کرنا اس کی صحیح قرأت کی طرف توجہ نہ کرنا اس سے اعراض کر کے دوسری لغویات و غیر چیزوں کی طرف متوجہ ہونا یہ

(۲۰)

علماء کرام میں سے قرآن پاک سے قرآن پڑھنے والے کے بارے میں قرآن مجید کا یہ حکم ہے کہ قرآن مجید کو غور سے سنو اور خاموش رہو۔ اس کے بارے میں قرآن مجید کا یہ حکم ہے کہ قرآن مجید کو غور سے سنو اور خاموش رہو۔ اس کے بارے میں قرآن مجید کا یہ حکم ہے کہ قرآن مجید کو غور سے سنو اور خاموش رہو۔ اس کے بارے میں قرآن مجید کا یہ حکم ہے کہ قرآن مجید کو غور سے سنو اور خاموش رہو۔

(۲۱)

(۲۲)

(۲۳)

(۲۴)

(۲۵)

(۲۶)

(۲۷)

(۲۸)

(۲۹)

(۳۰)

[illegible] کے پیچھے نماز پڑھنا [illegible] کے پیچھے نماز پڑھی اور اس میں اس بات کی [illegible] نے [illegible] کے پیچھے [illegible] (شامل) [illegible] ہوگا اب ان کو [illegible] ہوگا [illegible] ہوتے ہیں اور [illegible] ہوتی ہیں اور [illegible] کرتے ہیں [illegible] (اور قعدہ) میں تعدیل ارکان کی رعایت) [illegible] [illegible] ہوتے ہیں اور [illegible] ہوتے ہیں اور [illegible] ہوتے ہیں [illegible] ہوتے ہیں [illegible] ہوتے ہیں

(۱؎ ردالمحتار کتاب الصوم تحت قول الماتن ویکفر بالاکل والشرب عمدا مصطفی البابی مصر ۲/ ۹۳)

(۲؎ ردالمحتار کتاب الصوم تحت قول الماتن ویکفر بالاکل والشرب عمدا مصطفی البابی مصر ۲/ ۹۳)

(۳؎ ردالمحتار کتاب الصوم تحت قول الماتن ویکفر بالاکل والشرب عمدا مصطفی البابی مصر ۲/ ۹۳)

رواہ البیہقی فی شعب الایمان ۔ مشکوٰۃ شریف ص ۱۷۰ باب المساجد و مواضع الصلوٰۃ)

(۲) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب تم کسی کو دیکھو کہ وہ مسجد کی عادت بناتا ہے تو تم اس کی ایمان کی گواہی دو کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اللہ کی مسجدوں کو وہی آباد کرتے ہیں جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں۔ (مشکوٰۃ شریف)

خلاصہ یہ کہ مسجد میں جانے والے کو ایمان سے وابستہ سمجھنا چاہئے اور جو شخص اس کی جماعت کا پابند ہو اس کے ایمان کی حفاظت کرنی چاہئے۔ اور جو شخص بلا عذر شرعی جماعت سے نماز پڑھتا ہو اس کو مسلمان سمجھنا چاہئے اور اس کے ساتھ مسلمانوں کا سا برتاؤ کرنا چاہئے۔ ہاں

[illegible]

الجواب: [illegible]

[illegible]

تیس رکعت تراویح سنت مؤکدہ ہے حدیث اور تعامل صحابہؓ سے ثابت ہے اس کے منکر سنت کے مخالف، اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے نافرمان اور اجماع صحابہؓ کی خلاف ورزی کرنے والے ہیں:

[illegible]

[illegible]

[illegible]

اجمع الناس فلم یخرج الیھم ثم قال من الغد انی خشیت ان تفرض علیکم فلا تطیقونھا

ترجمہ: حضور نے کئی رات نماز پڑھائی، صحابہ کرام جمع ہوئے تیسری رات بھی تشریف لائے، صحابہ کرام جمع ہوئے مگر آنحضور باہر تشریف نہ لائے پھر صبح فرمایا، میں نے دیکھا کہ تم پر فرض ہو جانے کی وجہ سے تم اس کو بجا نہ لا سکو گے۔

حافظ ابن خزیمہ روایت نقل فرمانے کے بعد فرماتے ہیں متفق علی صحتہ اس کی صحت پر تمام محدثین کا اتفاق ہے۔ (تلخیص الحبیر فی تخریج احادیث الرافعی الکبیر ۱۱۹ ج ۱)

علامہ طحطاوی علی درمختار فرماتے ہیں فعلی ھذا یکون عشرون رکعۃ من فعلہ صلی اللہ علیہ وسلم (یعنی حدیث ابن عباس کی بنا پر بیس رکعت آنحضرت ﷺ کے فعل سے ثابت ہیں۔ (حاشیہ طحطاوی علی الدر المختار ص ۲۹۵ مطبوعہ ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی، ملتان، ج ۱)

تاریخ بخاری کی حدیث کا مرجع شیخ محمد امین کردی حنفی فرماتے ہیں وھو معارض بما روی عنہ صلی اللہ علیہ وسلم حسبی بالناس خمسین رکعۃ لیلتین۔

تنقیح۔ غیر مقلد زبیر نے تحفہ حنفیہ کے ثبوت میں اصالۃ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت پیش کرتے ہیں اس سے تجاہل مرد ہے اور تجاہل دو وجہ سے ہوتا ہے، روایت اس روایت کے معارض ہونا جس پر عمل ہونے کا آنحضرت ﷺ نے دو رات تک بیس رکعت پڑھائی والسکوت کما فی شرح صحیح بخاری ص ۵۲ ج ۱ و ص ۲۵۷ ج ۱ باب فضل من قام رمضان (وغیرہ)

مذکورہ حدیث پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا اس لئے کہ اس حدیث کی تقویت خلفاء راشدین اور صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے عمل اور مواظبت سے ہوتی ہے خلفاء راشدین اور جمہ صحابہ کرام سے علماء کا علم ہو رہا ہے کہ وہ فرماتے ہیں۔ "وھو مواظبۃ الصحابۃ علی عشرین ثم بعدھم علی ھذا ولم ینقل انکار احد فکان اجماعا" یعنی بیس رکعت پر صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کی مواظبت اس روایت کی صحت کی دلیل ہے۔ (رسائل فقہیہ، باب قیام رمضان، تحقیق فی رمضان وغیرہ) اور سابقہ علماء کے عمل اور عبارات سے متعلق غیر مقلدوں نے مسلم ثبوت والا سید نذیر حسین محدث دہلوی لکھتے ہیں۔

"صحابہ کی یہ عادت تھی کہ واعلم اور باجازت رسول اللہ پڑھتے کوئی کسی دوسرے شخص اپنی طرف سے قائد مقرر نہیں کرتے تھے۔ (فتاویٰ نذیریہ ص ۴۵۳ ج ۱)

اسی طرح بیس رکعت تراویح پر تعامل کرام نے صحابہ سے لے کر آج تک تمام ائمہ مجتہدین اور ائمہ مجتہدین اور فقہاء عظام کا اتفاق اور جمہور امت کا تعامل ہے یہ عمل قولی اور اتفاقی اور تعامل بالقبول جامع ہونے کی وجہ سے قابل وثوق مستند ہے۔

لہٰذا جب مذکورہ حدیث ابن عباس کی تقویت خلفاء راشدین اور صحابہ کرام کی مواظبت اور علماء مجتہدین اور فقہاء کرام اور جمہور امت کے تعامل سے ہوتی ہے تو اس حدیث پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔

نیز یہ بھی ثابت ہے کہ حضرت ابن عباس اور حضرت عمر دونوں متحالی ہیں ان کے درمیان کوئی تضعیف راوی نہیں اور جس راوی کی وجہ سے اس حدیث کو ضعیف کہا جاتا ہے وہ تو اس درجہ پر بھی نہیں ہوا لہٰذا حضرت عمر اور

[illegible] ہے اس حدیث سے [illegible] کی [illegible] ثابت ہوتا ہے [illegible]

مذکورہ حدیث سے یہ [illegible] ارشاد فرمایا [illegible] کی اہمیت [illegible] ہے [illegible] آپ کی حدیث کو [illegible] کی [illegible] ہے [illegible] ساتھ [illegible] اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم ۔ ترجمہ: اے ایمان والو! تم اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور تم میں جو حاکم ہوں ان کی (القرآن الکریم سورۃ النساء آیت نمبر ۵۹ پارہ نمبر ۵)

ابوداؤد کے حوالہ کی [illegible] ہیں [illegible] ہے [illegible] حدیث [illegible] ہے [illegible] ہے [illegible] ہے

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولقد کان فیما قبلکم من الامم محدثون فان یک فی امتی احد فانہ عمر ۔ متفق علیہ (مشکوۃ شریف ص ۵۵۴ مناقب ابوبکر و عمر

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تم سے پہلے جو امتیں گذری ہیں ان میں محدث (ان دیکھی باتیں الہام کی جاتی ہیں) گذرے ہیں میری امت میں اگر کوئی محدث ہے تو وہ عمر ہیں۔

نیز ارشاد فرمایا۔

عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ جعل الحق علی لسان عمر و قلبہ رواہ الترمذی وفی روایۃ ابی داؤد عن ابی ذر قال اللہ وضع الحق علی لسان عمر یقول بہ (مشکوۃ شریف ص ۵۵۴ باب مناقب عمر)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے حضرت عمرؓ کی زبان اور قلب پر حق کو جاری کیا ہے۔ (ترمذی) ابوداؤد میں حضرت ابوذر سے روایت ہے آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے حضرت عمرؓ کی زبان پر حق کو رکھا ہے آپ حق بات ہی کہتے ہیں

نیز ارشاد فرمایا۔

عن عقبۃ بن عامر قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لو کان بعدی نبی لکان عمر بن الخطاب (مشکوۃ شریف ص ۵۵۱ مناقب عمر)

ترجمہ: نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر بن الخطاب نبی ہوتے۔

طحاوی علی مراقی الفلاح میں ہے۔

روی ابو نعیم من حدیث عمرو بن الکندی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من حفظ بعدی اثنی عشر حدیثا مما ان تقول وما احدث عمر بما حدث وفی مراقی الفلاح ص ۲۳۹ باب التراویح)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو میری بارہ حدیثوں کو یاد رکھے جن میں سب سے زیادہ محبوب وہ حدیث ہے جس کو عمر نے جاری کیا تو سب اس کو لازم کر لیں۔

ان روایات سے ظاہر ہے کہ دین خاص کر حضرت عمرؓ کے قول اور عمل پر اعتماد کیا جاتا ہے

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ فرماتے ہیں

سن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولاۃ بعدہ فاخذ بھا اصحابہ فاخذ الناس بھا تصدیق بکتاب اللہ واستکمال لطاعۃ اللہ وقوۃ علی دین اللہ من عمل بھا مھتدی ومن استنصر بھا منصور ومن خالفھا واتبع غیر سبیل المؤمنین ولاہ اللہ ما تولی وصلاہ جھنم وساءت مصیرا (جامع بیان العلم وفضلہ ص ۱۸۷ ج ۲)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے [illegible] فرمائے ہیں اور آپ کے بعد آپ کے جانشین اور ان

حضرات نے بھی اپنے طریقے مقرر فرمائے ہیں ان کا اختیار کرنا آداب اللہ کی تصدیق ہے اور اللہ کی اطاعت و تعمیل کرنا ہے اور خدا تعالیٰ کے دین کی مدد کرنا ہے جو اس پر عمل کرے گا وہ یا تو ہدایت اور یقین سے قوت حاصل کرے گا یا وہ ایسا جاوے گا اور جو ان کی مخالفت کرے گا وہ ان کے طور طریقوں کے خلاف کرے گا اور اس ایمان کے راستہ کے خلاف چلے گا اللہ تعالیٰ اس کو اسی طرف موڑ دے گا جس طرف اس نے رخ کیا ہے پھر اس کو جہنم میں داخل کرے گا اور جہنم بہت بری جگہ ہے۔

اس طرح صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کا عمل اور سواد اعظم کی سنت ثابت ہوتا ہے صحابہ نے جو طریقہ اختیار فرمایا اور اسے حدیث ہدایت دی ہے اور جو ان کے خلاف ہے اس کو اختیار کرنے کا انشاء اللہ وہ ہدایت پر نہ ہوگا، یہ حدیث میں حضور اقدس ﷺ نے صحابہ کے طریقہ کی حقیقت واضح کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

عن عبد اللہ بن عمرو قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیاتین علی امتی کما اتی علی بنی اسرائیل حذو النعل بالنعل وان بنی اسرائیل تفرقت علی ثنتین وسبعین ملۃ وتفترق امتی علی ثلث وسبعین ملۃ کلھم فی النار الا ملۃ واحدۃ قالوا من ھی یارسول اللہ قال ما انا علیہ واصحابی۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۳۰ باب الاعتصام)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا میری امت پر وہ سب کچھ آنے والا ہے جو بنی اسرائیل پر آیا ہے جوتا جوتے کے برابر ہوتا ہے یہاں تک کہ بنی اسرائیل کے بہتر فرقے ہو گئے تھے میری امت کے تہتر فرقے ہو جائیں گے وہ سب دوزخی ہوں گے بجز ایک ملت (یعنی ہوں گے) صحابہ نے عرض کیا وہ ملت کون سی ہے؟ ارشاد فرمایا ما انا علیہ واصحابی "جو میں اور میرے صحابی ہیں اس پر میرے ساتھ ہیں۔

اس حدیث میں حضور اقدس ﷺ نے فرقہ ناجیہ کی علامت یہ نہیں فرمائی ہے کہ وہ صرف "مالانا علیہ" مخصر فرمایا بلکہ اس کے ساتھ "واصحابی" کی بھی اضافہ فرمایا۔

حضرت امام ابو بکر احمد الجصاص رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

مفسر صادق علیہ من اصحاب الفضیلۃ من اھل الصلاۃ والصیام ان تمیز فرقۃ واحدۃ من بین ھذہ الفرق المتفرقۃ وھی امۃ الاجابۃ الذین ھم علی ما کان علیہ النبی ﷺ واصحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین فی اعتقاد الحق وفی العمل بالطاعات واجتناب المعاصی۔ (احکام القرآن ج ۱ ص ۱۰۲)

اس سے معلوم ہوا کہ فرقہ ناجیہ کی پہچان یہ ہے کہ وہ اس طریقہ پر ہو جس طریقہ پر حضور ﷺ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین تھے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ فرقہ ناجیہ کی پہچان یہ ہے کہ وہ اس طریقہ پر ہو جس طریقہ پر میں ہوں اور میرے صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین تھے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ فرقہ ناجیہ کی پہچان یہ ہے کہ وہ اس طریقہ پر ہو جس طریقہ پر میں ہوں اور میرے صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین تھے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ فرقہ ناجیہ کی پہچان یہ ہے کہ وہ اس طریقہ پر ہو جس طریقہ پر میں ہوں اور میرے صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین تھے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ فرقہ ناجیہ کی پہچان یہ ہے کہ وہ اس طریقہ پر ہو جس طریقہ پر میں ہوں اور میرے صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین تھے۔

جو یہ کہہ سب بیان لیں کہ جو میرا طریقہ اور میرے اصحاب کا طریقہ ہے اور نجات کی راہ صحابہ کی پیروی میں ہے جیسا کہ ایمان ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد میں یطع الرسول فقد اطاع اللہ سے واضح کر دیا کہ رسول اللہ کی اطاعت عین اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے اور آنحضرت ﷺ کے ارشادی فالثت بعدی حضرت عمل عبادتی معیت اور حکم صحابی ہے پس اس حدیث میں آنحضرت ﷺ کی اتباع کا حکم کرنا اور ہر تھوڑی صحابہ کے طریقہ کی مخالفت کرنا (جیسا کہ غیر مقلدوں کا طریقہ ہے) دعویٰ باطل ہے بلکہ یہ اتباع بھی رسول اللہ ﷺ کی اتباع کا دعویٰ ہے اس کی مخالفت کے باعث ہیں نجات نہ پا سکیں گے اور امید۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

امید ان دو معرفت حق و باطل فہم صحابہ و تابعین امت اخبار حدیث از تعلیم آنحضرت ﷺ افہام قرآن عالی و مقالی تبعیہ واللہ و آن تخطیہ خاطر لزوم واجب القبول است۔ (فتاویٰ عزیزی ص ۱۵ ج ۱)

ترجمہ۔ حق و باطل کا معیار صحابہ اور تابعین کی سمجھ ہے جس چیز کو انہوں نے آنحضرت ﷺ کی تعلیم سے قرآن حالی و مقالی سے سمجھا ہے (اس میں ذرہ بھر غلطی نہیں پائی) اس کا تسلیم کرنا واجب ہے۔

حضرت شاہ صاحب کی ان دونوں بزرگوں کی عبارت سے واضح ہوا کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا عمل ہمارے لئے بہت قوی حجت ہے۔

مزید حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک ارشاد نقل کرتا ہوں آپ نے فرمایا "رضیت لامتی ما رضی لہا ابن ام عبد" میں اپنی امت کے لئے اس چیز کو پسند کرتا ہوں جس کو ابن ام عبد (یعنی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ) پسند کریں۔ (مظاہر حق ص ۶۸۹ ج ۶۹۰ جلد نمبر ۴)

نیز ارشاد فرمایا تمسکوا بعہد ابن ام عبد ابن ام عبد یعنی ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی وصیت کو لازم پکڑو۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۵۶۹ باب مناقب جامع مناقب الفصل الثانی)

حضرت ابن مسعود کے کمالات علمیہ کے متعلق جو ارشاد فرمایا ہے دل کی آنکھ سے اسے ملاحظہ فرمائیے۔

عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال من کان منکم مستنا فلیستن بمن قد مات فان الحی لا یومن علیہ الفتنۃ اولئک اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کانوا افضل ہذہ الامۃ ابرہا قلوبا واعمقہا علما واقلہا تکلفا اختارہم اللہ لصحبۃ نبیہ ولاقامۃ دینہ فاعرفوا لہم فضلہم واتبعوا علی آثارہم وتمسکوا بما استطعتم من اخلاقہم وسیرہم فانہم کانوا علی الہدی المستقیم۔ (مشکوٰۃ ص ۳۲ باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ)

ترجمہ۔ سیدنا حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں جس کی اتباع اور اقتداء کرنا ہو تو حضور قلب ﷺ کے صحابہ کی اقتداء کرے۔ کیونکہ یہ حضرات قلوب کی صداقت علم کی گہرائی اور تکلف سے بچنے میں پوری امت کے اندر سب سے بہتر تھے اللہ تعالیٰ نے اس بہترین امت کو اپنے بہترین رسول کی صحبت اور دین کی اقامت کے لئے پسند فرمایا ہے پس تم ان کے فضل (مرتبہ) کو پہچانو اور ان کے نقش قدم پر چلو وہ سیدھے راستہ پر تھے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود کی اس وصیت کو بار بار غور سے پڑھئے صحابہ کرام کی قدر و منزلت واضح ہو جائے گی۔

[illegible] اسلام [illegible]

[illegible] [illegible] [illegible] [

(۷) مشہور حافظ حدیث ابن عبدالبر فرماتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں بیس رکعت پڑھتے تھے (مرقاۃ شرح مشکوۃ ج ۳ ص ۱۷۴ باب قیام شہر رمضان)

(۸) حضرت ابوالحسناء سے روایت ہے۔ ان علیاً امر رجلاً یصلی بھم فی رمضان عشرین رکعۃ حضرت علی نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو رمضان میں بیس رکعت پڑھائیں۔ (کہ یصلی فی رمضان من رکعۃ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۹۳ (سنن کبری للبیہقی ج ۲ ص ۴۹۶ باب ماروی فی عدد رکعات القیام فی شہر رمضان)

(۹) حضرت نافع شاگرد ابن عمر فرماتے ہیں۔ کان ابن ابی ملیکۃ یصلی بنا فی رمضان عشرین رکعۃ۔ اسنادہ حسن (آثار السنن ص ۵۶ ج ۲) حضرت ابن ابی ملیکہ ہمیں رمضان میں بیس رکعت پڑھاتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ کم یصلی فی رمضان من رکعۃ ص ۳۹۳ ج ۲)

(۱۰) حضرت اعمش فرماتے ہیں۔ ان عبداللہ بن مسعود کان یصلی عشرین رکعۃ ویوتر بثلاث۔ حضرت عبداللہ بن مسعود بیس رکعت پڑھاتے تھے اور تین وتر۔ اس کی سند مرسل قوی ہے (عمدۃ القاری شرح بخاری ج ۱ ص ۱۲۷ (قیام اللیل ص ۹۱)

(۱۱) حضرت محمد بن کعب قرظی نے فرمایا کان الناس یصلون فی زمان عمر بن الخطاب فی رمضان عشرین رکعۃ۔ حضرت عمر کے دور میں لوگ رمضان شریف میں بیس رکعت پڑھا کرتے تھے (قیام اللیل ص ۹۱)

(۱۲) خلیل اعمش راوی فقیہ کہتا ہے کہ حضرت مطر بن ابی رباح فرماتے ہیں۔ ادرکت الناس وھم یصلون ثلاثاً وعشرین رکعۃ بالوتر واسنادہ حسن۔ میں نے صحابہ کے غیرہ سب لوگوں کو وتر کے ساتھ بیس رکعت پڑھتے دیکھا ہے اس کی سند حسن ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، فتح الباری ج ۴ ص ۲۱۹، قیام اللیل ص ۹۱، آثار السنن ص ۵۵ ج ۱ باب فی التراویح بعشرین رکعۃ واللفظ لہ)

(۱۳) حضرت شقیق بن سلمہ (حضرت عبداللہ ابن مسعود کے شاگرد) رمضان المبارک میں امامت کرتے تھے اور بیس رکعت پڑھاتے تھے اور بیس رکعت والی روایت قوی ہے۔ (باب ماروی فی عدد رکعات القیام فی شہر رمضان بیہقی ص ۴۹۶ ج ۲ ✗ قیام اللیل ص ۹۱) (مرقاۃ شرح مشکوۃ ص ۱۷۴ ج ۲ باب قیام شہر رمضان)

(۱۴) علامہ ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت فاروق اعظم نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی امامت پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جمع کیا تو وہ ان کو بیس رکعت پڑھاتے تھے (مرقاۃ ص ۱۷۵ ج ۲) فلما کان ذلک یصلی علی الناس فھم بھم ابی بن کعب فی زمن عمر بن الخطاب عشرین رکعۃ ویوتر بعدھا (فتاوی ابن تیمیہ ص ۱۳۸ ج ۱) آگے چل کر اس سے زیادہ صراحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

فانہ قد ثبت ان ابی بن کعب کان یقوم بالناس عشرین رکعۃ فی رمضان ویوتر بثلاث فرای کثیر من العلماء ان ذلک ھو السنۃ لانہ قام بین المھاجرۃ والانصار ولم ینکرہ منکر (فتاوی ابن تیمیہ ص ۱۹۱ ج ۱)

ترجمہ۔ یہ ثابت ہو گیا کہ حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کو رمضان میں

[illegible] ۲۰ رکعات تراویح [illegible] ۔۔۔ [illegible] ۔۔۔ [illegible] ۔۔۔

ترجمہ: اس زمانہ میں جب کہ حضرت عمرؓ نے صحابہ کی جماعت ایک کی اور حضرت ابی بن کعب کو امامت کے لئے نامزد فرمایا اس وقت حضرات صحابہ بکثرت موجود تھے ان میں حضرت عثمان، حضرت علی، ابن مسعود، عباس اور ان کے صاحبزادے، ابن عباس، حضرت طلحہ حضرت زبیر، حضرت معاذ اور ان کے علاوہ سب ہی حضرات مہاجرین وانصار موجود تھے کسی نے حضرت عمرؓ پر اعتراض نہیں کیا ان کی تردید نہیں کی بلکہ سب نے ساتھ دیا ان کی تائید وموافقت کی اور اسی کو جاری ورائج کیا اور ہمیشہ پابندی سے پڑھتے رہے یہاں تک کہ حضرت علیؓ نے حضرت عمرؓ کی تعریف کی (ان کا شکریہ ادا کیا) اور ان کے لئے دعاء خیر کی (وفات کے بعد فرمایا کرتے تھے) اللہ تعالیٰ حضرت عمرؓ کی قبر کو نور سے بھر دے جیسے حضرت عمرؓ نے ہماری مسجدیں روشن کیں آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ میرے طریقہ اور خلفاء راشدین کو میرے بعد جو گے ان کے طریقہ کو لازم پکڑو اور تراویح کی بیس رکعت ہیں۔

(۲۰) حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

"من بعد عدد بست وسہ را اختیار کردند ایں عدد را اجماع شدہ بود" یعنی صحابہ کرام نے بیس رکعت (بیس رکعت تراویح اور تین رکعت وتر) اختیار فرمائی، اور اس عدد پر صحابہ کا اجماع ہو چکا ہے۔ (مجموعہ فتاویٰ عزیزی ص ۱۳۶ ج ۱)

(۲۱) امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

واکثر اھل العلم علی ماروی عن علی رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ وغیرھما من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم عشرین رکعۃ وھو قول سفیان الثوری وابن المبارک والشافعی، وقال الشافعی وھکذا ادرکت ببلدہ بمکۃ یصلون عشرین رکعۃ (ترمذی شریف ص ۹۹ ج ۱ ابواب الصوم باب ماجاء فی قیام شھر رمضان)

ترجمہ: حضرت عمرؓ حضرت علیؓ نیز دیگر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اور حضرت سفیان ثوریؒ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ حضرت امام شافعیؒ تراویح میں بیس رکعت کے قائل تھے اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اہل مکہ کو میں نے بیس رکعت پڑھتے دیکھا ہے۔

(۲۲) فقہ حنفی کی مشہور کتاب رد المحتار میں ہے۔

والتراویح سنۃ مؤکدۃ عشرون رکعۃ بما روی ابو بکر عبدالعزیز الشافعی عن ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یصلی فی شھر رمضان عشرین رکعۃ (ونحوہ فی فتاوی قاضی خان ص ۰)

ترجمہ: یعنی تراویح کی بیس رکعت سنت مؤکدہ ہیں اس حدیث کی بناء پر جو ابوبکر عبدالعزیز شافعی نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ ماہ رمضان میں بیس رکعت پڑھتے تھے۔

(۲۳) علامہ تبتی شافعی فرماتے ہیں کہ "ہمارا مسلک بیس رکعت تراویح سنت ہونے کا ہے جو سند صحیح ثابت ہے (شرح المنہاج)

(۲۴) حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ وھی عشرون رکعۃ یجلس عقب کل

رکعتین وسنة (تراویح) الاوابدا (ای) فلن یحدث فیہا من مرور ماشٍ بین یدیہ (ای المصلی) شیئا (ای) علی کل رکعتین اصبی رکعتی التراویح السنوبة (ای التراویح المسنونة) بالجماعۃ (ای) فی کل لیلۃ من لیالی رمضان (الحاوی للفتاوی ص ۱۰۳ ج ۱)

(۲۵) علامہ علی قاری فرماتے ہیں۔

علم من هذه السنة ان التراويح عندنا عشرون ركعة بعشر تسليمات وهو عدد مشهور وعند مالك ستة وثلثون ركعة متمسكا بعمل اهل المدينة والجمهور ما رواه البيهقي بسناد صحيح عن السائب انهم كانوا يقومون على عهد عمر بعشرين ركعة وعثمان مثله وهذا كالاجماع وكذا في ص ۲۸۸ صلاۃ التراویح)

اس سے واضح ہو گیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے لے کر آج تک بیس تراویح پڑھی جاتی ہیں امت کا تعامل ہے اور یہی مذہب ہے ائمہ اربعہ کا اور امام مالک سے بھی بیس ہی کی روایت صحیح ہے چھتیس والی روایت ضعیف ہے اور اہل مدینہ کا عمل بھی بیس ہی پر تھا اس لئے کہ وہ بھی بیس ہی پڑھتے تھے حضرت عثمان علی رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں بالاجماع بیس ہی تھیں۔

(۲۶) علامہ شامی فرماتے ہیں کہ تعدد وتراویح میں امت کا تعامل ہے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ان کی اصل مسجد حرم شریف ہے جس کو نافع نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے اور حرم شریف میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہم اجمعین کے زمانہ سے بیس تراویح پڑھی جاتی ہیں اور اہل حرم نے یہ عمل اہل مدینہ سے لیا ہے کیونکہ یہ عمل خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم اجمعین کے زمانہ سے توارث کے طور پر چلا آرہا ہے (الدر المختار مع رد المحتار ص ۴۵۴ ج ۱)

(۲۷) حضرت مولانا عبدالحی فرماتے ہیں "لم يفعل احد من الائمة الاربعة فيما نقل عنهم في ركعة واحدة جميعا بتصحيح ما نقل عنهم" کسی ایک امام سے بھی ایک رکعت وتر کا پڑھنا منقول نہیں ہے (السعایہ ص ۱۲۹ ج ۲) اسی طرح فتاوی کبری ص ۱۲۹ ج ۱ اور عرف الشذی ص ۱۷۰ ج ۱ اور الجوہر النقی ص ۴۷۸ ج ۲ میں بھی ہے اور امام مالک سے بھی ایک رکعت وتر کا پڑھنا منقول نہیں ہے اس لئے کہ ان کے مذہب میں وتر تین رکعت ہیں جن کو ملا کر پڑھنا ضروری ہے اور ایک رکعت وتر کا پڑھنا ان کے نزدیک بھی مکروہ ہے (الدر المختار مع رد المحتار ص ۴۵۴ ج ۱) اور ایک رکعت وتر کا پڑھنا حضرات حنفیہ رحمہم اللہ کے نزدیک بھی مکروہ ہے (الدر المختار مع رد المحتار ص ۴۵۴ ج ۱) اور ایک رکعت وتر کا پڑھنا حضرات حنفیہ رحمہم اللہ کے نزدیک بھی مکروہ ہے (الدر المختار مع رد المحتار ص ۴۵۴ ج ۱)

(۲۸) علامہ ابن ہمام فرماتے ہیں کہ تراویح کی اصل جماعت حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے اور یہ بات بھی ثابت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے مشورہ سے قائم کی تھی اور صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین میں سے کسی نے بھی اس پر نکیر نہیں کی اور یہ بات بھی ثابت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ جماعت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی امامت میں قائم کی تھی اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیس تراویح پڑھاتے تھ

امام ابوحنیفہ امام مالک امام شافعی رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین کا یہی مسلک اور اسی پر ان کا عمل رہا اور آج تک تمام امت کا بھی اسی پر عمل ہے اور یہی ترجیح ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔ آٹھ میں بھی بیس رکعت تراویح پر عمل زمانہ سے آج تک چلا آرہا ہے۔

انصار بحمداللہ اس مسئلہ میں متعلق ہونے کا اس نے ثبوت کی بہت بین دلیل سے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں۔

قوله صلى الله عليه وسلم عليكم بسنتي الخ سنة ثلاثة أما محكمة او سنة قائمة او فريضة عادلة وما كان سوى ذلك فهو فضل الى قوله والقائمة مالم يمسخ ولم يهجر وقد لم يشذ راويه وجرى عليه جمهور الصحابة والتابعين (علاها ما اتفق فقهاء المدينة والكوفة عليها وأنه ان يتفق على ذلك الصحابة الخ الاربعة حجة الله البالغة ص ۱۲۲ ج ۱ ص ۳۲۳ ج ۱ مع ترجمہ من ابواب الاعتصام بالكتاب والسنة)

ترجمہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "علم تین ہیں آیت محکمہ یا سنت قائمہ یا فریضہ عادلہ اور جو اس کے سوا ہے وہ زیادہ ہے" علی قولہ۔ اور سنت قائمہ وہ ہے جو مسخ نہ ہو متروک نہ ہو اور اس کا کوئی راوی تنہا نہ ہو اور جمہور صحابہ تابعین کا اس پر عمل رہا ہو ان سب میں اعلیٰ وہ ہے جس پر فقہاء مدینہ کوفہ متفق ہوں، وہاں پر اس کی علامت یہ ہے کہ اس پر صحابہ کا اتفاق ہو الخ۔

حضرت شاہ صاحب نے مذکورہ بالا فرمان کی روشنی میں بہت غور کیجئے آپ ارشاد فرما رہے ہیں کہ سنت قائمہ وہ ہے جس پر تمام صحابہ تابعین کا عمل رہا ہو اور اس میں بھی سب سے اعلیٰ وہ ہے جس پر فقہاء مدینہ کوفہ متفق ہوں۔ اور اتباع فقہاء کوفہ کے متفق ہونے کی علامت اور اتفاقی یہ ہے کہ مذہب حنفی اس پر متفق ہو۔ اس سنت قائمہ کا سب سے اعلیٰ درجہ شاہ صاحب والوں نے آٹھ بیس تراویح کو قرار دیا ثابت ہوا کہ بیس رکعت تراویح پر اندازہ بھی اتفاق ہے اہل حق کا۔ بیس رکعت سے انکار کا قول کیسا ہے؟ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں بیس رکعت تراویح "سنن قائمہ" یا سنت قائمہ فرمایا ہے۔

تائید اجماع جماعت: جماعت اہل سنت والجماعت سے علامہ ابن قدامہ فرماتے ہیں۔ فقال الشافعي وجمهور اصحابه وابو حنيفة رحمه الله واحمد رحمه الله وبعض المالكية وهو الا فضل صلوها جماعة كما فعله عمر بن الخطاب والصحابة رضي الله عنهم وسنه عمل المسلمين عليه لانه من الشعائر الظاهرة فاشبه صلوة العيد (المغني شرح مسنم ص ۲۵۹ ج ۱ باب الترغيب في قيام رمضان وهو نفل ربع)

غالب یہ کہ بیس رکعت پڑھنے والے اہل حق پر ہیں اللہ تعالیٰ کا فرمان ان کے ساتھ ہونے کا رسول ﷺ کا ارشاد تمام امت کا اجماع و تعامل اور ہمیشہ عمل کرتے رہنے والے ہیں۔ فقہ متقدمین حنفیہ کے قائل ہیں اور رمضان نے بارک اللہ میں ایک نئی عبادت سنت ہونے میں جس پر صحابہ رضی اللہ عنہم تابعین تبع تابعین سلف صالحین سے خلف آخر تک تعامل اور اتفاق ہوتا رہا ہے۔

بیس رکعت کے خلاف غیر مقلدوں کے غلط دلائل اور ان کے جوابات

دلیل اول :۔

عن ابی سلمة بن عبدالرحمان انه اخبره انه سأل عائشة کیف کانت صلوة رسول الله صلی الله علیه وسلم فی رمضان فقالت ماکان رسول الله صلی الله علیه وسلم یزید فی رمضان ولا فی غیره علی احدی عشرة رکعة یصلی اربعا فلا تسأل عن حسنهن وطولهن ثم یصلی اربعا فلا تسأل عن حسنهن وطولهن ثم یصلی ثلثا فقالت عائشة فقلت یارسول الله تنام قبل ان توتر فقال یا عائشة ان عینی تنامان ولا ینام قلبی (بخاری شریف کتاب التہجد ب ۵ ص ۱۵۴ ج ۱ ص ۲۶۹ ج ۱)

ترجمہ :۔ حضرت ابو سلمہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت عائشہ سے پوچھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں کیسے پڑھتے تھے؟ حضرت عائشہ نے فرمایا کہ آپ کبھی رمضان میں گیارہ سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے نہ غیر رمضان میں۔ آپ پہلے اسلام چار رکعت پڑھتے تھے ان کی خوبی اور طوالت کی بات نہ پوچھو پھر چار رکعت پڑھتے تھے ان کی بھی خوبی اور طوالت کا حال نہ پوچھو پھر تین رکعت وتر پڑھتے۔ حضرت عائشہ نے فرمایا کہ میں نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں عرض کیا یارسول اللہ! آپ وتر پڑھنے سے پہلے سو جاتے ہیں؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اے عائشہ میری آنکھیں سوتی ہیں میرا دل نہیں سوتا۔ (بخاری شریف)

سرور کی صاحب اور ان جیسے دیوبندی حضرات کی کوتاہ فہمی اور قلت حدیث دانی سے ہمیں بڑی تعجب ہوتا ہے کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اس نماز کا تذکرہ فرما رہی ہیں جو رمضان شریف سے علاوہ باقی مہینوں میں پڑھی جاتی ہے اور ظاہر ہے کہ یہ سوال بھی اسی نماز کے متعلق تھا جو رمضان میں پڑھی جاتی ہے تبھی تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیتے وقت رمضان کا لفظ استعمال فرمایا۔ اور سائل کا سوال کچھ اسکی ہے اور جواب کچھ اور ہوتا ہے۔ مولانا سرور صاحب کی یہ چیز ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما جن کو ترجمان القرآن اور حبر الامۃ کہا جاتا ہے۔ [illegible] جو نماز رمضان اور غیر رمضان میں رات بھر پڑھی جاتی ہے وہ تراویح نہیں بلکہ تہجد ہے۔ [illegible] کی روایت پیش کی ہے۔ آنحضرت ﷺ نے تین روز باجماعت نماز پڑھائی پھر [illegible] حضرت [illegible] تشریف نہیں لائے اور نماز نہیں پڑھائی پس جب کہ روایت کتب میں موجود ہے کہ نماز صرف تین دن پڑھی گئی اس میں جماعت شامل ہوئی۔ آنحضرت ﷺ نے نماز باجماعت تو ان تمام تصریحات کو تہجد پر محمول کرنا بلکہ فرضی نماز ہے۔ یا یہ کہ تہجد کی نماز آنحضرت ﷺ تمام سال پڑھتے تھے مگر رمضان کی اس میں اس طرح کا اجتماع ہوا نہ کبھی جماعت شامل ہوئی۔ آنحضرت ﷺ نے تہجد میں کبھی جماعت صحابہ کو نماز پڑھائی۔ یہی وجہ ہے کہ محدثین حدیث حاء سے تصریح کرتے ہیں کہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے نماز تہجد کے متعلق یہ تصریح فرمائی ہے۔

شارح صحیح بخاری محدث مدینہ شیخ شمس الدین کرمانی فرماتے ہیں اما ان المراد بها صلوة الوتر

والسوال والجواب ولوذان علیہ (حدیث شریف میں تہجد مراد ہے حضرت ابوسلمہ کا (مذکورہ بالا) سوال اور حضرت عائشہ کا جواب تہجد کے متعلق تھا۔

شیخ تحریر فرماتے ہیں۔ اوھو معارض بما روی انہ صلی اللہ علیہ وسلم صلی بالناس عشرین رکعۃ لیلتین (مگر تہجد مراد نہ ہو تو یہ روایت اس روایت سے معارض ہوگی جس میں یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے دو رات تک بیس بیس رکعتیں پڑھائیں۔ اور روایۃ المثبت مقدمۃ علی روایۃ النافی (اور تعارض کی صورت میں (بیس رکعت والی روایت تو ثابت ہے وہ مقدم ہوگی کیونکہ اصول حدیث کی رو سے) ثابت، نافی پر مقدم ہوتی ہے (الکوکب الدری شرح صحیح البخاری ص ۱۵۵ ج ۱ باب قیام النبی باللیل فی رمضان وغیرہ)

(۲) حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں۔ "صحیح آنست کہ آنچہ آنحضرت ﷺ گزاردہ تہجد دے بود کہ یازدہ رکعت باشد (اور صحیح یہ ہے آنحضرت ﷺ گیارہ رکعت (وتر کے ساتھ) پڑھتے تھے وہ تہجد کی نماز تھی (اشعۃ اللمعات ص ۵۴۳ ج ۱ باب قیام شہر رمضان)

(۳) حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ آں روایت محمول بر نماز تہجد است کہ در رمضان وغیر رمضان یکساں بود (وہ روایت نماز تہجد پر محمول ہے کہ رمضان وغیر رمضان میں یکساں تھی (مجموعہ فتاویٰ عزیزی ص ۱۲۵ ج ۱)

(۴) حضرت امام مزنی فرماتے ہیں کہ وقد اوتر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہر کعۃ وثلاث وخمس وھدا قبل ان یوتر الی احدی عشرۃ رکعۃ والروایۃ متردۃ فی ثلث عشرۃ وفی حدیث شاذ سبع عشرۃ وکانت ھذہ الرکعات التی ما سمیا جعلھا وتر اصلوۃ باللیل وھو التھجد (احیاء العلوم ص ۲۰۲ ج ۱ روایت الفرائض)

آنحضرت ﷺ نے ایک رکعت، تین رکعت، پانچ رکعت، سات رکعت، نو رکعت اور گیارہ رکعت سے وتر پڑھا ہے، تیرہ رکعت کی روایت متردد ہے اور ایک حدیث شاذ میں سترہ رکعت بھی آئی ہے اور یہ تمام رکعتیں جن کے متعلق ہم نے وتر کا لفظ استعمال کیا ہے آنحضرت ﷺ رات میں پڑھتے تھے، یہی تہجد ہے۔

ان حضرات علماء حدیث کے ارشادات سے بھی واضح بات یہ ہے کہ ائمہ حدیث نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث کو تہجد کے باب میں نقل کیا ہے ملاحظہ ہو مسلم شریف ج ۱ ص ۲۵۴ باب صلوۃ اللیل وعدد رکعات النبی فی اللیل الخ سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۱۹۲ ابواب قیام اللیل باب فی صلوۃ اللیل، ترمذی شریف ج ۱ ص ۵۸ باب ماجاء فی وصف صلاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم باللیل، نسائی شریف ج ۱ ص ۱۵۴ کتاب قیام اللیل وتطوع النھار مؤطا امام مالک ص ۳۲ باب ماجاء فی صلوۃ اللیل۔ امام محمد بن نصر مروزی نے اپنی مشہور کتاب "قیام اللیل" میں قیام رمضان کا باب باندھ کر بہت سی حدیثیں اور واقعے نقل فرمائی ہیں مگر ان کردہ بالا حدیث کو مستقل نہیں فرمایا اس لئے کہ ان کے نزدیک یہ حدیث تراویح کے متعلق ہے ہی نہیں دیکھئے قیام اللیل ص ۹۲، ۹۳۔ حافظ حدیث ابن قیم نے بھی زاد المعاد ص ۸۶ ج ۱ میں قیام اللیل (تہجد) کے بیان میں نقل کی ہے اور کہیں کسی کتاب میں یہ روایت رمضان کی عبادت کے

حدیث تراویح کے ساتھ نقل ہوگئی ہو تو اسے تراویح سے متعلق حدیث سمجھ لینا صحیح نہیں ہے تہجد بھی تراویح کی طرح رمضان کی ایک عبادت ہے اس مناسبت سے تراویح کے ساتھ نقل کی جا سکتی ہے پس اگر بالفرض کہیں نقل ہوگئی ہے تو اسے دلیل نہیں بنایا جا سکتا (اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال)

ماہنامہ الحق اس روایت سے متعلق حافظ حدیث امام قسطلانی کا یہ قول بھی نظر انداز نہ کرنا چاہئے کہ اس سے اہل علم مذکورہ روایت کو مضطرب مانتے ہیں (قسطلانی شرح صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۹۷ طبع جدید مطبعۃ الکبری بالقاہرہ مصر)

مختصر یہ کہ مذکورہ روایت آٹھ رکعت تراویح کے لئے کسی بھی طرح قابل حجت نہیں اس کے برخلاف گیارہ رکعت کے متعلق حضرت ابن عباس کی حدیث کی موافقت پر صحابہ کا اجماع ہو چکا ہے اور جمہور امت نے اس کو ہی قبول کر لیا ہے امام ابوداؤد کا فیصلہ ہے (تاریخ اہلحدیث ان عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم نظر بما اضاف الصحابہ (۱۲) وشرح ابن ماجہ ص ۲۰۳ کتاب اقامۃ الصلوٰۃ باب ما جاء فی عدد الرکعات) یعنی جب دو حدیثیں متضاد ہوں اور ان میں سے ایک (جیسے کہ آٹھ رکعت اور تیرہ رکعت والی حدیثیں) کو دیکھا جائے کہ عمل صحابہ کس کے مطابق ہے؟ جس کے مطابق ہو گا وہ قابل قبول اور واجب العمل ہے۔

(۱) امام مالک رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۷۹ھ) فرماتے ہیں کہ اذا جاء عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم حدیثان مختلفان ونظرنا ان ابابکر و عمر عملا باحد الحدیثین وترکا الاخر کان ذلک دلیلا علی ان الحق فیما عملا بہ۔ یعنی جب آنحضرت ﷺ سے دو مختلف حدیثیں آئیں اور ہمیں معلوم ہو کہ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق نے ان میں سے کسی ایک پر عمل کیا ہے اور دوسرے کو ترک کر دیا ہے تو اس بات کی دلیل ہوگی کہ جس حدیث پر انہوں نے عمل کیا ہے وہی صحیح اور حق ہے۔ (تلخیص المستدرک علی مؤطا امام محمد ص ۲۲ نور نویس)

(۲) امام ابوجعفر احمد طحاوی (المتوفی ۳۲۱ھ) متین ابی داؤد میں فرماتے ہیں (وانما نازع الخبران عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم یطلب بما احد بہ اصحابہ یعنی جب دو مختلف حدیثیں آئیں تو دیکھا جائے گا صحابہ نے کس پر عمل کیا ہے (جس پر انہوں نے عمل کیا ہے وہی حق ہے) (بذل المجہود شرح ابوداؤد شریف حوالہ بالا ص ۲۶۳ ج ۱)

(۳) امام مجتہد ابوبکر جصاص رحمۃ اللہ (المتوفی ۳۷۰ھ) فرماتے ہیں (فنبدء عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم حیران نعتمد ان وظہر عمل السلف باحدھما کان الذی ظہر عمل السلف اولی بالاتباع

یعنی جب آنحضرت ﷺ سے دو حدیثیں متضاد ہوں اور ان میں سے کسی ایک حدیث پر سلف کا عمل ہو تو وہی اولیٰ بالاتباع ہوگی (احکام القرآن للجصاص ج ۱ ص ۱۷ بحث بسم اللہ فصل امام الصنعۃ بھا)

(۴) امام بیہقی رحمۃ اللہ (المتوفی ۴۵۸ھ) (شان اری) نقل فرماتے ہیں (لما اختلفت احادیث الباب ولم یتبین الراجح منہا نظرنا الی ما عمل بہ الخلفاء الراشدون بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم فرجحنا بہ احد الجانبین) یعنی جب ایک باب کی مختلف حدیثیں آئیں جن اور ان کا راجح نہ ہونا

تو ہم خلفاء راشدین کے) عمل کو دیکھیں گے اور اس سے ترجیح دیں گے یعنی اس کے مطابق عمل کریں گے (فتح الباری شرح صحیح البخاری ص ۲۶۹ ج ۴ باب قیام النبی باللیل فی رمضان وغیرہ)

(۵) محدث خطیب بغدادی (المتوفی ۴۶۳ھ) اپنی تاریخ میں امام مالک رحمہ اللہ (المتوفی ۱۷۹ھ) سے نقل کرتے ہیں کہ لو کان هذا الحدیث هو المعمول به لعملت به الائمة ابو بکر و عمر و عثمان بعد رسول الله صلی الله علیه وسلم ان یصلی الامام قاعدا و من خلفه قعودا۔ یعنی اگر یہ حدیث معمول بہ ہوتی کہ امام (عذر کی وجہ سے) بیٹھ کر نماز پڑھے تو مقتدی بھی بیٹھ کر ہی نماز پڑھیں تو اس حدیث پر رسول خدا ﷺ کے بعد کے ائمہ حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان رضی اللہ عنہم ضرور عمل کرتے (تاریخ بغداد ص ۲۷۷ ج ۲ مطبع مصر)

(۶) نقل ابن ہمام رحمہ اللہ (المتوفی ۸۶۱ھ) لکھتے ہیں کہ ومما یصحح الحدیث ایضا عمل العلماء علی وفقه یعنی جن احادیث ضعیفہ سے احادیث کی صحت معلوم کی جاتی ہے ان میں سے ایک یہ ہے کہ علماء اس کے موافق عمل کریں (تو یہ دلیل ہے حدیث کے صحیح ہونے کی (فصل باب ایقاع الطلاق فتح القدیر ج ۳ ص ۲۲۹)

(۷) حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ (المتوفی ۱۱۷۶ھ) فرماتے ہیں "اتفاق سلف وتوارث ایشاں اصل عظیم است در فقہ یعنی اتفاق سلف اور ان کا توارث فقہ میں اصل عظیم ہے (ازالۃ الخفاء مطبع بریلی ص ۸۵ ج ۲)

دلیل ثانی:

حدثنا محمد بن حمید الرازی ثنا یعقوب بن عبدالله ثنا عیسی بن جاریة عن جابر رضی الله عنه قال صلی رسول الله صلی الله علیه وسلم فی رمضان لیلة ثمان و کعاب و الوتر فلما کان من القابلة اجتمعنا فی المسجد و رجونا ان یخرج الینا فلم نزل فیه حتی اصبحنا قال انی کرهت وخشیت ان یکتب علیکم الوتر (قیام اللیل ص ۹۰)

غیر مقلدین کو اس حدیث پر بہت ناز ہے مگر عجیب بات یہ ہے کہ اس کی سند قابل اعتبار نہیں ہے اس کی سند کے رجال کے متعلق ائمہ فن نے ارشادات ملاحظہ فرمایئے سند میں ایک راوی "ابن حمید رازی" ہیں جن کے متعلق ناقدین حدیث ربانی کرام کے تبصرے ملاحظہ فرمایئے۔

(۱) وهو ضعیف۔ وہ ضعیف ہے۔ (حافظ ذہبی)

(۲) کثیر المناکیر۔ بہت منکر احادیث بیان کرتا ہے۔ (یعقوب بن شیبہ)

(۳) فیه نظر۔ اس میں نظر (اختلاف) ہے۔ (امام بخاری)

(۴) کذبه ابو زرعة۔ وہ جھوٹا ہے۔ (ابوزرعہ)

(۵) اشهد انه کذاب۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ جھوٹا ہے (اسحاق کوسج)

(۶) فی کل شئی یحدثنا ما رأیت اجرأ علی الله منه کان یأخذ احادیث الناس فیقلب بعضه علی بعض (ترجمہ) ہر چیز میں حدیثیں بیان کرتا ہے اللہ پر اس سے زیادہ جری شخص میں نے نہیں دیکھا۔

لوگوں کی حدیثوں کو بدل دیتا ہے (صالح جزرہ)

(۷) ہو اللہ یکذب۔ خدا کی قسم یہ جھوٹا ہے (ابن خراش)

(۸) لیس بثقۃ۔ معتبر نہیں ہے (امام نسائی) (میزان الاعتدال ج ۳ ص ۴۹۰)

دوسرے راوی یعقوب ابن عبداللہ اشعری القمی کے متعلق۔

(۱) لیس بالقوی۔ قوی نہیں ہے (دار قطنی) (میزان الاعتدال ص ۴۴۴ ج ۳)

تیسرے راوی عیسیٰ بن جاریہ کے متعلق:۔

(۱) احادیثہ مناکیر۔ اس کے پاس منکر حدیثیں ہیں (ابن معین)

(۲) منکر الحدیث۔ منکر الحدیث ہے (نسائی)

(۳) متروک۔ متروک الحدیث ہے (نسائی)

(۴) منکر الحدیث۔ منکر الحدیث ہے (ابوداؤد خلاصہ)

(۵) ضعفاء میں شمار ہے (میزان الاعتدال ص ۳۱۸ ج ۲)

بلوغ المرام میں حضرت جابر سے روایت کی ہے کہ اس میں رکعت کی تعداد ہی نہیں ہے، دیکھئے بلوغ المرام ص ۴۴ ہ ۴۳۔

دوسرا اضطراب یہ ہے کہ وتر فرض ہو جانے کے خوف سے آنحضرت ﷺ کے باہر تشریف نہ لانے کا ذکر ہے، حالانکہ احادیث صحیحہ میں تراویح کا ذکر ہے۔ (میزان الاعتدال ص ۴۳، ۴۲ ج ۲)

یہ ہے آٹھ رکعت والوں کی پونجی، جس کے سہارے میں کی مخالفت کر کے اپنی عاقبت خراب کر رہے ہیں۔ افسوس!

شیشے کے گھر میں بیٹھ کر پتھر ہیں پھینکتے
دیوار اپنی پہ حماقت تو دیکھئے

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

باب سجود السہو والاستخارۃ

نماز استخارہ کا طریقہ

السجود [۲۷۲] (استخارہ کا بیان)
السجود [۲۷۲] (استخارہ کا بیان)
السجود [۲۷۲] (استخارہ کا بیان)

۔۔۔۔ کیں یہ ہیں اللھم انت اللہ لا الٰہ الا انت الغنی ونحن الفقراء انزل علینا الغیث واجعل ما انزلت لنا قوۃ وبلاغا الی حین ۔۔۔۔ اے اللہ تو معبود ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو غنی ہے اور ہم فقیر ہیں ۔۔۔۔ ہمارے اوپر بہت کی بارش برسا اور اس کو ہمارے لئے قوت کا باعث بنا کہ اس سے ہم مدت دراز تک منتفع ہوتے ۔۔۔۔ الٰہی اسقنا غیثا مغیثا مریعا طبقا غیر ضار عاجلا غیر رائث اے اللہ ہمیں ۔۔۔۔ سیراب کر ایسی بارش سے جو بھلائی کرنے والی ہو، ہر طرف سے برسے، نقصان دہ نہ ہو، جلد برسے، دیر نہ کرے ۔۔۔۔ (منحۃ شریف ص ۱۳۲ ج ۱ تقطعا) اللھم سق عبادک وبھیمتک وانشر رحمتک احی بلدک المیت ۔۔۔۔ اے اللہ اپنے بندوں اور مویشی (یا لوگوں) کو سیراب کر اور اپنی رحمت کو پھیلا اور اپنے مردہ شہر کو زندہ کر دے ۔۔۔۔ آخر تک ۔۔۔۔ اے حاضرین ۔۔۔۔ ہو سکیں تو اپنی زبان میں بھی اس مطلب کی دعا کی جا سکتی ہیں ۔۔۔۔ اس حین میں دعا کا کام چاہے جتنا ہو سکے ۔۔۔۔ دعا کرنے والے کو چاہئے کہ ۔۔۔۔ ہاتھ اٹھا کر دعا کرے ۔۔۔۔ ہاتھ نہ اٹھائے اب بھی حین میں ہو سکتے ہیں ۔۔۔۔ اللہ تعالیٰ نہ ۔۔۔۔ اٹھا لیا جائے ۔۔۔۔ (فتاوی عالمگیری ص ۱۵۳ ج ۱ الباب التاسع عشر فی الاستسقاء ۔ درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۷۰۱ باب الاستسقاء واللہ اعلم

نماز استسقاء کے لئے جنگل میں کب نکلے؟

(مسئول ۱۲۷ بارش کی ضرورت ہے لوگ عام میں کوں نہیں خطاب اور وقت معین معلوم نہیں دیتی تو ایک وقت میں نماز استسقاء کے لئے جنگل میں جانا چاہئے یا نہیں؟

[الجواب] معمول حالات میں نماز استسقاء کے لئے جمعہ کا خطبہ جمعہ میں دعا کرنے پر اکتفا کیا جاتا ہے اور جب بارش کی اشد ضرورت ہو کہ کھیتیاں سوکھ جائیں ۔۔۔۔ کھیاں اجڑنے لگیں ۔۔۔۔ جانوروں کے لئے گھاس چارہ کی کمی ہو یعنی خراب ہوری ہو اور لوگوں میں پریشانی اور اضطراب کھیلیں جائے اور بارش کی صحیح طلب ہو ۔۔۔۔ فلم یکون الاستسقاء فی موضع لا یکون لھم زروع ولا ثمار ولا یشربون منھا ویسقون مواشیھم ونزروعھم ولم یکونوا لھم ولا یکفیھم ذلک فاما اذا کانت لھم زروع وثمار وانھار فان الناس لا یخرجون الی الاستسقاء لانھا انما تکون عند سدۃ الضرورۃ و الحاجۃ کذا فی المحیط فتاوی عالمگیری الباب التاسع عشر فی الاستسقاء ج ۱ ص ۱۵۴ ۔۔۔۔ جب ہی جنگل میں نکلا جائے تاکہ تو بہ پر بھی ہو ۔۔۔۔ دل ۔۔۔۔ نکار آنکھیں ۔۔۔۔ سوا تو بہ لیں ۔۔۔۔ دعا قبول جانے کا کمزوری رحمت بارش ان ہوا اور ہر امراد ایس ۔۔۔۔ معمولی ضرورت میں یہ باتیں پیدا نہیں ہوں گی ۔۔۔۔ بہت ممکن ہے کہ دو باتیں ہوں جس سے نماز استسقاء کی قدر و ضرورت دل سے نکل جائے یا ہو جانے اور فیصلہ ہو جانے کا موقع ملے ۔

مثنوی میں ایک سوداگر شیخ ابو سعید کا تذکرہ لکھا ہے کہ وہ قرض لے کر مرید ہوا اور جہازوں کو لکھا کہ بیچ ۔۔۔۔ ان کے ذمہ قرض بہت ہو گیا تھا ۔۔۔۔ یار سے صحت سے یاری ہونے لگی تو قرض خواہوں کے تقاضے شروع ہوئے ۔۔۔۔ ایک روز سب قرض خواہ ایک ہی وقت پہنچ گئے یہ سب جمع تھے ۔۔۔۔ ایک پیر جو طوطا بیچ رہا تھا آواز بیچ ۔۔۔۔ والا سے سنا ۔۔۔۔ شیخ نے اسے بلوایا ۔۔۔۔ اور طوطا خرید کر حاضرین کو دکھایا ۔۔۔۔ لڑکے نے سونے کے دام مانگے تو فرمایا ان قرض خواہوں

نے ساتھ تو بھی بیٹھ جا۔ جب بچہ تجھ کو ملے گا۔ تجھے بھی مل جائے گا۔ بچے نے رونا شروع کیا کہ خالی ہاتھ جاؤں گا۔ تو میرا باپ مجھے مارڈالے گا۔ حاضرین کو حیرت ناکر ہوا کہ شیخ نے یہ کیا فرمائش کی کہ ناحق بچہ کا دل آزمایا۔ شیخ خوش تھے اور گویا کچھ انتظار کر رہے تھے۔ شیخ کا یہ انتظار جلدی اس طرح ختم ہوگیا۔ کہ ایک شخص حاضر ہوا۔ اور اس نے ایک بڑی رقم ہدیہ میں پیش کردی۔ شیخ نے فوراً سب قرض خواہوں کا قرض ادا کردیا۔ یہ شیخ کی کرامت تھی مگر نہایت عجیب تھی۔ جس کا شیخ کے عمل سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ چنانچہ صحبت میں ایک خادم نے عرض کیا۔ حضرت یہ کیا ماجرا تھا؟ آپ نے فرمایا قرض تو قرض خواہوں کے تقاضے تھے، وہ مطالبہ کے لئے جمع بھی ہو گئے تھے۔ آپ نے "اس پر بھی اتنا زیادہ حلوا خریدا اور کھلایا، قرض اور بڑھالیا" لوگوں کو آپ کی یہ بات ناگوار بھی ہوئی۔

حضرت شیخ نے فرمایا۔ میں نے حق تعالیٰ سے دعا کی کہ مجھے بارِ قرض سے سبکدوش فرما۔ جواب ملا کہ کوئی رونے والا ہو تو دریائے رحمت جوش میں آئے۔ قرض خواہ حضرات تشریف فرما تھے مگر رونے والا کوئی نہیں تھا۔ ان کے دلوں میں قصہ تھا اور ایک طرح کی تختی تھی۔ یہ کام بچہ نے کیا۔ جب میں نے اس کا سارا حلوا خرید لیا۔ اور وہ دامن سے مایوس ہوا تو اس نے رونا شروع کردیا۔ اس کا رونا بھی پہلے بھی تھا مگر دل دیکھنے کا رونا تھا۔ اس رونے پر ہی رحمت حق جوش زن ہوگئی۔ اس پر رحمت واقعہ کو حضرت مولانا رومی نے مثنوی میں ملاحظہ فرمائیں۔ مولانا فرماتے ہیں:

تا نہ گرید کودک حلوا فروش
کے نہ جنبانش نمی آید بجوش

یعنی جب تک حلوا فروش بچہ نہ روئے دریائے کرم جوش میں نہیں آتا۔

تا نہ گرید ابر کے خضرا و چمن
تا نہ گرید نقش کے جوشد لبن

یعنی رونا بے تاثیر لکھتا ہے کہ جب تک ابر پر گریہ طاری نہ ہو (بارش نہ برسے) چمن کیسی ہنس سکتا ہے۔ اس کو شادابی کہاں نصیب ہوسکتی ہے) جب تک بچہ روئے نہیں۔ ماں کا دودھ کیسے جوش مار سکتا ہے۔

اے کہ خواہی کربلا جاں را بری
جان خود را در تضرع آوری

یعنی اگر بلا اور مصیبت سے نجات چاہتے ہو تو (حق تعالیٰ کے سامنے) گریہ زاری سے کام لو۔

در تضرع باش تا شاداں شوی
گریہ کن تا بے دریغاں خنداں شوی

یعنی حق تعالیٰ کے سامنے آہ وزاری میں مصروف رہو۔ تاکہ مسرور اور شاد کام ہو جاؤ۔ گریہ کرتے رہو۔ تاکہ دل غمیں بلکہ دل قصے اور خوش ہو۔ آخری بات یہ ہے۔

در بخشش ہر گریہ آخر خندہ ایست
مرد آنکہ بیں مبارک بندہ ایست

یعنی ہر رونے کا انجام بخشش ہوتا ہے۔ ہر شخص انجام پر نظر رکھے مبارک بندہ وہی ہے۔

نسخہ ادھیہ تک حالات پر پیش کیا جائے۔ [illegible] کے لئے جنگل میں نہ نکالا جائے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

خواتین کے لیے دلچسپ معلوماتی اور مستند اسلامی کتب